بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر قادری

الموسوم باسم تاریخی

تفسیرِ کشف القلوب

۱۳۱۹ھ

از

سید الشیوخ حافظ سید محمد عمر حسینی قادری خلیقؔ رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲۸۲-۱۳۳۰ھ)

حصہ اوّل جلد اوّل

شیخ الاسلام سید محمد پادشاہ حسینی قادری لئیقؔ رحمۃ اللہ علیہ

(۱۳۱۷-۱۳۸۴ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیرِ قادری

(الموسوم باسمِ تاریخی تفسیرِ کشف القلوب ۱۳۱۹ھ)

حصہ اوّل — سورہ بنی اسرائیل (پارہ ۱۵) تا سورہ فتح پارہ ۲۶) مع مقدمہ

مؤلف — سید الشیوخ سید محمد عمر حسینی قادری خلیقؔ رحمۃ اللہ علیہ

والد کا اسمِ شریف — مولانا مولوی میر پرورش علی رفعت پناہ قدس سرہ

المعروف سید محمد پادشاہ حسینی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ولادت و وفات — ۱۲۸۲ھ بمقام قاضی پورہ ۱۳۳۰ھ بمقام قادری چمن حیدرآباد

دیگر تصانیف — فرائضِ قادری (منظوم۔ جس میں چاروں مذاہب کے وراثت کے مسائل جمع ہیں)، رہبرِ طریقت، مصطلحاتِ تصوف، صحیفۂ معرفت، تحفۂ فاروقیہ وغیرہ وغیرہ۔ پٹنہ کے رسالہ تحفۂ حنفیہ میں بھی اکثر آپ کے مسلسل مضامین شائع ہوتے رہے ہیں جن میں بعض مشاہیر کی کتابوں کے ترجمہ بھی شامل ہیں۔ کلامِ خلیقؔ کے نام سے آپ کا مختصر کلام بھی شائع ہوا ہے۔

حصہ دوم — سورہ حجرات (پارہ ۲۶) تا سورہ ناس (پارہ ۳۰)

حصہ سوم — سورہ فاتحہ و سورہ بقرہ ابتدائی ۳۶ آیتیں

مؤلف — شیخ الاسلام مولانا مولوی سید محمد پادشاہ حسینی لئیقؔ رحمۃ اللہ علیہ

والد کا اسمِ شریف — سید الشیوخ سید محمد عمر حسینی قادری خلیقؔ رحمۃ اللہ علیہ

ولادت و وفات — ۱۳۱۷ھ بمقام قاضی پورہ، ۱۳۸۴ھ بمقام قادری چمن حیدرآباد دکن

دیگر تصانیف:- تصریفِ قادری جس میں عربی کے مصادر اور ان کا اردو اور فارسی میں ترجمہ ہے، ماثورہ دعاؤں کی کئی کتابیں، ماہنامہ نور اور مختلف روزناموں میں بھی آپ کے مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ کلامِ لئیقؔ کے نام سے آپ کا کلام بھی شائع ہوا ہے۔

٧٨٦

تبارك الذي نزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيرا

مصنفہ جامع العلوم العقلیہ والنقلیہ بحر الفنون الفرعیہ والاصلیہ قاطع شبہات الملحدین دافع
مقامات الغابرین حامی سنت ماحی بدعت قامع شرک و شر عالیجناب حاجی حافظ قاری مولانا
و مرشدنا حضرت سید شاہ محمد عمر صاحب قادری حنبلی حیدرآبادی مدظلہ العالے
مصنف تفسیر قادری و نورالنفس قادری و رہبر طریقت وغیرہ الموسومہ

مقدمہ تفسیر قادری

حضرات ناظرین! اگرچہ اس مقدمہ میں آئندہ بہت سے فوائد مندرج ہونگے
لیکن بلحاظ عجلت چند فوائد نوشتہ ہوئے ہیں خصوص آخری حصہ میں اعجاز قرآن قابل ملاحظہ

باہتمام

خاکپائے انام محمد عبدالعزیز و حکیم محمد رکن الدین و سید عبدالجبار کان اللہ لہم
مدرسہ اعزہ — اندرون علی آباد — قاضی پورہ

قد طبع فی مطبع مشیر شاہی واقع حیدرآباد دکن

۱۳۲۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر قادری الموسوم باسم تاریخی تفسیر کشف القلوب ۱۳۱۹ھ

مقدمہ تفسیر

ازسید الشیوخ حافظ سید محمد عمر حسینی قادری خلیقؔ رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۸۲-۱۳۳۰ھ)

پیرومرشد مولانا حبیب محمد عمر حسینی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد فرمانے پر سید غوث محی الدین حسینی نصرالحق نے یہ فہرست تیار کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے اور اس کے ساتھ اس کام میں شریک رہنے والوں کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں اور اپنے کلام کی برکت سے جزاءِ خیر عطا فرمائے اور اُن کی دین ودنیا کی مشکلوں کو حل فرمائے۔ آمین

پیر کے ساتھ رہا خدمتِ قرآں میں شریک خادمِ خادمِ قرآن ہوا نصرالحق

الحمد لله رب العالمين

اظہارِ تشکر

روز افزوں ہوں مدارج اور تیرا مرتبہ
حق تعالیٰ دے تجھے اس امر کا بہتر صلہ
جس کو جو دینا تھا دے کر تو نے اپنے نصر کو
ہاتھ میں تفسیر دے کر ساتھ اپنے کرلیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر قادری الموسوم تفسیر کشف القلوب ۱۳۱۹ھ حصہ اوّل جلد اوّل

از سید الشیوخ حافظ سید محمد عمر حسینی قادری خلیق رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۸۲-۱۳۳۰ھ)

فہرستِ مضامین [۱۷] سورہ بنی اسرائیل و [۱۸] سورہ کہف

مرتبہ سید غوث محی الدین حسینی نصر الحق القادری ۔ اللہ سبحانہ کا فضل و کرم اس کے شاملِ حال رہے۔

[۱۷] سورہ بنی اسرائیل (مکی)

آیتیں (۱۱۱) رکوع (۱۲)

الحمدللہ سورہ بنی اسرائیل ختم ہوا

الحمد للہ سورہ کہف کی تفسیر صفحہ (۴۳۴) پر ختم ہوئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیرِ قادری المعروف تفسیرِ کشف القلوب ۱۳۱۹ھ

حصہ اوّل جلد دوّم

[۱۹] سورۂ مریم، [۲۰] سورۂ طٰہٰ، [۲۱] سورۂ انبیاء و [۲۲] سورہ حج از حافظِ کلامِ مبین حضرت سید شاہ محمد عمر حسینی القادری خلیق رحمۃ اللہ علیہ [۱۲۸۲ھ-۱۳۳۰ھ]

۱۹۔سورہ مریم [مکی]

(آیتیں [۹۸] ، رکوعات [۶])

الحمد للہ سورۂ حج کی تفسیر کے ساتھ تفسیر قادری حصہ اوّل جلد دوم ختم ہوئی۔

پیر و مرشد مولانا حبیب محمد عمر حسینی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد فرمانے پر سید غوث محی الدین حسینی نصر الحق نے یہ فہرست تیار کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے اور اس کے ساتھ اس کام میں شریک رہنے والوں کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں اور اپنے کلام کی برکت سے جزاءِ خیر عطا فرمائے اور اُن کی دین و دنیا کی مشکلوں کو حل فرمائے۔ آمین

پیر کے ساتھ رہا خدمتِ قرآں میں شریک　　خادمِ خادمِ قرآن ہوا نصر الحق

الحمد للہ
رب العالمین

اظہارِ تشکر

روز افزوں ہوں مدارج اور تیرا مرتبہ　　حق تعالیٰ دے تجھے اس امر کا بہتر صلہ

جس کو جو دینا تھا دے کر تو نے اپنے نصر کو　　ہاتھ میں تفسیر دے کر ساتھ اپنے کرلیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیرِ قادری المعروف تفسیر کشف القلوب ۱۳۱۹ھ

حصہ اوّل جلد سوّم

(۲۳ سورۂ مؤمنون، ۲۴ سورۂ نور، ۲۵ سورۂ فرقان، ۲۶ سورۂ شعراء اور ۲۷ سورۂ نمل)

از حافظِ کلامِ مبین حضرت سید شاہ محمد عمر حسینی القادری خلیق رحمۃ اللہ علیہ [۱۲۸۲۔۱۳۳۰ھ]

۲۳۔ سورہ مؤمنون [مکی]

(آیتیں [۱۱۸] ، رکوعات [۶])

۲۴ـسورہ نور[مدنی]

(آیتیں[۶۴] ، رکوعات[۹])

۲۵۔سورہ فرقان [مکی]

(آیتیں[۷۷] ، رکوعات[۶])

۲۷۔سورۂ نمل (مکی)
آیات[۹۳]رکوع[۷]

پیرومرشد مولانا حبیب محمد عمر حسینی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد فرمانے پر سید غوث محی الدین حسینی نصر الحق نے یہ فہرست تیار کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے اور اس کے ساتھ اس کام میں شریک رہنے والوں کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں اور اپنے کلام کی برکت سے جزاءِ خیر عطا فرمائے اور اُن کی دین و دنیا کی مشکلوں کو حل فرمائے۔ آمین

پیر کے ساتھ رہا خدمتِ قرآں میں شریک خادمِ خادمِ قرآن ہوا نصرالحق

الحمدللہ ربّ العالمین

اظہارِ تشکر

روز افزوں ہوں مدارج اور تیرا مرتبہ حق تعالیٰ دے تجھے اس امر کا بہتر صلہ

جس کو جو دینا تھا دے کر تو نے اپنے نصر کو ہاتھ میں تفسیر دے کر ساتھ اپنے کر لیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیرِ قادری المعروف تفسیرِ کشف القلوب ۱۳۱۹ھ

حصہ اوّل جلد چہارم

(۲۸ سورہ قصص، ۲۹ سورہ عنکبوت، ۳۰ سورہ روم، ۳۱ سورہ لقمان، ۳۲ سورہ سجدہ، ۳۳ سورہ احزاب، ۳۴ سورہ سبا، ۳۵ سورہ فاطر)

از حافظِ کلامِ مبین حضرت سید شاہ محمد عمر حسینی القادری خلیق رحمۃ اللہ علیہ

[۱۲۸۲_۱۳۳۰ھ][۱۸۶۵_۱۹۱۱ء]

فہرست مضامین تیار کردہ سید غوث محی الدین حسینی قادری نصر الحق

[۲۸] سورہ قصص

(آیتیں [۸۸] ، رکوعات [۹]

کلمات [۱۱۴۱]، حروف [۸۵۰۰])

بحمد اللہ تفسیرِ سورۂ قصص ختم ہوئی۔

۲۹۔سورہ عنکبوت [مکی]

(آیتیں[۶۹] ، رکوعات[۷]

کلمات[۷۸۵]،حروف[۴۲۱۷])

بحمد اللہ تفسیرِ سورۂ عنکبوت ختم ہوئی۔

۳۰۔ سورہ روم [مکی]

(آیتیں[۶۰] ، رکوعات[۶]
کلمات[۸۱۹]، حروف[۳۵۳۴])

بحمد اللہ تفسیرِ سورۂ روم ختم ہوئی۔

۳۱۔سورۂ لقمان [مکی]

(آیتیں [۳۴] ، رکوعات [۴]

کلمات [۵۴۸] ،حروف [۲۱۱۰])

۳۳۔سورہ احزاب[مدنی]
(آیتیں[۷۳] ، رکوعات[۹]
کلمات[۱۲۸۰]،حروف[۵۷۹۶])

بحمد اللہ تفسیر سورۂ احزاب ختم ہوئی۔

۳۴۔ سورہ سبا [مکی]

(آیتیں [۵۴]، رکوعات [۶]
کلمات [۸۰۳]، حروف [۳۵۱۲])

بحمداللہ تفسیرِ سورۂ سبا ختم ہوئی۔

۳۵۔سورہ فاطر [مکی]

(آیتیں [۴۵] ، رکوعات [۵]

کلمات [۷۷۷]، حروف [۳۱۳۰])

پیر و مرشد مولانا حبیب محمد عمر حسینی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد فرمانے پر سید غوث محی الدین حسینی نصر الحق نے یہ فہرست تیار کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے اور اس کے ساتھ اس کام میں شریک رہنے والوں کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں اور اپنے کلام کی برکت سے جزاءِ خیر عطا فرمائے اور اُن کی دین و دنیا کی مشکلوں کو حل فرمائے۔ آمین

پیر کے ساتھ رہا خدمتِ قرآں میں شریک
خادمِ خادمِ قرآن ہوا نصر الحق

الحمد لله رب
العالمین

اظہارِ تشکر

روز افزوں ہوں مدارج اور تیرا مرتبہ حق تعالیٰ دے تجھے اس امر کا بہتر صلہ
جس کو جو دینا تھا دے کر تو نے اپنے نصر کو ہاتھ میں تفسیر دے کر ساتھ اپنے کر لیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیرِ قادری المعروف تفسیرِ کشف القلوب ۱۳۱۹ھ

حصہ اوّل جلد پنجم

از حافظِ کلامِ مبین حضرت سید شاہ محمد عمر حسینی القادری خلیق رحمۃ اللہ علیہ

[۱۲۸۲۔۱۳۳۰ھ][۱۸۶۵۔۱۹۱۱ء]

فہرست مضامین تیار کردہ سید غوث محی الدین حسینی قادری نصر الحق

۳۸۔ سورۂ ص [مکی]

آیتیں [۸۸] ، رکوع [۵]

کلمات [۷۳۲] ، حروف [۳۰۶۳]

۳۹۔سورۂ زمر [مکّی]

(لیکن تین آیتیں [۵۳تا۵۵] مدنی ہیں)

رکوع [۸] آیتیں [۷۵]

کلمات [۱۱۰۰] حروف [۴۷۰۸]

[۴۵] سورۂ جاثیہ [مکّی]

آیتیں [۳۷] رکوع [۴]

حروف [۲۱۳۱] کلمات [۴۸۸]

۴۸۔سورہ فتح [مدنی]

آیتیں [۲۹] رکوع[۴]

حروف[۲۴۳۸] کلمات[۵۶۰]

پیر و مرشد مولانا حبیب محمد عمر حسینی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد فرمانے پر سید غوث محی الدین حسینی نصر الحق نے یہ فہرست تیار کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے اور اس کے ساتھ اس کام میں شریک رہنے والوں کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں اور اپنے کلام کی برکت سے جزاءِ خیر عطا فرمائے اور اُن کی دین و دنیا کی مشکلوں کو حل فرمائے۔ آمین

پیر کے ساتھ رہا خدمتِ قرآں میں شریک
خادمِ خادمِ قرآن ہوا نصر الحق

الحمد لله ربّ العالمين

اظہارِ تشکر

روز افزوں ہوں مدارج اور تیرا مرتبہ — حق تعالیٰ دے تجھے اس امر کا بہتر صلہ
جس کو جو دینا تھا دے کر تو نے اپنے نصر کو — ہاتھ میں تفسیر دے کر ساتھ اپنے کرلیا

۷۸۶

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا

مصنفہ جامع العلوم العقلیہ والنقلیہ بحر الفنون الفرعیہ والاصلیہ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد المعاندین حامی سنت ماحی بدعت قامع شرک و شر عالیجناب حاجی حافظ قاری مولانا و مرشدنا حضرت سید شاہ محمد عمر صاحب قادری جنبلی حیدرآبادی مدظلہ العالی مصنف تفسیر قادری و ترانۂ قادری و تہذیب طریقت وغیرہ المؤیدہ

مقدمۂ تفسیر قادری

حضرات ناظرین! اگرچہ اس مقدمہ میں آئندہ بہت سے فوائد مندرج ہونگے لیکن بلحاظ عجلت چند فوائد لکھے گئے ہیں خصوصاً آخری حصہ میں اعجاز قرآن قابل ملاحظہ

باہتمام

خاکپائے انام محمد عبد العزیز و حکیم محمد رکن الدین و سید عبد الجبار کان اللہ لہم

مدرسۂ اعزہ — اندرون علی آباد — قاضی پورہ

قد طبع فی مطبع شمس الاسلام الواقع حیدرآباد

۱۳۲۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین

جب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمدِ الٰہی سے اپنے عجز کا اقرار کیا تو ما و شما کا کیا ذکر ہے جو زبان ہلا سکیں اور جب شانِ مصطفوی علیہ السلام میں خدا کا ارشاد وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ہو تو بندو نکی کیا طاقت جو دم مار سکیں کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے

زلافِ حمد و نعت اولیٰ ست بر خاکِ ادب خفتن	سجودی می‌توان کردن درودی می‌توان گفتن

اگر اہلِ بیت علیہم السلام نجات کی کشتی ہیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم آسمانِ ہدایت کے تارے ہیں۔ جسے بحرِ سلوک سے پار ہونا ہو تو اس کشتی میں سوار ہو کر اُن تاروں سے راہ کی معرفت حاصل کرکے ساحلِ مقصود تک پہونچ جائے۔ کشتی بغیر تاروں کے اور تارے بے کشتی کے نافع نہیں اگر اس راہ کو جلد طے کرنا منظور ہے تو پیرانِ کبار و اولیاءِ عظام کی توجہ بھی ضرور ہے

مورِ مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد	دست در پای کبوتر زد و ناگاہ رسید

میرے اللہ تیرے کلامِ پاک کے طفیل سے مجھے سیدھی راہ پر قائم رکھ اور اوس کے سمجھنے اور سمجھانے کی توفیق عنایت فرما۔ **میرے اللہ** تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پاک کے صدقے سے تو اپنی سچی بندگی اور اُنکی سچی غلامی نصیب فرما۔ اور احادیث شریف کی خدمت سے مشرف فرما۔ اہلِ بیت کرام و اصحابِ عظام رضی اللہ عنہم کی دوستی میں ثابت قدم رکھ مجھے اور میرے ہاتھ پر جنھوں نے بیعت کی ہے اُن سب کو پیرانِ کبار کے زمرہ میں محشور کر۔ اور اس تفسیر کے معاونین کو اور اس ریاست حیدرآباد دکن

کے والی کو ہدایت دے کر دونوں جہان میں خوش وخرم رکھ اور انکی دشمنوں کو پامال کر۔ آمین۔

اما بعد یہ فقیر سراپا تقصیر ابوالوفا عمر تخلص خلیق کان اللہ لہٗ عرض کرتا ہی کہ ایک مدت سے قرآن مجید کا عاشق ہے۔ اسیکی تلاوت اسیکا درس اسیکا بیان ہے ؎

کتابک حولی لا یفارق مضجعی	وفیہا شفاءٌ للذی انا کاتم

چونکہ ہمارے وصول الی اللہ کا ذریعہ اگر ہے تو قرآن ہے۔ اسیکو سمجھنا اسی پر چلنا اسی میں ایسے محو ہونا کہ خود متکلم سے کلام کو سننا ہی ہماری معراج ہی۔ خیال ہوا کہ ہم عدم آباد کو عنقریب میں آباد کرنے والے ہیں تو اس کتابِ الٰہی کی اس طرح خدمت کرنی چاہیئے کہ عالمِ وجود و شہادت میں ہمارے بعد بھی ہمارا نشان باقی رہی۔ گو ہم فانی ہوجائیں لیکن باقی کی معیت سے ہمیں بھی بقا نصیب ہو۔ چنانچہ اس خیال کا اس طرح ظہور ہوا کہ میرے طریقتی بھائیوں نے جنھوں نے مجھ سے حُبّ فی اللہ کا عہد کیا۔ اور میرے مرنے تک اس دوستی کے نبھانے کا وعدہ کیا ہی وہ اپنی سچی دوستی کا اظہار کرنے لگے۔ اور اس تفسیر کے طبع کے معاون ہوی۔ **اب** تحریر تفسیر نصف آخر سے شروع ہوی۔ اس لئے کہ یہ عاصی کئی سال سے مکہ مسجد حیدرآباد دکن میں بعد نماز جمعہ قرآن مجید کا ہی بیان ابتدا سے کررہا تھا۔ اس مشورہ کے وقت پارۂ سُبْحٰنَ الَّذِیۡ شروع ہونے والا تھا۔ یہی رائے قائم ہوی کہ اس جز سے کہ قصۂ معراج بھی ہے تقریر کے ساتھ تحریر کی بھی ابتدا کی جائے۔ اور اللہ سے امید رکھی جائے کہ اسے قبول فرما کے ہمارے لئے باقیاتِ صالحات کردے۔

لہ تیری کتاب مجھ سے دم بھر جدا نہیں ہوتی۔ اس میں میرے دردِ دل کی دوا ہی۔ ۲ خصوص ان میں دو محب و برادرانِ طریقتی جناب حاجی مولوی محمد عبدالعزیز صاحب قادری مصنف عزیز الاخلاق و باغ و بہار عزیزی و جناب حاجی حکیم مولوی محمد رکن الدین صاحب قادری نے ذمہ لیا کہ ہم اس کے طبع کروانے کا بندوبست کرتے ہیں۔ تو اسکی تفسیر و ترجمہ تحریر کر۔ للہ الحمد کہ اس کے بعد بہت سے احباب اس تفسیر کے طبع میں معاون ہوے جن کے اسمار گرامی ہر حصۂ تفسیر میں درج ہوا کرتے ہیں۔ اور بھی جناب حکیم حاجی مولوی محمد شرف الدین صاحب قادری مدراسی اور محب برادر طریقتی جناب محمد حسین صاحب صدیقی قادری مدراسی نے ایک رقم معتدبہ نذر تفسیر کی اور برخوردار روحی محمود عبدالجبار صاحب نے اہتمام طبع تفسیر اپنے ذمہ لیا۔ جزاهم الله خیرا الجزا ۱۲-

للہ الحمد کہ یہ کام شروع ہوا۔ اور اسمیں ترجمہ کی طرف پہلے توجہ کی گئی۔ اور جہاں تک ہو سکا محاورہ اور الفاظ دونوں کا خیال رکھا گیا۔ لیکن عربی زبان اسقدر وسیع ہے کہ ترجمہ کے لئے اردو زبان میں الفاظ نہیں ملتے۔ پھر کلام آلہی جو معدنِ فصاحت و بلاغت ہے اُس کا ترجمہ اسیطرح ہے گویا حسین آدمی کی تصویر۔ کہ صورت تو ہے لیکن جان نہیں۔ آدمی کے لئے جس طرح جان ہے کلام کے لئے فصاحت و بلاغت ہے۔ پھر بلاغت بھی وہ کہ تمام فصحاے عرب سے اسی کلام عربی میں نہ ادا ہو سکی تو ترجمہ میں وہ بلاغت کس طرح باقی رہے گی۔ چنانچہ آیت سورہ نمل کو دیکھو (جہاں اب ہم تفسیر لکھتے لکھتے پہونچے ہیں) وہ یہ ہے وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ۔ اب ہم نبا کا ترجمہ سوائے خبر کے اور کیا کر سکتے ہیں۔ پہلے وہ صفتِ بدیع جو سبا و نبا میں ہے فوت ہو گئی۔ اور وہ فواصل کا لطف جو پہلی آیت میں الغائبین۔ دوسری میں مبین۔ اس آیت میں یقین ہے وہ بھی ہاتھ سے جاتا رہا۔ کیونکہ ہم ترجمہ خبرِ یقینی یا یقینی خبر کریں گے۔ اس کے علاوہ نبا کے معنے ایسی خبر کے ہیں جو با وقعت اور شان دار ہو یہ حُسن پر حسن ہے۔ اب ترجمہ میں اگر خبر کے ساتھ با وقعت اور شان دار بڑہایا جاے تو علاوہ الفاظ کی زیادتی کے پھر بھی نہ وہ وقعت رہیگی نہ وہ شان۔ یہی سبب ہے کہ ہر مترجم نے اپنے ترجمہ میں بہت ہی کوشش کی بعض لوگوں نے۔ لفظی ترجمہ اختیار کیا وہ اسیات پر خوش ہیں کہ "ہم نے تو کچھ کم و بیشی نہ کی جس طرح کا اسیطرح ترجمہ کر دیا" لیکن فصاحت کا خیال بھی ضرور تھا۔ اور بعض اشخاص نے بامحاورہ ترجمہ کیا اور لفظ کا خیال نہ رکھا۔ لیکن الفاظ کا خیال رکھنا بھی لازمی تھا۔ مثلاً لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ کا ترجمہ کیا کہ میں تجھے قید کر دونگا۔ حالانکہ یہ لَأَسْجُنَنَّكَ کا ترجمہ ہے۔ پھر ان الفاظ کی زیادتی میں کوئی نہ کوئی سبب ہے۔ چنانچہ ہم نے ایسے مواضع پر اپنے ترجمہ میں تصریح کی ہے۔ اسیطرح کوئی محذوفات و مقدرات یا بطورِ تفسیر جو الفاظ ہوں وہ میں قوسین لکھکر اکثر جگہ اس کا ماخذ بھی حاشیہ میں لکھدیا ہے غرض لفظ و معنی دونوں کا خیال ترجمہ کیا گیا ہے لیکن جہاں ہمارا محاورہ لفظوں کے مطابق نہ ہوا تو اس وقت میں بہت دشواری پیش آئی ہے۔ آخر تحری سے جس جانب ترجیح معلوم ہوی اُسکو اختیار کیا۔ اور بہتری کو ڈہونڈ ناہوا

تفاسیرِ معتبرہ سے بہت چھان بین کی گئی۔ پھر بھی جو غلطی صادر ہو گئی ہو تو ناظرینِ تفسیر سے امید ہے کہ اس سے آگاہ فرمائیں تا مستقل طور پر ترجمہ چھپنے کے وقت اسکی رعایت رکھی جائے۔ اور اس کا نام **تفسیرِ قادری** اور تاریخی نام **کشف القلوب** رکھا گیا جس کے عدد (۱۳۱۹) تیراسو انیس ہوتے ہیں اب ۱۳۲۲ تیراسو چوبیس[1] شروع ہے اس پانچسال میں پانچ پارے ہوئے۔ خیال ہوا کہ زندگی مثلِ حباب ہے۔ اس کا کچھ بھروسہ نہیں بہتر ہوگا کہ اس تفسیر کا مقدمہ لکھا جائے۔ اگر میری زندگی میں تفسیر کامل نہ ہوئی تو خدا جسے توفیق دے وہ کامل کر دیگا[2] وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔ اس **تفسیر** میں یہ چند امور پیشِ نظر رہے ہیں۔ نقلِ آثار تفسیرِ ابنِ کثیر و ابنِ جریر سے لیکن بعض جا بجی کثیر نے ماخذ نہیں بتلایا یا یہ کہ ایک دو کتابوں کا ماخذ بتلایا یا یہ کہ صرف ابنِ جریر نے اپنی سند سے اپنی تفسیر میں لکھا جب ہم نے تفسیر درِ منثور میں دیکھا تو اس سے زیادہ ماخذ ملے تو ہم نے اس طرح (در) کر کے حوالہ دیا لیکن یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ **تفسیرِ ابنِ جریر**[3] و

---

[1] (۱) سبحان الذی (۲) قال الم اقل لک (۳) اقترب (۴) قد افلح المؤمنون (۵) وقال الذین لا یرجون۔ [2] جس طرح تفسیر جلالین کو دو مصنفوں نے کامل کیا ہے۔ اگر اللہ تعالے چاہے تو اپنے فضل و کرم سے میرے دو فرزندوں (ایک سید محمد بادشاہ جو میرے والد کا ہم نام ہے۔ دوسرے سید علی زین العابدین) کو عمرِ طبعی کو پہنچا کر اور علم و فضل عنایت فرما کے اس تفسیر کی تکمیل کروائے تو یہی کچھ بعید نہیں ہے۔ چنانچہ یہ فقیر بھی چار سال میں یتیم ہو گیا۔ اور سایۂ پدری سر سے اٹھ گیا تھا۔ لیکن اس مربیِ حقیقی نے کس ناز و نعمت سے پالا۔ آخر میں سب سے بڑی نعمت یہ سرفرازی کہ اپنی کتابِ پاک کی خدمت میں مشغول کیا ؎

ہم گرچہ نہیں لایقِ دربار تمھارے	کہلاتے ہیں پر بندۂ سرکار تمھارے
اچھے رہیں نزدیک بُرے جائیں کدہر کو	گل میں تو تمھارے ہیں وگر خار تمھارے
ہوں تو بدخُلق اور کہتے ہیں خَلیق	آپ ہی کا ہے یہ سب صدقہ حضور

[3] یہ تفسیر بڑی معتبر تفسیر ہے مصنف کا نام ابو جعفر محمد طبری ہے ۳۱۰ھ میں انکا انتقال ہوا۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ مثل تفسیرِ طبری کوئی تفسیر تصنیف نہیں ہوئی ابو حامد اسفرائینی نے فرمایا اگر کوئی شخص تفسیرِ ابنِ جریر کی

ابن کثیر مین بھی موجود ہی - چونکہ یہی دو تفسیرین نقل آثار مین نہایت عمدہ ہین اور در منثور مین رطب ویابس سب جمع ہے (لیکن مصنف نے ہر ایک کتاب کا نام ذکر کر دیا ہے جس سے ذی علم رطب ویابس کو پہچان سکتا ہے) اسمین مصنف پر کوئی اعتراض نہین اسی لئے ہم نے صرف اسپر اعتماد نہین کیا بلکہ یہ دونون تفسیرون سے اسکی تصحیح کرکے پھر ہم نے اپنی تفسیر مین اسے نقل کیا - در منثور کے صفحات الٹ پلٹ کر چند حدیثین صحیح نقل کی ہین - تفسیر معالم التنزیل سے بھی اخذ کیا ہی اسیطرح تفسیر کبیر و تفسیر نیشاپوری و تفسیر بیضاوی اور اس کا حاشیہ خفاجی اور تفسیر ابو السعود و تفسیر

(بقیہ صفحہ گزشتہ) حاصل کرنے کے لئے چین کا سفر کرے تو کچھ بڑی بات نہین ہی (کشف الظنون) شد الحمد کہ وہ تیس جلدون مین چھپکر مصر سے حیدر آباد آگئی - اب اس فقیر کے پیش نظر ہے - ہر حدیث کی سند مصنف نے لکھی ہے - لیکن فقیر نے بہ حذف سند ترجمہ نقل کیا ہی جس کو منظور ہو وہ اصل دیکھ لے - ایک ابن جریر شیعہ اور کرامیہ بھی ہے اس سے آگاہ رہنا ضرور ہے ۱؎ تفسیر ابن کثیر امام حافظ ابو الفدا اسماعیل بن عمر قریشی دمشقی متوفی ۷۷۴ھ کی تصنیف ہے اور یہ بڑی کتاب دس جلدون مین ہی - احادیث و آثار کو نقل کرکے جہان احتیاج ہوی ہے جرح و تعدیل بھی کی ہے (کشف الظنون) فقیر کہتا ہی یہ تفسیر نہایت ہی معتبر ہے اور مطبوع ہو چکی ہے ۲؎ اس کا نام الدر المنثور فی التفسیر بالماثور چند جلدون مین ہی شیخ جلال الدین عبد الرحمن بن سیوطی کی تصنیف ہی انکی وفات ۹۱۱ھ مین ہوی اور وہ بیان کرتے ہین کہ جب مین نے تفسیر ترجمہ بالقرآن کو لکھا - اور اسکی تحصیل مین لوگون کی ہمتون کو پست پایا تو مین نے اس سے متون احادیث کی تلخیص کرلی اور یہ تفسیر متداول ہی (کشف الظنون) ۳؎ امام محی السنہ ابی محمد حسین بن مسعود الفرا البغوی الشافعی کی تصنیف سے ہی - انکی وفات ۵۱۶ھ مین ہوی یہ کتاب متوسط ہی اسمین مفسرین صحابہ اور تابعین وغیرہم کے آثار ہین (کشف الظنون) ۴؎ تفسیر کبیر جسکا نام مفاتیح الغیب ہی علامہ فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ کی تصنیف ہی (کشف الظنون) نقل احادیث مین اسکا اعتبار کم ہی باقی اسمین سب کچھ ہی ۵؎ تفسیر نیشاپوری جسکا نام غرائب القرآن و رغائب الفرقان علامہ نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری کی تصنیف ہی وہ کہتے ہین کہ مین نے تفسیر کبیر کو مختصر کیا ہی اور اس کے سوا اکثر تفاسیر کو جمع کیا ہی الخ (کشف الظنون) یہ کتاب تفسیر ابن جریر کے حاشیہ پر طبع ہو چکی ہی تاویلات نجم الدین دایہ بھی نقل کی ہی ۶؎ اسکا نام انوار التنزیل و اسرار التاویل ہی قاضی ناصر الدین ابو سعید عبد اللہ بن عمر بیضاوی شافعی کی تصنیف ہی انکی وفات تبریز مین ۶۸۵ھ مین ہوی اس کتاب مین اعراب معنی و بیان کے جو کچھ متعلق ہی وہ کشاف سے ملخص ہی - اور جو کچھ حکمت و کلام سے متعلق ہی وہ تفسیر کبیر سے اور جو کچھ اشتقاق غوامض و حقایق و لطائف اشارات سے متعلق ہی وہ تفسیر راغب اصفہانی سے ملخص ہی - اور باقی وجوہ معقولہ اور تصرفات مقبولہ انکے طبع زاد ہین سورتون کے آخر مین جو اکثر احادیث ہین انمین مسامحہ کیا ہی اور اسکی بہت سے حواشی ہین (کشف الظنون) ملا نے تصریح کر دی ہی کہ وہ احادیث ضعیفہ بلکہ موضوع ہین ۷؎ اسکا نام عنایۃ القاضی ہی اسکے مصنف شیخ احمد بن محمد بن عمر انکا لقب شہاب الدین خفاجی مصری حنفی قرن حادی عشر مین گذری ہین ۱۰۶۹ھ اس کا نام

بیان تفسیر ابن کثیر
بیان تفسیر در منثور
بیان تفسیر بغوی
بیان تفسیر کبیر
تفسیر نیشاپوری
تفسیر بیضاوی
حاشیہ خفاجی

خازن[1] وتفسیر مدارک[2] وتفسیر جلالین[3] وتفسیر خطیب[4] وغیرہ سے ادب کے نکات ربط بین الآیات۔
عقلی باتین۔ تراکیب صرف و نحو کو نقل کیا ہے۔ لغت کی تحقیق اکثر کتب لغت سے کی اور مفردات
راغب جو لغت قرآنی مین عمدہ کتاب ہے اور یہ کتاب مصر مین طبع ہو چکی ہے۔ نحو کی زیادہ تحقیق منظور ہوئی تو مغنی اللبیب
اور اتقان وغیرہ کی طرف رجوع کیا۔ کسی وقت تحقیق احادیث خود کتب حدیث سے کی۔ فقہی مسائل
مین فقہ کی جانب رجوع کیا اور اکثر جگہ چارون مذہب کا ذکر کیا۔ سبعہ قرارت مین شاطبی اور غیث النفع
پر اعتماد رہا۔ کیونکہ استادی سید القرا جناب سید محمد تونسی مدنی مدظلہ سے اسی طرح سنا ملی ہے۔ قرات کی
تحقیق تفسیر سے ہرگز ممکن نہین۔ بلکہ ہر ایک علم کو اسی علم کی کتب سے تحقیق کرنا چاہئے۔ جہان حالات سرور
عالم صلی اللہ علیہ وسلم لکھے کتب سیر کی طرف رجوع کیا۔ تاریخی حالات مین تاریخ کامل وغیرہ پیش نظر رہی
علاوہ اس کے تصوف وغیرہ کو عرائس البیان[5] وتفسیر شیخ اکبر محی الدین ابن عربی وتفسیر روح البیان[6]

(بقیہ صفحہ گزشتہ) ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم ہے اس کے مصنف مفتی ابو السعود بن محمد عمادی حنفی ہین۔ جن کی
وفات ۹۸۲ھ مین ہوئی۔ (کشف الظنون) [1] اس کا نام لباب التاویل فی معانی التنزیل ہے اس کے مصنف علاء الدین
علی بن محمد بغدادی مشہور بہ خازن ہین ۷۴۱ھ مین آپ کا انتقال ہوا۔ آپ نے معالم التنزیل بغوی کو منتخب کیا ہے۔ اور صحیحین سے
احادیث کو بھی نقل کیا ہے۔ اور پھر غریب حدیث کی شرح بھی کی ہے (کشف الظنون) [2] مدارک التنزیل وحقایق التاویل
حافظ الدین عبد اللہ بن احمد نسفی کی ہے (اس کے مصنف حنفی ہین) انکی وفات ۷۰۱ھ مین ہوئی (کشف الظنون) [3] یہ
تفسیر اول سے آخر سورۂ اسراء تک جلال الدین محلی شافعی متوفی ۸۶۴ھ کی تصنیف ہے جب وہ مرگئے جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اسے پھر
تمام کیا اور الحمد کی تفسیر بھی آپ ہی نے لکھی کیونکہ محلی نے اسکی تفسیر نہین لکھی تھی یہ تفسیر صغیر الحجم کثیر المعنی ہے اس لئے کہ وہ خلاصہ
تفاسیر ہے۔ بعضے علما یمن نے کہا کہ مین نے حروف قرآن وتفسیر کو حساب کیا تو دونون کو سورۂ مزمل تک مساوی پایا اور سورۂ مدثر
سے تفسیر قرآن سے زیادہ ہے پس اس بنا پر اس تفسیر کا بغیر وضو کے اٹھانا جایز ہے (کشف الظنون) [4] اس کتاب کا نام سراج المنیر
ہے اس کے مصنف شیخ خطیب شربینی ہے چار جلدون مین ہے ربط درمیان آیات خوب بیان کرتے ہین۔ [5] عرائس البیان فی
[illegible] کے مصنف شیخ ابی محمد روزبہان بقلی شیرازی صوفی ہین انکی وفات ۶۰۶ھ مین ہوئی یہ تفسیر اہل تصوف کے طریقہ
پر [illegible] مین چھپ گئی ہے اسی کے حاشیہ پر تفسیر شیخ محی الدین عربی بھی ہے۔ یہ بھی تفسیر بطور تصوف ہے [6] شیخ
حقی کی [illegible] سے اکثر اشعار نقل کرتے ہین۔ تصوف کے بہت سے باتوں کو جمع کیا ہے استنبول مین چھپ گئی ہے
روح المعانی [illegible] مفتی بغداد آلوسی کی تصنیف سے ہے۔ ۱۲

وتفسیر مہایمی[۱] وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ کبھی کتبِ تصوف سے بھی مضامین لکھے ہین۔ کبھی اپنے قلبِ ناقص کی طرف رجوع کرکے بھی کچھ نہ کچھ تحریر کیا ہے۔ اس کے سوا جس کسی بدمذہب کی نئی تصنیف دیکھنے مین آئی اس کا تار تار الگ کر دکھایا۔ اور اصلِ باعثِ تفسیر لکھنے کا یہی ہوا کیونکہ جن مذاہب کا تفاسیر قدیمہ مین مذکور ہے بعض وہ مذاہب اسوقت نہین ہین۔ بلکہ اسکی جا سے نئے نئے فرقے پیدا ہوگئے ہین۔ اس لئے تفسیر مین بھی اُن کے رد کی ضرورت ہوئی۔ ایک بات اس تفسیر مین یہ بھی ہے کہ ضروری مضامین عام فہم متن مین جلی قلم سے لکھے اور دوسرے ابحاث جو علمی ہین یا بطورِ اشاراتِ تفسیر ہین انھین خفی قلم سے حاشیہ مین لکھا تا ظاہر و باطن مین فرق باقی رہے۔ وقتِ تحریر حضورِ قلب کے لئے اسطرح تنبیہ ہوتی رہی کہ کہین تفسیر مین مشغول ہوکر صاحبِ کلام کو نہ بھول جاناؔ بسا اوقات وقتِ تحریر مخلوق کی مدح کا خطرہ آیا۔ ریاکاری و مکّاری نے اپنا گھر جمایا۔ دلی حالت متغیر پاتا تھا۔ بے اختیاری سے یہ زبان پر آتا تھا۔ کہ اے دلون کے پھیرنے والے میری مکّاری کو خلوص سے۔ اور میری ریا کو تو اپنی رویت سے بدل دے۔ مجھے مخلوق مین خالق نظر آئے۔ کثرت مین وحدت جم جائے تیرے سے تعلق جوڑکے مخلوق کا خیال ہرگز نہ کرون۔ کہین ایسا نہ ہو کہ عبید کے خیال مین ربّ الارباب کو بھولون۔ آپ کے در کا مردود کس طرح مقبول ہو۔ آپ کا مقبول تمام عالم کے رد سے کب مردود ہو سہ

مقبولِ خلایق ہیں کہ مردودِ خدا ہیں	اب تک ہمیں معلوم نہین کون ہیں کیا ہین

تیری رحمت سے بڑی امید ہے کہ تو اپنے ہی طلب مین ماریگا۔ اور تیرے حبیب کی شفاعت سے بڑی آس ہے کہ ہمارے سر سے یہ گناہوں کا بھاری بوجھ اتر جائیگا۔ سہ

نہ کر حساب ہمارے گناہ بے حد کا	الٰہی تجھکو غفور رحیم کہتے ہیں
کہیں کہیں نہ عدد دیکھکر ہمیں محتاج	یہ اُن کے بندے ہیں جنکو کریم کہتے ہیں

[۱] اس تفسیر کا نام تفسیر رحمانی ہے مصنفا سکے شیخ علی بن احمد مہایمی ہین۔ آپکی وفات ۸۳۵ھ مین ہوئی۔ ۱۲

پہلے یہ چند فوائد جاننا چاہیئے کہ جس میں مفسر کو ضرورت پڑتی ہے (**پہلا فائدہ**) قرآن کی تفسیر[۱] قرآن سے چاہیئے پھر حدیث[۲] سے کی جائے۔ اس کے بعد صحابہ[۳] کے کلام سے۔ وہ بھی نہ ملے تو اکثر

له کیونکہ القرآن یفسر بعضہ بعضا۔ اس لئے کہ اگر ایک جگہ مین اجمال ہے تو دوسری جاے بسط ہے۔ ٢ه کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے کلام سے خوب واقف تھے۔ اور حدیث سے ہی قرآن کا مطلب معلوم ہوتا اور سمجھ میں آتا ہے۔ بلکہ امام شافعی فرماتے ہین کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ آپ نے قرآن سے ہی سمجھا ہے چنانچہ خود اللہ تعالے فرماتا ہے وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ اور اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے قرآن دیا گیا۔ اور مثل اُس کے اس کے ساتھ دیا گیا۔ (یعنے احادیث) خبرِ متواتر علمِ یقین کو واجب کرتی ہے۔ جس طرح عیان و مشاہدہ علمِ ضروری کو واجب کرتا ہے۔ اور خبرِ مشہور علم طمانینت واجب کرتی ہے۔ اور خبرِ واحد (جسے ایک راوی یا اس سے زیادہ نے روایت کی ہو) عمل کی موجب ہے۔ اس خبرِ واحد پر عمل کرنا قرآن سے۔ حدیث سے اجماع سے معقول سے۔) ثابت ہے **قرآن** کا ثبوت فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ سے ہے یعنے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ کس لئے ہر ایک جماعتِ کثیرہ سے ایک طایفہ قلیلہ اپنے گھرون سے نہ نکلا تاکہ دین مین سمجھ حاصل کرتا اور انھین ڈراتا جس وقت یہ طائفہ اُس فرقہ کی طرف لوٹتا۔ شاید ان کے ڈرانے سے وہ فرقہ بھی حذر کرتا۔ اللہ تعالے نے اس آیت مین فرقہ کو اس طایفہ کا قول قبول کرنیکا حکم فرمایا ہے۔ تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ خبرِ واحد عمل کے لئے موجب ہے۔ کیونکہ طایفہ ایک یا اُس سے زاید کا نام ہے۔ **حدیث** سے خبرِ واحد پر عمل کرنا ثابت ہے بخاری صاحب نے اسکا ایک مستقل باب باندھا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کے قول کو قبول فرمایا تھا۔ اور حضرت علی اور معاذ کو یمن کی طرف قضارت پر بھیجا تھا۔ ایلچی بھی روانہ فرماتے تھے اور اُنکی خبر کو بھی مانتے تھے۔ **اجماع** جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَیْشٍ بیان فرمائی۔ تمام اصحاب نے اسے بغیر انکار قبول کرلیا۔ اسیطرح پانی کی طہارت و نجاست مین قبولِ خبرِ واحد پر اجماع ہے **معقول** اسطرح کہ خبرِ متواتر و مشہور ہر ایک حادثہ مین نہین پائی جاتی۔ اگر کسی حادثہ مین خبرِ واحد رد کی جائے تو احکامِ شرعیہ بالکل معطل ہو جاوینگے۔ چنانچہ ثبوتِ نسب و قتل وغیرہ کا مدار اسی خبرِ احاد پر ہے۔ (نور الانوار وغیرہ) ٣ه کیونکہ وہ نزولِ قرآن کے وقت موجود تھے اور اسوقت کے قرائن و احوال سے انھین کو خصوصیت ہے اور وہ علمِ صحیح و فہمِ تام و عملِ صالح مین ہم سے ہزارون درجے بڑھے ہوئے تھے خصوصًا اُن کے علما و فضلا جس طرح خلفاء اربعہ و عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم ١٢

خبرِ واحد کا بیان

علما فرماتے ہین کہ تابعین کے متفق اقوال کی طرف رجوع کیا جاے - جس طرح مجاہد بن جبیر کہ آپ تفسیر کے بڑے ماہر ہین - ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تلمیذ رشید ہین - اور سعید بن جبیر اور عکرمہ (جو ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مولے ہین) اور عطا بن رباح وحسن بصری ومسروق بن اجدع وسعید بن مسیب وابو عالیہ وربیع بن انس وقتادہ وضحاک بن مزاحم اور ان کے سوا جو تابعین ہین - اگر تابعین کے اقوال تفسیر مین متفق ہوں تو وہ حجت ہیں - ورنہ نہیں - لیکن بعض نادان کبھی الفاظ کے اختلاف سے اسے حقیقی اختلاف سمجھ جاتے ہین حالانکہ معنی کے لحاظ کرتے سب اقوال ایک ہی ہین - اور جب تابعین میں باہم اختلاف ہو تو لغت قرآن ولغت حدیث یا عموم لغت کی طرف رجوع کیا جائے - جس مفسر نے ان امور کا خیال نہ رکھا اور اپنی عقل سے تفسیر کی تو خود حرام کا مرتکب ہوکر گمراہ ہوا اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا قرآن مین اسکی حرمت موجود ہے - قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ تو بے شک جو شخص قرآن کی تفسیر مین اپنے گمان سے کہے گا گو وہ صحیح ہو تو وہ انھین لوگون مین سے ہوگا کہ جو اللہ کی جانب ایسی بات منسوب کرتے ہین جسکا انھیں علم نہیں اور صحیح حدیث مین ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ قَالَ فِي الْقُرْاٰنِ بِرَاْيِهٖ اَوْ بِمَا لَا يَعْلَمُ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ یعنے جو شخص

لہ مجاہد فرماتے ہین کہ مین نے قرآن کو سورہ فاتحہ سے خاتمہ تک تین مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر پیش کیا ہین ہر آیت پر آپ کو ٹھہراتا تھا اور اس آیت کے متعلق آپ سے سوال کرتا تھا (ابن کثیر از محمد بن اسحق) ٢ہ کیونکہ کوئی شئے کی نظیر سے یا اس کے لازم سے تعبیر کرتے ہین - اور کوئی بعینہ تصریح کرتے ہین تو سبکا معنے ایک ہوتا ہے تو ایسے وقت مین عقلمند آدمی کو اپنی ذکاوت سے کام لینا ضرور ہے - ٣ہ ڈاکٹر احمد خان علیگڑہی ٤ہ ترمذی ونسائی وغیرہ (ابن کثیر) ٥ہ یہ احمد خان علی گڑہی اور اس کے متبعین شبلی وحالی وجہدی علی خان وحیرت وغیرہ قرآن کی تفسیر مین جابجا عقلی گھوڑے دوڑاے ہین - اور وجود ملائکہ اور معجزات وغیرہ کا انکار کیا ہے - اور دعوے یہ کرتے ہین کہ سائنس کو اسلام سے تطبیق دی جائی نہ ہے اور حق بات تو یہ ہے کہ انھوں نے اسلام و ایمان سے ہاتھ دہو کر صرف عقل کے

تفسیر قرآن عقل سے حرام ہے

بیان اقوال مفسرین

کہ قرآن مین اپنی عقل سے یا اس شے سے کہ جس کا علم نہ ہو بیان کیا تو چاہیئے کہ وہ اپنی جگہ دوزخ مین تیار کرلے اور ایک روایت کے لفظ یہ مین۔ مَنْ قَالَ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ بِرَایِہٖ فَاَصَابَ فَقَدْ اَخْطَأَ یعنے اگر اس نے نفس الامری معنی بیان کیا تو بھی خطا کی۔ اس لئے کہ اُس نے تکلف سے اُسکا جواب دیا جس کا اُسے علم نہ تھا۔ اور نہ اسے جہالت سے جواب دینے کا حکم تھا چنانچہ تہمت لگانے والے جب چار شخص نہ ہوں تو گو وہ واقعی زنا کو نظر سے دیکھے ہون لیکن اللہ تعالے اُن کو کاذب فرماتا ہے فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰہِ هُمُ الْكَاذِبُوْنَ ۝ یہ اس لئے کہ انھین جس خبر کے بیان کرنے کا حکم نہ تھا انھوں نے کیوں بیان کیا اگرچہ اس نے مطابق واقع خبر دی ہے۔ اسی طرح قرآن کی تفسیر کا حال ہے چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جب مین کتاب آلہی سے ایسی بات بولون جس کا مجھے علم نہیں ہے تو کونسی زمین مجھے اٹھائے گی اور کونسا آسمان مجھپر سایہ فگن ہوگا۔ ہان جو کلام عرب کا ماہر ہو اور احادیث و آثار مین اُس آیت کے متعلق کچھہ ذکر نہ ہو تو اسوقت اپنی فکر سے استدلال کرنے مین کچھہ خوف نہیں ہے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ اور فرمایا اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا اور ابونعیم وغیرہ نے ابن عباس سے روایت کی اَلْقُرْاٰنُ ذُوْ وُجُوْهٍ فَاحْمِلُوْهُ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) پابند ہوگئے۔ اگر ملائکہ کا اس لئے انکار ہے کہ وہ محسوس نہین ہوتے تو پھر انھون نے خدا کو کیسے حواس سے پایا ہے۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ وہ لوگ خدا کو بھی برائے نام مانتے ہین اس لئے صاف کہدیا کہ "الاسلام ھو الفطرۃ والفطرۃ ھو الاسلام۔ اگر زندگی باقی ہے تو انشاءاللہ کوئی مستقل رسالہ ان کے رد مین بھی لکھا جائیگا اور چونکہ حق بات کسی کے چھپائے نہین چھپتی۔ خود حالی نے حیات جاوید کے صفحہ ٢٣٢ مین اسطرح لکھا۔ کہ اگرچہ سرسید نے اس تفسیر مین جا بجا ٹھوکریں کھائی ہین اور بعض بعض مقامات پر اس سے نہایت رکیک لغزشیں ہوئی ہین الخ سلف اسیطرح اور آثار صحیحہ ائمہ سلف سے مذکور ہین کہ بغیر علم تفسیر بیان کرنے کو گناہ سمجھتے تھے۔ دیکھو تفسیر ابن جریر مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ٢٥-١٢

عَلٰی اَحْسَنِ وُجُوْهِهٖ ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباسؓ کے لئے اس طرح دعا کی ۔ اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِیْلَ ۔ اور صحیح بخاری مین حضرت علی مرتضٰے رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی شے سے آپ کو خاص کیا ہو تو فرمایا کہ "ہمارے پاس اس صحیفہ مین جو کچھ ہو اس کے سوا کچھ نہیں یا ایک سمجھ ہے کہ آدمی کو کتاب الٰہی مین دی جاتی ہے"۔ **کلام صوفیہ** جو قرآن مین ہے وہ اشارات اُن باریکیوں کے طرف ہیں جو سالکوں کے لئے کشف ہوتے ہیں اور ظاہر معنی سے اُسکی تطبیق ممکن ہوتی ہے اور یہ کمال ایمان اور محض عرفان ہے ۔ اور جو شخص

لہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اپنی تفسیر مین بعض بعض جائے تاویل آیات بطور اشارات بیان کرتے ہیں اور ابتدائے کتاب میں اسکی صراحت کردی ہے کہ حدیث مین آیا ہو قرآن کی ہر آیت کو ظہر و بطن ہے ۔ اور ہر حرف کی حد ہے اور ہر حد کو سمجھنے مین ٹھہر جاتے ہین اور مطلع وہ ہے کہ جہان سے طلوع ہونے کے بعد شہود ملک علام ہوتا ہے جیسے حضرت امام جعفر صادق علی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہو کہ آپ فرماتے تھے لَقَدْ تَجَلَّی اللّٰهُ لِعِبَادِهٖ فِیْ كَلَامِهٖ وَلٰكِنْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۔ یعنے اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کے لئے اپنے کلام مین تجلی فرمائی ہے لیکن وہ نہیں دیکھتے اور آپ سے مروی ہو کہ ایک دن نماز مین بے ہوش ہو کر گر پڑے وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ مین ایک آیت کو بار بار پڑھتا یہان تک کہ اس کے متکلم سے اُسکو سن لیا ۔ پھر شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فرماتے ہین کہ جو یہ تاویلات ہین ظواہر اور حدود کے متعلق نہیں کیونکہ اُسکی حد مقرر ہے اسی واسطے کہا گیا کہ جو قرآن کی تفسیر اپنی راے سے کرے تو وہ کافر ہے ان تاویل باقی الخ اس سے معلوم ہو گیا کہ بعضے دہریون اور بعضے خام صوفیوں نے صرف اسی باطنی معنے پر قناعت کرکے دوزخ وغیرہ کا انکار کیا ۔ ان کو چاہئے تھا کہ مدینہ کے موجود ہونے کا اور رسول مقبولؐ کے موت اور بہشت کے وجود کا بھی انکار کرتے ۔ کیونکہ شیخ نے اسکی بھی تاویل کی ہے ۔ ع خوئے بد را بہانہ بسیار ۔ کا حال ہے ۔ ہم صاف کہدیتے ہین کہ جو ظاہری قرآن کے معنے کا انکار کرے وہ کافر ہے ۔ اس کے کفر مین کسیکو کلام نہین ۔ ہان اس معنے پر ایمان لا کر بطور اہل ذوق اس کے دوسرے معنے بھی سمجھے تو کچھ مضایقہ نہیں ہے بلکہ حقیقت مین یہ انھیں کو نصیب ہوتا ہو جو اہل معرفت ہین ۔ چنانچہ شرح عقائد نسفی وغیرہ مین اسکی تصریح ہے ۔ ۱۲

یہ اعتقاد کرے کہ ظاہر معنی ہرگز نہیں اور صاف باطنی معنی ہی مقصود ہیں تو یہ اُن ملحدون کا اعتقاد ہے جو شریعت کی بالکل نفی کرتے ہین۔ صوفیہ کرام کا ہرگز یہ اعتقاد نہین بلکہ وہ یہ فرماتے ہین کہ احکام تفسیر ظاہر کو حاصل کرکے اسرارِ قرآنی سمجھنے کی کوشش کرے۔ ورنہ بغیر دروازے میں داخل ہوے گھر کے اندر پہونچنا ممکن نہین۔ اب جس کسی کو تھوڑی سی بھی عقل ہو وہ اس بات کا انکار نہ کرے گا کہ قرآن مجید بہت سے باطنی معنی کو شامل ہے کیونکہ مبدأ فیاض اپنے بندون مین سے جس بندے کے باطن پر چاہے ان معانی مخفیہ کو ظاہر کرے۔ چنانچہ خود فرمایا وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ اور ایک مقام پر فرمایا مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ کیسی تعجب کی بات ہے کہ دیوان متنبی کے اشعار کے بہت سے معانی بیان کئے جایئں اور قرآن مجید میں اس کا انکار کیا جاے **انصاف** کی بات تو یہ ہے کہ اگر کسیکو بسبب کثرتِ علائق کے وہ مقام جو صوفیہ کرام کو حاصل ہے نہ میسر ہو تو اس کا انکار نہ کرے۔ بلکہ خود کو بیمار سمجھے اور اُن کے لئے اس مقام کا مقر ہووے۔ ؎

وَاِذَا لَمْ تَرَ الْهِلَالَ فَسَلِّمْ	لِاُنَاسٍ رَأَوْهُ بِالْاَبْصَارِ

(دوسرا فائدہ) تفسیر اور تاویل کے معنی میں اور اس بات کے بیان مین کہ اس علم کی ضرورت ہے اور یہ علم بزرگ ہے۔ **تفسیر** فسر سے مشتق ہے جس کے لغوی معنے بیان کشف

لہ اور جبکہ تجھے ہلال نظر نہ آے تو جن لوگون نے کہ دیکھا ہے انکی بات کو ماننا ہوگا۔ ٢ علم تفسیر وہ علم ہے جس مین نظم قرآن کی معنی سے حسب طاقت بشریہ اور موافق قاعدۂ عربیہ بحث ہوتی ہے **مبادی** اس کے علوم عربیہ واصول کلام واصول فقہ وغیرہ بہت سے علوم ہین **غرض** اس سے معانی نظم کی معرفت ہے۔ **فائدہ** اسکا احکام شرعیہ کو صحیح طور پر استنباط کرنے کی قدرت حاصل ہونا **موضوع** اس کا کلام آلہی ہے جو ہر حکمت کا منبع اور ہر فضیلت کا معدن ہے۔ **غایت** اسکی فہم معنی قرآن اور استنباط حکم سے سعادت دنیوی واخروی حاصل کرنا ہے۔ اور شرف علم اور اسکی بزرگی باعتبار شرف موضوع اور اسکی غایت کے ہے۔ بس یہ اشرف واعظم علوم ہے۔ علامہ قطب الدین رازی تعریف تفسیر مین لکھتے ہین کہ بہتر ہے کہ اس طرح کہا جاے کہ علم التفسير معرفة

تعریف تفسیر

کے ہیں۔ اسکی تعریف یہ ہے کہ وہ ایسا علم ہے جس میں الفاظ[1] قرآن کی کیفیت نطق سے بحث کی جاتی ہے۔ اور ان الفاظ کے مدلولات[2] اور ان کے احکام[3] جو منفرد و مرکب ہونے میں ہوتے ہیں اور اُن کے معانی سے کہ جو حالتِ ترکیب میں مقصود ہوتے ہیں اور اُس کے تتمات سے مثل معرفت نسخ اور سببِ نزول اور وہ قصہ جو قرآن کے ابہام کو واضح کر دے اور مثل اس کے اور تاویل اَول سے مشتق ہے اس کے معنے رجوع کے ہیں۔ اور تفسیر و تاویل میں جو فرق ہے اسمیں اختلاف ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ دونوں کے ایک ہی معنے ہیں اور ماتریدی نے فرمایا کہ تفسیر قطعی طور سے ظاہر کرتا ہے کہ اللہ کی مراد یہی ہے۔ اور تاویل احتمالات میں سے کسی ایک احتمال کو غیر قطعی طور پر ترجیح دیتا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ جو روایت کے متعلق ہو وہ تفسیر ہے اور جو درایت کے متعلق ہو وہ تاویل ہے۔ اور بعض نے اس کے سوا کچھ اور کہا۔ لیکن اب عرف میں تاویل اُس اشارۂ قدسیہ اور معارفِ سبحانیہ کو کہتے ہیں کہ جو سالکین کے لئے پردۂ عبارات سے منکشف ہو اور قلوبِ عارفین پر ابرِ غیب سے باراں ہو۔ اور تفسیر اس کے سوا ہے۔ ضرورتِ تفسیر اس لئے ہے کہ قرآنِ عظیم کا سمجھنا جو احکامِ شرعیہ اور مدارِ سعادتِ ابدیہ پر شامل ہے اور وہی عروۂ وثقیٰ اور صراطِ مستقیم ہے اس کا پہچاننا ہم جیسے دکنی اور ہندوستانیوں کو بلکہ اس زمانہ کے عرب کو بھی مشکل ہے۔ لیکن جسے اللہ تعالے ہدایت دے۔ کیونکہ صحابہ باوجود فصاحت میں عالی مرتبہ ہوتے اور ان کے بواطن بسبب صحبتِ نبوی سے منور ہونے کے بہت سے اشیاء میں جسکی تفسیر نہ معلوم ہوتی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کرتے تھے۔ بلکہ جب نہ پوچھتے تو خلاف مرادِ الٰہی سمجھ لیتے۔ جیسے عدی بن حاتم کا واقعہ ہے کہ انہوں نے خیطِ ابیض اور اسود کو بجائے صبح صادق اور صبح کا ذب سمجھنے کے دھاگا سمجھ لیا۔ پھر ہم تو بڑے درجہ میں اُن سے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) احوال کلام اللہ سبحانہ وتعالی من حیث القرآنیۃ ومن حیث دلالتہ علی مایعلم او یظن انہ مراد اللہ سبحانہ وتعالی بقدر الطاقۃ الانسانیۃ فھذا یتناول اقسام البیان باسرھا (کشف الظنون) ۱۲ [1] علم قرارت مراد ہے۔ [2] علم لغت [3] یہ علم صرف و بیان و بدیع کو شامل ہے ۱۲

زیادہ اس کی تفسیر کے محتاج ہیں۔ تفسیر کی **قدر و بزرگی** کا بیان یہ ہے کہ شرفِ علم[ع] باعتبارِ شرفِ موضوع اور اُس کی غایت کے ہے۔ اور یہ سب باتیں اس میں جمع ہیں۔ اس لئے کہ اس کا موضوع کلامِ الٰہی ہے۔ جو منبع ہر حکمت و معدنِ ہر فضیلت ہے۔ اور اس کا معلوم جو مرادِ الٰہی ہے جس پر اس کا کلام دال ہے عقایدِ حقہ اور احکامِ شرعیہ کا جامع ہے۔ اور اسکی غایت عروۂ وثقےٰ پر اعتصام کرنا اور سعادتِ دارین حاصل کرنا ہے۔ اور جو آثار کہ اسکی بزرگی پر دلالت کرتے ہیں وہ بہت ہیں۔ ابن[له] ابی حاتم وغیرہ بطریق ابن ابی طلحہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اس قولِ الٰہی یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ میں فرمایا کہ یہ قرآن کی معرفت ہے کہ اُس کے ناسخ و منسوخ۔ محکم و متشابہ۔ مقدم و موخر۔ حلال و حرام۔ اور اس جیسی باتیں پہچانیں۔ (**تیسرا فائدہ**) تفسیر میں کن کن امور کی احتیاج ہے۔ اور مفسر کو کون کونسے **شروط و آداب** درکار ہیں۔ **تفسیر** میں جن امور کی احتیاج ہے۔ وہ یہ ہیں (پہلا) علمِ لغت کیونکہ اسی سے شرحِ مفردات الفاظ اور اوس کے مدلولات بحسب وضع پہچانے جاتے ہیں (دوسرا) معرفت اُن احکام کی جو کلماتِ عربیہ کو بسبب افراد و ترکیب کے شامل ہے اور یہ علمِ نحو سے پہچانا جاتا ہے (تیسرا) علمِ معانی و بیان و بدیع ہے۔ علمِ معانی وہ ہے کہ جس میں کلام کے اُن حالات سے بحث ہوتی ہے جن کی وجہ سے کلام مقتضیِ حال اور مقام کے مطابق ہوتا ہے۔ اور جس میں ترکیبِ کلام کی خاصیتیں جس سے وہ اپنی معنی کا فائدہ دیتی ہیں پہچانی جاتی ہیں۔ اور علمِ بیان وہ ہے کہ جس سے ایک **مطلب کو باعتبارِ وضاحت و پوشیدگی** کے چند طریقوں سے ادا کرنا معلوم ہوجاتا ہے جس میں ترکیبِ کلام کی خاصیتیں بحیثیتِ مختلف ہونے کے معلوم ہوجاتی ہیں۔ اور علمِ بدیع وہ ہے کہ اُس سے تحسینِ کلام کے وجوہ معلوم ہوتے ہیں۔ یعنے کلام کے معنوی اور لفظی خوبیوں کی معرفت حاصل ہوتی ہے (چوتھا) تعیینِ مبہم اور تبیینِ مجمل اور سببِ نزول اور نسخ کی معرفت ہے۔ اس کا ماخذ علمِ حدیث ہے (پانچواں) معرفت

تفسیر کی قدر و بزرگی

شروط و آدابِ مفسر

له اسیطرح ابو عبیدہ نے حسن سے اور ابن ابی حاتم نے عمر بن مرہ سے روایت کی ۱۲۔

ع شرفِ صنعت یا بسبب شرفِ موضوع شے ہے جیسے کہ طرح صیاغت (سناری) دباغت سے افضل ہے۔

ص کیونکہ موضوعِ صنعتِ صیاغت سونا چاندی ہے جو موضوعِ دباغت سے بہتر ہے اس لئے کہ اسکا موضوع جلدِ مردار ہے۔ یا شرفِ غرض سے ہے جس طرح پیشۂ طب خاکروبی کے پیشہ سے بہتر ہے اس لئے کہ غرضِ طب صحتِ انسانی ہے۔ اور غرضِ خاکروبی بیت الخلا کی صفائی ہے۔ یا شدتِ حاجت۔ جس طرح فقہ کہ اُسکی ضرورت بہ نسبت طب کے زیادہ ہے کیونکہ صلاحِ دینی و دنیوی اُسی پر موقوف ہے۔ بخلاف طب کے کہ بعض لوگوں کو بعض وقت اُسکی ضرورت پڑتی ہے ۱۲۔

اجمال وتبیینِ عموم وخصوص۔ اطلاق وتقیید۔ اور دلالتِ امر ونہی اور جو اس کے مشابہ ہو وے اس کے لئے اصولِ فقہ ہے (چھٹا) علمِ کلام ہے کہ کونسی چیز اللہ کے لئے جایز اور کونسی واجب اور کونسی محال ہے۔ اور نبوت وملائکہ وعالمِ آخرت وغیرہ سے بحث ہوتی ہے۔ اس کا ماخذ علمِ کلام ہے (ساتواں) علمِ قرآت ہے۔ کیونکہ اُسی سے طرزِ تلفظِ قرآن کی معرفت ہوتی ہے۔ اور علمِ تجوید بھی ہے کہ جس سے مخارج وصفاتِ حروف معلوم ہوتے ہین۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے علمِ صرف اور علمِ اشتقاق کو بھی مفسر کے لئے ضروری سمجھا ہے۔ اور علمِ موہبت کی بھی ضرورت ہے اور وہ ایسا علم ہے کہ جو اللہ تعالے بعد عمل کے نصیب فرماتا ہے۔ جسکی طرف حدیث میں اشارہ ہے اور اُسی سے اسرارِ قرآنی معلوم ہوتے ہیں (**چوتھا فائدہ**) اہلِ سنت[1] وجماعت نے فرمایا کہ قرآن کلامِ الٰہی غیر مخلوق ہے۔ مصاحف مین مکتوب ہے۔ اسکی تلاوت زبانون پر جاری ہے۔ کانون سے سنا جاتا ہے۔ باوجود اس کے کسی چیز مین حلول نہیں کیا۔ اور وہ ان سب مراتب[2] مین قرآنِ حقیقی شرعی ہے۔ **چنانچہ** مرتبہ خیال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ قرآن کے اٹھانے والے (یعنے اللہ تعالے نے جن کے سینوں مین قرآن رکھا ہے) وہ لوگوں میں سے

[1] وانت اذا امعنت النظر فی قول اهل السنة القرآن کلام اللہ عزوجل غیر مخلوق و هو مقروء بالسنتنا مسموع باذاننا محفوظ فی صدورنا مکتوب فی مصاحفنا غیر حال فی شیٔ منها رأیته قولا بالمظاهر ودالا علی ان تنزل القرآن القدیم القائم بذات اللہ تعالی فیها غیر قادح فی قدمه لکونه غیر حال فی شیٔ منها مع کون کل منها قرآنا حقیقة شرعیة بلا شبهة وهذا عین الدلیل علی ان تجلی القدیم فی مظهر حادث لاینافی قدمه وتنزیهه ولیس من باب الحلول والتجسیم ولا قیام الحوادث بالقدیم (روح المعانی جلد اول صفحہ ۱۶)

[2] اشارہ طرف مرتبہ نفسیہ ازلیہ کے ہے۔ کیونکہ وہ قرآن شیون ذاتیہ سے ہے۔ اور ذات سے منفک نہیں ہوا اور نہ کبھی منفک ہوگا۔ لیکن اللہ تعالے نے اسکی صورت کو خیال اور حس مین ظاہر فرمایا تو وہ کلمات مخیلہ۔ ملفوظ۔ مسموع۔ مکتوبہ۔ مرئیہ سے ہوگئے۔ تو ان مظاہر مین بغیر حلول کے ظاہر ہوا۔ پس قرآن کلامِ الٰہی غیر مخلوق ہے۔ اور ان مراتبِ حادثہ مین نزول فرمانے کے باعث پروردگار کی طرف منسوب ہونے سے خارج نہیں ہوا۔ ۱۲

غنی تر ہیں۔ اور مرتبۂ لفظ میں خدا خود فرماتا ہے۔ وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۔ اور مرتبۂ کتابت میں فرمایا بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ **امام احمد** فرماتے ہیں کہ لَمْ يَزَلِ اللّٰهُ مُتَكَلِّمًا كَيْفَ شَآءَ وَاِذَا شَآءَ بِلَا كَيْفٍ۔ یعنے اللہ تعالے جس کیفؔ[له] سے چاہے کلام کر سکتا ہے۔ اور چاہے تو بے کیف کلام کر سکتا ہے"۔ اس میں ان دو مرتبوں کی طرف اشارہ ہے **پہلا** وہ کلام جو مرتبۂ تجلی و تنزل میں کسی مظہرِ خاص کی طرف ہووے۔ اور **دوسرا** وہ کلام نفسی جو حق تعالے کی صفتِ ازلی ہے۔ کیونکہ کیف مراتب تنزلات کے توابع سے ہے۔ اور کلامِ نفسی مرتبۂ ذات میں مادہ سے مجرد ہے تو کیف بھی مرتفع ہو گیا **(پانچوان فائدہ)** قراءتِ قرآن میں۔ جاننا چاہئے یہ بات تواتر کو پہونچ چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ یعنی یہ قرآن سات حرفوں پر اتارا گیا ہے تمکو جو حرف آسان ہو وہی پڑھ لیا کرو"۔ ان احرفِ سبعہ کے معنی چالیس قول تک منقول ہیں اور اس میں علما کو بہت اختلاف ہے۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا ہے کہ ہر کلمہ سات وجہ پر پڑھا جائے کیونکہ ایسے بہت ہی تھوڑے کلمات ہیں۔ پس اکثر لوگ اسطرف ہیں اور بیہقی نے بھی اسکی تصحیح کی ہے اور ابہری وغیرہ نے بھی اسکو اختیار کیا ہے اور قاموس میں بھی ایک وجہ لکھی ہے کہ وہ لغتیں ہیں پھر لغتوں میں بھی اختلاف ہے ابو عبید کہتے ہیں۔ قریش اور ہذیل اور ثقیف اور ہوازن اور کنانہ اور تمیم اور یمن کی لغتیں ہیں اور دوسروں نے کہا کہ پانچ لغتیں اطراف ہوازن کے ہیں یعنی سعد اور ثقیف اور کنانہ اور ہذیل اور قریش اور دو لغتیں کل عرب کی ہیں۔ اور احرف سے لغت مراد لینا معنیً اور نظرًا ہر طرح درست و اولیٰ و انسب باعتبار معنی کے ہے علامہ دانی نے فرمایا کہ احرف سے مراد وجوہ ہیں یعنی قرآن باعتبارِ لغات کے سات وجہ پر ہے کیونکہ احرف جمع ہے

قراءت قرآن

له یعنے اللہ تعالی ہمیشہ متکلم اور کلام سے موصوف ہے۔ بحیثیت تجلی اور بغیر حیثیت۔ پس بحیثیت تجلی اپنے کلام کا مظہر کیفیت سے ہے۔ اور جب چاہے موافق مظہر تجلی کے کلام نہ کرے۔ بلکہ وہ متکلم بلا کیف ہے۔ جیسے پہلے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ ۱۲

جیسے فلسُ اور افلس اور حرف سے مراد کبھی وجہ بھی لیجاتی ہے اس کے لئے دلیل قول باری تعالے ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ[1] الآیہ اور باعتبار عقل و نظر کے سات حروف میں[2] متعدد حکمتیں اور فائدے ہیں (پہلا فائدہ) اس امت کے لئے تخفیف و تسہیل ہے جس طرح یہ شریعتِ مطہرہ آسان و سہل ہے اسی طرح کتاب کا پڑھنا بھی سہل و آسان ہو جائے۔ چنانچہ احادیث صحیحہ میں اسکی تصریح ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت کو ایک حرف پر پڑھنا مشکل ہوگا یہاں تک آپ تکرار فرماتے رہے کہ سات حرفوں تک پہونچا دیا گیا کیونکہ سردارِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق کی طرف مرسل ہیں اور اُن کی زبانوں میں باہم بہت ہی کچھ اختلاف ہے جیسا ظاہر ہے اور حالانکہ قرآن پڑھنے کے لئے سبکو خطاب کیا گیا۔ جس طرح اللہ تعالے نے فرمایا فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ اگر سبکو ایک ہی لغت پر پڑھنے کا حکم دیا جاتا تو ان پر بہت ہی شاق ہوتا کیونکہ جسکی عادت ہو جاتی ہے اس کا چھوڑنا بہت ہی دشوار ہے بلکہ بعضوں سے تو بعد ریاضتِ طویل کے بھی یہ بات ممکن

---

[1] یعنے بعضے لوگ اللہ کی بندگی ایک وجہ سے کرتے ہیں۔ یعنی جب بھلے چنگے عیش و عشرت سے رہیں تو پروردگار کی اطاعت و پرستش کرتے ہیں اور جب معاملہ دگرگوں ہووے اور اللہ تعالی مصیبت و تکلیف دیکر آزمائے تو عبادت چھوڑ کے کفر کرنا شروع کرتے ہیں تو بس اس شخص نے ایک وجہ پر عبادت کی انتہیٰ۔ [2] صحابہ متفق ہو گئے کہ سبعہ احرف کے سوائے اور کوئی قرأت نہ پڑھی جائے۔ اور رسم قرآن کی موافقت کی جائے۔ اور جہاں ایک رسم کی موافقت کا احتمال نہ ہوا تو چند مصاحف میں متفرق کر دیا گیا۔ کسی میں ایک قرأت کے موافق رسم لکھا گیا۔ اور کسی میں دوسری قرأت کے موافق چنانچہ قرا اس سے خوب آگاہ ہیں۔ اور اس مقام پر لکھدیتے ہیں مثلاً شام کے قرآن کا رسم اسطرح ہے۔ **تنبیہ**۔ بعض کو یہ وہم ہوا کہ اسانید ائمہ سبعہ تک ہیں۔ اور اُن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک اسانید احاد ہیں جس طرح کتب قرآت میں ہے پھر تواتر کس طرح ہوگا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اسانید کا ایک جماعتِ خاص تک مذکور ہونا اس کا مانع نہیں ہے کہ ان کے سوا اور کسی سے قرأت کی سند نہیں ہے۔ بلکہ اُن کے ہر ایک طبقہ میں عدد تواتر ہے۔ اور ان اماموں کی جانب جو قرأت منسوب ہوی تو انکو ضبطِ حروف اور حفظِ شیوخ اکمل طور پر تھا۔ فقیر کہتا ہے اسکی نظیر مذاہبِ اربعہ ہے ۔۱۲

نہ تھی اس لئے کہ زبان مطیع نہیں ہوتی جیسے بوڑھے مرد اور عورتوں کا حال ہے پس دین کی آسانی اس بات کی مقتضی ہوئی کہ چند لغت پر اترے (دوسرا فائدہ) اسمیں امت کے فضل کا اظہار سارے امم پر ہے کیونکہ کسی امت پر کوئی ایسی کتاب نہیں آئی جس کو وجوہ مختلفہ سے پڑھنا درست ہو (تیسرا فائدہ) یہ ہے کہ لوگ اس میں تحقیق کرنے اور لفظ لفظ حفظ اور جمع کرنے سے اجر عظیم حاصل کریں (چوتھا فائدہ) اختلاف قرارت کا یہ ہے کہ اسکی حقانیت اور کتاب آسمانی ہونا ثابت ہوتا ہے کہ باوجود اسقدر اختلاف کے اللہ پاک نے موافق اپنے وعدے کے اسکو محفوظ رکھا ہے جب تک اسکا حافظ وہ علیم و قدیر و سمیع و بصیر نہ ہو کس طرح وہ بدستور محفوظ رہ سکتا ہے (پانچواں فائدہ) اختلاف قرارت میں کمال ایجاز پایا جاتا ہے کہ قراآت مختلفہ حکم میں آیات مختلفہ کے ہیں۔ ایک ہی آیت بمنزلہ کئی آیتوں کے ہوگئی اس ایجاز کے ادا کرنے پر سوائے معبود حقیقی کے کون قدرت رکھ سکتا ہے اور اسی قرارت کے اختلاف سے احکام میں بھی اختلاف واقع ہوا ہے اسیواسطے فقہاء نے وضوء لامس کے نقض اور عدم نقض کی بنا (لَمَسْتُمْ) اور (لٰمَسْتُمْ) کے اختلاف پر کی ہے۔ اور اسی طرح حائضہ سے بعد انقطاع حیض قبل غسل کے وطی کرنیکا جواز اور عدم جواز (يَطَّهَّرْنَ) اور (يَطْهُرْنَ) کے اختلاف پر مبنی ہے (چھٹا فائدہ) یہ ہے کہ بعض قرارت بعض دوسرے کے لئے مبین ہے۔ گو شاذہ ہی ہو مثل قرارت (فَامْضُوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ) کی مبین ہے (فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ) کی قرارت کے لئے۔ اور ابوعبیدہ نے فضائل القرآن میں بیان کیا ہے کہ قرارت شاذہ سے مقصود قرارت مشہور کی تفسیر ہوتی ہے۔ اور اس کی معنی کا بیان کرنا مطلوب ہوتا ہے۔ مثل قرارت حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ اور قرارت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فَاقْطَعُوْٓا اَيْمَانَهُمَا اور قرارت جابر رضی اللہ عنہ کی فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ (لَهُنَّ) غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ساتواں فائدہ) یہ ہے کہ قرآن کی طرح بنالانے کے لئے ساری مخلوق سے کہا گیا تھا چنانچہ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ الآیہ۔ پس اگر ایک ہی لغت سے اتارا جاتا

اور جن کی لغت میں نہ ہوتا وہ لوگ کہتے کہ اگر ہماری لغت پر آتا تو ہم اس کا مثل لا سکتے تھے۔ تو اُس وقت کذب کا شبہ نعوذ باللہ قولِ خداوندی پر ہوتا۔ (آٹھواں فائدہ) یہ ہو کہ قراءت مختلفہ سے اُس کے اعجاز میں مبالغہ ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ قراءتِ کثیرہ سے وسعتِ کلام معلوم ہوتی ہے کہ مختلف طور سے اُن کو ادا کیا ہے اور مخلوق سے اُس کے مثل ایک ہی قراءۃ پر ایک چھوٹی سورۃ بھی نہیں بن سکتی ہے ہم اسیقدر فائدوں پر کفایت کرتے ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ قراآتِ عشرہ ان احرفِ سبعہ سے خارج نہیں ہیں۔ بلکہ وہ بھی انھیں احرفِ سبعہ میں بسبب متواتر ہونے کے داخل ہیں۔ اور اختلافِ قراآت سے ثبوتِ تواتر میں کسی طرح کا اعتراض نہیں۔ اسواسطے کہ ایک قاری نے دوسرے پر عیب نہیں لگایا کیونکہ شرطِ صحت ثابت ہو چکی ہے اگرچہ اس کے پاس نہ ہوئی ہو اور اب اس زمانہ میں دس قراآت کے سوا سب غیر متواتر ہیں۔ اور یہ دس قراءتیں متواتر ہیں اس سے نماز بھی صحیح اور اس کا منکر کافر ہے۔ صاحبِ اتحاف فرماتے ہیں لَاخِلَافَ فِي تَوَاتُرِ قِرَاءَتِهِمْ وَيَكْفُرُ جَاحِدُهَا۔ اور غیر متواتر کو شاذ کہتے ہیں اور شاذ کا حکم مذاہب اور آراءِ علماء سے یوں ثابت ہے کہ شاذ کو قرآن جانکر پڑھنا یا دوسرے کو اس وہم میں ڈالنا جایز نہیں ہاں احکامِ شرعیہ کے خیال سے جس کے پاس اُس سے احتجاج کیا جاتا ہو ادبیت کے طور پر پڑھنا جایز ہے۔ اور اسی پر قیاس کرنا چاہئے جو متقدمین نے اُس کو پڑھا ہے اور اسی طرح کتب میں تدوین اور اس میں بحث کرنا جایز ہے۔ اور اعتقادِ قرآنیت اُس شاذ کا حرام ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب تمہید میں اسپر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے اور حکم نماز کا قراءتِ شاذہ سے یہ ہے کہ اسکی نماز درست نہیں ہے۔ اور اگر کوئی اُسکا مقتدی ہوا ہو تو وہ بھی نماز کا اعادہ کرے **تنبیہ** کبھی ایک قراءۃ کو دوسری قراءۃ پر اسقدر ترجیح دیتے ہیں کہ دوسری ساقط ہو جانے کے قریب ہو جاتی ہے اور یہ ناپسندیدہ بات ہو اس لئے کہ ہر ایک ان دونوں میں سے متواتر ہے پھر ایک کو کس طرح ساقط کر سکتے ہیں۔ ابو جعفر النحاس فرماتے ہیں اہل دین کے نزدیک اس بات میں سلامتی ہو کہ جب قراءتیں صحیح ہو جائیں پھر یہ نہ کہا جائے کہ ان میں سے ایک اجود ہے اور دوسری اجود

بیان قراآت متواترہ

بیان قراآت شاذہ و حکم آں

نہیں ہو کیونکہ وہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بسند صحیح مروی ہو چکیں پھر کیا کلام باقی رہا پس جو شخص ایسی بات کہیگا وہ گنہگار ہوگا - آبو شامہ نے بیان کیا ہے کہ قرارۃ ملاتِ اور رطلاتِ میں بعضی جاہل اسقدر مبالغہ کرتے ہیں کہ ہر ایک فریق دوسری قرارت کو قریب ساقط کرنے کے کر دیتا ہے اور بعد ثابت ہو جانے دونوں قرارتوں کے یہ بیہودہ بات ہے انتہٰی" (فائدہ) ابو عمر دانی فرماتے ہیں کہ اسبات پر تو اجماع ہے کہ قرآن میں چھ ہزار آیتیں موجود ہیں اور اس سے زیادہ میں اختلاف ہے بعضے اس سے زیادہ نہیں کرتے بعض نے دو سو آیتیں زیادہ کی ہیں بعضوں نے اور کچھ اس اختلاف کی وجہ بعضوں نے یوں لکھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیتوں پر ٹھہر جاتے تھے - پھر اگر ایسا موقع دیکھتے کہ مابعد سے اُس کو تعلق ہے تو پھر ملا کر پڑھتے - سامع کو یہ خیال ہوتا کہ یہاں شاید آیت نہیں ہے وہ اسیطرح بیان کر دیتا (فائدہ) بعض قرار فرماتے ہیں کہ قرآن کے کئی طرح پر نصف ہیں باعتبار حروف کے تو سورۂ کہف میں (نکرا) پر ہے اور نکرا کا کاف دوسرے نصف کا ہے اور بعض کہتے ہیں وَلْيَتَلَطَّفْ کے فا پر ہے - اور باعتبار کلمات کے سورۂ حج میں فالجلود پر ہے اور (وَلَهُمْ مَقَامِعُ) دوسرے نصف میں ہے اور آیات کے اعتبار سے سورۂ شعرا میں (یافکون) پر ہے اور (فالقی السحرۃ) دوسرے نصف میں ہے اور باعتبار سورتوں کے سورۂ حدید کے آخر پر ہے اور سورۂ مجادلہ سے دوسرا نصف ہے" (چھٹا فائدہ) اعجاز قرآنی[1] میں

تعداد آیات قرآن - تحقیق نصف قرآن

[1] نظم و تالیف قرآن کی عجیب شان ہو کہ جس میں عقل حیران ہو - اس کا اعجاز آفتاب کی طرح روشن ہو - اسکی بلاغت خدا پر ظاہر ہو لیکن یہ علم بزرگ بہت نایاب ہو رہا ہو - اسکے طالب بہت تھوڑے ہیں اور یہ علم بہت ادق ہو چنانچہ عامی آدمی فجر کو صبح کی جای میں یا اس کے بالعکس استعمال کرنا اچھا معلوم ہوتا ہو لیکن ہر ایک لفظ کا ایک مقام ہو جہاں ایک لفظ پھبتا ہے دوسرا لفظ وہاں زیب نہیں دیتا - اسیطرح ہزاروں مثالیں ہیں - جس کو ان دو لفظوں کے استعمال میں فرق نہ معلوم ہو اسکو تقلید ہی بہتر ہے - ہر شے کا ایک سبب و ہر علم کا ایک طریقہ ہو چاہیئے کہ اسی راہ سے اس کے منتہے کو پہونچیں - اگر کسی شخص کو بلاغت کا دعوے ہو تو قرآن مجید کے کسی قصہ کو یا کسی کلام کو اپنی عبارت میں اور اپنے الفاظ میں ادا کرے پھر اپنے کلام اور قرآن مجید کو ملا کر دیکھے تو اپنے کلام کا نقصان اور قرآن کا اعجاز ظاہر ہو جائیگا - اسی لئے موسے علیہ السلام کا قصہ متعدد سورتوں میں مختلف طرق سے جدا جدا فواصل سے لایا گیا تا حجت اللہ قایم ہو جاے ۱۲

اعجاز قرآن

قرآن معجزہ ہے ۔ پہلے قرآنکے مثل لانیکا حکم ہوا + پہر دس سورتوں کا + پہر ایک سورت کا + پہر پیشین گوئی کی کہ اس کا مثل ممکن نہین

معجزہ اُس امرِ خارقِ عادت کو کہتے ہیں کہ جو مدعیِ نبوت سے ظاہر ہوا ور جس کا مثل مقابل نہ لاسکے اور خارقِ عادت وہ فعل ہے کہ جو اسباب پر مبنی نہ ہوا ور عادتًا وقوع میں نہ آتا ہو۔ تو یہ سب باتیں قرآن پر بدرجۂ اتم صادق آتی ہیں۔ پہر معجزہ یا حسّی ہوگا یا عقلی۔ اور اکثر معجزے بنی اسرائیل کے بسبب اُن کے کند ذہنی کے حسّی تھے اور اکثر معجزے اس امت کے بسبب فہمِ کامل وتیزیِ ذہن کے عقلی ہیں اور چونکہ یہ شریعت قیامت تک باقی رہے گی اس لئے معجزاتِ عقلیہ کے ساتھ مخصوص ہوئی تاکہ اہلِ بصیرت اس کو دیکھیں جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ اِلَّا اُعْطِيَ مَا مِثْلُهٗ اٰمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ۔ اور علما متفق ہیں کہ قرآن مجید معجزہ ہے۔ کوئی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ۔ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم افصح فصحا اس قرآن کو لائے اور آپ نے اُنھیں بلایا تاکہ وہ مثل اس کے بنالائیں اور کئی برس اُنھیں مہلت بھی دی جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ۔ لیکن وہ نہ بنالاسکے۔ پہر دس سورے بنالانے کا حکم فرمایا چنانچہ فرماتا ہے اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ الخ یہ بھی اُن سے نہ ہوسکا پہر ایک سورت بنالانے کے لئے اُن کو بلایا جس طرح فرمایا اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ الاٰیہ۔ پہر دوبارہ تحدی فرمایا۔ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ الاٰیہ - اب ایک سورت بھی اُن سے نہ ہوسکی۔ باوجود فصیح وبلیغ ہونے کے اس سے عاجز ہوگئے تو اسوقت اعجازِ قرآنی کی منادی دی اور اُن کے عجز کو ظاہر طور سے اس طرح بیان فرمایا۔ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ یہ ایسی زبردست پیشین گوئی ہے کہ اب تک جس کی سچائی ظاہر ہے اور انشاء اللہ قیامت تک اسکی صداقت

پوری طور سے ہوتی رہے گی۔ پھر کفار قریش نے اُس نورِ الٰہی کو بجھانے کے لئے ناخنوں تک کا زور لگایا لیکن اس کے معارضہ پر نہ آسکے۔ اور اگر اُن سے ہوسکتا تو کچھ نہ کچھ بنا کر پیش کرتے لیکن یہ تو نہ کیا بلکہ کبھی عناد و سرکشی اور کبھی استہزا اور ٹھٹھا کرنے لگے۔ کبھی قرآن کو سحر۔ کبھی شعر بتلایا۔ کبھی گذشتہ فسانوں کا الزام لگایا۔ اس طرح کے اقوال انکی حیرانی اور کٹ حجتی پر دلالت کرتے ہیں۔ آخر میں تلوار اوٹھائی۔ لیکن جواب میں قلم نہ اُٹھ سکا۔ جانیں نذر کیں وطن چھوڑا لیکن قرآن کا مقابلہ نہ ہوسکا۔ حالانکہ بہ نسبت اُس کے یہ آسان و سہل تھا لیکن چونکہ فصاحتِ قرآن اپنے منتہے کو پہونچ گئی ہے تو بشر سے اس کا مثل کسیطرح ممکن نہیں ہے۔ دیکھو کہ جب کوئی بلیغ عمدہ قصیدہ ایک سال میں لکھتا ہے تو تھوڑے دنوں کے بعد کچھ نہ کچھ پھر اس میں گھٹانا بڑہاتا ہے۔ یہی حال اُس کا ہمیشہ رہتا ہے۔ یہ انسان کی کمزوری کا نتیجہ ہے کیونکہ بھول چوک لازمِ بشریت ہے۔ برخلاف قرآنِ مجید کے کہ شروع سے آخر تک اگر کوئی لفظ اس میں سے (معاذ اللہ) کم کرکے دوسرا اسکی جاے میں رکھا جاے تو اس سے بہتر لفظ نہ مل سکے گا۔ بلکہ وہ پہلا ہی لفظ اچھا معلوم ہوگا۔ اور ہمیں اکثر جگہ اسکی فصاحت ظاہر و باہر نظر آتی ہے۔ لیکن بعض جگہ اس کے وجوہ مخفی ہو جاتے ہیں تو یہ ہماری ہی سمجھ کا قصور ہے۔ کیونکہ وہ عرب جن کی فصاحت و بلاغت کے جھنڈے چار دانگ عالم میں نصب تھے اُن کے پاؤں اس کے مقابلہ میں اُکھڑ گئے۔ تو اب پوری طور سے حجت قائم ہوگئی اور مخالفین کی کمر ٹوٹ گئی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ساحروں کو الزام لگایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اطبا کو نیچا دکھایا۔ کیونکہ انبیا کے معجزے اُسی قبیل سے ہوتے تھے جس زمانے میں کہ جو باتیں نادراتِ زمانہ سے ہوتی تھیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو اپنے کمال کو پہنچ گیا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب کا وہی حال تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فصاحت و بلاغت کا عروج منتہی تک پہونچ گیا تھا۔ تو جب اسوقت

قرآن کے مقابلہ سے کفار کا عاجز ہونا

فصاحت قرآن

زمانہ کے مناسب انبیا کے معجزات ہوتے ہیں۔

عرب خالص سے قرآن کا مقابلہ نہو سکا تو دوسرے کس شمار مین ہین

فصحا عاجز ہو گئے تو دوسرے بطریقِ اولےٰ عاجز ہوں گے۔ اور یہ عجمیوں کو خوب یاد رکھنا چاہیے کہ جب اہلِ لسان جو عرب تھے فصاحتِ قرآن کا مقابلہ نہ کرسکے تو یہ بیچارے کس شمار میں ہیں۔ اور اسیطرح جو عرب ہیں اور انھیں فصاحت میں پوری مہارت نہ ہو اور طُرُقِ کلام اور وجوہِ تصرّفِ لغت کی معرفت نہ ہو تو وہ بھی مثل عجمی کے ہیں۔ ان کو بھی اعجازِ قرآن[ل] کی معرفت نہیں۔ ہاں جسے لسانِ عربی میں کمالِ درجہ معرفت ہو تو البتہ وہ فصاحت کو پہچان سکتا ہے اور وہ فصاحت جو قدرتِ انسانی کی حد سے خارج ہوگئی ہے اُس کو بھی جانسکتا ہے تو ایسے شخص پر اعجازِ قرآنی مخفی نہ رہیگا۔ کیونکہ صراف ہی کھرے کھوٹے کو پرکھ سکتا ہے دوسرا کیا پہچانے گا۔ اگر کسیکی ادبیّت ناقص اور شاعری میں یدِ طولےٰ نہ حاصل ہوا اور قرآن کی فصاحت میں اُسے شک پیدا ہووے تو اسیکی جہالت اور اسیکی عاجزی پر دلالت کرتا ہے اگرچہ اسکا پہچاننا نہایت ہی ادق ہے۔ لیکن اس کے بھی اہل ہیں جنکو اسکی معرفت عطا ہوی ہے۔ اور اگر کوئی جاہل اپنے قصورِ فہمی سے مطلع ہونا چاہے تو اس کو آگاہ بھی کرسکتے ہیں۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے

لِلْحَرْبِ وَالضَّرْبِ اَقْوَامٌ لَهَا خُلِقُوْا		وَلِلدَّوَاوِيْنِ كُتَّابٌ وَحُسَّابُ

ہر عمل کے لئے آدمی ہیں۔ ہر کارے وہر مردے کیا اچھی مثال ہے ع قدرِ زر زرگر بداند قدرِ جوہر جوہری۔ اگر کوئی شخص فنِ فصاحت میں ماہر و کامل ہو۔ اور طُرُقِ بلاغت سے واقف ہو تو اُسے صرف فکر و تامل ہی کافی ہے۔ اور جو متوسط ہو تو اُسے تقلید ضروری ہے۔ کیونکہ جو اس صنعتِ فصاحت میں ناقص ہے گویا وہ اس سے خارج ہے۔ ہاں اس شخص کے لئے اتنا کافی ہے کہ مختلف نظم و نثر دیکھے اور ہر فن کی عبارت میں پوری طرح سے

ل کیونکہ یہ ایسی تالیف ہے کہ تمام وجوہِ کلامِ عرب سے برتر ہے نہ تو وہ نظم اور شعر ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے خود اسکی نفی فرمائی۔ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ الآیۃ۔

نظمِ قرآن

تامّل کرے۔ تو وہ کلام جو ربوبیت سے صادر ہوا ہے اور جو حکمتوں اور غیب کی خبروں پر شامل ہے اور جس میں مصالح دینی و دنیوی ہیں۔ اور کس عمدہ الفاظ سے شریعت کے اصول بیان کئے گئے ہیں۔ غور کرے۔ اور پھر مخلوق و مربوب کے مضمون کو دیکھے تو قطعی طور سے کلامِ خدا اور کلامِ بندہ کے درمیان فرق ظاہر ہو جائے گا۔ اور مخلوق کے کلام میں جو نقصان اور رتبہ کا انحطاط ہے صاف طور سے نظر آجائیگا۔ دور کیوں جائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم افصحِ عرب کے ہزاروں احادیثوں کو غور سے دیکھ لو تو کلامِ الٰہی اور کلامِ نبوی میں صاف طور سے فرق نظر آئے گا۔ حالانکہ دونوں کلام ایک ہی زبانِ مبارک سے ادا ہوے ہیں۔ کافروں کے قول کے موافق اگر حضرت ہی قرآن کو بنائے ہوتے تو کوئی نہ کوئی حدیث تو قرآن سے مشابہ ہو جاتی۔ اسیطرح جاہلیت کے زمانہ کا کلام اور صحابہ و تابعین وغیرہ کے خطبے کلامِ رب العالمین سے بالکل جدا ہیں اس سے صاف طور سے معلوم ہو گیا کہ نظمِ قرآن نظمِ کلامِ آدمیوں سے مخالف ہے۔ اور اگر مفردات پر نظر ڈالو اور ہر ہر کلمہ کو دیکھو تو نہایت ہی فصیح ہے۔ اور مجموعِ کلام پر غور کرو تو بلاغت کے اعلےٰ درجہ پر ہے۔ اگر کسیکو کچھ فصاحت کا دعوے ہے تو ایک ہی قصہ کو قصۂ قرآنی میں سے اپنی عبارت اور اپنے الفاظ میں بیان کرے تو اس کا نقص ظاہر ہو جاے گا۔ اور نظمِ قرآن کی فصاحت آشکارا ہو جائے گی۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے موسےٰ علیہ السلام کے قصہ کو چند بار مختلف طُرق سے بیان فرمایا اور باوجود اتفاقِ معنے کے فواصل مختلفہ سے ذکر کیا۔ یاد رکھو کہ وقتِ صبح تارے مٹ جاتے ہیں اگرچہ کیسے ہی چمکتے ہوں۔ چنانچہ اگر کسی رسالہ میں کلامِ الٰہی لکھا ہوا ہوتا ہے تو اسکی رونق بڑھ جاتی ہے۔ اور کسی خطبے میں پایا جاتا ہے تو حُسن اُوسکا دونا ہو جاتا ہے۔ اور کسی قصیدہ میں ہو تو اُسے زینت بخشتا ہے۔ اور کسی کلام میں آئے تو اُسے آراستہ کر دیتا ہے۔ اور کسی نظم میں منظوم ہو تو اُسے خوشنما کر دیتا ہے جسطرح یاقوت موتیوں کے ہار میں ہوتا ہے یا دُرِ نایاب منکوں کی تسبیح میں ہوتا ہے۔ اس میں کسی آیت کی یا کسی سورت کی یا کسی قصہ کی خصوصیت نہیں بلکہ ہر ایک آیت اور ہر ایک سورت

اپنے حسن و جمال میں بے نظیر ہے۔ خواہ اس میں قصہ یا اخبار یا احکام[1] یا توحید[2] یا دلائل[3] ہوں غرض ہر ایک رنگ میں اسکی بلاغت اعلیٰ مقام پر ہے۔ کیسا ہی بڑا شاعر موجب زہد کا بیان نظم کرے تو اسکی شاعری پھیکی پڑجاے گی۔ اور کیسا ہی ادیب ہو احکام اور ذکرِ حلال و حرام بیان کرے تو یہ کلام اُس کے دوسرے کلام کی طرح نہ رہے گا۔ لیکن قرآنِ مجید میں کسی جگہ اور کسی بیان میں کسی طرح کا کوئی خلل نہیں ہے اور ہر جگہ اعلےٰ درجہ کی بلاغت ہے۔ یہ تو صرف نظمِ کلام اور معانیِ بدیع اور احکام میں غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے۔ اور جو اوسکی برکت و انوار عالم میں پھیل گئے ہیں۔ اور لوگوں کو کفر کی ظلمت سے نورِ اسلام میں لایا اور مسلمانوں کے دلوں میں اسکی عظمت جاگیر ہوی یہہ علاوہ ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب کلامِ متعارف کی فصاحت و بلاغت کو پہچاننا لوگوں پر دشوار ہوگیا ہے تو قرآن کی بلاغت کسطرح پہچان سکیں گے۔ خود ہی فرماتا ہے۔ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ[4]۔ اگرچہ فصاحتِ قرآنی بطورِ اجمال بیان کی گئی لیکن بطورِ تفصیل

---

[1] چنانچہ تین آیتیں ہیں میراث کے یعنے یُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ الایہ دیکھو کسقدر احکام جمع ہیں اور کیسی فصاحت ہے۔ کونسا فصیح ایسی قدرت رکھ سکتا ہے۔ اسیطرح يَسْــَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ وغیرہ وغیرہ۔ [2] بہت سی آیتیں ہیں چنانچہ ایک آیت یہ ہی ہے وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۟ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ اور سورۂ اخلاص تو توحید میں مشہور ہی ہے۔ [3] منجملہ اسکے ایک یہ آیت ہے لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ الایہ۔ [4] اللہ نے بہت اچھا کلام (یعنے یہ کتاب) نازل فرمائی (جس کی آیتیں) باہم مشابہ (ہیں اور) دہرائی ہوی ہیں جس سے اُن لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں۔ پھر اُن کے پوست (گوشت) اور اُن کے دل اللہ کے ذکر کی طرف نرم (ہوکر متوجہ) ہوجاتے ہیں یہ اللہ کی ہدایت ہے اُس کے ذریعہ سے جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ اور جسکو اللہ گمراہ کرے تو اوسکا کوئی ہدایت کرنیوالا نہیں۔

اعجاز قرآنی بطور تفصیل

بھی بیان کرنا ضروری ہے کیونکہ بعض نام کے مسلمان اعجازِ قرآنی کے منکر ہیں[1] (اعجاز قرآنی بطورِ تفصیل) وہ امور کہ جو قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے پر دال ہیں بہت ہیں لیکن ہم اُن میں سے یہاں چند ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً کوئی بیانِ امرِ دینی یا دنیوی یا ترغیب و ترہیب غرض ہر ایک شے اعتدال پر ہے نہ افراط ہے نہ تفریط۔ اور یہ دونوں باتیں کلامِ انسانی میں نہیں پائے جاتے کیونکہ انسان اُسی حال کے موافق بات کرتا ہے جو اُس کے حال کے مناسب ہے۔ پس عتاب کے وقت میں اُن لوگوں کے حال کا خیال نہیں رکھتا جو مستحقِ رحمت ہیں اور اس کے برعکس اور حالِ دنیا بیان کرتے وقت حالِ آخرت کا خیال نہیں رکھتا اور اسکے برعکس۔ اور غصہ میں بلحاظِ خطا کے زیادتی کرجاتا ہے۔ اسی طرح دوسرے امور میں (پہلا امر) قرآن بلاغت کے اعلےٰ درجہ میں ہے اس لئے کہ اسکی طرح اُسکی عبارت کی بندش نہیں ہے۔ اور یہ بلاغت عرب کے کلام میں پائی نہیں جاتی۔ اور اسپر کئی وجوہ دلالت کرتے ہیں

بندشِ عبارت

(۱) اکثر عرب کی فصاحت وصفِ مشاہدات (یعنے وہ چیزیں جو حواسِ ظاہری سے محسوس ہوتی ہیں) میں پائی جاتی ہے جس طرح اونٹ یا گھوڑا یا باندی یا بادشاہ کے اوصاف یا رزم و بزم وغیرہ۔ اور اسی طرح عجم کی فصاحت ہی ہے۔ خواہ نظم ہو یا نثر۔ اس میں دائرۂ فصاحت و بلاغت بہت وسیع ہے۔ اس لئے کہ اکثر لوگوں کی طبیعتیں اسطرف مائل ہیں اور قدیم زمانے سے ہر وقت اور ہر اقلیم میں کوئی نہ کوئی شاعر یا منشی نئے نئے مضامین اور عمدہ نکتے ان اشیاء میں ضرور لکھے ہیں۔ اور غالباً یہ شخصِ متاخر اُس متقدم کی باریکیوں سے واقف ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص ذہنِ سلیم اور طبعِ رسا رکھتا ہو اور اس وصف کا ملکہ حاصل

مضمون جدید

---

[1] (۱۸) قرآن میں جو کفار سے بطور معارضہ کے کہا گیا ہے۔ اگر تم کو اس کتاب کے من عنداللہ ہونے میں شک ہو تو اسکی مثل کوئی سورت یا چند آیتیں تم بنا لاؤ۔ اس سے جیسا کہ اکثر اہلِ اسلام خیال کرتے یہ مراد نہیں ہے کہ ایسا فصیح بنا سکتے الخ۔ (حیاتِ جاوید مصنفہ حالی صفحہ ۲۵) یہ احمد خان علیگڈہی کے عقاید ہیں۔ علیہ ما علیہ۔

کرنے متوجہ ہو تو بعد اشتغال و مہارت کے بقدر اپنے سلامت ذہن اور جودتِ فکر کے
کسی شے کا اُن اشیا میں سے وصف بیان کرنے کا ملکہ حاصل کر سکتا ہے۔ بخلاف قرآن مجید
کے کہ وہ خاص اُن اشیا کے بیان میں نہیں ہے۔ بس ضرور تھا کہ اس میں وہ الفاظِ فصیح جو
اہلِ عرب اپنے کلام میں متفق ہیں نہ پائے جائیں۔ (۲) اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں طریقۂ
صدق کا لحاظ رکھا ہے۔ اور کذب سے اپنے تمام کلام کو پاک رکھا ہے۔ اور جس شاعر نے کذب

صدق کلام

کو چھوڑ کر صدق اختیار کیا۔ اُس کے شعر پھیکے پڑ گئے۔ وہ آب و تاب نہیں رہی۔ اسی لئے کہا گیا
ہے اَحْسَنُ الشِّعْرِ اَكْذَبُهٗ۔ یعنے جس شعر میں جھوٹ زیادہ ہو وہ بہت ہی اچھا ہوتا ہے
چنانچہ جب لبید بن ربیعہ و حسان بن ثابت رضی اللہ عنہما مسلمان ہو گئے تو اُن دونوں کے
اشعار اُس پایہ پر نہ رہے۔ اُن کے اشعارِ اسلامی اشعارِ جاہلیت سے گھٹے ہوئے ہیں۔ اور

فصاحت طولِ کلام

قرآنِ مجید باوجود کذب اور جھوٹ سے منزہ ہونے کے پھر بھی فصاحت کے اعلےٰ درجہ میں
ہے۔ (۳) کلام فصیح اگر ہوتا ہی ہے تو کسی قصیدہ میں ایک دو بیت یا چند بیت۔ اور باقی
کلام درجۂ فصاحت سے ساقط رہتا ہے۔ بخلاف قرآن مجید کے کہ باوجودِ طولِ کُل کا کُل
اس درجہ میں فصیح ہے کہ جس کے مثل لانے سے مخلوق عاجز آگئی۔ صرف جو شخص قصۂ یوسف
ہی کو دیکھ لے تو سمجھ جائے گا کہ باوجود اس طوالت کے بلاغت کے اعلےٰ درجہ میں ہے

فصاحت تکرار

(۴) کیسا ہی شاعر اور منشی ہووے جب کسی مضمون یا قصے کو مکرر لکھتا ہے تو اُس کا دوسرا
کلام پہلے کلام کی طرح نہیں ہوتا۔ اور قرآن مجید میں قصصِ انبیاء اور احوالِ مبداء و معاد
اور احکام اور صفاتِ الٰہیہ مکرر بیان ہوئے ہیں۔ کہیں عبارت میں اختصار ہے کہیں بسط
ہے۔ بیان میں تفنن ہے۔ کہیں غیبت کہیں خطاب ہے۔ باوجود اس کے ہر ایک عبارت

فصاحت جابجا

نہایت فصیح ہے۔ اور کہیں کچھ بھی تفاوت نہیں۔ (۵) قرآن میں جابجا عبادات کا
وجوب۔ اور بُری باتوں کی حرمت اور مکارمِ اخلاق و ترکِ دنیا و اختیارِ آخرت کی ترغیب
ہے۔ اور ایسی باتیں فصاحت کی کمی کا باعث ہوتی ہیں۔ اسی لئے اگر کسی شاعرِ فصیح

فصاحت ہر فن میں

یا نثر بلیغ سے کہا جائے کہ تو یا دس مسئلہ فقہ یا عقاید کے عبارتِ فصیح میں جس میں تشبیہاتِ بلیغہ اور استعاراتِ دقیقہ ہوں لکھدو تو وہ لکھنے سے عاجز ہو جائے گا۔ (۶) ہر شاعر کا کلام کسی ایک فن میں خوب ہوتا ہے۔ اور دوسرے فن میں وہ خوبی نہیں رہتی۔ جس طرح شعرائے عرب کا حال ہے کہ امرؤ القیس کے شعر عیش و طرب میں اور عورتوں اور گھوڑوں کے وصف میں خوب ہوتے ہیں۔ نابغہ کے شعر خوف میں۔ اسیطرح شعرائے فارس کہ نظامی و فردوسی رزم میں یکتا ہیں۔ اور سعدی غزل میں مستثنےٰ ہیں۔ انوری قصاید میں۔ اور قرآن کو دیکھو کہ ترغیب ہو یا ترہیب زجر ہو یا وعظ وغیرہ غرض ہر ایک فن میں[1] نہایت درجے فصاحت ہے۔ (۷) اکثر

ربط و بیانِ آیات

ایسا ہوتا ہے کہ جب کلام ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف منتقل ہوتا ہے اور بیانِ اشیائِ مختلف کو شامل ہوتا ہے تو حسنِ ربطِ کلام باقی نہیں رہتا اور بلاغت کے بلند درجے سے گر جاتا ہے۔ اور قرآن مجید میں انتقال ایک قصے سے دوسرے قصے کی جانب اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ہوتا ہے اور یہ کلام پاک امر و نہی و خبر و استخبار و وعد و وعید و اثباتِ نبوت۔ و توحیدِ ذات و تفریدِ صفات و ترغیب و ترہیب و ضربِ مثال و بیانِ حال کو شامل ہے باوجود اس کے کمالِ ربط اور اعلےٰ درجۂ بلاغت کا جو عادت سے خارج ہے اُس میں موجود ہے

[1] ہم بطور نمونہ بتلاتے ہیں ترغیب میں یہ قولِ الٰہی فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ۔ ترہیب میں یہ قول وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَیُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ یَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا یَكَادُ یُسِیْغُهٗ وَیَاْتِیْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَیِّتٍ وَّمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِیْظٌ۔ زجر و توبیخ میں یہ قول فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّیْحَةُ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ۔ وعظ میں یہ قول اَفَرَاَیْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِیْنَ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ۔ الٰہیات میں یہ قول اَللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ۔ وَكُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِیْرُ الْمُتَعَالِ ۱۲۔

چنانچہ مفسرین نے اپنے حسبِ طاقت ذکر کیا ہے۔ اور اس تفسیر قادری میں بہ نسبت دوسری تفسیروں کے ربط زیادہ بیان کیا گیا ہے۔ اور ابھی علما کے لئے میدان خالی ہے۔ کیونکہ یہہ کلامِ الٰہی ہے۔ اسی لئے عرب کے بلیغ اسکی فصاحت سے دنگ ہوگئے۔ (۹) اکثر مقام پر قرآن مجید میں مختصر الفاظ معانیِ کثیر کو متضمن و شامل ہوتے ہیں اور الفاظ بھی شیریں ہوتے ہیں۔ چنانچہ جو شخص سورہ صاد کو تامل کرے تو ہمارے قول کی تصدیق کریگا۔ اسیطرح ارشاد وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَّا أُولِي الْأَلْبَابِ[له] ۔ اور وَمَنْ يُّطِعِ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللهَ وَيَتَّقْهِ[عه]

له اس قول کے لفظ تھوڑے اور معنے بہت ہیں باوجود بلیغ ہونیکے مطابقت درمیان دو متقابل معنوں کے (یعنے قصاص وحیات کے) موجود ہے۔ اور عجیب معنے ہیں کہ قتل جو حیات کا دور کرنیوالا ہے وہی اس کا ظرف ہے۔ یعنی قصاص میں حیات ہے۔ اور عرب کے اس معنے میں جتنے اقوال ہیں اُن سب سے بہتر ہے۔ کیونکہ اُن کے اقوال اس طرح ہیں (قَتْلُ الْبَعْضِ اَحْيَاءٌ لِلْجَمِيْعِ) یہ بھی ہے (اَكْثِرُوا الْقَتْلَ لِيَقِلَّ الْقَتْلُ) یہ بھی ہے (اَلْقَتْلُ اَنْفٰى لِلْقَتْلِ) بہترین اقوال آخری قول ہے۔ لفظِ قرآنی اس آخری قول سے چھہ وجہ سے فصیح تر ہے (۱) یہ سب سے مختصر ہے۔ اور لکم اس میں داخل نہیں۔ کیونکہ اسکی تقدیر تو ہر ایک میں ضروری ہے (۲) القتل انفی للقتل کا ظاہر اس بات کا مقتضی ہے کہ شے کا اپنی ذات کی انتفار کے لئے سبب ہوتا ہے۔ بخلاف لفظِ قرآنی کہ وہ مقتضی ہے کہ ایک نوع قتل کی (یعنی قصاص) انواعِ حیات کی ایک نوع کا سبب ہے (۳) القتل الخ میں تکرارِ لفظِ قتل ہے۔ بخلاف لفظِ قرآنی کے کہ اس میں قتل و زخم ہر ایک سے زجر ہے۔ پس یہ مفید تر ہے (۵) انکا قول القتل الخ مطلوب پر بالتبع دال ہے۔ بخلاف لفظِ قرآنی کے کہ وہ مقصودِ اصلی پر دال ہے اس لئے کہ نفیِ قتل مطلوب بالتبع ہے کیونکہ وہ متضمنِ حصولِ حیات ہے جو مطلوبِ اصلی ہے (۶) جو قتل کہ بطورِ ظلم کے ہے وہ بھی قتل ہے باوجودیکہ وہ نافی و دافعِ قتل نہیں ہے۔ بخلاف قصاص کے تو وہ قولِ عرب بظاہر باطل و عاطل نظر آتا ہے۔ لیکن لفظِ قرآنی بلحاظِ ظاہر و باطن ہر طرح فصیح ہے۔ یہ نمونہ ہے۔ اسی پر دوسری آیتوں کو قیاس کرو۔

عه نصرانی نے اس آیت کو سنکر کہا کہ یہ قول باوجود اختصارِ الفاظ کے جمیع ضروریات کو جامع ہے اطاعتِ خدا و رسول اور خدا کا خوف و تقوے اس میں داخل ہے اور اس کا نتیجہ کہ وہ دنیا و آخرت میں مراد کو پہنچگیا۔ اس میں مذکور ہے ۱۲

عرب کے اقوال سے مقابلۂ آیات

جوامع کلم

حکایت

فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۔ وغیرہ ہیں **حکایت** ایک طبیب نصرانی نے کسی عالم مسلمان سے پوچھا کہ تمھاری کتاب شریف میں علمِ طب کا ذکر نہیں ہے۔ باوجودیکہ علم دو ہیں۔ (۱) علمِ ابدان (۲) علمِ ادیان۔ اُس عالم نے جواب دیا کہ اللہ تعالےٰ نے علمِ طب کو آدھی آیت میں بیان کیا ہے۔ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۔ ہے۔ یعنے کہاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو یعنے حرام تک تجاوز نہ کرو اور بُرا خرچ نہ کرو اور بہت سا نہ کہاؤ جو تمھیں ضرر ہو جائے[۱]۔ (۹) جزالت وعذوبت گویا دو متضاد صفتیں ہیں۔ ان دونوں کا اجتماع جس طرح کہ چاہئے کلامِ طویل کے ہر جُز میں بلیغوں کی عادت کے خلاف ہے۔ تو ان دونوں کا اجتماع قرآن کے ہر ہر موضع میں کمالِ بلاغت و فصاحت کی دلیل ہے جو عادت سے خارج ہے۔ (۱۰) قرآنِ پاک جمیع فنونِ بلاغت کو شامل ہے جس میں اقسامِ تاکید و انواعِ تشبیہ و تمثیل و اصنافِ استعارہ وحسنِ مطالع ومقاطع وحسنِ فواصل و تقدیم و تاخیر و فصل و وصل جو ہر مقام کے لائق ہے موجود ہے۔ اور لفظِ رکیک وشاذ جو قیاس سے خارج ہو جس کے استعمال سے تنافر ہو اسمیں نہیں ہے۔ اس کے سوا اور انواعِ بلاغت پائے جاتے ہیں۔ اگر کیسا ہی بلیغ عرب العرباء میں ہوتا ۔ تو اس کے کلام میں ایک نوع یا دو نوع اُن انواع سے ہوتے تھے۔ اور جو اُسکی کوشش کرتا بھی تو اس پر قدرت نہ پاتا تھا یہ دس وجوہ دلالت کر رہے ہیں کہ قرآنِ مجید اُس بلاغت کے اعلےٰ درجہ میں ہے جو عادت سے خارج ہے فنِ بیان کے ماہر اور طرقِ کلام کے واقف جو فصحاءِ عرب سے تھے وہ جانتے تھے۔ اور اب بھی جو شخص لغتِ عرب اور فنونِ بلاغت سے پورا واقف ہوگا وہی اعجازِ قرآنی کو خوب جانیگا۔

جزالت و شیرینی کلام کا مجتمع ہونا

اقسام بلاغت کا جامع ہونا

---

[۱] بقیہ اس حکایت کا یہ ہے کہ پہر اس طبیب نے پوچھا کہ تمہارے نبی نے بھی اپنے طب کے متعلق کچھ فرمایا ہے۔ عالم نے کہا اسطرح اپنے فرمایا ہے اَلْمِعْدَۃُ بَیْتُ الدَّاءِ وَالْحِمْیَۃُ رَأْسُ کُلِّ دَوَاءٍ الخ یعنے معدہ بیماری کا گھر ہے۔ اور پرہیز ہر دوا کا اصل ہے۔ طبیب نے کہا انصاف کی بات تو یہ ہے کہ تمہاری کتاب اور تمہارے نبی نے جالینوس کا محتاج نہ رکھا۔ یعنی جس پر حفظِ صحت وازالۂ مرض کا مدار ہے۔ اور اُن دونوں کی جو اصل ہے اُس سے تمھیں آگاہ کر دیا۔ ۱۲

حسن مطالع ومقاطع

(امر دوّم) مطالع ومقاطع و فواصل میں قرآن کی تالیف عجیب اوراسلوب غریب ہے باوجود اس کے دقائقِ بیان وحقائقِ عرفان وحسنِ عبارت ولطفِ اشارت وسلاستِ ترکیب وسلامتِ ترتیب بھی اس میں موجود ہے جس میں عقولِ عربِ خالص اوراوہام فصحا حیران ہو گئے۔ اوراس طرزِ قدیم کی مخالفت میں یہ حکمت تھی کہ کسی متعسف کو گمان سرقہ نہ ہووے۔ اوریہ کلام الٰہی اُن کے کلام سے جدا ہوجاوے۔ اوراس کا تفوّق ثابت ہوجائے کیونکہ ہرایک بلیغ جب نظم یا نثر لکھتا ہے تو اس سے بچنے کی بہت ہی کوشش کرتا ہے۔ اور اکثر بلیغوں کی اسی سبب سے مدح سرائی یا عیب گوئی ہوتی ہے۔ اور بڑے بڑے شاعروں کو انکے شعر پر عیب[1] لگایا گیا ہے۔ لیکن کفارِ مکہ ادیب تھے اوراسلام کے سخت دشمن تھے باوجود اس کے قرآن کی فصاحت پر کسیطرح کا عیب یا کسی طرحکا الزام نہ لگا سکے۔ بلکہ مقر ہوے کہ نہ یہ ہمارے خطبوں کی طرح ہے اور نہ ہمارے شعر سے مشابہ ہے۔ کبھی تو اسکی فصاحت وحسنِ نظم کو دیکھکر متعجب ہوے اورجادو کہدیا۔ کبھی تو اُسے افترا سمجھا۔ کبھی تو کہا یہ قرآن کا سننا ہی اچھا نہیں[2] اوریہ سب باتیں اُن کے مغلوب ومبہوت ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ جس سے ثابت ہوگیا کہ قرآن مجید اپنی بلاغت وفصاحت میں معجزہ ہے۔ کیونکہ اگر اُن سے یہ سہل کام (ایک سورت کا بنالانا) ممکن تھا تو وہ چھوڑ دیگر مشکل امر (جان دینے) کو کیوں اختیار کرتے۔ تاں

[1] جس طرح امرئ القیس کے اس مطلع پر عیب لگایا گیا ہے ۵

قفانبك من ذكرى حبيب ومنزل	بسقط اللوى بين الدخول وحومل

پہلے مصرع کے لفظ شیریں ہیں اور بندش نہایت سلیس ہے اورمعانی کثیر ہیں کیونکہ وہ ٹھہرا رہا۔ ٹھہرایا رویا رولایا اور حبیب ومنزل کا بھی ذکر کیا۔ لیکن دوسرے مصرع میں کوئی بھی بات نہیں۔ اسیطرح دوسرے شعرا پر بھی عیب لگایا گیا ہے جسے منظور ہو کتاب اعجاز القرآن دیکھے۔ [2] اللہ تعالیٰ کافروں کے قول کی حکایت فرماتا ہے کہ لَا تَسْمَعُوا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ۱۲

اگر اُن کا یہ خیال تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیروں سے اس کام میں مدد لی ہے تو خود بھی دلیتے۔ انھیں کون مانع تھا۔ جب اس طرح بھی انھوں نے نہ کیا بلکہ جنگ وجدل پر آمادہ ہوگئے تو اس سے ثابت ہوگیا کہ قرآن کے معارضہ سے عاجز آگئے اور بعض اوسکی فصاحت کے مقر تھے لیکن عناد وسرکشی سے ایمان نہ لاتے تھے۔ اور بہت سے لوگ سنتے ہی ایمان لائے۔ صحیحین میں جُبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے مغرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ سورہ طور پڑھتے پڑھتے جب ان آیات پر پہونچے اَمۡ خُلِقُوۡا مِنۡ غَيۡرِ شَىۡءٍ اَمۡ هُمُ الۡخٰلِقُوۡنَ - اَمۡ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بَلۡ لَّا يُوۡقِنُوۡنَ - اَمۡ عِنۡدَهُمۡ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمۡ هُمُ الۡمُصَۜيۡطِرُوۡنَ - بس میرا دل اسلام کے لئے بے قرار ہوگیا **(امر سوم)** کہ قرآن مجید میں بہت سی غیب کی خبریں دی گئی ہیں۔ جو آدمی کی قدرت سے باہر ہیں اور جن پیشینگوئیوں کی تصدیق دنیا کے حادثات اور واقعات سے بخوبی ہوچکی ہے۔ جن میں سے چند ہم یہاں بیان کرتے ہیں (۱) مثلاً اس آیت میں قُلۡ لِّلۡمُخَلَّفِيۡنَ مِنَ الۡاَعۡرَابِ سَتُدۡعَوۡنَ اِلٰى قَوۡمٍ اُولِىۡ بَاۡسٍ شَدِيۡدٍ تُقَاتِلُوۡنَهُمۡ الخ چنانچہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے اُن اعراب کو عرب اور فارس اور روم سے لڑنے کے لئے بلایا اور خوب سی لڑائی ہوئی (۲) ایک آیت میں فرمایا الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوۡمُ فِىۡۤ اَدۡنَى الۡاَرۡضِ وَهُمۡ مِّنۡ

قرآن کی پیشینگوئیاں

عہ یعنے تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کرتے ہیں اُن سے خدا کا وعدہ ہے کہ ایک نہ ایک دن اون کو ملک کی خلافت یعنے سلطنت ضرور عنایت کریگا جیسے ان لوگوں کو خلافت عنایت کی تھی جو اُن سے پہلے ہو گذرے ہیں۔ اور جس دین کو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے اوس کو ان کے لئے جما کر رہیگا اور خوف جو اون کو لاحق ہے اس کے بعد عنقریب ان کو اس کے بدلہ میں امن دیگا۔ اللہ تعالے اس آیت میں مسلمانوں سے وعدہ کیا کہ تم میں سے خلفا بناؤں گا اور دین متمکن ہوجائیگا اور خوف کے بدلے امن نصیب ہوگا چنانچہ اللہ تعالے نے تھوڑی سی مدت میں ان وعدوں کو پورا کیا۔ اہل اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مکہ پر قابض ہوگئے اور اسیطرح خیبر وحنین وملک یمن اور اکثر دیار عرب کے مالک ہوگئے اور اقلیم حبش

بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ۔ اس آیت میں خدا نے آگاہ فرمایا ہے کہ گو رومی اسوقت مغلوب ہو گئے ہیں مگر چند سال بعد پھر اہلِ فارس پر فتح پائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا (۳) اسیطرح قصۂ اہلِ بدر میں پیشی گوئی فرمائی سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ اسی واقعہ میں فرمایا وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ۔ چنانچہ یہ زبردست معجزہ پوری طور سے ظاہر ہوا اور کافروں کو جنگ بدر میں شکست فاش ہوئی۔ (۴) ایک آیت میں صراحت کے ساتھ وعدہ فرمایا وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ چنانچہ حسبِ وعدہ خلافت و حکومت مسلمانوں کو نصیب ہوئی اور خوف کے بدلے میں امن دیا گیا۔ (۵) اور اس قصہ میں جو لوگ آپ کے ساتھ لڑائی میں شریک نہوکر اور پیچھے رہگئے اُن کی شان میں فرماتا ہے لَنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا چنانچہ یہ پیشی گوئی بھی سچی ہوئی اور ان مخالفوں میں سے کہ جن کو خطاب کیا گیا تھا وہ لڑائی میں نہ نکلے (۶) ایک آیت میں یہود کو خطاب کر کے اسطرح فرمایا فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا چنانچہ کسی یہودی نے بھی اُسوقت موت کی تمنا کی (۷) آیتِ مباہلہ میں

(بقیہ صفحہ گذشتہ) بسبب ایمان نجاشی بادشاہ کے دارالاسلام ہو گیا۔ اور کچھ لوگ بھیجے گئے اور بعض عیسائیوں نے جو اطراف میں تھے اطاعت قبول کی اور جزیہ دیا۔ اور یہ حکومت خلافتِ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں اور زیادہ ہوئی کہ بعض شہر فارس اور مصر۔ اور دمشق اور شام کے دوسرے شہر بھی قبضہ میں آگئے۔ پھر یہ حکومت خلافتِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں اور زیادہ ہوئی کہ تمام شہر شام کے اور تمام مملکت مصر کی اور اکثر شہر فارس کے آپ کے تحتِ تصرف آگئے اور شرقی جانب میں چین کے حد تک پہنچ گئی غرض تیس سال میں اُن ملکوں پر اہلِ اسلام کا تسلط پوری طور سے ہو گیا اور اللہ کی عبادت بغیر خوف کے بے فکری سے ادا کرنے لگے لہ آپ نے جو اس تمنے اور زبان سے موت طلب کرنے کے لئے انھیں فرمایا یہ صرف اللہ کے اعتماد اور اوس کے بھروسہ پر فرمایا اور نہ کوئی شخص جو تھوڑی سی بھی عقل رکھتا ہو وہ کبھی اپنے بڑے دشمن کو اس بات کے لئے نہیں بلا سکتا جس کا خود اُسے اعتماد نہو

نصاریٰ مقابلہ پر نہ آئے (۸) خود قرآن کے متعلق جو پیشگوئی ہے کسقدر زبردست ہے چنانچہ فرماتا ہے قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝ (اے نبی) کہدو کہ اگر انس وجن اس قرآن کے بنانیکی لئے جمع ہو جائیں تو اوس کے جیسا نہ بنا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں تو اس آیت میں فرمادیا کہ وہ کبھی اس کے جیسا نہیں بنا سکتے اور ایسطرح ہوا اور ایک جاے فرمایا فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۔ یعنے اگر

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کیونکہ اوس کا دشمن اُسے ضرور کسی نہ کسی دلیل سے عاجز کر دیگا۔ تو پھر آپ جو سب سے بڑے عقلمند تھے کیسی کہہ سکتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے جو کچھ فرمایا صرف خدا کے حکم سے اور اُس پر اعتماد کرکے فرمایا اور اگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اس دعوے میں سچے نہ ہوتے تو یہودی آپ کو جھٹلانے کے لئے بار بار بلند آواز سے موت کی آرزو کرتے۔ اور لوگوں میں مشہور کر دیتے کہ دیکھو انہوں نے اللہ پر افترا کیا ہے اور یہ سب اُن کے من گھڑت دعوے ہیں لیکن کسی نے بھی نہیں کیا۔ جس سے آپ کے معجزہ کا ثبوت پوری طور سے ہوگیا۔

لہ یہ آیت چار وجہ سے اعجاز پر دال ہے (۱) ہم بطریقِ تواتر جانتے ہیں کہ عرب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی عداوت تھی اور حضرت کی تکذیب کے لئے بڑے مستعد تھے چنانچہ اُن کا حضرت کے مقابلہ میں جان و مال صرف کرنا اسکی بڑی دلیل ہے۔ علاوہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ تم ہرگز ایسا نہیں کر سکتے ان کی حرص کو بڑھاتا ہے۔ اگر وہ اسکی طاقت رکھتے تو کوئی نہ کوئی سورت تو بناتے۔ جب نہ بنایا تو اعجاز ثابت ہوگیا۔ (۲) اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے پاس نبوت میں متہم تھے۔ لیکن آپ کی وفورِ عقل و فضل و معرفتِ انجام کے کافر بھی قایل تھے۔ پس اگر آپ بقول اُن کے کاذب تھے تو اس زور سے کیوں معارضہ کرتے بلکہ آپ کو ضرور تھا کہ انجامِ کار سے خوف کرتے کہ کہیں رسوائی ہو کر اسکا وبال تمام امور پر پڑتا۔ لیکن چونکہ آپ نے انکا معارضہ سے عاجز ہونا وحی سے جان لیا تھا اس لئے اس زور سے تحدی کی اور اُنھیں مقابلہ کے لئے بلایا۔ (۳) اگر آپ کو اپنے اس کام میں قطعی طور سے یقین نہ ہوتا تو آپ کبھی یقینی طور سے اس طرح جزم کرکے لَا يَاْتُوْنَ

اعجاز قرآن

بیان امر چہارم اخبار قصص اولین

تم قرآن کی طرح نہ بنا سکو اور ہرگز نہ بنا سکو گے پس اُس آگ سے ڈرو جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں (**امر چہارم**) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اُمّی ہونے اور اخبارات سے ناواقف ہونے کے وہ وہ قصص اوّلین اور سیرِ متقدمین آپ نے بیان فرمائے کہ جو ناواقف اور ان پڑھ ہرگز نہیں بیان کرسکتا۔ اور باوجودیکہ آپ ایسے لوگوں میں تھے جو بت پرستی کرتے تھے اور نہ آپ کہیں اتنی مدت سفر میں رہے جس میں تعلیم غیروں سے ممکن ہو۔ اور جہاں قرآنِ مجید میں قصص و حالات میں کتبِ اہل کتاب سے مخالفت ہے وہ قصدًا[لہ] وارادی ہے چنانچہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَكْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ یعنے بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل کے لئے اکثر ان باتوں کو بیان کرتا ہے جس میں وہ مختلف ہیں ایک جائے فرمایا تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَآ اِلَیْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا الاٰیۃ۔ یعنے یہ غیب کی خبریں ہیں جسے ہم نے تم پر وحی کی (اے نبی) اس سے پہلے نہ تم انہیں جانتے تھے اور نہ تمھاری قوم الخ (**امر پنجم**) اس قرآن مجید میں اسرار منافقین کھول دی گئے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن کے مکر وکید کی اطلاع دیگئی ہے۔ اور یہ تفصیل اُن کے ہر ایک فریب کی وقتاً فوقتاً آپ کو اطلاع دیجاتی تھی۔ اور وہ سب اُسکی تصدیق کرتے تھے

بیان امر پنجم اسرار منافقین

(بقیہ صفحہ گذشتہ) نہ فرماتے (۴) جس طرح آپ نے فرمایا اسیطرح یہ پیشگوئی پوری ہوئی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اس زمانہ تک کوئی وقت ایسا نہیں گذرا کہ جس میں اس دین پاک کے دشمن موجود نہ تھے اور اسلام پر ہر طرح کے عیب لگانے کو آمادہ تھے۔ پھر باوجود اس حرص قوی کے کسی زمانہ میں قرآن کا معارضہ نہ ہوسکا پس یہ اور اس کے جیسی خبریں قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ عادتِ الٰہی اسیطرح جاری ہوئی کہ جو مدعیِ نبوت کا ذب ہو اور اللہ کی طرف کسی چیز کو منسوب کرے تو وہ جھوٹا ہوجاتا ہے۔ لہ کیونکہ بعض کتب میں کچھ کمی وبیشی ہوگئی ہے۔ یا یہ کہ بعض کتب الہامی نہیں ہیں ۱۲

قرآن جامع علوم ہے

اسی طرح یہود کا حال اور اُن کے دلی منصوبے سب بیان ہوتے تھے ۔ (امرِ ششم) قرآن مجید نے اُن معارفِ جزئیہ و علوم کلیہ کو جمع کرلیا ہے جو عرب میں معہود و متعارف نہ تھے ۔ چنانچہ اُس میں علمِ شرایع اور حجج عقلیہ و سِیَر و مواعظ و حِکَم اور دارِ آخرت کی خبریں اور مجالسِ آداب وغیرہ سب موجود ہیں ۔ کسی نے کیا خوب کہا ۔ ؎

جَمِیْعُ الْعِلْمِ فِی الْقُرْاٰنِ لٰکِنْ[1] | تَقَاصَرَ عَنْہُ اَفْہَامُ الرِّجَالِ

قرآن اختلاف سے پاک ہے

(امرِ ہفتم) قرآنِ مجید اختلاف و تفاوت سے پاک ہے باوجودیکہ اس قدر بڑی کتاب ہے اور بہت سے علوم پر شامل ہے ۔ اگر یہ کتاب خدا کی نہ ہوتی تو اُس میں انواعِ کلماتِ متناقضہ ہوتے ۔ کیونکہ بڑی کتاب اس سے خالی نہیں ہوسکتی اور جب قرآن مجید اس عیب سے

[1] تمام علوم قرآن میں ہیں لیکن افہام رجال سمجھنے سے قاصر ہیں ۔ خلاصہ ۔ اس کا یہ ہے کہ علوم یا دینیہ ہوں گے یا اس کے سوا ۔ اور حقیقی طور سے دیکھو تو علوم دینیہ ہی کی شان بڑی ہے ۔ اور اُسکا مرتبہ اعلیٰ ہے ۔ اب علوم دینیہ یا علمِ عقاید یا علمِ اعمال ہے ۔ علمِ عقاید سے مراد معرفتِ الٰہی اور اُس کے ملائکہ اور اُس کے کتب اور اُس کے رسل اور قیامت کے دن کو جاننا ۔ پھر معرفتِ الٰہی سے مراد اُس کے ذات و صفات کی معرفت اور اُس کے اسمار و افعال و احکام کی معرفت ۔ اور قرآن میں یہی مسائل مذکور ہیں یہاں تک کہ اس کے تفاریع و تفاصیل اس بسط سے مذکور ہیں کہ کوئی کتاب اس میں اُس کے مقابل تو کیا بلکہ قریب قریب تک بھی نہیں ہے ۔ اب رہا علمِ اعمال یا تو اُس سے مراد علمِ تکالیف ہے جو متعلق بظاہر ہے ۔ اور وہ علمِ فقہ ہے ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ تمام فقہا نے اپنے مباحث کو قرآن سے ہی استنباط کیا ہے اور یا یہ کہ علمِ تصوف ہے جو متعلق ساتھ تصفیۂ باطن و ریاضت قلب کے ہے ۔ اور اس علم کے مباحث تو قرآن میں جس قدر ہیں اسقدر دوسری کتاب میں ہرگز نہیں ہیں ۔ چنانچہ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِیْنَ ۔ اور اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الآیہ اور اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ الآیہ ۔ اور اسیطرح بہت سی آیتیں ہیں جس سے ثابت ہوگیا کہ وہ جمیع علومِ نقلیہ اصول و فروع سبکا جامع ہے ۔ اور انواعِ دلالاتِ عقلیہ کی بھی جابجا اسمیں تنبیہ ہے ۔ اور گمراہ فرقوں کا براہین ساطعہ و ادلۂ باہرہ سے رد ہے ۔ چنانچہ لَوْ كَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۔ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وغیرہ وغیرہ بہت آیات ہیں ۔ ۱۲

پاک ہے تو ہمیں معلوم ہوگیا کہ یہ خدا کے پاس سے ہی نازل ہوی ہے چنانچہ خود فرماتا ہے۔
أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا
انھیں سات امور کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ کیونکہ ایسی بلاغت ۔ اور یہ طرزِ عجیب ۔ اور اخبار غیوب ۔ اور انواع علوم ۔ اور اختلاف وتفاوت سے پاک باوجود اس کے بڑی کتاب ہے ایسی کتاب کوئی نہیں بنا سکتا سوائے اُس عالم کے کہ جس کے علم سے ایک ذرہ بھی مخفی نہیں ہے۔

(امرِ ہشتم) قرآن مجید باقی معجزہ ہو کہ ہر جگہ پڑھا جاتا ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالے نے لی ہے۔ جب اس کا ایک چھوٹا سورہ معجزہ ہے تو اسیقدر اسکی آیات بھی معجزہ ہیں۔ تو اس لحاظ سے قرآن مجید دو ہزار معجزوں سے بھی زیادہ پر شامل ہے (امرِ نہم) اس کا پڑھنے والا اور قاری وسامع بیزار نہیں ہوتے اور تکرار سے ہر وقت ایک نئی لذت ملتی ہے اور اس سے محبت زیادہ ہوتی جاتی ہے جس طرح شاطبی فرماتے ہیں۔

وَخَيْرُ جَلِيسٍ لَا يُمَلُّ حَدِيثُهُ	وَتَرْدَادُهُ يَزْدَادُ فِيهِ تَجَمُّلَا

اور اس کے سوا جو دوسرا کلام ہے اگرچہ کیسا ہی بلیغ ہو بار بار پڑھنے سے طبیعت پریشان ہو جاتی ہو اور سامع کو گراں گذرتا ہے۔ لیکن یہ امر طبع سلیم پر منحصر ہے۔ نہ طبیعت سقیم پر۔

(امرِ دہم) اُس کا حفظ یاد کرنے والوں کو سہل ہوتا ہے چنانچہ فرمایا وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ۔ چھوٹے چھوٹے بچے سال دو سال کی مدت میں قرآن شریف حفظ کرتے ہیں۔ ہر ہر طبقے میں ہزاروں حافظ گذرے۔ اب اس زمانے میں کہ جو ضعف اسلام کا زمانہ ہے اگر اطراف زمین میں دیکھا جاوے تو ایک لاکھ سے بھی زاید حافظوں نے اپنے سینوں میں قرآن مجید کو اٹھایا ہے۔ برخلاف پہلی امتوں کے کہ کسی ایک شخص نے بھی اپنی کتاب کو حفظ نہیں کیا یہ اس لئے ہے کہ تاجب تک دنیا باقی رہے گی یہ نشانی بھی باقی رہے گی۔ (امرِ یازدہم) قرآن کے پڑھتے اور سنتے وقت رقت طاری ہوتی اور خوف دل میں سما جاتا ہے۔ اور کبھی

خوف اُس شخص کو پیدا ہوتا ہے جو معانی و تفسیر بھی نہیں پہچانتا۔ بعض تو کافروں میں سے پہلے بار سنتے ہی مسلمان ہو گئے بعض وہ جن کے دلوں پر مہر ہو گئی تھی وہ اُسی کفر پر اڑے رہے۔ اور بعض نے اُس وقت تو انکار کیا لیکن تھوڑے روز کے بعد پھر مسلمان ہو گئے۔ چنانچہ جب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نجاشی اور اُن کے لوگوں کو قرآن پڑھ سنایا تو وہ سب کے سب روتے تھے یہاں تک کہ جب حضرت جعفر نے قرات ختم کی تو یہ آیت اتری وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ الآیہ۔ **فقیر** کہتا ہے کہ تفسیر قادری میں اور یا زدہم میں جو مناسبت ہے وہ ظاہر ہے اس لحاظ سے اتنے ہی فوائد کافی ہیں۔ (**فوائد تکرار قصص انبیا** علیہم السلام) تکرار قصص انبیا میں بھی بہت سے فوائد ہیں علامہ بدر بن جماعہ نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام **المقتص فی تکریر فوائد القصص** رکھا ہے چنانچہ اتقان سے ہم بھی چند فوائد نقل کرتے ہیں۔ پہلا فائدہ تکرار قصص انبیا میں یہ ہے کہ ایک ہی کلام کو اسالیب کثیرہ اور عبارات مختلفہ میں بیان کرنا بڑی فصاحت ہے۔ دوسرا یہ کہ قرآن کے جیسے ایک چھوٹی سورت بنانے سے تمام فصحاء عرب عاجز آ گئے تھے اللہ تعالیٰ نے اُنکی عاجزی اچھی طرح سے ظاہر کرنے کو ایک قصہ کو کئی بار بیان فرمایا تا واضح ہو جاوے کہ ہم نے ایک قصہ کو ہر جاے عبارت مختلفہ اور نظم جداگانہ اور نئے اسلوب سے بیان کیا ہے تم بھی اسیطرح کسی ایک اسلوب سے تو بیان کرو تیسرا فائدہ یہ ہے کہ کفار سے کہا جاتا تھا کہ قرآن کی جیسی ایک چھوٹی سورت تو بنا لاؤ شاید کہنے والا کہتا کہ تم نے بھی ایک بار بنا لیا ہو گا بھلا تم بھی تو اوسی قصہ کو دوسری نہج پر بیان کرو۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ نے بار بار بیان فرمایا تا اُن پر اچھی طرح حجت ثابت ہو جاوے۔ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ جب انبیا علیہم السلام کی امتوں نے اُنکی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر عذاب نازل کیا۔ اور اُن کو ہلاک کر کے جہنم واصل کیا چونکہ کفار رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بار بار جھٹلایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اُن قصوں کو جن میں امم سابقہ کی ہلاکی کا ذکر ہے بار بار نازل فرمایا تا کہ کفار آگاہ ہو جائیں کہ جیسے پہلی

پہلا فائدہ - دوسرا فائدہ - تیسرا فائدہ - چوتھا فائدہ

امتوں پر تکذیب انبیا علیہم السلام سے نزول عذاب ہوا کہیں اثر بھی نزول عذاب نہ ہو۔ اسی
قصۂ یوسف اور قصۂ اصحاب کہف اور قصۂ ذوالقرنین اور قصۂ موسے خضر سے اور قصۂ اسمعیل
علے نبینا وعلیہم السلام کی تکرار نہیں ہوی۔ کیونکہ یہ قصے ایسے ہیں جن میں نزول عذاب کا ذکر ۱۲۰
نہیں ہے۔ پانچواں فائدہ یہ ہے کہ ایک قصہ کا جب کئی مرتبہ ذکر ہو تو آدمی ضرور متنفر ہو جاتا
ہے کیونکہ اسکا تو کُلُّ جَدِیدٍ لَذِیذٌ پر عمل ہے باوجود اس کے یہ خاصۂ قرآن ہے کہ اس ۱۲۱
تکرار پر بھی ہر جاے ایک نئی لذت اور ایک نیا مزہ حاصل ہے جیسے فصحاے عرب خوب جانتے ہیں
پس اس سے ثابت ہو گیا کہ یہ کلام خدا ہے کلام مخلوق سے جدا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ
قرآن مجید خداوند عالم کی صفت اور اوس کا کلام ہے۔ اور ترتیب آیات بھی اوسی کا کلام ہے
کیونکہ لوح محفوظ میں جو ترتیب تھی وہی ترتیب قرآن موجودہ کی ہے۔ پھر اُس کے باریکیوں کو
کما حقہ پہونچنا طاقت بشر نہیں۔ اگرچہ علماے بہت سے فوائد لکھے لیکن پھر بھی اُس کے
پورے نکات کی خبر نہیں۔ جسطرح اُسکی ذات میں تحیر و سرگردانی ہے۔ اسیطرح اُسکی
صفات میں بھی حیرانی ہے۔ (**فائدہ**) بدایع قرآن بہت ہیں۔ چنانچہ بعض یہ ہیں۔
مجاز۔ استعارہ۔ کنایہ۔ ارداف۔ تمثیل۔ تشبیہ۔ ایجاز۔ اتساع۔ اشارہ۔ مساوات۔
بسط۔ ایغال۔ تشریع۔ تتمیم۔ ئے بایجابہ۔ تکمیل۔ احتراس۔ استقصا۔
تذییل۔ زیادہ۔ تردید۔ تکرار۔ تفسیر۔ مذہب کلامی۔ قول بالموجب۔ مناقضہ۔ انتقال۔
اسجال۔ تسلیم۔ تمکین۔ توشیح۔ تسہیم۔ رد العجز علے الصدر۔ تشابہ الاطراف۔ لزوم ما لا
یلزم۔ تخییر۔ ابہام جو توریہ ہے۔ استخدام۔ التفات۔ استطراد۔ اطراد۔ انسجام۔ ادماج۔
افتنان۔ اقتدار۔ ایتلاف اللفظ مع اللفظ۔ ایتلاف اللفظ مع المعنے۔ استدراک۔
استثنا۔ اقتصاص۔ ابدال۔ تاکید المدح بما یشبہ الذم۔ تفویف۔ تقسیم۔
تدبیج۔ تنکیت۔ تجرید۔ تعدید۔ ترتیب۔ ترقی۔ تدلی۔ تضمین۔ جناس۔ جمع۔ جمع و تفریق۔
جمع و تقسیم۔ جمع مع تفریق و تقسیم۔ جمع مؤتلف و مختلف۔ حسن نسق۔ عتاب المرء نفسہ

...وان۔ مراعت۔ قسم۔ لف ونشر۔ مشاکلہ۔ مزاوجہ۔ موازبہ۔ مراجعہ۔
نزاہت۔ ابداع۔ مقارنت۔ حسنِ ابتدا۔ حسنِ اختتام۔ حسنِ تخلص۔ استطراد۔
ابن الاصبع نے اسی بیان میں ایک خاص کتاب تصنیف کی ہے۔ علامہ جلال الدین
سیوطی نے اپنی کتاب اتقان میں اس سے زیادہ اور انواع بیان کئے ہیں۔ اور
ہر ایک کی تعریف اور ہر ایک کی شرح کی ہے۔ **غرض** تمام علوم قرآن مجید میں موجود
ہیں۔ لیکن ہر شخص اپنی اجتہاد و فہم کے مطابق اُس سے سمجھتا ہے۔ ایک صاحب فرماتے
ہیں کہ اگر خدائے تعالیٰ فہم کامل عنایت فرمائے تو ہر شے قرآن مجید سے نکل سکتی ہے
یہاں تک کہ بعضوں نے عمر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو جو ترسٹھ سال تھی سورۂ منافقون
سے نکالا۔ کیونکہ وہ سورہ ترسٹھواں ہے اور یہ آیت اس میں ہے وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا
إِذَا جَآءَ أَجَلُهَا۔ اور اُس کے بعد ہی سورۂ تغابن ہے یعنے جب آپ اس عالم سے
روپوش ہو جائیں گے تو اس کے بعد تغابن ظاہر ہو جائے گا۔ فقط

باقی آئندہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت سید الشیوخ سید محمد عمر حسینی قادری خلیق رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۱۹ھ میں سورہ بنی اسرائیل کی تفسیر سے اشاعت کا اہتمام فرمایا۔ تفسیر کا یہ سلسلہ مکہ مسجد میں نماز جمعہ کے بعد چودھویں پارے تک ہو چکا تھا مگر اسکی اشاعت نہیں ہوئی تھی۔ بعد میں آپ نے مقدمہ تفسیر شائع فرمایا جو پہلے حصہ کے طور پر (۴۰) صفات پر مشتمل ہے۔ اس مقدمے میں آپ نے کئی کئی اہم باتیں تحریر فرمادیں جو اہم نکات پر مشتمل ہے۔ اس مقدمہ کا دوسرا حصہ کافی تلاش کے باوجود دستیاب نہ ہو سکا۔ اگر کہیں سے ملجائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اُسے بھی تفسیر میں شریک کر لیا جائیگا۔ فقط : سید غوث محی الدین حسینی نصر الحق القادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر قادری

الموسوم باسم تاریخی

تفسیرِ کشف القلوب

۱۳۱۹ھ

از

سید الشیوخ حافظ سید محمد عمر حسینی قادری خلیقؔ رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲۸۲-۱۳۳۰ھ)

تکملہ از

شیخ الاسلام سید محمد پادشاہ حسینی قادری لئیقؔ رحمۃ اللہ علیہ

(۱۳۱۷-۱۳۸۴ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیرِ قادری

(الموسوم باسمِ تاریخی تفسیرِ کشف القلوب ۱۳۱۹ھ)

حصہ اوّل　　سورہ بنی اسرائیل (پارہ ۱۵) تا سورہ فتح پارہ ۲۶) مع مقدمہ

مؤلف　　سید الشیوخ سید محمد عمر حسینی قادری خلیقؔ رحمۃ اللہ علیہ

والد کا اسمِ شریف　　مولانا مولوی میر پرورش علی رفعت پناہ قدس سرہ

المعروف سید محمد پادشاہ حسینی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ووفات　　۱۲۸۲ھ بمقام قاضی پورہ　۱۳۳۰ھ بمقام قادری چمن حیدرآباد

دیگر تصانیف　　فرائضِ قادری (منظوم ۔جس میں چاروں مذاہب کے وراثت کے مسائل جمع ہیں)، رہبر طریقت، مصطلحاتِ تصوف، صحیفۂ معرفت، تحفۂ فاروقیہ وغیرہ وغیرہ۔ پٹنہ کے رسالہ تحفۂ حنفیہ میں بھی اکثر آپ کے مسلسل مضامین شائع ہوتے رہے ہیں جن میں بعض مشاہیر کی کتابوں کے ترجمہ بھی شامل ہیں۔ کلامِ خلیقؔ کے نام سے آپ کا مختصر کلام بھی شائع ہوا ہے۔

حصہ دوم　　سورہ حجرات (پارہ ۲۶) تا سورہ ناس (پارہ ۳۰)

حصہ سوم　　سورہ فاتحہ و سورہ بقرہ ابتدائی ۳۶ آیتیں

مؤلف　　شیخ الاسلام مولانا مولوی سید محمد پادشاہ حسینی لئیقؔ رحمۃ اللہ علیہ

والد کا اسمِ شریف　　سید الشیوخ سید محمد عمر حسینی قادری خلیقؔ رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ووفات　　۱۳۱۷ھ بمقام قاضی پورہ، ۱۳۸۴ھ بمقام قادری چمن حیدرآباد دکن

دیگر تصانیف:-　　تصریفِ قادری جس میں عربی کے مصادر اور ان کا اردو اور فارسی میں ترجمہ ہے، ماثورہ دعاؤں کی کئی کتابیں، ماہنامہ نور اور مختلف روزناموں میں بھی آپ کے مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ کلامِ لئیقؔ کے نام سے آپ کا کلام بھی شائع ہوا ہے۔

تفسیرِ قادری المو سوم تفسیرِ کشف القلوب کے متعلق تفصیلات

مؤلفین رحمہما اللہ تعالٰی کے مختصر حالات

حصہ دوم جلد اول کے ساتھ منسلک ہیں۔

حصہ اول کی پانچ جلدوں کی حد تک فہرستِ معجم تیار کرلی گئی ہے

جس کی مدد سے اُن مضامین کی تفصیل معلوم ہوسکتی ہے جو مختلف

مقامات پر پھیلے ہوئے ہیں اور حروفِ تہجی کے لحاظ سے ایک جگہ

جمع کردیئے گئے ہیں۔ یہ فہرست جو محققین کیلئے اور اُن حضرات

کیلئے جو کسی خاص موضوع پر تفصیلات جمع کرنا چاہتے ہیں ایک نعمت ہے

حصہ اول جلد پنجم میں دیکھی جاسکتی ہے۔

سید غوث محی الدین حسینی نصر الحق

فلک نما حیدرآباد

تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہٖ لیکون للعالمین نذیرا

مصنفہ جامع العلوم العقلیہ والنقلیہ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیہ قاطع شبہات الملحدین دافع
مکائد المغاربین حامی سنت ماحی بدعت قامع شرک وشر عالیجناب حاجی حافظ قاری مولانا
مرشدنا حضرت سید شاہ محمد عمر صاحب قادری حنبلی حیدرآبادی مدظلہ العالی
مصنف تفسیر قادری وشرح النفس قادری ورہبر طریقت وغیرہ المعروفہ

تفسیر قادری
مقدمہ

حضرات ناظرین! اگرچہ اس مقدمہ میں آئندہ بہت سے فوائد مندرج ہونگے
لیکن بلحاظ عجلت چند فوائد نوشتہ ہیں خصوص آخری حصہ میں اعجاز قرآن قابل ملاحظہ

باہتمام

خاکپائے انام محمد عبد العزیز و حکیم محمد رکن الدین و سید عبد الجبار کان اللہ لہم
مدرسہ اعزہ — اندرکوٹ علی آباد — قاضی پورہ

قد طبع فی مطبع شمس الاسلام واقع حیدرآباد

۱۳۵۲۳

مرتب مطبع بتاریخ طبع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیرِ قادری الموسوم باسمِ تاریخی تفسیرِ کشف القلوب ۱۳۱۹ھ

مقدمہ تفسیر

ازسید الشیوخ حافظ سید محمد عمر حسینی قادری خلیقؔ رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۸۲-۱۳۳۰ھ)

پیرو مرشد مولانا حبیب محمد عمر حسینی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد فرمانے پر سید غوث محی الدین حسینی نصر الحق نے یہ فہرست تیار کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے اور اس کے ساتھ اس کام میں شریک رہنے والوں کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں اور اپنے کلام کی برکت سے جزاءِ خیر عطا فرمائے اور اُن کی دین و دنیا کی مشکلوں کو حل فرمائے۔ آمین

پیر کے ساتھ رہا خدمتِ قرآں میں شریک   خادمِ خادمِ قرآن ہوا نصر الحق

الحمد للہ رب العالمین

اظہارِ تشکر

روز افزوں ہوں مدارج اور تیرا مرتبہ
حق تعالیٰ دے تجھے اس امر کا بہتر صلہ
جس کو جو دینا تھا دے کر تو نے اپنے نصر کو
ہاتھ میں تفسیر دے کر ساتھ اپنے کرلیا

سُورَہ بَنی اِسرَائیل

مکی ہے اسمین ایکسو دس آیتین بصری اور گیارہ آیتین کوفی و شامی مین

حضرت ام المومنین بی بی عایشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورۂ بنی اسرائیل و سورۂ زمر کو ہر رات مین تلاوت فرماتے تھے - اسکو امام احمد اور ترمذی و نسائی وغیرہم روایت کرتے ہین -

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے -

17-1 سُبۡحَانَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا

وہ پاک ہے جو اپنے بندے (سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مصاحب ہو کر

تھوڑی سی رات مین مسجد محترم (مکہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک لیگیا -

(سُبۡحَانَ) اسم ہے جو تسبیح لیئے تنزیہ کے معنون مین ہے اور جو کبھی علم ہو کر مستعمل ہوتا ہے تو اوس وقت مضاف نہین ہوتا اور غیر منصرف ہوتا ہے اسلیے کہ علم اور الف و نون زایدتان ہے - اور یہہ منصوب ہے ایسے فعل سے جس کا ظاہر کرنا متروک ہو گیا ہے یعنے عرب سے سننے مین نہین آیا - اسکی تقدیر

سبّح اللہِ سُبحَانَ ہے پھر سبحان بجائے فعل کے لایا گیا اور اوسی کے قایم مقام
ہوگیا۔ اور اس قصہ کو لفظِ سبحان سے شروع کرنے مین یہ **نکتہ** ہے کہ کوئی
وہمی و خیالی آدمی اہلِ تشبیہہ و تجسیم سے یہہ نہ خیال کرے کہ خداوندِ عالم کسی جہت
اور حد و مکان مین محدود ہے بلکہ اوس کے اعتبار کرتے سب مکانون کی
نسبت ایک ہی ہو اور وہ سب جا موجود ہے۔ ہان جو قرآن مین اپنی خصوصیت
بعضے مکان سے بتلایا ہے ہم اوسکی مراد پر بھی ایمان لاتے ہین۔ تاویل
سے گھبراتے ہین۔ گو متاخرین نے اسکو اختیار کیا لیکن سلف و متقدمین کا
یہی (وہی) مذہب رہا۔ اور لفظِ سبحان مین یہہ بھی ایک **نکتہ** ہے کہ کوئی اوس کے
رسولِ پاک کو نہ جھٹلائے۔ اس قصۂ معراج مین جو جسمِ عنصری سے ہوا ہے
تاویلین نہ کرے خدا سے شرمائے۔ وہ لیگیا ہے یہہ خود تو نہین گئے۔
تا منکرون کو چون و چرا کا موقع باقی نہ رہے۔ سبحان اللہ خدائے قادر کے
فعل پر بھی عیب لگاتے ہو۔ اپنا سا اوسکو بھی مجبور بناتے ہو (اَسْرٰی)
اور سَرٰی کے معنی ہین رات کو گیا۔ لیکن لیلاً کو یہان اوسکا ظرف کیا۔ تا وہم
مجاز دور ہو جائے۔ اور جو سیرِ نہار پر بھی کبھی اطلاق ہوتا ہے اوسکا خیال
نہ آئے (بِعَبْدِہٖ) بای مصاحبت عبدہ مین بڑہایا۔ اسمین یہہ **نکتہ** ہے کہ

وہ اپنے بندے کے ساتھ ہو کے اس سیر کو دکھلایا۔ غیرون کی سیر کا جب بیان آیا۔ وہان بجاے لفظِ بار لفظِ فی لایا۔ هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ فرمایا۔ یعنے وہی ہے جو تمکو بحر و بر مین چلاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق تعالی سے کیسی خصوصیت اور کیسا علاقہ ہے۔ اسیواسطے دعا مین بھی اکثر آپ یون فرماتے۔ یہہ دعا زبان پر لاتے اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ یعنے یا اللہ تو ہی سفر مین مصاحب ہے پھر یہہ معراج تو خاص سفر ہے۔ اسمین مصاحبت کی خصوصیت بھی سب سے بڑھکر ہے۔ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ مین ایک اور **نکتہ** یہہ ہے کہ آپ کی بندگی کے نسبت اور سیر کی اضافت بھی اپنے ہی طرف کی۔ موسی علیہ السلام کو نام سے پکارا سیر کی اضافت بھی انہین کے طرف ہوئی۔ فرمایا وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا یعنے جب موسی ہمارے وعدہ پر آے۔ حضرت موسی علیہ السلام آتے ہین حضرت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لیجاتے ہین۔ آنیوالا طالب جس کو لیجاتے ہین مطلوب ہے۔ وہ محب یہہ محبوب ہے۔ طالب آتا ہے۔ مطلوب گھر بیٹھے پاتا ہے۔ وہ ذاکر یہہ مذکور ہے۔ وہ ناظر یہہ منظور ہے۔ آنیوالا جب آے تو حضور ہے۔ لیکن جس کو لیجاتے ہین اوس سے لیجانیوالا

کب دور ہے۔ وہ نور ہے۔ یہہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ (بِعَبْدِہٖ) مفسرین و متکلمین
و علما سب متفق ہین کہ یہان عبد سے مراد سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہین
وہی حضورِ مکرّم ہین۔ اور اضافت تشریف و تعظیم کیلیئے ہے تبجیل و تکریم کیلیئے ہے
کسی شاعر نے کہا ہے ؎ لَا تَدْعُنِیْ اِلَّا بِیَا عَبْدَھَا ۔ فَاِنَّہٗ اَشْرَفُ اَسْمَائِیْ ترجمہ
؎ اوس کا بندہ کہہ کے تو مجہکو پکار ۔ میرے سب نامون سے بہتر ہے یہہ نام
تفسیر کبیر مین یون کہا گیا ہے آپ جب شبِ معراج مین اوس اعلیٰ درجات
اور بلند مرتبات سے مشرف ہوے۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
مین نے تمکو کس چیز سے شرف دیا۔ حضرت نے عرض کی اس سبب سے
کہ تو نے مجہکو عبودیت سے اپنے طرف منسوب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو
اوتارا۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا عبد کہنے مین یہہ نکتہ ہے کہ اللہ سے
ایسا تقرب خیر البشر علیہ السلام کو ہوا۔ کہ کسی کو بھی یہہ مقام نہ میسر ہوا۔ لیکن آپ عبدیت سے
باہر نہ ہوے۔ بلکہ عبدیت پر ہی فخر کرتے رہے۔ اب کسکی مجال ہے کہ یہہ دعویٰ
کرے۔ اَنانیت کا دم بہرے۔ کچا صوفی پکا ملحد شرمائے۔ اس تعیّنِ عبدیت سے
منحرف نہ ہو جائے۔ یہ کسی نامعتبر کا اعتبار نہین یہہ معتبرِ حقیقی کا اعتبار ہے۔
جس پر ایمان کا دار و مدار ہے۔ یہ کسی وقت مین جدا نہین ہوتا۔ بندہ خدا نہین ہوتا

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی	ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد

ہان اپنی خودی کو مٹا کر حق حق کہنا یہہ دوسری بات ہے۔ لیکن طریقت
مین شریعت کی رعایت اہم واجبات ہے۔ ایک اور نکتہ عبد کہنے مین
یہ ہی کہ بندہ کا کچھہ بھی نہین جو کچھہ ہے اوسکے مولا کا ہے۔ اَلْعَبْدُ وَمَا مَلَكَ
لِمَوْلَاهُ مشہور مقولہ ہے۔ اور مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ یعنے جو اللہ کا ہوا
اللہ بھی اوسکا ہوا کب کسی پر پوشیدہ ہی۔ پہر عبد بھی کیسے کہ کل صفات اور
جمیع معانی سے اپنے آقا کی بندگی کرنیوالے جب ہی تو سید العباد ہوئے
جو کچھہ آپ کا تھا وہ تو اللہ ہی کا تھا اللہ نے بھی آپ کو سب کچھہ دیا جامع ترمذی
مین ہے کہ سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَلْكَرَامَةُ وَالْمَفَاتِيحُ يَوْمَئِذٍ
بِيَدِي وَلِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ بِيَدِي الخ۔ یعنے عزت وکرامت اور تمام کنجیان
اوس دن میرے ہات مین ہونگی لوائے حمد بھی اوس دن میرے ہی ہاتھہ ہوگا
اگر کوئی کہے کہ یہہ کنجیان تو آخرت مین ملین گی یہان تو نہین ملے تو اوسکو چاہیے
مشکوۃ کی متفق علیہ حدیث سماعت کرے۔ اُتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ
فَوُضِعَتْ فِي يَدَيَّ مختصراً یعنے میرے پاس زمین کے خزانون کی کنجیان
لائے گئین اور میرے ہاتھہ مین رکہدئے گئین الخ میرے مرشد نے خوب کہا ہے

اللہ اللہ تم نے پایا ہے		بندگی مین مزا خدائی کا

بندے بھی ایسے کہ جنکی خوشنودی خدا کو مقصود۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ
فَتَرْضَىٰ قرآن مین موجود۔ یعنے البتہ تمہارا پروردگار تمکو ایسا دیگا کہ تم خوش ہوجاؤگے
لطف تو یہان ہے کہ جب ہم غلامون کی تکلیف بھی سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو
ناگوار ہوئی حضرت کے خوش کرنیکو اوسی طرح حکم پروردگار آیا۔ صحیح مسلم مین حضرت
ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ أُمَّتِي وَبَكَى
فَقَالَ اللهُ يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ فَقُلْ لَهُ إِنَّا سَنُرْضِيكَ فِي أُمَّتِكَ
وَلَا نَسُوءُكَ مختصراً یعنے پھر حضرت نے اپنے دونون ہات اٹھا کر عرض کرنے لگے
کہ یا اللہ میری امت اور رونے لگے تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اے جبرئیل
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور اون سے کہو کہ البتہ ہم تمکو تمہاری امت
کے مقدمے مین خوشنود رکھینگے غمگین نہ کرینگے۔ اگر اب بھی شک باقی ہے
یہہ حدیث صحیح بخاری ہے۔ کتاب التفسیر دیکھو۔ باب قولہ تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ
ام المومنین بی بی عایشہ رضی اللہ عنہا کا کیا اعتقاد ہے اوس سرکار صلی اللہ علیہ وسلم
کے حضور مین یون عرض کرتی ہین مَا أُرَى رَبَّكَ إِلَّا يُسَارِعُ فِي هَوَاكَ
یعنے مین آپ کے پروردگار کو دیکھتی ہون کہ جو آپ کی خواہش اور مرضی ہوتی ہے

اوسکو بہت ہی جلد پوری کردیتا ہے۔ یہہ مَا اور اِلَّا کا حصر تو دیکھو کیا لطف دیرہا ہے۔ علامہ قسطلانی اوسکی شرح مین فرماتے ہین اِلَّا مُوْجِدًا لَکَ مُرَادَکَ بِلَا تَاخِیْرٍ۔ شاعر نے خوب کہا ہے ۵

زبندگی بنشینی بہ تختِ سلطانی	اگر تو خدمتِ محمود چون ایاز کنی
بناز کی نبری پے بمنزلِ مقصود	مگر سلوکِ رہش از سر نیاز کنی
نیازمندیِ تو یک نفس بہ از صد سال	کہ روز روزہ بداری و شب نماز کنی
گرت بناز براند مرو کہ آخرِ کار	بصد نیاز بخواند ترا و ناز کنی

ایک نکتہ عبد مین یہہ ہے کہ عبد جسم و روح کا نام ہے۔ اسمین منکرون کو الزام تام ہی۔ کیونکہ اگر خواب مین ہوتی تو بِرُوْحِ عَبْدِہٖ فرماتا۔ ایسے وقت مین معراج کا بیداری مین جسم و روح سے ہونا ضرور ہوا۔ اور آیات اپنے نظیر پر محمول ہونگے کیونکہ عبد کا لفظ قران مین جتنے جاے ہم نے ہر ایک مقام پر دیکھا کہین بھی عبد کے معنی روح کے نہین لئے گئے پھر کیسے اسکا خلاف ہوسکتا ہے۔ چنانچہ بطور نمونہ ان دو آیتون مین لفظِ عبد کو غور کیجئے تو معلوم ہو جائیگا۔ اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی یعنے کیا دیکھا تو نے اوس شخص کو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہی۔ یہان عبد سے مراد رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہین

مانع ابوجہل ہے ظاہر ہے کہ وہ نمازِ روحی سے منع نہین کرتا تھا۔ سورہ جن مین ہے
وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یعنے بیشک جب اللہ کا بندہ کہڑا ہوتا ہے اوسکی عبادت
کرتا ہوا۔ یہان بھی عبد مجموعۂ روح وجسد کا نام ہے۔ پہر کیا سبب ہی کہ اَسْرٰی
بِعَبْدِہٖ مین یہہ معنی نہ لئے جائین۔ ہان منکرین معجزات کے یہہ سب وہو کے ہین
انکی قلعی ہم آگے کہولتے ہین۔ ایک **نکتہ** عبد کہنے مین یہہ ہے کہ عبد حقیقی تو وہی ہے
کہ اپنے رب کے تمامی اخلاق وصفات سے متخلق ومتصف ہووے۔ اور
مومن کے صفات سے کوئی صفت عبودیت سے اشرف واتم نہین کیونکہ
الہٰیت وسیادت وربوبیت حقیقت مین یہہ سب اللہ ہی کے لئے ہین۔
اب جوان سے منسوب ہونگے وہی مراتبِ حقیقی وہی اشرفِ مراتب ہونگے۔
اور جواسکے سوا ہین وہ سب مجازی ہین۔ اسی سبب سے اشرفِ مقام مین
اسی اسمِ اعظم سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب فرمایا۔ کیونکہ آپ
اوسکے جمیع صفات سے متصف تھے۔ اب حقیقت مین یہہ نام حضرت کے ہی
لایق ہی۔ اور جواقطاب آپکے بعد ہون گے جس پر بطور تبعیت اسکا اطلاق ہوگا
وہ آپ کا طفیلی ہے۔ اور جو غیرون پر عبد کا اطلاق ہوا ہے مجازی ہی (لَیْلًا)
نکرہ کہا اللیل معرفہ نہ فرمایا۔ اس مین یہہ **نکتہ** ہے۔ کہ نکرہ تقلیل مدت پر دال ہے

یعنے تھوڑی سی رات مین یہہ سب کچھہ ہوا ہے۔ معراج رات کو جو مقرر پائی لطور
اہلِ اشارات کے اسمین بہت سی حکمتین ہین۔ تھوڑی سی ساعت فرمائے محبت
خدا و رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑہا ہے **پہلی حکمت** رات اس لئے
مقرر ہوئی کہ مومنین کا ایمان غیب پر زیادہ ہو۔ کافرون کو فتنے پر فتنہ علاوہ ہو۔
کوئی صدّیق ہو۔ کوئی زندیق ہو۔ اگر دن ہوتا سب دیکھہ لیتے۔ شبہ مرتفع ہو جاتا یہہ
امتیاز باقی نرہتا۔ مومنین کا ایمان غیب پر کیسے بڑہتا۔ اسی لئے صادقینِ امت کو
ماننے مین کچھہ بھی دیر نہوئی۔ جو کچھہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اوسکی تصدیق کی برخلاف امت
حضرت موسی علیہ السلام کے کہ دن کو اونکی یاد ہوئی۔ ستّر آدمی بھی ہمراہ تھے لیکن
پھر بھی یہہ کہتے رہی۔ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً یعنے ہم آپ کی ہرگز
تصدیق نہ کرینگے۔ جب تک کہ خدا کو ظاہر نہ دیکھہ لینگے۔ یہی اسباب ہین کہ یہہ
امت سب امتون سے بہتر و ممتاز ہوئی۔ خطابِ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ
سے سرفراز ہوئی۔ **دوسری حکمت**۔ جب اللہ تعالی نے رات کا نور دور
فرمایا۔ اور اوسکو لباس تاریکی پہنایا تا لوگ اوسمین آرام پائین۔ اور دن کو روشن
بنایا تا اوسمین محنت کرین کمائین۔ رات غمگین ہوئی۔ بہت ہی اندوہگین ہوئی۔
جبرِ خاطر کیلئے رات مین ہی اوس ماہِ انور کو یاد کیا۔ اس طرح رات کو شاد کیا۔

تیسری حکمت۔ دن بسبب آفتاب کے رات پر فخر کرتا۔ خودی وخود سرائی کا دم بھرتا۔ کہا گیا کہ یہہ دعوی اچھا نہین۔ مخلوق کو زیبا نہین۔ اگر آفتاب دنیا سے تیرا حسن دوبالا ہی۔ تو شب مین آفتاب وجود آسمان پر طلوع ہونیوالا ہے۔

چوتھی حکمت اللہ تعالی نے آپ کو قرآن مین سِرَاجًا مُنِیرًا فرمایا۔ قاعدہ ہے چراغ رات کوہی سلگاتے ہین۔ شب مین ہی اوس سے فائدہ اٹھاتے ہین۔

شاعر نے خوب کہا ہے

اِنَّمَا زُرْتُ فِی الظَّلَامِ لِکَیْمَا	یَشْرِقُ اللَّیْلُ مِنْ اَشِعَّۃِ نُوْرِی

ترجمہ

مین رات کو کرتا ہون ملاقات جو اوس سے	مطلب یہہ ہی کچھ شب بھی مرے نور سے چمکے

پانچوین حکمت۔ اللہ تعالی نے آپ کو خلیل وحبیب بنایا اور حبیب سے خلوت رات کو ہی ہوتی ہی۔ اوسی وقت دو محب اکیجا ہوتے ہین۔ اسلئے آپ کو بھی رات کو معراج ہوا تا مقام محبت جو آپ کیلئے خاص ہے اوسکا پورا ظہور ہو جائے۔ اور منکرین محبت کا بھی شک وشبہ دور ہو جائے۔ ۵

خوان نعم نہادہ بین بہر صلائے نیم شب	دست کرم گسترده بین بہر عطائے نیم شب
وقت وصال دوستان ذنیم شب دیدم عیان	ای جسم وجان عاشقان بادا فدائے نیم شب

ہم نیم شب می آیدت از بارگاہ کبریا	بکشائے گوش ہوش اشنوند ائے نیم شب
ہر نیم شب تیر دعا بر چرخ ہفتم میزدم	ہان کارگر آمد مگر تیر دعائے نیم شب
گوید کہ ھَلْ مِنْ مُذْنِبٍ اندر کہ ھَلْ مِنْ تَائِبٍ (کوئی گنہگار ہے، کوئی توبہ کرنیوالا)	جوید کہ ھَلْ مُسْتَغْفِرٍ در انتہائے نیم شب (کوئی بخشش چاہنے والا)

چھٹی حکمت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور حقیقی ہے اور سب سے پہلے اس عالم مین جلوہ افروز ہوا ہے حدیث صحیح مین اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ آیا۔ پہر وہ آفتاب جس کا نور عاریتی ہے اس آفتاب جہانتاب کی کہان تاب لاسکتا تھا۔ جب یہہ طلوع فرمایا۔ وہ ایسا روپوش ہوا کہ منہ نہ دکہایا۔ آپ کا فقیر آپ کی شان مین عرض کرتا ہے ۵

وہ شمس حسن بڑہکر مہر سے تنویر رکہتے ہین	ہون روشن پتلیان آنکہونکی وہ تصویر رکہتے ہین
ہوئی دیکہے ہی پیدا جس طرح منظور تہا انکو	وہ اپنا حسن عالی خارج تقریر رکہتے ہین

ساتوین حکمت رات کو جو معراج ہوئی شاید امت عاشقانہ کے لحاظ سے ہوئی اگر دن کو تشریف فرمائی ہوتی صحابۂ کرام کو بہت ہی بیقراری ہوتی۔ یہہ وہ یہودی نہ ہوئے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ کر گوسالہ پرستی کرنے لگے۔ جب لڑائی کا کام پڑا تو حضرت موسیٰ سے کہدیا اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ یعنے تم تمہارا پروردگار جا کر لڑین بیشک ہم یہین بیٹھے رہین گے۔ بدر کی لڑائی مین جب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ سے استفسار فرمایا تو اس طرح عرض

کرنے لگے کہ وہ ہم لوگ نہین ہین جیسے حضرت موسیٰ سے اونکی امت نے کہا تھا ہم تو
وہ ہین کہ اگر آپ حکم فرمائیے تو آگ مین کود جائین۔ پانی مین ڈوبنے سے نہ گھبرائین۔
بہرحال آپکے ساتھ رہین گے۔ آپکا دامن نہ چھوڑینگے۔ لڑائی ہوگی تو مقتل مین ملاحظہ
فرمائیگا کہ سامنے پیچھے سیدھے بائین سبکے سب تصدق ہوتے رہین گے۔ ہماری تو
یہہ عرض ہے۔ اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا مَعَكُمْ مُقَاتِلُوْنَ۔ یعنے آپ اور
پروردگار لڑنے چلین ہم بھی بیشک آپکی ہمراہی مین لڑین گے۔ غرض یہہ کہ صحابۂ
کرام رضی اللہ عنہ کو وہ محبت تھی کہ تھوڑی سی جدائی بھی شاق ہوجاتی تھی صحیح مسلم
مین ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہم اطراف رسول مقبول صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے حاضر تھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہین تشریف فرما ہوئے
آنے مین تھوڑی دیر ہوئی۔ ہمین خوف ہوا کہ کہین ہم سے دور نکل جائین۔ اور کہین
کسی سے تکلیف نہ پہونچے۔ ہم سب گھبرا کے اٹھ کھڑے ہوگئے۔ سب سے زیادہ اور
پہلے مجھے گھبراہٹ ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دہونڈہنے نکلا کسی
انصاری کے باغ پر پہنچا۔ اوسکے اطراف پھرا کہ کہین دروازہ ملے لیکن نہ پایا۔ آخر
ایک چھوٹی نالی جو باغ مین جارہی تھی لومڑی کی طرح اوسمین سے گھس گیا اور حضور
مین رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داخل ہوا۔ سرکار نے ارشاد فرمایا ابوہریرہ

مین نے عرض کی جی ہان یارسول اللہ۔ فرمایا کیا حال ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے
سب عرض حال کیا الخ ابوہریرہ کا دروازہ نہ ملنے سے نالی کی راہ سے داخل ہونا
یہہ ایک مضطربانہ حرکت ہی سچے عاشق کی حالت ہی۔ انہین پر کیا موقوف ہے
بلال وثوبان وغیرہم رضی اللہ عنہم کا بھی یہی حال تھا کہ اگر تھوڑی دیر حضرت کو
نہ دیکھتے بیقرار ہو جاتے۔ کسی پہلو آرام نہ پاتے۔ آپ کا فقیر عرض کرتا ہے

کسی پہلو نہ ہو آرام جب تک		ہو تو یا تیسری خو یا تیری بو ہو

اور رحمت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی یہہ تقاضا نہ تھا۔ کہ دیکھتے دیکھتے
اپنے عاشقون کو چھوڑ تن تنہا چلے جاتے۔ اور اونکو اپنی جدائی مین تڑپاتے۔
اسی واسطے شب کو معراج مقرر ہوئی۔ کسی کو بھی نہ خبر ہوئی۔ ایک مثال جب حال ہی
کہ جب شفیق باپ کا ارادہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچون کے لئے ضروری سامان لائے
لیکن یہہ بھی معلوم ہے کہ اگر مین اون کے روبرو جاؤن تو وے غمگین ہون گے
اور میرے ہمراہ چلنے مستعد ہونگے۔ تو وہ پہلے اونکو سُلادیکر آہستہ سے نکل جاتا ہے
پھر اونکا ضروری سامان لیکر جلدی سے واپس آتا ہے۔ کہ وہ سوتے ہی رہتے ہین
معراج مین بھی حضرت کا راتون رات جانا۔ نماز وتحفے امت کے لئے لانا اچھی
تمثیل ہے۔ کیا خوب تشبیہہ ہی

چو پوشید از کرامت خلعتِ خاص بیامد باز پس با گنج اخلاص

خلایق را برا ہِ شادی آورد ز دوزخ نامۂ آزادی آورد

(مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) مسجدِ حرام سے یا مسجد بعینہ یعنے نفسِ مسجد مراد لی جاوے جیسے متفق علیہ حدیث مین ہے۔ یا کُل حَرَم مقصود ہو۔ جس مین حضرت امِّ ہانی کا مکان بھی داخل ہوجاتا ہے جیسے نسائی وغیرہ مین اوسی مکان کا ذکر ہے۔ اب رہا کُل حَرَم کو مسجدِ حرام کہنا یا حقیقتِ لغوی ہے یعنی کل حرم محلِ سجود ہے اور حرام یعنے محترم ہے۔ حِل مین داخل نہین۔ یا مجاز بسبب علاقہ مجاورت حسیہ اور احاطہ کے ہے۔ اور حَرَم کو مسجد حرام کہنے مین یہہ **نکتہ** ہے کہ جیسے منتہا مسجد ہے اسی طرح مبدا بھی مسجد ہو۔ تاکہ مناسبت دونون مین پوری طور سے ہوجاوے۔

اب رہا اون دونون روایتونکی **تطبیق** جو ایک مین کعبہ اور ایک مین مکان ہے یون ہے کہ امِّ ہانی رضی اللہ عنہا کے مکان سے کعبہ مین لیگئے پھر وہان سے معراج ہوئی اور بعضے روایتون مین جو میرا مکان آیا ہے تو اضافت ادنیٰ ملابست سے ہوسکتی ہے کیونکہ بی بی امِّ ہانی کے مکان مین آپ رات کو آرام فرماتے تھے اسلئے اپنا مکان فرمایا اور بعضون نے یون تطبیق دی ہے کہ معراج دوبار ہوئی۔ بعثت و نبوت سے پہلے خواب مین ایکبار اور بعدِ نبوت جسمِ مبارک سے بیداری مین دوسرے مرتبہ۔ کیونکہ

انبیا کے خواب سپیدیِ صبح کے طرح بعینہ سامنے آتے ہین۔ اور گویا اوس معراجِ
جسمانی کا یہہ معراجِ روحانی مقدمہ ہوئی۔ اور دربارِ قُدس مین حاضر ہونیکے لئے
طریقۂ تعلیم بنائی گئی۔ مسجدِ حرام و مکہ معظمہ کے فضائل انشاءاللہ پہر بیان کئے جائینگے
لیکن اتنا سمجہنا بہی کافی ہی کہ اسکے بنانے کا جو حکم کیا ہے وہ ربِ جلیل ہی۔ مُہندس
جبرئیل ہے۔ بنانیوالے خلیل ہین۔ شاگرد و مددگار اسمٰعیل ہین علیہم السلام۔
(اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا) یعنے بیت المقدس تک۔ اَقْصٰی اَبْعَدْ یعنے وہ
مسجد بہ نسبت حجاز والون کے بہت ہی دور ہے۔ معراج مکہ سے سیدہا آسمان پر
نہ ہوکر بیت المقدس سے جو جانا ٹہیرا اوسمین یہہ **حکمت** تہی کہ رسولِ مقبول
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دونو قبلون کو اوس رات مین جمع فرمالین۔ اور یہہ بہی
حکمت تہی کہ پہلے انبیا علیہم السلام کا بیت المقدس دارِ ہجرت تہا۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بہی اسلئے اوس طرف سفر فرمایا کہ تا متفرق فضائل
سب آپکی ذاتِ پاک مین جمع ہوجائین۔ اور یہہ بہی **حکمت** تہی کہ وہ زمین محشر ہے
وہین حشر ہوگا۔ اور اوس رات کی اکثر باتین ایسی تہین کہ جو احوالِ آخرت سے مناسبت
رکہتی تہین تو معراج بہی ایسی ہی جائے سے ہونا بہت ہی انسب و اولیٰ ہوا۔
اور یہہ بہی **حکمت** تہی کہ دوسرے کے مسجد و مکان مین متولیِ مسجد و صاحبِ مکان

ہی امامت کا مستحق ہوتا ہے لیکن جب پادشاہ آجاے تو کسی کی تولیت اور کسیکی
حکومت بھی اوس وقت کام نہین دیتی - اسیواسطے اللہ تعالی کو سید المرسلین
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ پوری طور سے ظاہر کرنا منظور تھا اونہین کی مسجد مین
اونہین کے مقام مین لیجا کر سب کو مقتدی اور آپ کو سب کا امام بنا دیا - رباعی

اے ہر دو جہان نثارِ خاکِ پایت	گردون نرسد بقدرِ عالی رایت
یک لحظہ گذر بسوے درویشان کن	تا از دل وو ز دیدہ لبا زم جایت

اور یہہ بھی **حکمت** تھی کہ مخالفین پر حق ظاہر ہو جاے - کیونکہ اونکو خوب
معلوم تھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المقدس کو نہین تشریف لیگئے
اور وہ تو خود دیکھے ہوے تھے اسیواسطے وہان کے جزئیات محراب دروازے
پوچھنے لگے - جب رسول کریم علیہ الصلواۃ والتسلیم اونکو خبر دینے لگے تو سمجھ گئے
کہ وہان کی سیر کرادی گئی ہے اور جب بعض کی تصحیح ہو چکی تو کُل کا ثبوت بھی لازم
ہو گیا - یعنے جب مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک کی سیر ثابت ہو گئی جو ایک شب مین
طاقتِ بشری سے خارج ہی تو یہہ اعجاز ہوا - پھر صاحبِ اعجاز جو نبی ہوتا ہے اوسکی
ساری باتین ضرور ہی ماننا پڑیگا گو وہ فوق الفطرت ہون یا خرقِ عادت ہے - اصل یہ ہے
کہ جیسی خدا کی ذات سمجھ سے باہر اور عقل سے پرے ہی اسی طرح اوس کے افعال بھی

کسی کے احاطۂ عقل مین نہین آسکتے - قوانین قدرت پوری طور سے کسی کو بھی نہین
معلوم اب دیکھتے جاؤ کہ پہلے کے فلاسفہ اور حکما جو قاعدے ٹھیرا کے قانون بنا گئے
آج اون پر مضحکہ اورہی ہو رہی ہے - اسی طرح زمانہ رنگ بدلتے ہی جا رہا ہے -
کل دوسرے لوگ آتے ہین انکی غلطیان نکالتے ہین اور ان پر ہنستے ہین -
وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ کا قاعدہ کبھی نہ ٹوٹا ہے نہ ٹوٹیگا - یون تو
ہر ایک آدمی اپنی جزوی اور ناقص عقل سے سمجھ لیتا ہے کہ مجھے سب کچھ معلوم ہے
لیکن اوس کیڑے سے اوسکی عقل کچھ زیادہ نہین ہو سکتی جو پتھر مین رہکر سب کچھ
اوسمین سمجھتا ہے

چو آن کرمے کہ در سنگے نہان است	زمین و آسمان او ہمان است

جیسا کہ آج کل کم عقلی سے انبیا کے معجزونکا انکار ہو رہا ہے حتی کہ کسی[۱] نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم لطیف کو اپنے پر قیاس کرکے جسم کثیف کہا کسی[۲] نے

[۱] مرزا قادیانی کی کتاب ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۴۷ مین ہے کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے سات نہین تھی بلکہ وہ نہایت اعلی درجہ کا کشف تھا اور اس قسم کے کشفون مین مولف خود صاحب تجربہ ہے ۱۲

[۲] مرزا حیرت مقدمۂ تفسیر الفرقان صفحہ ۳۴ گھوڑا آسمان پر اڑانے لگے یہ باتین نہ صرف مجنونانہ خیالات ہین بلکہ اوسکی سخت توہین کے باعث ہین جس کی ذات سے ان واقعات کی نسبت دیجاتی ہے خدائے تعالی نبی کو اس لیے مبعوث نہین کرتا کہ وہ اوس کے قانون قدرت کو ہمیشہ بدلا کرے - صفحہ ۴۴ اور اخیر آئی پوشیدہ قوت کا نام ہے جسے خالق حقیقی رکھا ہے ۱۲

سبحان اللہ حیرت ہی حیرت ہے جب قوت کو خدا بنایا اب نبی سے معجزہ کیسے ظاہر ہوگا یہہ خدا اور یہہ نبی اور یہہ اسلام انہین کو مبارک نعوذ باللہ من ذلک ۱۲

مجنونانہ خیالات کہا لیکن ان لوگون نے اس آیت کا بھی نہ خیال کیا اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ یعنے جو اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہین بیشک خدا کی لعنت اون پر دنیا و آخرت مین حضرت نظامی کس ادب سے عرض کرتے ہین ؎

تن او کہ صافی تر از جان ماست	بیک لحظہ گر آمد و شد بجاست

تفسیر ابن کثیر مین حافظ عمر بن دحیہ سے منقول ہے فَحَدِیْثُ الْاِسْرَاءِ اَجْمَعَ عَلَیْہِ الْمُسْلِمُوْنَ وَاَعْرَضَ عَنْہُ الزَّنَادِقَۃُ وَالْمُلْحِدُوْنَ۔ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِؤُا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاہِہِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ۔ یعنے حدیث اسرا پر مسلمانون کا اجماع ہے۔ اور زندیق و ملحد اسکے منکر ہین چاہتے ہین کہ اپنے منہ سے اللہ کے نور کو بجھائین۔ اللہ اپنے نور کو پورا کریگا اگرچہ کافر انکار کرین امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر مین فرماتے ہین کہ جو شخص یہہ کہتا ہے کہ جسم کثیف اس عالم سے عرش کے اوپر نہین جا سکتا تو وہ اسکا بھی انکار کرتا ہوگا کہ جسم لطیف فوق عرش سے اس عالم مین کیسے آئیگا الغرض جو ایک رات مین معراج محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ممتنع کہتا ہے تو نزول جبریل علیہ السلام جو ایک لحظے مین عرش سے مکہ مین ہوتا تھا اوسکو بھی ممتنع کہیگا۔ اگر بفرض محال اسکو مان لیا جائے تو کسی نبی کی نبوت

نہ ثابت ہوگی جب اصل نبوت ہی ثابت نہ ہوئی تو معراج کا ثبوت کہاں جو
فرع ہے یہی سبب ہے کہ جو حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی معراج کا منکر ہے وہ جبرئیل[سلہ]
کے نیچے اترنے کا اور اون کے نزول کا بھی منکر ہے۔ اور مسلمان تو اس بات
کے قایل ہین کہ جبرئیل علیہ السلام کو جسم ہے اور اون کے نزول کے یہہ معنی ہین کہ
عالمِ افلاک یعنی آسمانون پر سے مکہ معظمہ مین آتے تھے۔ جب یہہ بات ثابت ہوگئی
اب پورا الزام ہوچکا یعنے جب انکارِ نزولِ جبرئیل علیہ السلام باطل ہے تو انکارِ
معراج بھی باطل ہوا اور معراج مین اس حد تک جو سریع حرکت ہوئی وہ فی نفسہ
ممکن ہے جس پر یہہ چند وجوہ دلالت کرتے ہین پہلی وجہ فلکِ اعظم پہلی رات
سے آخر رات تک اسقدر حرکت کرتا ہے جو نصفِ دور کے قریب ہوتا ہے
اور ہندسے مین یہہ بات ثابت ہوگئی کہ قطر ہر شے مدوّر کا مسافتِ دوران کی ثلث سے
تقریباً کچھ اوپر تیسرا حصہ ہوتا ہے تو اب لازم ہوا کہ نسبت نصفِ قطر کی نصفِ دور سے

سلہ مرزا حیرت مقدمۂ تفسیر الفرقان صفحہ ۱۵۳ کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ کبھی تو روح القدس افق پر اپنے بڑے بڑے پرون سے دکھائی دیتے تھے اور اس صورت مین پیغام باری تعالی پہنچاتے تھے کبھی دحیہ کلبی کی صورت مین نمودار ہوتے تھے کبھی نور بن کے آنکھون کے سامنے چلانے لگتے تھے یہہ ساری باتین تراشی ہوئی ہین الخ
مرزا قادیانی توضیح مرام۔ جبرئیل کبھی اپنے ہیڈ کوارٹر اور روشن نیر سے جدا نہین ہوا۔ خدا اور بندہ کی محبت نر و مادہ سے جو تیسری چیز پیدا ہوتی ہے اوس کا نام روح القدس روح امین شدید القوی ہے الخ۔ نعوذ باللہ من ذلک

سید غوث محی الدین حسینی نصیر الحق

حسینی منزل 16-3-246
چنچل گوڑہ حیدرآباد 500024

وہی ہوگی۔ اور تخمیناً جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارتفاع مکہ معظمہ سے فلک اعظم پر ہوا تو آپکی حرکت نصف قطر کے موافق ہوتی ہے۔ پس اس قدر زمانے مین جب حرکت نصف دور کی حاصل ہوتی ہو تو وہ حرکت جو بمقدار نصف قطر کے ہو بطریق اولی ممکن ہوگی تو یہہ برہان قاطع ہو اس بات پر کہ مکہ سے مافوق العرش بلند ہونا باندازۂ ثلث شب فی نفسہ امر ممکن ہے پھر پوری رات مین تو بطریق اولے امکان ہوسکتا ہے۔ **دوسری وجہ**۔ ہندسے مین ثابت ہوگیا کہ قرص شمس کرۂ زمین سے ایک سو سات اور کچھ درجہ بڑہا ہوا ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہین کہ تھوڑی دیر مین قرص طلوع ہوجاتا ہے۔ یہہ دلیل ہو کہ حرکت کی سرعت اس حد کو تک ہونا فی نفسہ ممکن ہے **تیسری وجہ** نزولِ جبریل علیہ السلام کی ہو جسکو فقیر نے اوپر ذکر کیا **چوتھی وجہ**۔ اکثر اہل مذہب وجودِ ابلیس کو مانتے ہین اور القاء وسوسے کے قائل ہین۔ اور اوسکا مشرق سے مغرب تک القاءِ وسوسے کیلئے منتقل ہونا اسکو بھی تسلیم کرتے ہین۔ جب اس فوری حرکت کو ابلیس کے لئے مانتے ہین تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ثابت کرنا تو بہت ہی اولی و انسب ہے ذ فقیر کہتا ہے کہ بعضے خبیثون کو خبیث روحون سے محبت ہوتی ہے بفرمان اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ تو اس تصرف اور قوت و علم کو مانتے ہین لیکن ارواح طیبہ کے

[illegible] زمین [illegible] ۱۲

ف مولوی گنگوہی براہین قاطعہ کے صفحہ ۴۷ مین لکھا شیطان کو یہہ وسعت نص سے ثابت ہوئی ہی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہو الخ جسکو اس کا رد دیکھنا منظور ہو وہ مولانا مولوی احمد رضا خانصاحب کے تصنیفات دیکھے ۱۲

چونکہ انکے ہمجنس نہ ہونے سے ایسے تصرف وعلم کو کفر وشرک بتلاتے ہین)۔
پانچوین وجہ حضرت سلیمان کو ہوا دور تک تھوڑی دیر مین لیجاتی۔ چنانچہ صفت سیر مین سلیمان علیہ السلام کے قرآن مین مذکور ہے۔ وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّھَا شَھْرٌ وَّرَوَاحُھَا شَھْرٌ۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہین اور یہہ بات محسوس ہے کہ جب شدت ہوا کی ہوتی ہے اور زور سے چلتی ہے تو ایک آن مین ہوا یہان سے وہان دور دور تک نکل جاتی ہے معلوم ہوا کہ یہہ فوری حرکت فی نفسہ ممکن ہے
چھٹی وجہ قرآن مین مذکور ہے کہ جسکے پاس علم کتاب تھا ایک پلک مارنے مین عرش بلقیس کو یمن سے شام کو لاکر پہنچادیا۔ اللہ تعالی فرماتا ہے قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتَابِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ جب یہہ بعض کے لحاظ سے ممکن ہوا تو فی نفسہ بھی اوسکا ممکن الوجود ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ یہہ بات دلائل قطعیہ سے ثابت ہوچکی کہ اجسام اپنے تمام ماہیت مین متماثلہ ہین۔ پس ایسی حرکت جب بعضے اجسام مین ممکن ہے تو تمام اجسام مین بھی اوسکا ہونا ممکن ہے۔ جب یہہ ثابت ہوگیا تو اس کا ثبوت کہ خالق عالم ہر ممکنات پر قادر ہے بدلائل ثابت ہے اور یہہ بھی ثابت ہوچکا کہ یہہ سریع حرکت کا جسم محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہونا ممکن ہے تو ضرور ہوا کہ اللہ تعالی اوسپر بھی قادر ہے

یعنی ہم نے سلیمان کے لئے مسخر کر دیا ہوا کو اوسکی اول روز کی سیر ایک ماہ کی تھی اور آخری روز بھی ایک ماہ کی ۱۲

جب یہہ سب مقدمات ایک جا ہو جائین تو لازمی طور سے ماننا پڑیگا کہ اس معراج کا ثبوت فی نفسہ امر ممکن الوجود ہے۔ رہی یہہ بات کہ تعجب کا ہونا یہہ کوئی اس قصہ معراج پر ہی منحصر نہین بلکہ سارے معجزات مین تعجب ہوا کرتا ہے۔ عصا کا اژدہا ہوکر ہزار ہا رسیون اور عصاؤنکا نگل جانا پھر اپنی پہلی چھوٹی حالت پر عود کرنا امر عجیب ہی ہے۔ ایک بڑی اونٹنی کا سخت پہاڑ مین سے نکل آنا۔ یا بڑے پہاڑ کا ہوا مین معلق ہوکر لوگون پر سایہ افگن ہونا (جو معجزے قرآن مین مذکور ہین) یہہ سب تعجب خیز امور ہین۔ اگر مجرد تعجب سے انکار لازم آئیگا۔ تو معجزات کا ثبوت قطعی طور سے باطل ہو جائیگا۔ اور جو معجزات سے انکار کریگا۔ پہر اوسکو اصل نبوت کا ماننا بھی مشکل پڑیگا الخ۔ کیونکہ معجزہ کے باعث نبی اور غیر نبی مین فرق ہوتا ہے۔ دعوی نبوت کے سات خرق عادت دکہانا سب پر ثابت کردیتا ہے کہ یہہ بیشک نبی ہین۔ اللہ کی عادت یون جاری ہوئی ہے کہ جو نبوت کا جھوٹا دعوی کرے اوسکو خرق عادت نہین عطا فرماتا۔ یہی سبب ہے کہ آج کل کے دہریئے جب معجزات کو نہین مانتے ہین تو ہر[لہ] ایک کیلئے وحی اور

لہ سید احمد خان تفسیر القرآن صفحہ ۲۸ جس مین اخلاق انسانی کی تعلیم و تربیت کا ملکہ بمقتضائے اوسکی فطرت کے خدا سے عنایت ہوتا ہے وہ پیغمبر کہلاتا ہے۔ تہذیب الاخلاق مطبوعہ علیگڈہ۔ دیانند سرستی۔ بابو کیشب چند بنگالی بھی نبی ہین ۱۲۔

نبوت کا منصب مقرر کر دیتے ہین۔ اسی باعث نبی کے معنی رفامر مُصلحِ قوم کے
کئے جاتے ہین اگر سچ پوچھئے تو اس سے بڑہکر نبی کی اور کیا توہین ہو سکتی ہے
کہ اگر ایک ہندو بھی مصلح قوم ہو جائے تو وہ بھی ان جدید مسلمانون کے پاس
نبی ہے۔ افسوس ہے کہ غیر قوم سے وہ صدمہ اسلام کو نہین پہنچا جو کچھ اُنسے
پہنچا اور پہنچ رہا ہے۔ ہان ترقی قوم کے یہی معنی ہین کیونکہ اب قوم کی وہ ترقی
ہوئی کہ سب ہندو بھی مسلمان ہو گئے۔ اور ایک جامع تعریف سب کو شامل
ہو گئی۔ نئے مسلمانو اب بھی وقت باقی ہے اپنے سلف اور آبارِ صالح کے
عقیدے کے طرف عَود کرو۔ اور جیسے اپنے پیارے نبی کی روح مبارک کو رنج
پہنچائے ہو اوسی طرح اونکو خوش کرو۔ کیا تم یہہ سمجھتے ہو کہ رسول مقبول علیہ السلام کو اس
تکلیف نہین پہنچی۔ اور وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ
کی وعید تم پر صادق نہین آئی۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یون فرمان ہے کہ ہم سب نبی
علاتی بہائی ہین۔ کیا تمہارے اسلام کا یہہ تقاضا ہے کہ ہر ایک دنی آدمی بھی
تمہارے نبیِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علاتی بہائی بن جائے۔ اور قرآن مین جو
تعظیم و تکریم نبیون کیلئے مقرر ہوئی ہے وہ بھی اوسکا مستحق ہو جائے ہزار افسوس
کہ اب بھی تم نہین سمجھتے تم اوسوقت سمجھوگے کہ ایک ڈھیٹر کو تمہارے بازو کہڑا کر کے

کہا جائے کہ تم اور دہیر برابر نظر آتے ہین ۔ اوسوقت تم سوچو کہ تمہارے دل کو
ایذا پہنچتی ہے یا نہین ۔ کہنے والا شخص تمہارے پاس دشمن ٹھہرتا ہے یا نہین ۔
پہر تم اپنی عزت کا خیال کرکے اوسکو دشمن بناتے ہو تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی عزت کو تم اپنی عزت سے بھی کم ٹھہراتے ہو ۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے ۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی
بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ یعنے نبی تو اونکی جانون سے بھی بڑھکر ہے ۔ اور خود سرکار
بھی فرماتے ہین ۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ
وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ حدیث ہے ۔ یعنے تم مومن نہوگے جب تک
مجھے اپنے آباؤ و اولاد اور سب لوگون سے بڑھکر نہ چاہوگے ۔ اس فرمانے پر بھی
تم غور نہین کرتے ہو ۔ اور ظاہری دنیا پر مرتے ہو ۔ اب قریب وہ دن آئیگا ۔
اور تم کو معلوم ہو جائیگا ۔ کہ اوس نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسی عزت و شان ہوگی ۔ جسمین عقل حیران
ہوگی ۔ جب اوس تجمل سے قیامت مین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری آئیگی ۔ اب کس کی خرابی
آئیگی ۔ اونکے چاہنے والے اور ان پر ایمان لانیوالے بے فکری سے اونکے ہمراہ
آیت ۔ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ اسپر گواہ ۔ دیکھو
کہین ایسا نہ ہو کہ علاقۂ ایمانی ٹوٹ جائے ۔ اور وہ مبارک دامن ہات سے
چھوٹ جائے ۔ مولانا روم مثنوی مین فرماتے ہین ۔

گفت پیغمبر شمارا اے مہان	چون پدر ہستم شفیق و مہربان
لاجرم کہ جملہ اجزاے منید	جزو را از کُل چرا بر می کنید
جزو از کُل قطع شد بیکار شد	عضو از تن قطع شد مردار شد
تا نہ پیوندد بکُل بارِ دگر	مردہ بودش نے بود از جان خبر

آیت (۱) اَلَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ

ایسی مسجد کہ ہمنے گرداگرد اوسکے برکت دی ہے تاکہ ہم اونکو اپنی قدرت کے نمونے دکھلائین۔ البتہ وہ دیکھنے والا سننے والا ہے۔ اور برکت سے عام برکت مراد ہے دینی اور دنیوی کیونکہ وہ مہبطِ وحی اور معبدِ انبیا علیہم السلام ہے۔ اور انہار و اشجار بھی کثرت سے ہین۔ حضرت داوٗد علیہ السلام نے اسکی بنا ڈالی اور سلیمان علیہ السلام نے پورا کیا۔ بعضے کہتے ہین کہ کعبہ کے بعد چالیس سال کے آدم علیہ السلام نے بنایا ہے۔ اسکی فضیلت مین یہہ صحیح حدیث ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین۔ کہ سلیمان علیہ السلام نے بعد بنانے بیت المقدس کے یہہ بھی دعا کی تھی کہ جو شخص اپنے گھر سے صرف مسجد بیت المقدس مین نماز پڑھنے کی نیت سے نکلے تو گویا گناہ سے وہ ایسا علیحدہ ہو جائیگا جیسے اوسکی مان نے اوسکو ابھی جنا ہے پھر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہمین امید ہے کہ یہہ بھی اللہ تعالی نے

اسے امام احمد اور نسائی اور ابن ماجہ اور حاکم نے ... اور بیہقی نے شعب الایمان مین روایت کیا ...

اونکو دیا ہوگا مخصوصاً (لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا) غیبت سے تکلم کے طرف التفات
فرمایا یعنے اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ سے صیغہ تکلم بَارَكْنَا وغیرہ کے طرف رجوع فرمایا جسمین برکات
وآیات کی تعظیم کے طرف اشارہ ہے یعنے ہم نے برکت دی ہمنے نشانیان
دکہلائین تو عظیم کا فعل بہی عظیم ہے اور اسمین آسمانون پر بہی جانیکا اشارہ ہے
کیونکہ بڑے بڑے نشانیان اور ظاہر معجزات آسمانون پر ہی دیکہنے مین آئے
اور بیت المقدس کو جو ایک مہینہ یا چالیس دن کا راستہ ہے ایک تہوڑی شب
مین پہنچ جانا یہہ بہی اوسمین کی ایک نشانی ہے۔ معراج مین جو تشریف فرمائی
ہوئی بہت سی حکمتین اس سیر مین ہین۔ **پہلی حکمت** قضاءِ الٰہی یون جاری
ہوچکی تہی کہ قیامت کے روز سب کے بشارت دینے والے سب کے خطیب
سب کے بشیر و امام سب سے پہلے شفاعت مین زبان کہولنے والے آپ ہی ہونگے
اور اوس دن کی ہیبت کیا کہنا۔ ہر ایک کو اپنی سوجہے گی۔ کسی کو کسی کی خبر
نہ ہوگی اسیواسطے ہمارے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عجائب غرائب
ملکوت دکہلائے گئے۔ درجاتِ بہشت و درکاتِ دوزخ مشاہدہ مین لائے گئے
تا روزِ قیامت کسی طرح کی دہشت نہو۔ کوئی قسم کی وحشت نہو۔ یہی سبب ہوگا کہ
جو دوسرے لوگ یکایک دیکہینگے نفسی نفسی کہہ اٹہینگے۔ ہمارے مولا صلی اللہ علیہ وسلم تو پہلے ہی

دیکھہ آئے ہین اُمَّتِی اُمَّتِی فرمائین گے۔ کچھہ بھی نہ گھبرائین گے۔ **دوسری حکمت** یہہ ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سب کو جنت کا شوق دلاتے تھے۔ اور اللہ پاک کے دیدار کا وعدہ فرماتے تھے۔ تو خود جو شخص دیکھا ہو وہ دوسرے کو پوری طور سے کس طرح تحریص دلائیگا حدیث ہے لَیْسَ الْخَبَرُ کَالْمُعَایَنَۃِ۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ دیکھنے سننے مین بڑا فرق ہے تو اب جو کچھہ آپنے فرمایا معاینہ کر کے فرمایا **تیسری حکمت** یہہ کہ حبیب کو تمام باتون کی اطلاع ہونی چاہیے بادشاہانِ مجازی جب کسی کو اپنا محبوب بناتے ہین۔ تو خزانے اور دفینے سب کی اوسکو اطلاع دیتے ہین۔ اسیواسطے صحیح مسلم مین ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین اِنَّ اللہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا یعنے اللہ نے میرے لئے زمین کو اکٹھا کر دیا۔ مین نے اوسکے مشارق و مغارب سب کو دیکھہ لیا۔ پھر عالمِ ملکوت اور آسمانون پر تشریف فرمائی ہوئی اور بزرگی کی کنجیان آپ کے تفویض کئے گئین **چوتھی حکمت** وہان یاد فرما کے بے واسطہ کسی کے امت کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تفویض فرمایا کہ جس سے اشارہ ہی کہ دینے والے کو دیکھو اور جو چیز دی گئی بلحاظ مُعطی کے اوسکا بھی خیال رکھو۔ یہی باعث ہوگا جو قیامت مین

دینے والا

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمّتی اُمّتی فرمائین گے گویا حضرت کا یون
معروضہ ہے کہ تو نے بمقام قرب مین جو شے عنایت فرمائی تھی یہی امت ہے اگر انکو
بھول جاؤن تو تیری عطا کی حقارت ہوتی ہے مین کسی وقت بھی تیری عنایت کردہ
شے کو نہ فراموش کرونگا **پانچوین حکمت** یہہ ہے کہ فاضل ترین وحی سے مشرف
فرمایا کیونکہ افضل اقسام وحی یہہ ہے کہ بے واسطہ جبرئیل علیہ السلام ملک جلیل جل جلالہ
سے گفت وشنید وبے پردہ دید ہو۔ بعضے عارف کہتے ہین کہ حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کا قلب مبارک سب سے زیادہ جمال الٰہی کا مشتاق تھا۔ اگر آپ سے
بھی وہی وعدۂ فردائے قیامت کیا جاتا تو آپ کو اسکی تاب ہوتی یہی باعث تھا
کہ دنیا مین ہی اس دولت عظمی سے سرفرازی ہوئی ہ

اَلصَّبرُ یُحمَدُ فِی المَوَاطِنِ کُلِّهَا		اِلَّا عَلَیكَ فَاِنَّهُ لَا یُحمَدُ

ترجمہ

صبر کرنا تو ہر اک جائے پہ اچھا ہی جناب		آپ سے جو کہ کرے صبر وہ ہے صبر خراب

چھٹی حکمت یہہ ہے کہ مشرک ویہود سے طرح طرح کی تکلیفات آپکو پہنچے۔
خداوند عالم نے وہ بار غبار کو دفع فرمانے کے لئے اپنی فرشتۂ خاص کے ہمراہ
سواری بھجوا کے اوس عظمت وشان سے حرم سرائے خاص مین طلب فرمایا کہ

تمام عالم زیر قدوم میمنت لزوم نظر آیا۔ ہر چیز کو آپ سے عزت ہوئی۔ کسی سے
آپنے رتبہ نہ پایا۔ یہی سبب تھا کہ جب آپ اپنے مراتب کو اظہار فرماتے تو اوسکے
بعد یون فرماتے وَلَا فَخْرَ یعنے مجھے ان چیزون سے فخر نہین۔ مجھے تو اوس پر
ناز ہے۔ جو رفیق اعلیٰ بے نیاز ہے۔ اصل یہہ نکتہ ہے کہ مُنعم کے چاہنے والے
دو قسم کے ہین ایک بلحاظ نعمت کے جیسے بنی اسرائیل اسی سبب اونکو ارشاد ہوتا
ہے۔ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ یعنے اے بنی اسرائیل
میری نعمتون کو یاد کرو۔ اور دوسرے ذات منعم کو چاہتے ہین خواہ وہ نعمت دے
یا نہ دے۔ جیسے یہہ امت مرحومہ اس لئے انکو مخاطب ہوکے فرماتا ہے فَاذْکُرُوْنِیْٓ
اَذْکُرْکُمْ۔ یعنے تم مجھے یاد کرو مین تمکو یاد کرتا ہون **قطعہ**

نہ جنت جویم و نے حور و نے انہار می خواہم	بتو ارزانی اے زاہد ہمہ۔ من یار می خواہم
شہان مملکت فردوس را بادے بدست آرند	کہ من درویش عالی ہمتم دیدار می خواہم

وَاِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ) اس ضمیر مین دونو احتمال ہین یعنے اللہ تعالیٰ شنوا و بینا ہے
یا یہہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سنتے دیکھتے ہین۔ علامہ طیبی نے ابو البقا سے
اسکو نقل کیا کہ ایسے وقت مین عبد کے طرف ضمیر پھرتی ہے۔ معنی یون ہون گے
تا کہ ہم نے اونکو اپنی نشانیان دکھلائین وہ تو سننے اور دیکھنے والے ہین اس فقیر کو

یہہ ربط[1] نہایت ہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔ دکہائیو الاکبریٰ۔ دیکہنے والے مصطفیٰ جیسے وَالنَّجْمِ مین بصر مبارک کی تعریف بیان ہوئی مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ یہان بھی قصۂ معراج مین آپ کو سمیع و بصیر فرمایا۔ علامہ خفاجی حاشیہ بیضاوی مین تحریر فرماتے ہین وَلَعَلَّ السِّرَّ فِیْ مَجِیْئِ الضَّمِیْرِ مُحْتَمِلًا لِلْاَمْرَیْنِ الْاِشَارَۃُ اِلٰی اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رَاٰی رَبَّہٗ کَمَا فِیْ حَدِیْثِ کُنْتُ سَمْعَہٗ وَبَصَرَہٗ فَافْہَمْ تَسْمَعُ وَتُبْصِرُ۔ تفسیر حسینی مین بحر الحقایق سے لکھا ہے کہ ہمنے اونکو وہ نشانیان دکہائین جو ہمارے جلال و جمال کے ساتھ مخصوص تھے۔ وہی تو ہماری سماعت سے سننے والے ہین۔ وہی تو ہماری بصارت سے دیکہنے والے ہین نفحات الانس مین مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اون چیزون کے سننے والے تھے جس سے اونکو خطاب کیا گیا اور اون چیزون کے دیکہنے والے تھے جو اونکو دکہائی گئین الخ غرض یہہ کہ سمیع و بصیر کا اطلاق غیر خدا پر جایز ہے ممتنع نہین پہر خصوص ایسی ذات پر جنکو اپنی متعدد نام اللہ تعالی نے عنایت فرمائے ہون کہین نور و حق فرمایا کبھی رؤف و رحیم کرکے پکارا خود سرکار عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی سماعت و بصارت کی خبر دیتے ہین اِنِّیْ اَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا

[1] مولوی نذیر احمد نے اپنے ترجمہ مین بہت ہی محذوفات نکالے ہین اور حاشیہ پر لکہا کہ اس آیت مین اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ کا تعلق غور طلب ہی الخ۔ لیکن بعد غور بھی یہہ مضمون سے انکار ہی رہا۔ خدا سب مسلمانون کو حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت دے

تَرَوْنَ یعنے مین وہ چیزین دیکھتا ہون جو تم نہین دیکھتے اور وہ چیزین سنتا ہون جو تم نہین سنتے
صحیح بخاری مین ہے وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا
وَلَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا یعنے جو مین جانتا ہون اگر تم بھی جانتے بہت ہی روتے اور کم ہنستے
بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا باادب حضور مین عرض کرتی تھین تَرٰی مَا لَا نَرٰی یعنے جو
چیزین آپ ملاحظہ فرماتے ہین ہم نہین دیکھ سکتے مشکوۃ مین ابوداؤد سے مروی ہے اِسْتَوُوْا
اِسْتَوُوْا اِسْتَوُوْا فَوَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ اِنِّی لَاَرَاکُمْ مِنْ خَلْفِی کَمَا اَرَاکُمْ
مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ متفق علیہ حدیث اس طرح مذکور ہے قَالَ اَتِمُّوا الصُّفُوْفَ فَاِنِّی
اَرَاکُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَہْرِی اور بھی مشکوۃ باب رکوع فصل اول مین ہے عَنْ اَنَسٍ قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقِیْمُوا الرُّکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَاللّٰہِ اِنِّی
لَاَرَاکُمْ مِنْ بَعْدِی متفق علیہ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکوع و سجدہ
پوری طور سے کیا کرو اللہ کی قسم کہ بیشک مین تمکو میرے بعد بھی دیکھتا ہون ظاہرا تو پیچھے
دیکھتا ہون معنی لئے گئے ہین اور اگر ان حدیثون سے ملا کر دیکھیے تو کوئی شبہ باقی نہین رہتا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی ہمارے حالات سے مطلع ہین ابن سعد وغیرہ سے
مروی ہے (راوی ہین) کہ آپنے فرمایا تُعْرَضُ عَلَیَّ اَعْمَالُکُمْ فَاِنْ رَاَیْتُ خَیْرًا حَمِدْتُ اللّٰہَ وَ
اِنْ رَاَیْتُ شَرًّا اِسْتَغْفَرْتُ لَکُمْ یعنے تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوتے ہین اگر بہتر

دیکھتا ہون تو اللہ کی حمد کرتا ہون اور اگر برے دیکھتا ہون تمہارے لئے بخشش چاہتا
ہون۔ اور جب عام اموات پر زندون کے عمل پیش ہوتے ہین پس انبیا علیہم السلام زندہ ہین خصوص
سید الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم مین کسی طرح چون وچرا کی گنجایش نہین ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی شرح صدور
مین امام احمد اور امام بیہقی وغیرہ وغیرہ سے روایت کرتے ہین۔ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ
صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَعْمَالَکُمْ تُعْرَضُ عَلٰی اَقَارِبِکُمْ وَعَشَائِرِکُمْ مِنَ الْاَمْوَاتِ
فَاِنْ کَانَ خَیْرًا اِسْتَبْشَرُوْا وَاِنْ کَانَ غَیْرَ ذٰلِکَ قَالُوا اللّٰھُمَّ لَا تُمِتْھُمْ
حَتّٰی تَھْدِیَھُمْ کَمَا ھَدَیْتَنَا یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین کہ تمہارے
اعمال تمہارے کنبے والے قرابتدارون پر جو مردے ہین پیش ہوتے ہین اگر عمل تمہارے
اچھے ہون تو وہ خوش ہوتے ہین اور اگر دوسری قسم کے ہون تو یون دعا کرتے ہین کہ
یا اللہ تو اونکو موت نہ دے یہانتک کہ تو اُن کو ہدایت دے جیسا کہ تو نے ہمکو ہدایت دی
صحیحین کی ایک روایت کے یہہ الفاظ ہین۔ ھَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ ھٰھُنَا فَوَاللّٰہِ
مَا یَخْفٰی عَلَیَّ خُشُوْعُکُمْ وَلَا رُکُوْعُکُمْ الخ یعنے تم سمجھتے ہو کہ قبلے کے طرف میرا رخ ہے
اللہ کی قسم نہ تمہارا خشوع مجھپر پوشیدہ ہی نہ رکوع۔ یہان خشوع کا بھی ذکر ہے جو قلبی حالت ہے
حضرت تو سید الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم ہین لیکن جسکو آپ مین فنائیت تامہ حاصل کی وہی قول اُنسے بھی
صادر ہوا۔ حضرت سلطان الاولیا غوث الثقلین محبوب پاک رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا ہے

بہجۃ الاسرار وغیرہ مین بطرق متعددہ و مستند یونہی ثابت ہوا ہے کہ آپ لوگون سے مخاطب ہو کے فرمایا کہ تم میرے سامنے
کے مثال ہو مین تمہارا ظاہر و باطن سب دیکھتا ہون اَنْتُمْ بَيْنَ يَدَيَّ كَالْقَوَارِيْرِ اَرٰی
مَا فِيْ بُطُوْنِكُمْ وَظَوَاهِرِكُمْ علامہ قسطلانی مواہب مین فرماتے ہین قَدْ قَالَ عُلَمَاؤُنَا
رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَحَيَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
فِيْ مُشَاهَدَتِهٖ لِاُمَّتِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ بِاَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ
وَذٰلِكَ جَلِيٌّ لَا خَفَاءَ بِهٖ یعنی بیشک ہمارے علمانے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی
حالت حیات دنیوی اور اسوقت کی حالت مین کچھ فرق نہین اس بات مین کہ آپ اپنی
امت کو ملاحظہ فرما رہے ہین اونکے ہر حال اونکی ہر نیت اونکے ارادے اونکے خطرے کو پہچانتے ہین
اور یہہ سب باتین حضور پر ایسی روشن ہین جنمین اصلا کسی طرح کی پوشیدگی نہین انتہی حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت تو وہ ہے کہ اطیط آسمان یعنی ایک قسم کی آواز سماعت فرماتے
سب آوازین ایکطرف ہین جسنے خدا کا کلام سنا ہو اوسکو سمیع نہ کہئے تو پھر کسکو کہئے۔ بصارت
وہ تھی کہ ثریا یعنے پروین مین گیارا تارے ملاحظہ فرماتے شیاطینون کو دیکھتے۔ فرشتون کو ملاحظہ فرماتے
جیسے روشنی اور اجالے مین ملاحظہ فرماتے اوسی طرح تاریکی اور اندھیرے مین۔ جن آنکھون نے اللہ تعالی
کو دیکھا ہو اوسکو مخلوق کا دیکھنا کونسی مشکل ہے حضرت قاضی عیاض شفا شریف مین اپنی سند سے
اس حدیث کو روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے

جب موسیٰ علیہ السلام کیلئے تجلی فرمائی تو حضرت موسیٰ کی وہ بینائی ہوگئی تھی کہ اندھیری راتین
اگر کسی پہاڑ پر چیونٹی بھی چلتی ہو تو دس فرسخ کی مسافت سے دیکھ لیتے۔ پھر قاضی صاحب فرماتے ہین کہ
اگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معراج کے بعد یہہ مقام حاصل ہو تو کیا دشوار ہے۔ پھر ایسے وقت
مین سمیع و بصیر سے آپکو مخاطب کرنا بہت ہی موزون ہے۔ اونکا فقیر کہتا ہے کہ سمیع و بصیر کہنے
مین یہہ حکمت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے حضور اقدس مین آکر عرض کی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ
بادشاہ نبی بننا چاہتے ہین یا بندہ نبی آپنے فرمایا مجھے بندہ نبی ہونا پسند ہے۔ آیت مین بھی سُبْحٰنَ
الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ فرمایا کیونکہ جب اونکو وصف عبدیت پسند ہے ہم بھی اوسی وصف محبوب سے
اونکو موصوف کرتے ہین لیکن جب اس وصف سے وہ موصوف کیے جاتے ہین تو فرحت و مسرت سے اپنا پیارا لقب اوس
محبوب حقیقی سے سننے کیلئے ہمہ تن گوش بنجاتے ہین اور دیدار کیلئے ہرتن مو بصر پھر سمیع بصیر کا لقب بھی ایسے وقت
مین انہین ہین بیٹھا انہین کو زیب دیتا ہے یہی سبب ہوگا کہ ابتداء آیت مین عبدیت سے موصوف کیا۔ آخر آیت مین سمیع
و بصیر سے ملقب کیا کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے شعر اَصَمُّ اِذَا نُوْدِیْتُ بِاسْمِیْ فَاِنَّنِیْ اِذَا قِیْلَ لِیْ یَا عَبْدَهَا لَسَمِیْعٌ
پھر اپنا ہون پکارا جب گیا مین نام سے جب کہا ہے اے بندہ اوسکے پھر تو ہوتا ہون سمیع علامہ زرقانی شرح مواہب مین
قصہ معراجکو پینتالیس صحابیون سے ثابت فرمایا۔ یہہ چھوٹی تفسیر اوسکی متحمل نہین ہو سکتی اب قصہ معراج مین اتباع
علامہ برزنجی کی ہے لیکن جس موقع مین اس فقیر کو ماخذ نہین ملا تو چھوڑ دیا۔ یا کسی مقام پر احادیث کی تطبیق
دیکر قصے کو بیان کیا عجب ہے کہ جیسے وہ مقبول ہوا ہے یہہ بھی مقبول ہو جائے۔ اور مجالس مین پڑھا جائے

لہ امام احمد جرعہ (منتخب کنز العمال)

قِصّۂ معراج

بسم اللہ کہہ کے معراجِ محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لکھنے تیار ہوتا ہون شفیع المذنبین کے
ذکرِ بابرکت سی اپنے گناہونکی سیاہی دہوتا ہون۔ سامعین آپ بھی باادب خاموش ہین
اس قصہ کی سماعت کیلئے ہمتن گوش ہین دیکھو پہر رحمت کا نزول ہوتا ہے جلوہ فرما
خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہی۔ پہر تو ہمارے ہی سرتاج ہی۔ یہہ ہماری معراج ہی۔ ہماری رسائی
مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم تک ہے۔ انحضرت کی کبریا تک ہم اس شاہ ہدا کے دیکھنے والے۔ وہ خدا کے دیکھنے والے
ہم انہین مین فنا انہین سے مسرور۔ وہ خدا سے ہم کلام اوسی کے نور سے پُر نور رہیگا ہم یہہ
در چھوڑ کہان جائینگے۔ جو کچھہ پائین گے انہین سے پائین گے مُرشدی

مجوبِ خدا سے پہیر سکے منہ		اللہ کو شکل دکھانا کیا

یہی ابِ اکبر اور جدِ اعلے ہین یہی تعینِ اول اور برزخِ کبری ہین۔ انہین کے باعث
سارا جہان ہوا۔ انہین کے سبب وہ رازِ مخفی عیان ہوا۔ یہہ نہ ہوتے تو ہم دوزخ
مین ابدالآباد رہتے۔ اسلام سے ناخوش کفر سے شاد رہتے۔ ہماری روح ہمارے مان باپ
ان پہ سے فدا ہون۔ ہم انہین کے قدمون سے وابستہ رہین کبھی نہ جدا ہون۔

یا اللہ اوس ذاتِ مقدس پر اور آپکے آل و اصحاب پر رحمتِ کاملہ نازل فرما۔ ہمکو بھی انہین کی غلامی مین داخل فرما ۵

عَطِرِ اللّٰھُمَّ قَبْرَہُ الْکَرِیْمُ	بِعَرْفٍ شَذِیٍّ مِّنْ صَلَاۃٍ وَّتَسْلِیْمٍ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ

راویانِ اخبار و ناقلانِ آثارِ معراجِ مصطفوی کو اسطرح بیان کرتے ہین کہ بارہوین سال بعدِ نبوت سفرِ معراج قرار پایا۔ اللہ تعالی نے آخرِ رجب مین اپنے حبیبِ پاک شہِ لولاک کو اس جسمِ عنصری سے افلاک پر یاد فرمایا۔ سواری بھجوائی حضرت جبریل امین براق لایا۔ خچر سے پست دراز گوش سے بالا میانہ قد تھا۔ سفید بجد تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُمِ ہانی کے مکان مین آرام فرمارہے تھے خوابِ شیرین سے جگایا مسجدِ حرام مین آپکو لیگئے حضرت میکائیل آبِ زمزم سے سونے[عـه] کا طشت بھر کے لایا۔ دونون نے آپکے سینۂ مبارک کو[عـه] چاک کیا قلب و سینے کو دہو کر معانی و حکمت سے بھر کے پھر سی دیا۔ براق تیز رفتار زین کسا ہوا آمادہ و مستعد حضرت کی سواری کا منتظر دلدادہ۔ چال مین کوتاہی نکرتا۔ جہان اپنی نظر پڑتی وہین اپنا قدم دہرتا سواری کے وقت اپنی شوخی اور چہل بل کو دکھایا۔ جبریل علیہ السلام نے اوس سے مخاطب ہو کر فرمایا

عـه سونے کا استعمال اوس وقت تک حرام نہین ہوا تھا یا یہ کہ معراج عالمِ آخرت سے ہے اس عالم سے نہین۔

عـه بخاری و مسلم وغیرہ شق صدر کے راوی ہین لیکن آج کل کے دہریون نے اسکا بھی انکار کیا ہے۔ بلکہ جو بات خلافِ عقل ہو اوسکو نہین مانتے ہین۔ اسیواسطے معجزات و کرامات کے بھی منکر ہین۔ اور غسلِ قلبِ شریف اس معنی کر تے نہین ہے۔ کہ وہان طہارت کی ضرورت تھی بلکہ وہ قلب شریف طاہر و مطہر تھا لیکن صرف آداب کا ادا کرنا تھا۔ جیسے پاک جسم والا بھی نماز کے وقت وضو کرتا ہے اور اوسمین یہ بھی حکمت تھی کہ شقِ صدر کے مشاہدے سے کسی قسم کا خوف باقی نہ رہے اسی واسطے آپ اشجع الناس تھے ۱۲

لہ بخاری و نسائی اور ابن ماجہ نے بروایت انس قرآن البقر کرتے ہین ترمذی اور ابن کثیر صحیح بتاتے ہین اور وغیرہ نے ابن کثیر اور طبرانی اور بیہقی وغیرہ ابوداؤد کرتے ہین روایت ۱۲

کہ ان سے بہتر تجھہ پر نہ کوئی سوار ہوگا نہ ہوا ہے۔ یہہ تو محبوب خدا ہے عہ یہہ سن کر شرمایا۔ پسینہ مین نہایا جب دلکو سکون و قرار ہوا۔ شہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوا۔ ۵

معراج کی شب بن ٹہن کے چلا وہ احمد پیارا خوب بنا	جبرئیل پکارا صلِّ علی رحمت کا ڈولا را خوب بنا

آپکے سیدہی بازو جبرئیل ہین۔ بائین بازو میکائیل ہین۔ اس تجمّل سے سواری چلی۔ یکایک کھجورون مین پہونچی۔ حضرت جبرئیل نے عرض کی یہان نماز ادا فرمائین یہہ مدینہ طیبہ ہے حضور کی ہجرت بھی یہان ہوگی یہی آپکی خوابگہ ہی۔ پھر آگے تشریف فرمائی ہوئی جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہان بھی نماز پڑہئے گو جنگل ہے۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام جہان اپنی عصا سے دریا کو شق کیا تھا یہہ ہی محل ہی۔ پہر آگے رونق افروزی ہوئی جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی یہان بھی نماز پڑہنی ضرور ہی۔ یہہ وہ جائے ہی جہان اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا جسکا نام کوہ طور ہی ۵

حَطِّ اللّٰهُمَّ قَبْرَهُ الْكَرِيْم	بِعَرْفِ شَذِيٍّ مِنْ صَلَاةٍ وَتَسْلِيْم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ

پہر ایسی مین پرسواری پہونچی جہان قصور و محل عالیشان ہین۔ بڑے بڑے مکان ہین۔ حضرت جبرئیل نے عرض کی یہان بھی ادا نماز ہو۔ خالق سے راز و نیاز ہو۔ جہان حضرت عیسیٰ پیدا ہوے ہین یہہ وہی جا ہی جنکو لڑکپن ہی مین سب علم و فضل ملا ہے۔ ابھی سواری جا رہی تھی کہ راہ مین ایک قوم کو ملاحظہ فرمایا کہ بوتے ہی سات کہیت تیار ہو جاتا ہی جو سونگ کے

عہ شاید یہہ حرکت براق کی خوشی اور فخر سے تھی۔ جب جبرئیل علیہ السلام مخاطب ہوے۔ وہ زبان حال سے یون کہنے لگا۔ یون نہ سمجھو کہ یہ میری شرارت و شوخی ہے۔ بلکہ سردار دو جہان جو سوار ہوتے ہین اونکی خوشی ہی۔ جبرئیل علیہ السلام کے عتاب سے شرمندہ ہو

کاٹتے ہی پہر پہلی بہار لاتا ہے حضرت نے پوچہا کہ یہہ کونسا زمرہ بے اشتباہ ہی جبرئیل نے
عرض کی یہہ گروہ مجاہد فی سبیل اللہ ہی۔ پہر آگے جو سواری بڑہی خوشبو کی مہک آنے لگی۔
معلوم ہوا کہ یہان مشاطۂ دختر فرعون کی مزار ہے عجیب ماجرا ہی۔ اسکا قصہ یون ہی کہ یہہ
ایک دن فرعون کی بیٹی کو کنگی کر رہی تھی ہاتھہ سی کنگی گر گئی تو بسم اللہ کہہ کر اوسکو اوٹھا لیا۔
فرعون کو کچہہ سخت وسست بھی کہا۔ اوسکی بیٹی نے پوچہا کہ میرے باپ کے سوا تجھے اور بھی
کوئی خدا ہی۔ کہا ہان ہمارا تو وہی خدا ہی جسنے تیرے باپ کو بھی پالا اور پرورش کیا ہے
اوس لڑکی نے باپ سے کہدیا۔ اوسنے انکو طلب کیا۔ ڈرا دہمکا کے پوچہا کہ میرے سوا تجھے اور
بھی کوئی رب شاہنشاہ ہی۔ اوسنے کہا ہان میرا اور تیرا تو پروردگار اللہ ہی۔ اوس بی بی کو
خاوند اور دو فرزند تھے۔ نہایت ارجمند تھے۔ فرعون نے رغبت دلا کے دین سے پہیرنا چاہا
اونہون نے اوسکی ایک نہ سنی کچہہ بھی کہا نہ مانا۔ یہہ دین اسلام پر اڑے تھے۔ جان دینی مستعد کہڑے تھے
فرعون نے ان سب کو ایک دیگ مین جسمین پانی گرم اور کہولتا تھا ڈالدیا۔ کچہہ بھی خیال کیا۔
چاہتا تھا کہ میری ربوبیت کا اقرار کرے۔ میرا دین اختیار کرے۔ وہ بی بی نہ خاوند کی طرف
متوجہ ہوتی تھی۔ نہ بچون کیلئے روتی تھی۔ یکایک اونمین سے اونکا ایک چھوٹا لڑکا معصوم
جسکی عمر کوئی سات مہینے کی ہوگی پکار اٹھا۔ کہ امان اسمین گر جانا ہرگز پیچھے نہ ہٹنا تو حق پر ہے
اب موت سی کیا ڈرنا ہے۔ غرض اوس بی بی کو بھی اوسمین ڈالدیا۔ سبھون نے رحمت حق مین

لہ امام احمد و بیہقی وغیرہم اس قصے کے راوی ہین ۱۲

پناہ لی اس عالم سے انتقال کیا۔ اور ایک قوم پر سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا جب اونکے سر کچلے
جاتے ہین۔ ساتھ ہی صحیح ہوکر پہلی حالت پر پلٹ آتے ہین حضرت نے پوچھا جبرئیل علیہ السلام
نے التماس کیا۔ یہہ وہ لوگ ہین کہ گران ان پر احکام باری ہوتے تھے۔ نماز کے وقت سر
بھاری ہوتے تھے۔ پھر ایک قوم پر گذر ہوا جنکو لنگوٹیان لگی ہین سب جسم ننگا ہے۔ سینڈہ اور
زقوم کھا رہے ہین یہی اونکی غذا ہے۔ پوچھا تو عرض کی یہہ وہ لوگ ہین جو اپنے مال کی زکوٰۃ
نہ نکالتے تھے۔ یون اللہ کے فرایض کو ٹالتے تھے۔ پھر ایک قوم پر گذر ہوا کہ وہ پکا ہوا اچھا گوشت
چھوڑ کر کچا گوشت کھا رہے ہین۔ یہہ عذاب پا رہے ہین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا جبرئیل علیہ السلام
نے عرض کی کہ یہہ آپکی امت کے مرد و عورت زناکار ہین حلال کو چھوڑ کر حرام مین مبتلا ہوتے
تھے اسلئے اس عذاب مین گرفتار ہین۔ ایک روایت مین ہے کہ زناکار ایک تنور مین جل رہے تھے
جسکا سرا اوپر سے چھوٹا تھا جب آگ کی شدت سے جلتے ہوے اوپر آتے تو نہین نکل سکتے تھے۔
پھر راہ مین ایک خاردار لکڑی پر سے گذر ہوا۔ کہ جو اوس طرف سے جاتا ہے۔ اس سے ضرر پاتا ہے۔
بعد استفسار حضرت جبرئیل علیہ السلام نے گذارش کی یہہ اون لوگونکی مثال ہے جو راہ مین لوٹ مار کرتے ہین
قرآن بھی اوسکی ممانعت پر صریح دال ہے۔ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عظّم اللّٰهم قدره المكرّم بعرفٍ شذيٍّ من صلوةٍ وتسليمه
اللّٰهم صلّ وسلّم وبارك عليه

پہر آگے جو سواری بڑہی۔ تو ایک خون کی نہر نظر پڑی۔ ایک شخص اوسمین پیراک ہی۔ اوسکی غذا
پتہر اور نجاست و خاشاک ہی۔ اس عذاب مین گرفتار ہی حضرت علیہ السلام نے پوچہا جبریل علیہ السلام نے عرض کی
یہہ سود[۵] خوار ہی۔ پہر ایک شخص کو ملاحظہ فرمایا کہ ایک گٹھا جمع کیا ہی جسکو اوٹہا نہین سکتا
لیکن اوسپر اور زیادہ کر رہا ہے۔ پوچہا تو عرض کی کہ لوگون کی امانتین اسکے پاس ہوتی تہین
جسکا ادا کرنا اسکو دشوار و شاق تہا لیکن یہہ اور جمع کرنیکا مشتاق تہا۔ پہر ایک ایسی قوم پر
گذر ہوا کہ جب اونکی زبانین قینچیون سے کتری جاتی ہین۔ ساتہ ہی پہلی حالت پر پلٹ آتی
ہین۔ استفسار فرمایا کہ یہہ کون ہین عرض کی کہ آپکی امت کے خطیب و واعظ ہین۔ جن کے
اعمال مخالف مواعظ ہین۔ لوگون کو کہتے آپ نہ کرتے۔ جس سے غیرون کو منع کرتے آپ اوسمین مرتے
پہر ایک اور قوم پر سے گذر ہوا جو لوہے کے ناخنون سے اپنے منہ چہیل رہے تہی۔ حضرت نے استفسار کیا

[۵] مزا حیرت سے لوگون کو بہت ہی حیرت ہے کہ صفحون کے صفحے جواز ربوا مین لکہہ ڈالے لیکن جھوٹ کو سچ کرنا اور حرام کو حلال کرنا ایک دشوار
کام تہا اوسی سود خواری کی بحث مین قرآن کی آیت ہی بدل ڈالی اور اوس مین صریح زیادتی کی۔ ملاحظہ ہو مقدمہ تفسیر الفرقان مولوی
بابت صفحہ (۲۸۵) ربوا کے متعلق قرآن مجید مین ایک یہہ آیت آئی ہے۔ الذین یبدلون مکان اعطاء الفقراء
اخذ الربوا منهم فیاکلون ذالک الربوا لایقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطان
من المس یعنے جو لوگ بجائے فقیرون کے دینے کے فقیرون سے سود لیکے اوس سود کو کہاتے ہین نہ کہڑے ہون گے مگر جس طرح
کہڑا ہوتا ہے وہ شخص جسے شیطان نے لپیٹ کے خبط مین ڈالا ہو۔ انتہی بلفظہ۔ مسلمانو تحریف قرانی ملاحظہ ہو اگر آپ کو شک ہو۔
تو تیسرا پارہ جسکا رکوع دیکہ لو کہ آیت اس طرح ہے۔ اَلَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوۡمُوۡنَ اِلَّا کَمَا یَقُوۡمُ الَّذِیۡ
یَتَخَبَّطُہُ الشَّیۡطٰنُ مِنَ الۡمَسِّ۔ اسکے بعد صفحہ (۲۸۷) مین لکہا کہ راقم الحروف نے کبھی ایک لفظ بھی عربی فارسی و انگریزی
کا نہین پڑہا الخ۔ اسواسطے یہہ جہالت کا باعث ہے کہ قران کی آیت تک صحیح نہین لکہی جاتی ہے۔ اس پر تفسیر لکہنے مستعد۔ اب اپنے
اخبار مین اپنا ترجمہ خریدنے کیلئے لوگون کو رغبت دلائی جارہی ہے۔ دیکہئے کون کون سے سادہ لوح مسلمان اس دام لپیٹ
مین آتے ہین ۱۲۔

لطائف بیان درج عذاب سود خوار راوی بیان اور امانت مین خیانت کرنیوالا

جبرئیل نے اظہار کیا۔ کہ غیبت کرنا انکا کام تھا۔ اپنے بھائی مسلمانون کی بدگوئی مین انکا کام تھا
پھر ایک ایسی جائے پر گذر ہوا کہ ایک سوراخ سے بیل نکل کر پھر اوسمین پلٹنا چاہتا ہی لیکن
اوسمین سما نہین سکتا مطلق جا نہین سکتا۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض حال کیا۔
کہ یہہ اوس شخص کی مثال ہے۔ اوسکا برا حال ہی کہ بات کرنیکو کرتا لیکن بعد اوسکی ندامت سے
خراب حال ہوتا پھر اوس بری بات کا پلٹنا محال ہوتا — پھر ایک ایسی جائے گذر ہوا کہ ٹھنڈی
ہوا چلتی ہے خوشبو سے دماغ معطر ہو گیا۔ اوسکے خوش آوازی کان مین آنے لگی۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
پوچھا جبرئیل نے عرض کی۔ کہ یہہ جنت کی آوازہی۔ خدا سے اوسکو راز و نیاز ہی کہتی ہی مجھے جسکا
وعدہ ہوا ہی وہ مجھکو دے ڈال۔ مجھہ مین نعمتون کی کثرت ہو گئی ہی اے ذوالجلال۔ خداوند عالم نے
جواب مین فرمایا۔ کہ تیرے لئی ہے ہر مسلمان خواہ مرد ہو یا عورت جو ایمان لایا۔ اچھے کام کئے
شرک سی بیزار رہا۔ جو مجھہ سے ڈرا وہ بیفکر ہوا۔ جس نے مجھہ سے طلب کیا مین نے اوس کو دیا۔
جس نے مجھکو قرض دیا مین نے اوسکو اچھی طرح ادا کیا۔ جس نے مجھپر توکل کیا۔ مین نے اوسکو
مستغنی عن الکل کیا۔ مین اللہ ہون میرے سوا کوئی معبود نہین۔ مجھی خلاف وعدہ مقصود نہین۔
مومنین کو نجات ہی۔ سچی بات ہی۔ جنت نے عرض کی جو حکم باری ہی باندی اوسپر راضی ہی۔ پھر آگے
ایک اور جائے تشریف فرمائی ہوئی۔ وہان سی آواز ناخوش اور سخت بدبو آنے لگی۔ حضرت نے اوس سے
سوال کیا۔ جبرئیل نے اسطرح عرض حال کیا۔ کہ یہہ جہنم کی صدا ہی کہتی ہی کہ پروردگار وہ مجھے دیدے جسکا

تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہی انواع انواع عذاب کی مجھہ مین کثرت ہی نہایت درجہ پر حرارت ہے -
اللہ تعالی سے ندا ہوئی کہ یہہ میرا فرمان ہی کہ تو ہر ظالم اور مشرک و مشرکہ کا مسکن و مکان ہی - عرض کی مین بھی
تیری باندی ہون جو حکم ہی اوسپر راضی ہون ۵

عَطِ اللّٰهُمَّ قَبْرَهُ الْكَرِيْمَ		بِعَرْفِ شَذِيٍّ مِنْ صَلٰوةٍ وَتَسْلِيْمٍ
	اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ	

اوسی رات مین دجال کو بھی ملاحظہ فرمایا - اور ایک ستون بھی نظر آیا جسکو ملائکہ اوٹھا کر لیجاتے تھے له
اوسکی چمک سے کواکب ستارے شرماتے تھے - پوچھا کہ کیا اوٹھاتے ہو کہان لیجاتے ہو - عرض کی یہہ ستون
اسلام ہی ہمین اسکو وہان رکھنے کا حکم ہوا ہی جس ملک کا نام شام ہے - پھر آپ تشریف لیجا رہی تھین
کہ داعی یہود نے بلایا حضرت نے سکوت فرمایا جبرئیل نے عرض کی کہ اگر آپ جواب دیتے - آپکے
امتی یہودیت کو اختیار کر لیتے - پھر راہ مین آپکو داعی نصاری نے بلایا - حضرت نے سکوت فرمایا -
جبرئیل نے عرض کی کہ اگر آپ جواب دیتے - آپکے امتی نصرانیت کو اختیار کر لیتے - پھر سواری آگے بڑھی
ایک عورت نظر پڑی لباس سے آراستہ تھی اور زیور سے پیراستہ - دونون ہات اپنی گہنا دکھانیکے لئے عہ
کھلے رکھے ہین - اسکے بھی عجیب عجیب مکاریان اور چوچلے ہین حضرت کو اس نے بھی اپنی طرف بلایا
حضرت نے کچھہ بھی التفات نکیا سکوت فرمایا - جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ اگر آپ اوسکو

له امام احمد … راوی ابن ۱۲

عہ شاید یہہ چولی کرتی پہننے کا رواج ہندوستان مین دنیاداروں نے دنیا ہی سے سیکھا ہی خصوص جب بہت سی نامحرم مقر اشدارون کے سامنے
عورتین نکلتی ہین تو ایسے وقت مین کرتہ ہی پہننا اچھا ہی خدا ہم سب کو راہ راست دکھائے اور جسمین اوسکی خوشنودی ہے وہی راہ چلائے -

جواب سرفراز فرماتے۔ آپکے اکثر امتی دنیا ہی کو پسند کر لیتے۔ آخرت سے منہ پھراتے ابھی
چل ہی رہے ہین کہ ایک کوزہ پشت بوڑہا ہی۔ جو راہ ایمان سے کوسون دور پڑا ہی حضرت سے
مخاطب ہوکر کہا۔ کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ادہر تشریف لائیے میرے پاس آئیے۔ جبریل علیہ السلام نے
عرض کی کہ آگے ارادہ فرمائین او وہر نجائین۔ یہہ دشمن آدم علیہ السلام ہی جس نے انکو جنت سے
نکالا کیسے کیسے آفتون مین ڈالا۔ حضور پر نور کو چاہتا ہی کہ اپنی طرف مائل ہون۔ اور خدا سے غافل
ہون لیکن وہ پاک پروردگار ہر لحظہ وہر آن آپکا نگہبان ہی۔ آپکی وہ شان ہی۔ پہر دنیا کو بوڑہی
کی صفت مین ملاحظہ فرماکر اوس طرف توجہ نہ فرمایا۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی عمر دنیا
بہت ہی تھوڑی باقی ہی جیسے آپنے اس بوڑہی کو پایا۔ پہر آپنے خوبصورت خوبصورت
لوگون سے راہ مین ملاقات کی۔ انہون نے اس طرح عرض تحیات کی اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ
یَا اَوَّلُ یَا اٰخِرُ یَا حَاشِرُ حضرت نے بھی جواب ادا فرمایا۔ پہر دوسرے مرتبہ اور تیسرے مرتبہ
بھی اسیطرح ملاقات کا موقع پیش آیا۔ پوچھا تو التماس کیا کہ یہہ اولوالعزم پیغمبر ہین۔ آپکے برادر ہین

عَظِّمِ اللّٰهُمَّ قَبْرَهُ الْكَرِيْم بِعَرْفِ شَذِيٍّ مِّنْ صَلَاةٍ وَتَسْلِيْم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ

آگے سواری بڑہی تو موسی علیہ السلام پر گذر ہوا کہ قبر مین ادا نماز کر رہے ہین۔ خالق سے
عجز و نیاز کر رہی ہین بلند آواز سے کہتے ہین کہ تونے انکو فضیلت دی۔ شرافت و کرامت دی

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جلدی سے اون کے پاس جاکر سلام کیا۔ اونہون نے بعد جواب حضرت کا اکرام
کیا۔ موسی علیہ السلام نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہہ کون ذات بابرکات ہی۔ جبریل نے
کہا یہہ احمد مجتبی اشرف مخلوقات ہی۔ پہر مرحبا کہا اور آپکی تعریف کی۔ نہایت توصیف کی
اور کہا خدا سے اپنی امت کا عرض حال کیجئے۔ نجات وسلامتی سہولت وآسانی کا سوال کیجئے
حضرت نے پوچھا تو جبریل نے عرض کی یہہ بندہ مقبول ہین موسی نبی اسرائیل کے رسول ہین
پھر ایک بڑے جہاڑ کے پاس پہونچے وہان چراغون کی چمک ہی۔ نور کی دمک ہی۔ اوس جہاڑ
کے تلے ایک بوڑہے معہ اہل وعیال مقیم ہین۔ پوچھا تو جبریل نے عرض کی یہہ آپکے والد
حضرت ابراہیم ہین۔ آپنے سلام کیا۔ اونہون نے جواب دیا۔ حضرت ابراہیم نے پوچھا کہ یہہ
کون بزرگ وامجد ہین۔ جبریل نے التماس کیا کہ یہہ آپکے بیٹے احمد ہین۔ یہہ وہ صاحب
کرم وجود ہی جن کے آنیکی بشارت کتب قدیمہ مین موجود ہی۔ حضرت ابراہیم نے کہا مرحبا ہے
ایسے شاہ کو امت کے خیرخواہ کو۔ اچھی طرح امت کی خبر لی کچھ بھی کوتاہی نہ کی۔ پھر بیت المقدس
کے کسی صحرا مین سواری گئی۔ وہان جہنم اپنے خوفناک حالت مین دکہلائی گئی۔ ناخوش وکریہ منظر ہے
چنگاریان اڑا رہی ہے ہر چنگاری محل کے برابر ہے۔ پھر شہر اقدس مین پہونچے یعنی بیت المقدس
مین پہونچے۔ مسجد کے سیدہی اور بائین دو نور ساطع ہین۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے
جبریل یہہ کس کے انوار لامع ہین۔ جبریل نے عرض کی سیدہی طرف کو حضرت داود کا محراب ہے انوار

بائین طرف جبیر نور برس رہا ہے وہ بی بی مریم کی مزار ہی۔ پھر آپ مسجد مین اوس دروازہ سے داخل ہوے جو شرقی ہی مشہور باب محمدی ہے۔ حضرت نے اوسکے حلقے سی براق کو باندہا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کھولکر اندر لاکر صخرہ سی باندہا آپ اور جبرئیل علیہ السلام نے دو دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا فرمائی۔ تھوڑی دیر نہین ٹہرے تھے کہ مسجد بہر گئی بہت ہی مخلوق آئی خلقت جمع خاص و عام تھی۔ بہت ہی دہوم دہام تھی۔ سارے انبیا اوس دن مہمان و ضیوف تھے عبادت رب مین مصروف تھی۔ پہر موذن نے اذان دی اقامت کہی ہر ایک صف درست ہوئی۔ اب اس بات کے منتظر خلایق ہی۔ کہ آج دیکھین امامت کیلئے کون مستحق و لایق ہی۔ جبرئیل علیہ السلام نے حضرت سید المرسلین کا ہات پکڑکے آگے بڑہایا آپنے دو رکعت نماز امام ہوکر سب کو پڑہایا۔

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ قَبْرَهُ الْكَرِيْمَ	بِعَرْفٍ شَذِيٍّ مِّنْ صَلَاةٍ وَّتَسْلِيْمٍ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ

پہر انبیا سے ملاقات ہوئی۔ ہر ایک نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کہی۔ جب حضرت کی باری آئی تو آپنے فرمایا۔ کہ مین بھی اپنے رب کی ثنا کرتا ہون تم مین سے تو ہر ایک نے اپنے رب کو سراہا۔ سب تعریف اوسی کو جس نے مجھے رحمت عالم کرکے بھیجا۔ اور مجھپر قرآن اتارا میری امت کو بہترین امت بنایا جنت مین یہ سب سے پہلے جائے گی گو پیدایش مین آخر خلقت بنایا

عـه اذان سے مراد اذانِ معروف نہین بلکہ اعلام ہے

میرا سینہ کہولدیا۔ مجھے معصوم کیا۔ میرا نام اسطرح بلند فرمایا۔ کہ جہاں اوسکا نام ہے میرا نام بھی اپنے ہمراہ لایا

وَضَمَّ الاِلٰہُ اسمَ النَّبِیِّ اِلٰی اسمِہٖ ۔ اِذَا قَالَ فِی الخَمسِ المُؤَذِّنُ اَشہَدُ
وَشَقَّ لَہٗ مِن اِسمِہٖ لِیُجِلَّہٗ ۔ فَذُو العَرشِ مَحمُودٌ وَھٰذَا مُحَمَّدٌ

رباعی

نام اپنے نبی کا کیا اپنے ہمراہ ۔ پنجوقتہ اذان مین جو ہے اوسکا اللہ
محمود جل جلالہ ہے ذو عرش۔ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہین یہہ ۔ مشتق کیا نام اپنے سے اللہ ری جاہ

مجھے سب سے مقدم اور سب کا خاتم کیا۔ حضرت ابراہیم نے سب سے مخاطب ہوکے کہا انہین صفات سے سب سے آپکا مرتبہ بڑہ گیا۔ پہر جبریل علیہ السلام نے ایک قدح شراب عہ کا اور ایک عہ پیالہ دودہ کا پیش کیا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دودہ کا پیالہ لیلیا۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی آپنے اچھا کیا۔ فطرت یعنے اسلام و استقامت کو پالیا۔

عَطِّرِ اللّٰھُمَّ قَبرَہُ الکَرِیمَ ۔ بِعَرفٍ شَذِیٍّ مِن صَلٰوۃٍ وَّتَسلِیمٍ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّم وَبَارِک عَلَیہِ

عہ شراب مکہ مین حرام نہ تھی۔ بلکہ مدینہ مین ہوئی۔ یا جنت کی شراب ہو۔ جو نشہ سے پاک ہو لیکن حضرت نے مشابہت کے باعث اوس سے بھی اجتناب فرمایا۔ یہہ کمال ورع ہے۔ جنت مین اجتناب نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ دار تکلیف نہین ہے۔
عہ ایک روایت مین پانی اور شہد کا بھی ذکر ہے۔ اس لحاظ سے چار پیالے ہوتے ہین اوسکی تطبیق یون ہے کہ بعضون نے ذکر کیا بعضون نے نہین۔ عَدَمُ الذِّکرِ لَا یَدُلُّ عَلٰی عَدَمِ الوُجُودِ یا دوجاے مختلف طور پر پیش ہوے جسکو ایک جاے بیان کردیا گیا جُعِلَتِ المَرَّتَانِ مَرَّۃً ۱۲

پھر[1] معراج لائی گئی جس پر سے بنی آدم کی روحین عروج کرتی ہین اسی حسن معراج کے دیکھنے مین میت کی آنکھین کھلی رہتی ہین (حضرت معراج پر شاید اسلئے جلوہ فرما ہوے تا وہ بھی حضرت کے نور سے تابان ہو اور اُمت کو عروج اوس قدوم کی برکت سے سہل و آسان ہو۔)

پہلے آسمان تک جب تشریف فرما ہوے دیکھا کہ اسمٰعیل نام کا فرشتہ وہان ہے۔ اون کے سامنے ستر ہزار فرشتے اور ہر ایک لاکھ ملائکہ پر حکمران ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا۔ پوچھا[2] گیا کہ کون ہے۔ کہا جبرئیل[3]۔ کہا گیا تمہارے ہمراہ کون ہے جبرئیل نے حضرت کا نام بتلایا۔

---

[1] ابن جریر بیہقی ابن ابی حاتم ابن منذر ابن مردویہ وغیرہ نے روایت کی۔ اور واسطی راوی ہین کہ معراج کا ایک زینہ چاندی کا تھا اور ایک سونے کا۔ بیت المقدس سے معراج کا ہونا یا براق پر ہی جانا اسکی **تطبیق** یون ہے کہ براق معراج پر سے گیا ہو یا یون بھی جمع ممکن ہے کہ جس روایت مین معراج کا ذکر نہین ہے اوسمین راوی نے اختصار کیا۔ اور دوسرون نے پوری حدیث بیان کی

[2] ملا علی قاری شرح شفا مین کہتے ہین یا تو فرشتون کا سوال تھا یا سید ابرار سے کلام ذو الجلال تھا۔ کیونکہ قیل وغیرہ جو فعل کی تعبیر کئے گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اغیار کے پردے مین خود کو بات کرنا منظور تھا۔ وہ ایسا مقام جمعیت تھا کہ کثرت مین وحدت کا ظہور تھا۔ حضرت کا نام سنتے ہی دروازہ کھولدیتے میں اشارہ ہے کہ آپ اہل سموات میں معروف و مشہور ہیے

[3] جبرئیل نے اپنا نام بتلایا یہ نہ کہا کہ مین ہون اسی واسطے بعض حدیثون مین ہے کہ حضرت سے جب کسی نے اذن چاہا تو حضرت نے پوچھا کون ہے اوس نے کہا آنَا یعنے مین ہون حضرت نے فرمایا آنَا آنَا یعنے اوس کے انا کہنے پر انکار فرماتے تھے۔ بلکہ آدمی کو چاہئے کہ اپنا نام بتلائے۔ کیونکہ مین کہنے مین ایک قسم کا تکبر ہے۔ گویا کہ اوس سے یہ نکلتا ہے کہ مجھے نام بتلانے کی کیا ضرورت ہے میرا تو عالی مقام ہے۔ سب مجھے پہچانتے ہین بعضے صوفیہ تو ہمیشہ لفظ آنا کا استعمال برا سمجھتے ہین۔ حالانکہ قرآن و حدیث مین یہ لفظ مذکور ہے قرآن مین ہے۔ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۔ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَکَلِّفِیْنَ حضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہین۔ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ۔ لیکن بعضے بزرگون نے اسکی تطبیق یون دی ہے کہ انا کا استعمال باعتبار احوال و مقامات کے مختلف ہوتا ہے یعنے جو ابھی احوال کی گردشون مین ہے مقام فنا و تلوین مین رنگ بدل رہا ہے اوسکو آنا کہنا سزاوار نہین۔ اور جو مقام بقا باللہ کو پھونچ گیا اور درجات تمکین مین جاگزین ہوا ایسے وقت آنَا اوس کو ضرر نہین کرتا۔

کہا گیا وہ بلوائے گئے ہین۔ کہا ہان۔ کہا مَرحَبًا بِہٖ فَنِعْمَ الْمَجِیْئُ جَاءَ یعنے خوشی ہوا ون کو اچھا آنا آئے یہہ کہکر دروازہ کہولدیا۔ آپ فرماتے ہین جب مین وہان پہونچا۔ آدم علیہ السلام کو دیکھا۔ جبرئیل نے کہا کہ یہہ آپ کے باپ آدم ہین انہین سلام کیجئے۔ مین نے سلام کیا۔ آدم نے جواب دیا۔ اور کہا مَرحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ۔ یعنے مبارکبادی اور خوشی ہو۔ فرزند نیک بخت اور نبی صالح کو۔

اور انکی سیدہی طرف کچہہ اشخاص ہین اور بائین طرف بھی۔ جب سیدہی طرف دیکہتے ہین خندان ہوتے ہین۔ اور جب بائین طرف دیکہتے ہین تو گریان ہوتے ہین۔ بعد استفسار جبرئیل نے

لہ پہلے آسمان مین حضرت آدم علیہ السلام کا دکہائی دینا اس طرف **اشارہ** ہے کہ جس طرح حضرت آدم کا جنت سے زمین کے طرف نکلنا ہوا اوسی طرح پہلا واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئیگا کہ آپ مکہ سے مدینہ کے طرف ہجرت کرین گے۔ اور جیسے آدم آسمان کی طرف بعد نزول کے راجع ہون گے۔ اسی طرح حضرت بھی بعد فتح مکہ کے رجوع فرمائین گے۔ یا اس طرف **اشارہ** ہے کہ حضرت آدم انبیاء مین پہلے۔ آبا مین پہلے اور وہی اصل ہین اور بھی اوس اُنست کے لئے جو باپ بیٹے مین ہوتی ہے سب سے پہلے ملاقات ہوئی۔ یا اس طرف **اشارہ** ہے کہ آپ پہلے سال ہجرت مین حضرت آدم کے قایم مقام ہوے یعنے جیسے انہون نے اپنی اولاد سے دنیا کو آباد کیا اور خلقت بڑہائی اسی طرح حضرت نے بھی مدینہ طیبہ مین اسلام کو پہیلایا اور اہل اسلام کی تربیت کی اور انصاریون نے زمین کی آبادی کی یہان تک کہ اپنے وقت پہ دین مشرق سے مغرب تک پہیل گیا۔ ٭٢ سنت یہی ہے کہ بیٹھے ہوے کو گذرنے والا اسلام کرے۔

٭٣ صاحب تواریخ حبیب الہ کچہہ گوری گوری اور کالی کالی صورتین ترجمہ کرتے ہین شاید اسودۃ کے لفظ سے دہوکا ہوا ہے حالانکہ علامہ قسطلانی فرماتے ہین کہ سواد کی جمع اسودۃ ہے جس کے معنی اشخاص کے ہین اور ایک جائے لکہا کہ اکثر امور عجیبہ جو مذکور ہین اون کا نشان کتب معتبرۂ حدیث مین نہین ہے بلکہ ایسے امور جو لوگ شب معراج مین ذکر کرتے وہ خواب مین مذکور ہین الخ ایسا کہنا عدم اطلاع کے باعث ہے کیونکہ جس امور عجیبہ کا بیان ہوا وہ بیہقی وغیرہ مین اوسکی تصریح ہے کہ فَاَیْقَظَنِیْ فَاسْتَیْقَظْتُ یعنے مجہے جبرئیل نے ہشیار کیا پہر مین براق پہ سوار ہوا الخ لیکن پہر بھی اردو مین سیر کی کتاب چہوٹی سی بہت اچھی ہے اور روایات بھی صحیح ہین اس لئے ہمنے اس مقام کو رفع شک کے لئے بیان کر دیا۔

بیان کیا کہ اونکی داہنی طرف اولاد نیک کی روحین[1] نظر آتی ہین جو بہشتی ہین۔ اور اونکی بائین طرف اولاد بد کی روحین دکہائی دیتی ہین جو دوزخی ہین۔

پھر مجہے **دوسرے آسمان** تک چڑہایا۔ جبریل نے دروازہ کہلوایا۔ پوچہا گیا کون کہا جبریل کہا اون ساتھ ہے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم (سردار دو جہان) کہا گیا کیا بلائے گئے ہین کہا ہان۔ کہا گیا خوب رونق افزری ہوئی اونہین خوشی ہو۔ مبارکبادی ہو۔ جب مین وہان پہونچا تو **یحییٰ اور عیسیٰ**[2] علیہما السلام کو دیکہا۔ مین نے اون دونون پر سلام کیا۔ اونہون نے جواب دیا۔ پھر کہا

---

[1] جو روحین دکہائی گئین یا وہ ایسی ہین جو ابھی اجسام مین داخل نہین ہوئی تہین۔ اور حضرت آدم علیہ السلام اون کے انجام حال سے واقف تھے۔ یا وہ روحین تھین جو اپنے جسمون سے نکلتے ہی اونکو ملاحظہ فرما کے حکم فرماتے تھے کہ یہہ پاک روح ہے اسکو علیین مین مقام دو۔ اور اس ناپاک کو سجین مین لیجاؤ۔ اور بیہقی کی حدیث اس آخری احتمال کی موید ہے۔

[2] دوسرے آسمان مین حضرت عیسےٰ اور یحییٰ کا دیکہنا اس طرف **اشارہ** ہے کہ دوسرا واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی طرح پیش آئیگا جس طرح حضرت عیسیٰ اور یحییٰ کو پیش آیا۔ یعنے جس طرح یہود نے حضرت عیسیٰ کی تکذیب کی اور طرح طرح کی ایذا دی اور اون کے قتل پر آمادہ ہوگئے لیکن اللہ نے اونکو تو اوٹہا لیا اور حضرت یحییٰ کو اونہون نے قتل کیا۔ اوسی طرح آنحضرت کو ہجرت کے دوسرے سال یہود نے ایذا دینا شروع کر دیا اور غلبہ پاکر بارادۂ قتل آنحضرت پر پتھر پھینکنے کو آمادہ ہوگئے۔ اور آخر گوشت مین زہر ملا کر دیدیا۔ یا اس طرف **اشارہ** ہے کہ حضرت عیسی باعتبار زمانے کے دوسرے انبیار کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہین۔ اور اونکی شریعت آنحضرت کی شریعت سے منسوخ ہوئی اور یہہ بھی ہے کہ وہ دنیا کے آخر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر اوترنیوالے اور اوسی کے مطابق حکم کرنیوالے ہین۔ یا اس طرف **اشارہ** ہے کہ جیسے حضرت عیسے یہودیون کے حیلے اور مکر پر صبر کرتے آخر مین اون کے مقابلہ کے لئے مدد طلب کی اور فرمایا کہ میرا کوئی مددگار ہے حواریون نے کہا نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ یعنے ہم اللہ کے انصار ہین بس یہی حالت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے دوسرے سال ہوئی جسمین غزوہ بدر ہوا اور آپ نے انصار کو باہر نکلنے کے لئے طلب فرمایا سبھون نے بسروچشم قبول کیا اور ہمراہ رکاب رہے پوری طرح نصرت و مدد دی۔ اور خاص دوسرے پر دو نبی ملاحظہ فرمانے مین اس طرف **اشارہ** ہے کہ جب حضرت عیسی آسمان سے نزول فرمائین گے تو حضرت یحییٰ وہان ہونگے اور درّ منثور مین سعید ابن منصور امام احمد ابن ابی شیبہ ابن ماجہ ابن جریر ابن منذر حاکم ابن مردویہ بیہقی سے روایت کرتے ہین کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے شب اسرا مین ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی قیامت کا ذکر آیا۔

مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح یعنے مبارکبادی اور خوشی ہو برادر نیک اور نیکبخت نبی کو
پھر مین تیسرے آسمان تک آیا جبرئل نے دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون صاحب ہین۔

بقیہ حاشیہ از گذشتہ کہ ابراہیم و موسی نے سکوت فرمایا۔ عیسےٰ نے کہا وقوع کا علم تو اللہ ہی کو ہے لیکن مجھہ سے جس کا اللہ نے
عہد کیا ہے وہ یہہ ہے کہ دجال نکلیگا اور میرے پاس دو عصا ہونگے جب مجھے وہ دیکھیگا تو قلعی و رانگہہ کی طرح پگل جائیگا۔
اللہ تعالی میرے دیکھنے کے باعث اوسکو ہلاک فرمائیگا۔ یہانتک کہ جہاڑ اور پہاڑ پکارینگے کہ اے مسلمان میرے پیچھے کافر
چہپا ہے تو آکے قتل کر پہر اللہ اون سب کو ہلاک فرمائیگا لوگ اپنے شہرون اور وطنون کو پلٹ آئینگے۔ اوس وقت یاجوج
ماجوج نکلینگے الخ رزقانی مین بھی یہہ حدیث بروایت صحیحہ موجود ہے۔ **مرزا قادیانی** نے صفحہ ۱۹۹ ازالۃ الاوہام
مین لکھا کہ تمام حدیثون کے پڑہنے والے اس بات کو خوب جانتے ہین کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات
مین جن جن نبیون سے ملاقات کی اون سب کا ایک ہی طرز اور ایک طور پر حال بیان کیا ہے حضرت مسیح کی کوئی خصوصیت
بیان نہین فرمائی کیا یہہ مقام علماء کے توجہ کرنیکے لایق نہین الخ افسوس ہم نے سمجہا تھا کہ مرزا صاحب محدث ہونگے
باوجودیکہ حدیث مذکورہ اسقدر کتب مین موجود ہے نہیکے نظر نہ آئی۔ دیکھو اس حدیث مین عیسی علیہ السلام نے اپنے آنیکی
خبر دی ہے۔ لیکن اسکا کیا علاج کہ اگر آپ کہین وہ خود مین ہی تھا۔ اسی پر موقوف نہین بلکہ قسم قسم کے اونکے متناقض
اقوال ہین چونکہ اس فقیر کو بھی اربعین نمبر (۳) مین مخاطب بنایا ہے۔ اس لئے اوسکی کچہہ عبارتین نقل کی جاتی ہین۔
صفحہ (۳۰) مین خدا نے براہین احمدیہ مین میرا نام ابراہیم رکہا جیسا کہ فرمایا سلامٌ علی ابراھیم الخ واتخذوا
من مقام ابراھیم مصلی یعنے سلام ہے ابراہیم پر یعنے اس عاجز پر۔ تم اپنی نمازگاہ ابراہیم کے قدمون کی جگہہ بناؤ
صفحہ ۲۳ جعلناك المسیح ابن مریم ہمنے تجہکو مسیح ابن مریم بنایا۔ صفحہ ۲۵ کیونکہ جو شخص خدا سے براہِ راست وحی
پاتا ہے اور یقینی طور پر خدا اوس سے مکالمہ کرتا ہے جیسا کہ نبیون سے کیا اوسپر رسول یا نبی کا لفظ بولنا غیر موزون نہین
بلکہ نہایت فصیح استعارہ ہے اسی وجہہ سے صحیح بخاری اور مسلم اور انجیل اور دانیل اور دوسرے نبیون کی کتابون مین بھی جہان
میرا ذکر کیا گیا وہان میری نسبت نبی کا لفظ بولا گیا ہے بعضے نبیون کی کتابون مین میری نسبت بطور استعارہ فرشتہ کا
لفظ آگیا ہے۔ اور دانیل نبی نے اپنی کتاب مین میرا نام میکائیل رکہا ہے اور عبرانی مین لفظی معنی میکائیل کے ہین (معاذ اللہ)
خدا کے مانند گویا اوس الہام کے مطابق ہے جو براہین احمدیہ مین ہے انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی الخ
اور ازالۃ الاوہام مین (×) لکہا کہ اسکو بھی خوب یاد رکہو کہ میرا بیٹا عیسی ہونیوالا ہے کیونکہ مجھے براہین احمدیہ مین خدا
نے مریم کہہ کے پکارا ہے الخ غرض یہہ کہ کبھی نبی کبھی فرشتہ کبھی مثیلِ خدا کبھی ابراہیم کبھی مریم کبھی عیسے ہم اور
زیادہ کیا لکھین صرف مرزا صاحب نے خود دجال کے مقدمے مین آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۳۴۳ مین لکہا ہے کافی ہے

کہا جبریل ہوں اور محمد ﷺ میرے مُصاحب ہیں۔ کہا بلائے گئے ہیں کہا ہاں۔ کہا کیا خوب آنا ہے مبارک ہو اون کو عیش و طرب کے سامان۔ یہہ کہہ کے دروازہ کھولدیا۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) وھو ھذا دجال نبوت کا دعوی کرکے خدائی کا دعوی کیا کریگا اب سمجھنا چاہئے کہ ایسا دعوے کرنیوالا اوس امت کے روبرو خدائی کا دعوی کیونکر کرسکتا ہے کیونکہ وہ لوگ کہہ سکتے ہین کہ تو بڑا مفتری ہے پہلے تو خدا تعالے کا اقرار کرتا تھا اور خدا تعالی کا کلام ہمکو سناتا تھا اور اب اوس سے انکار ہی اور اب آپ خدا بنتا ہے پہر جب اول دفعہ تیرے اقرار سے تیرا جھوٹ ثابت ہوگیا تو دوسرا دعوی کیونکر سچا سمجھا جائے اور ایسے کذاب کو کون قبول کرسکتا ہی۔ پہر صفحہ ۲۸ اربعین نمبر ۳ مین یہہ لکھا ہی پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑہو بلکہ تمہین دوسرے جو دعویٰ اسلام کرتے ہین بالکل ترک کرنا پڑیگا الخ کیوں بہائیو یہ کیا حکم ہی نماز تو فاسق و فاجر کے پیچھے بھی جایز ہوتی ہے مگر قادیانی صاحب کے نئے دین کا یہہ تقاضا ہے کہ آپ کو دائرہ اسلام سے خارج کردے۔ یہہ ہی اصلاح قوم یہہ ہے خیر خواہی مسلمانان۔ اب ہم بھی آپ سے عرض کرتے ہین کہ ہرگز اس قوم کے پیچھے نماز نہ پڑہیے۔ کیونکہ جب وہ خود آپکی رفاقت نہین چاہتے ہین تو آپ بھی اونکو علیحدہ کردیجئے۔ اور **قرآن کی غلطی** بھی قابل ملاحظہ ہے چنانچہ قادیانیون کی طرف سے اس حیدرآباد کے مطبع محبوب الہی مین اظہار حق جو مطبوع ہوئی اوس کے صفحہ ۷ مین ہے او ترقی فی السماء قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا یہہ آیت کو اپنے مطلب کے لئے یون قطع و برید کیا۔ ہمکو تو بڑا حیرت ہے ہی حیرت تھی لیکن ماشاء اللہ ایک سے بڑہکر ایک ہین آیت تو یون ہے اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ اوسی کے صفحہ ۷ مین ہے امام شعرانی کتاب یواقیت والجواہر صفحہ ۴۷ مین یہہ حدیث لکھتے ہین لَوْ کَانَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی حَیَّیْنِ مَا وَسِعَهُمَا اِلَّا اتِّبَاعِیْ یواقیت والجواہر کا وہی صفحہ ۴۷ مقابلہ کیا گیا تو عیسی کا نام نہین ہے صحاح مین بھی یہہ حدیث موجود ہے (اللہ اکبر) یہہ ہی ہاتھ چالاکی یہہ ہے مشتے نمونہ از خروارے اندکے از بسیارے۔ خدا ان لوگون کو راہ راست پر لاوے اور اون کے آباد اجداد کے دین پر اونکو اوٹھاوے ذرا عینک لگا کر دیکھو ہم اوسی کتاب مین بتلاتے ہین لیکن کونسی عینک از عینک شیشہ بکشا پیچ کہ بخشے ز جگر تراش و بریدہ بنہ۔ یواقیت والجواہر صفحہ ۱۰۸ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِیْلُ السَّمَآءَ الثَّانِیَةَ کَمَا قَالَ فِی الْاُوْلٰی وَقَالَ اَقِیْلَ لَهٗ فَلَمَّا دَخَلَ اِذَا بِعِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ بِجَسَدِهٖ عَیْنِهٖ فَاِنَّهٗ لَمْ یَمُتْ اِلَی الْاٰنَ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلٰی هٰذِهِ السَّمَآءِ وَاَسْکَنَهٗ فِیْهَا الخ یعنے جب دوسرے آسمان کو جبریل نے کہلوایا پہر بعد گفتگو آپ وہان داخل ہوے وہان عیسی علیہ السلام بعینہ اپنی جسم سے تہے کیونکہ وہ ابھی تک مرے نہین ہین بلکہ اللہ نے اونکو اوس آسمان تک اٹہا لیا اور وہین اونکو رکہا جس کتاب ہی سے دہوکا دینے کے لئے دلیل لائی گئی تھی اوسی کتاب مین اون کے ابطال کے لئے کس قدر صریح دلیل مل گئی وَیُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ وَیُبْطِلُ الْبَاطِلَ وَلَوْ کَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ۔

وہان **یوسف** تھے مین نے اونکو سلام کیا۔ اونہون نے جواب دیکر کہا مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ یعنے خوشی اور مبارکبادی ہو۔ نیک نبی اور نیک بخت بھائی کو صحیح مسلم مین یہہ زیادہ ہو[۱] کہ یوسف علیہ السلام کو شَطْرِ حُسن دیا گیا ہو (علامہ ابن مُنیر فرماتے ہین کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نصفِ حُسن ملا تھا۔ کیونکہ ترمذی کے یہ لفظ ہین مَا بَعَثَ اللّٰہُ نَبِیًّا اِلَّا حَسَنَ الْوَجْہِ حَسَنَ الصَّوْتِ وَکَانَ نَبِیُّکُمْ اَحْسَنَہُمْ وَجْہًا وَاَحْسَنَہُمْ صَوْتًا یعنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو نہین بہیجا مگر یہہ کہ اوسکی صورت بھی اچھی اور آواز بھی اچھی (اور تمہارے نبی کی صورت تو سب سے خوبصورت ہو اور آواز بھی سب سے خوشتر دل مین آتا ہو کہ اپنے یوسف کا کچہہ شمہ حسن بیان کرون۔ وہ رازِ مخفی عیان کرون۔ لیکن ناظرین تفسیر و قصۂ معراج منتظر ہونگے کہ مصحف و قصہ کہان ہے۔ لیکن اون کے فقیر کو اسوقت اوسکی غزل ہی وردِ زبان ہے۔

[۱] حضرت یوسف کو تیسرے آسمان مین دکہا یا جانا آنحضرت کی اوس تیسری حالت کی طرف **اشارہ** ہو جو حال حضرت یوسف سے مشابہ ہے یعنے اون کے بہائیون نے اونکو اپنے شہر سے نکالا پہر جب اون پر غلبہ پایا تو اون سے درگذر فرمایا۔ اسیطرح ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنے شہر مکہ سے جدا کردئے گئے اور جب آپکے بعضے قرابتدار جنگ بدر مین آپکے قید مین آگئے کسی سے آپنے فدیہ لیا کسی کو مفت چھوڑ دیا۔ پہر پورا غلبہ جب فتح مکہ مین ہوا تو اوس تشبیہ کو یون ظاہر فرمایا کہ جس طرح میرے بھائی یوسف نے کہا تھا اسیطرح مین بھی کہتا ہون لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یعنے آج تم پر کوئی سرزنش و ملامت نہین ہے یا اس طرف **اشارہ** ہو کہ ہجرت کے تیسرے سال غزوۂ اُحد ہوگا جسمین طرح طرح کی تکلیف پھونچی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر اوڑی اور مسلمانون کو بہت ہی تاسف و غم ہوا حتی کہ سیدۃ النساء صاحبزادی خیر الورا مدینے سے باہر نکل آئین۔ اپنی باباجان کو ڈہونڈہتے ڈہونڈہتے جنگل مین پہونچین۔ جیسے حضرت یعقوب اپنے بیٹے یوسف کے گم ہونے پر تاسف کرتے تھے۔ پہر وہ مل گئے۔ حضرت بھی ملگئے۔ یا اسطرف **اشارہ** ہو کہ حضرت یوسف کو جس طرح باؤلی مین ڈال دیا گیا تھا پہر کسی کے ہات باہر نکل آئے۔ اسی طرح تیسرے سال غزوۂ احد مین جبکہ نورانی چہرہ زخمی تھا گر اوس گڑہے مین حضرت اتر آئے کہ جسکو ابو عامر فاسق نے کہدوا تھا۔ علی مرتضیٰ اور طلحہ نے حضرت کے باہر آنے مین اعانت کی

غزل

یاد ہے مُصحفِ رخ کی مجھے ہر آن دل مین
دور اس طور سے کرتا ہون مین قرآن دل مین

ذکر مین شیخ تصوّر مین ہے صوفی ہر دم
یاد ہی لب پہ کسی کے کہین جانان دل مین

ہم نے دل خالی کیا رو رو کے تیری خاطر
پہر نہ آنیکا سبب ای شہِ خوبان دل مین

عرش پر بھی وہ فرشتون کو نہین ہے نصیب
دیکھتے ہین جو یہان حضرتِ انسان دل مین

کعبۂ دل کی زیارت کو خلیق آئین ملک
کبھی بھولے سے جو آجائین وہ مہمان دل مین

لو یہہ شعر بھی سن لو۔ جو بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا اُمّ المومنین اپنے یوسف کی شان مین فرماتی ہین

وَلَوْ سَمِعُوْا فِیْ مِصْرَ اَوْصَافَ خَدِّہٖ
لَمَا بَذَلُوْا فِیْ سَوْمِ یُوْسُفَ مِنْ نَقْدٍ

لَوَامِیْ زُلَیْخَا لَوْ رَاَیْنَ جَبِیْنَہٗ
لَاٰثَرْنَ بِالْقَطْعِ الْقُلُوْبَ عَلَی الْاَیْدِیْ

آخر شعر کا کسی نے فارسی مین ترجمہ کیا۔ **قطعہ**

زنانِ مصر بہ ہنگامِ جلوۂ یوسف
زروئے بیخودی از دستِ خویش ببرید

مقرر است کہ دل پارہ پارہ می کردند
اگر جمالِ تو اے دل نواز می دیدند

اون کے فقیر نے یون ترجمہ عرض کیا۔

سنتین جو تیرا حسن کبھی مصر والیان
یوسف کو کیون خریدتین وہ بھولی بھالیان

ہاتھ اپنے کاٹ ڈالے تھی جو اونکو دیکھکر
دل کاٹ لیتین دیکھتین تجھکو جو اے قمر

بِعَرْفٍ شَذِیٍّ مِّنْ صَلَاةٍ وَّتَسْلِیْمٍ	عِطْرِ اللّٰهُمَّ قَبْرَهُ الْکَرِیْمَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَیْهِ

پھر چوتھے آسمان تک آیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے اور ہمراہ کون صاحب ہین۔ کہا جبرئیل ہون اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے مصاحب ہین۔ پوچھا گیا اونکی یاد ہوئی ہے کہا ہان۔ کہا گیا مرحبا ہے اچھا آنا آئے۔ پس مین پہونچا وہان۔ اوس جاگہ ادریس[۱] علیہ السلام تھے

[۱] سیرتِ حلبی مین مذکور ہے کہ آپ آدم کے دو سو برس بعد مرسل ہوے۔ اور حضرت نوح آپ کے پروتے تھے تو آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی دادا ہین لیکن ادب اور تعظیم کے لحاظ سے آپکو بھائی کہا۔ کسی نے اچھی رباعی کہی۔ ؎
بطحا کو ہوا تری ولادت سے شرف۔ طیبہ کو ہوا تری قامت سے شرف۔ اولاد ہی کو فخر نہین کچھ تجھ پر۔ آبا کو بھی ہے تیری ابوت سے شرف۔
اور چوتھے آسمان مین حضرت ادریس کا دکھایا جانا اوس حالتِ رابعہ کے طرف **اشارہ** ہے جو آنحضرت کو حاصل ہونے والی تھی یعنے جس طرح کہ اللہ تعالی نے حضرت ادریس کو بلندی عنایت فرمائی اوسی طرح آنحضرت کی وہ رفعت ہوئی کہ بادشاہ خوف کرتے تھے۔ اور پہلے جس نے قلم سے لکھنا شروع کیا وہ حضرت ادریس ہی ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی امر فرمایا کہ بادشاہون کو نامے لکھین بعضے اونمین سے مسلمان ہوگئے جیسے بادشاہِ نجاشی۔ اور بعضون نے خدمتِ شریف مین ہدیہ روانہ کیا۔ جیسے ہرقل اور بعضون نے نافرمانی کی تو اللہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اون پر فتح دی۔ یہہ مقام اعلے اور ارفع ہے۔ یا اس طرف **اشارہ** ہے کہ ہجرت کے چوتھے سال غزوۂ بدر صغریٰ ہوگا جو ڈیڑہ ہزار لشکر ہمراہ رکاب تھا۔ آٹھہ دن تک بدر مین تشریف فرما رہے کافرون کا لشکر واپس پلٹ گیا۔ ایسا رعب اون پر طاری ہوا۔ قرآن مین اس قصہ کی خوشخبری یون ہے فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ یعنے مسلمان اللہ کی نعمت و فضل سے واپس ہوے۔ کسی طرح کی برائی اونکو نہ پہونچی۔ اور اللہ کی خوشنودی کی طلبگاری کی۔ جیسے حضرت ادریس کو چوتھے آسمان پر رفعت حاصل ہوئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی چوتھے سال ہجرت کے یہہ رفعت حاصل ہوئی۔ یا اس طرف **اشارہ** ہے کہ حضرت ادریس اوسی جگہ فوت ہوے جیسے کعب احبار سے مروی ہے۔ اسی باعث وہان دکھلائے گئے۔

مین نے اونکو سلام کیا۔ اونہون نے بعد جواب یہہ کلام کیا۔ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ یعنے خوشی اور مبارکبادی ہو نیک بخت نبی ور اچھے بھائی کو پہر میرا **پانچوین آسمان** پر عروج ہوا۔ دروازہ کہولنے کے بعد پوچہا گیا کہ کون اور ہمراہ کون صاحب ہین۔ کہا جبرئیل علیہ السلام ہون اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے مصاحب ہین۔ پوچہا گیا کیا اونکی دعوت ہے یہان جبرئیل علیہ السلام نے کہا ہان۔ کہا گیا کہ بہت اچھا ہوا جو تشریف لائے۔ اچھا آنا آئے۔ پہر جب وہان پہونچا تو **ہارون**[1] علیہ السلام سے ملاقات ہوئی مین نے سلام کیا۔ اُنہون نے جواب دیا اور اس طرح کہا مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ خوشی اور مبارکبادی ہو۔ اچھے نبی اور اچھے بھائی کو۔ پہر مین **چھٹے آسمان** پر آیا۔ جبرئیل[2] نے دروازہ کہلوایا۔ پوچہا گیا کون[3]

[1] اور پانچوین آسمان مین حضرت ہارون کا نظر آنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اوس پانچوین حالت کیطرف **اشارہ** ہے جو حضرت ہارون کی طرح پیش آنیوالی تھی یعنے جس طرح حضرت ہارون قوم کی تکلیف دہی کے بعد پہراون کے محبوب ہوگئے۔ اوسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عرب نے پہلے دشمنی کی پہر سب کے آپ مقصود و مطلوب ہوگئے۔ یا اس طرف **اشارہ** ہے کہ آپ حضرت موسیٰ کے مصاحب اور بھائی ہین لیکن کلام الٰہی کا مرتبہ نہین ملا تھا اس سبب سے اون سے مرتبے مین کم تھے۔ یا اس طرف **اشارہ** ہے کہ جب حضرت موسیٰ حضرت ہارون کو خلیفہ بناکے کوہ طور پر مناجات کو گئے۔ یہودیون نے عہد توڑ ڈالا اور آپ کے خون کے پیاسے ہوئے۔ اور گوسالہ پرستی کرنے لگ گئے۔ اونکی توبہ یہی مقرر ہوئی کہ اونکو قتل کیا جائے تو ایک ساعت مین ستر ہزار قتل کئے گئے۔ اسیطرح ہجرت کے پانچوین سال قریظہ اور نضیر کے یہودیون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد توڑ ڈالا لشکر جمع کرنے لگے باہم وعدہ کرلیا کہ حضرت پر پتھر ڈالین گے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم سے بنی قریظہ کا قتل ہوا۔

[2] ہر جاے دروازہ کہلوانے مین یہہ **حکمت** ہے کہ آپ کے ہی لئے دروازے کہولے جارہے ہین۔ فرشتے آپکی ہی تعظیم و تکریم کے آداب بجالارہے ہین ورنہ وہ محفوظ محل ہے۔ کب کسی کا وہان دخل ہے ۱۲۔

[3] یہہ پوچھنے مین یہہ **حکمت** ہوگی کہ آج کی شب جس کے سبب سے آسمانون مین زیادتی انوار ہے اور برکت بے شمار ہے انکا نام ہمین بتلاؤ کچھہ مژدہ جانبخش سناؤ۔ اور جب نام سنتے تو پہچان لیتے اور سمجھہ جاتے کہ یہہ وہی ذات مقدس ہے جس کے آنے کی زمانے سے دہوم دہام ہے۔ اور جسکے جمال کا بہوکا ہر ایک خاص و عام ہے ۱۲

اور ہمراہ کون (محمدؐ) ہین - کہا جبریل ہون اور ہمراہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین - کہا گیا کیا مہمان بلائے گئے ہین (وہ صاحب جود و کرم) جبریل علیہ السلام نے کہا نعم - کہا گیا مرحبا ہی آئے تشریف لائے جب مین وہان پہونچا موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا مین نے سلام کیا - اونہون نے بعد جواب یہہ کلام کیا مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح تہنیت اور خوشی ہو - اچھے برادر اور نیک نبی کو - جب مین وہان سے آگے بڑہا - موسیٰ علیہ السلام نے رو دیا - رونے کا باعث

سلہ اور چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ کا نظر آنا ہجرت کے چھٹے سال مین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مصائب پیش آئے اوس طرف اشارہ ہی یعنے جس طرح موسیٰ نے بنی اسرائیل سے مصیبتین اوٹھائین اور تکلیفین برداشت کرتے رہے آخر غلبہ انہین کو ہوا اسی طرح اس سال مین بھی حضرت پر اس قسم کے تکلیفات جو کبھی ایسے نہین آئی تھین آئین - آخر خیبر اور فدک اور سب قلعے یہود کے اسی سال مفتوح ہوے - اور سب شہر بند رہے - یا اسطرف **اشارہ** ہے کہ ہارون علیہ السلام نیچے تھے یہہ اون سے بسبب فضیلت کلام ایک درجہ اوپر تھے - یا اس طرف **اشارہ** ہے کہ جیسے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے زمین مقدس مین داخل ہونے کے لئے حکم فرمایا تو اونہون نے سستی کی اور بیٹھے رہے اور کہا کہ ہم کبھی نہ داخل ہون گے پھر اون پر اللہ کا غضب ہوا اور ایک زمانے تک جنگل مین بھٹکتے رہے - اسی طرح ہمارے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم بھی چھٹے سال غزوۂ حدیبیہ مین مکہ مین معہ اصحاب داخل ہونا چاہتے تو روکے گئے اور اوس سال نہ داخل ہوے - پیغمبرون کی ترتیب بعضے روایات مین اس روایت سے مختلف ہے - اوسکی **تطبیق** اس طرح ہی کہ جس آسمان پر کہ وہ نبی تھے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سواری آئی تو آپکے ہمراہ ہوکے اوس سے اوپر کے فلک پر ہو جاتے - یا تعدد معراج پر محمول کیا جائے - یا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لیجاتے وقت ایک فلک پر تھے اور واپسی کے وقت دوسرے آسمان پر ۱۲

سلہ یہہ رونا اور تاسف اس وجہ سے تھا کہ میرا اجر کم ہوا جس سے رفع درجات کی زیادتی متصور تھی چونکہ میری امت بسبب نافرمانیون کے زیادہ بہشت مین جانے سے محروم رہی - لہذا میرے اجر مین بھی کمی ہوئی - کیونکہ ہر نبی کو موافق ہر امتی کے اجر ملتا ہے - حضرت موسیٰ کے اس رونے مین یہ بھی **حکمت** تھی کہ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنا منظور تھا - یہہ کتنا موجب ادخال سرور تھا - کہ آپکی امت میری امت سے اکثر ہے - اس سبب سے آپ کا درجہ بھی برتر ہے - یہان سے مرزا قادیانی کا وہ اعتراض بھی باطل ہوگیا جو ازالۃ الاوہام مین اوس رونے کو تعین مقام پر محمول کرکے معراج کو باطل کرنا چاہا کیونکہ شریک کی حدیث مین لا یرفع کے لفظ سے یہ سمجھا گیا ہے کہ آپ اوپر نہین جا سکتے تھے - لیکن افسوس رافعک مین بھی اگر یہی معنی ذات اقدس کو سوجھتے جس کے موید احادیث بھی ہین تو کیون یہہ فساد پڑتا -

پوچھا گیا - تو آپ نے اس طرح بیان کیا - کہ میرے بعد یہہ نوجوان کو پیمبری حاصل ہوئی - اور جنت مین انکی امت میری امت سے بھی زیادہ داخل ہوگی - (یہہ بھیع کہا کہ بنی اسرائیل کا خیال ہے کہ میرا مرتبہ اللہ کے پاس سب سے بڑہا ہوا ہے - یہہ صاحب کا رتبہ تو مجہسے بھی زیادہ ہی) پہر مجھے ساتوین آسمان پر لیگئے - جبریل علیہ السلام دروازہ کہلوانے لگے - پوچھا گیا کون اور کون ہمراہ ہین - کہا جبریل ہون میرے سات محمد صلی اللہ علیہ وسلم (رسالت پناہ) ہین پوچھا گیا کیا طلب فرمائے گئے ہین - کہا ہان یہان بلائے گئے ہین - کہا مرحبا ہے آئیے - تشریف لائیے - جب مین وہان آیا - تو ابراہیمسلہ علیہ السلام کو پایا - جبریل علیہ السلام نے کہا یہہ آپکے والد ابراہیم ہین انکو سلام کیجئے - مین نے سلام کیا - اونہون نے بعد جواب سلام اس طرح کلام کیا - مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ - مبارکبادی ہو نیکبخت فرزند کو - نبی ارجمند کو - اور یہہ بھیعہ کہا کہ میرا سلام آپ اپنی امت کو پہونچائیے - اور یہہ بھی

سلہ اور ساتوین آسمان مین حضرت ابراہیم سے ملاقات ہونے مین اسطرف اشارہ ہے کہ خلت کا مقام آپکے لئے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد بھی ہین لہذا مناسب ہوا کہ آنحضرت کو ایسے رفیع مقام مین ایک دوسرے عالم کی طرف ترقی فرمانیکے وقت جو پردو نکا اٹھانا ہے ایک ایسے شخص سے ملاقات ہو - جس کے دیکھنے سے انس حاصل ہو - اسی سبب عروج سموات کے وقت پہلے اپنے والد آدم سے ملاقات فرمائی - اور وسط یعنے چوتھے آسمان مین بھی اپنے والد یعنے ادریس علیہ السلام کو دیکہا - اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ خلیل کا مرتبہ ارفع منازل ہونا چاہیئے - اور حبیب کا مقام تو اوس سے بھی بالاتر ہووے - اسی سبب سے آپ مرتبہ ابراہیم علیہ السلام سے بڑہکر مقام قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی تک پہونچ گئے - یا حضرت ابراہیم کا ساتوین آسمان پر دیکھنے مین اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آپ ہجرت کے ساتوین سال عمرہ قضا ادا فرمائینگے اور آپ کے اصحاب بھی احرام باندہے تلبیہ کہتے ہوئے آپ کے ہمراہ ہونگے اس طرح سنت ابراہیمی زندہ ہوگی - اور جو اون کے قواعد تھے بعد مٹ جانے کے پہر رواج پائینگے ۱۲ -

سلہ اس زیادتی کو طبرانی اور ترمذی نے بھی روایت کی اور حسن کہا ۱۲ -

ع بیہقی وغیرہ مین یہہ زیادتی بھی ہے ۱۲

مژدہ[۱] سنائیے کہ جنت کی زمین عمدہ ہی۔ پانی بھی میٹھا ہی۔ وہانکا یہ شجر ہے۔ یعنے کلمہ سُبْحَانَ اللّٰہِ
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ہے۔ اور ایک روایت[۲] مین ہی کہ آپ اپنی
امت کو حکم فرمائیے کہ جنت مین کثرت سے جھاڑ لگایا کرین۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ
الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کہا کرین۔ ایک روایت[۳] مین ہے کہ ابراہیم خلیل نے بیت معمور کو اپنا تکیہ گاہ
بنایا تھا۔ اور اونکی قوم کی ایک جماعت اونکے ہمراہ تھی آپ کا حسن بھی سب سے نرالا تھا
یکایک ہان میری امت نظر پڑی۔ جو دو حصون پر منقسم تھی۔ ایک کے زیب بدن نہایت سفید کپڑے
ہین۔ اور دوسرون نے خاکی رنگ کے کپڑے پہنے ہین۔ مین بیت المعمور مین گیا۔
سفید کپڑے والونکا زمرہ میرے ہمراہ داخل ہوا۔ وہ خاکستری لباس والے باہر رہے۔
اندر آنے سے روکے گئے۔ اللہ تعالی نے اونکے گناہ بھی بخشدئے۔ وہ بھی اچھے ہو گئے۔ مین[۵] نے[۶]

---

[۱] امام نووی فرماتے ہین کہ خدانے بڑا احسان کیا۔ جو ہماری سند کو حضرت ابراہیم تک پہونچادیا۔ یہہ فقیر کہتا ہے کہ سند ابراہیم خلیل تک تو پہونچی۔ رب جلیل تک بھی پہونچ چکی ۱۲۔

[۲] امام حماد ابن حبان ابن مردویہ ابن ابی حاتم ۱۲۔

[۳] بیہقی بزار ابو یعلی ابن جریر ابن ابی حاتم ۱۲۔

[۴] اور حضرت ابراہیم کا بیت المعمور کے ساتھ پیٹھ لگائے بیٹھا ہوا دیکھنا اس طرف **اشارہ** ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کا طواف سال ہفتم مین کرین گے اور وہ بعد ہجرت حضرت کا پہلا ہی آنا ہے۔ اور کعبہ زمین مین بیت المعمور کے مقابلہ مین ہے اور وہین فرشتو نکا حج ہوتا ہے۔ اور چونکہ بانی کعبہ حضرت ابراہیم ہین اور یہ جو اوس کے مقابلہ مین بیت ہے وہان بھی آپ ہی کا تشریف رکھنا مناسب تھا۔

[۵] ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حضرت ابراہیم سے مشابہ تھے چنانچہ صحیحین مین ہے۔ لیکن کسی شاعر نے کہا ؎
اَلَا لِکُلِّ حَسِیْنِ الْوَجْہِ اَشْبَاہٌ ٭ وَلَا نَظِیْرَ لِمَنْ اَھْوَاہُ اِلَّا ھُوَ
اور اسکے فقیر نے ترجمہ عرض کیا ؎ ہر حسینے شبیہ خود دارد ٭ لیک محبوب من نظیر خود است ۱۲

[۶] ظاہر تو یہی ہے کہ امام ہمارے نبی ہوے۔ ملائکہ وغیرہ مقتدی ہوے ۱۲۔

وہان نماز پڑھی۔ بیت المعمور والون نے بھی نماز ادا کی۔ ایک روایت [۵۱] ہی کہ آپنے فرمایا ایک مسجد [۵۲] آسمان مین ہی جو بیت المعمور ہے۔ کعبہ سے اوسکو پوری محاذات بالضرور ہے۔ ہر روز ستر ہزار فرشتے عبادت کیلئے اوسمین جاتے ہین۔ جب وہ نکلے تو پہر پلٹ کر نہین آتے ہین ایک روایت [۵۳] مین ہی کہ حضرت ابراہیم نے فرمایا۔ یَا بُنَیَّ اِنَّكَ لَاقٍ رَبَّكَ اللَّیْلَةَ الخ یعنے اے میرے پیارے بیٹے آجکی شب آپ خدا سے ملوگے اور آپکی امت آخری امت ہی سب ناتوان اور بیچاری امت ہی۔ اپنے سب کام چھوڑئیے اسی کام کو سب سے مقدم جانئے جس طرح ہو سکے اپنی امت کے کام نکالئے [۵۴]۔

[۵۱] طبری وغیرہ راوی ہے ۱۲۔ [۵۲] یہہ جملہ تو مسلم و بخاری مین بھی ہے ۱۲۔ [۵۳] ابو نعیم دلائل مین ابن عساکر اپنی تاریخ مین۔ [۵۴] بعضے اہل تحقیق کہتے ہین کہ آسمانو نپران انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام کی جو خصوصیت تھی اوسمین یہ **اشارہ** ہے کہ ان مین سے ہر ایک نبی کو اللہ تعالی نے وہ خصوصیت دی ہے جو کسی نبی کو انکے پہلے نہین ملی۔ **آدم** علیہ السلام دنیا ہی مین جنت مین داخل ہوچکے تھے **عیسی** علیہ السلام جسم عنصری سے آسمان پر گئے ہین اسی طرح **ادریس** علیہ السلام بعضے روایات پر۔ اور **یوسف** علیہ السلام نہایت ہی خوبصورت تھی **موسی** علیہ السلام کو کلام میسر ہوا۔ **ابراہیم** علیہ السلام کو خلعت عنایت ہوئی شاید کسی نبی کو یہ خیال ہو جائے کہ جیسے یہہ شیاء پہلے ہمارے کسی کو نہین ملے بعد بھی کسی کو نہ ملین گے اللہ کا ارادہ ہوا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جسم مبارک سے ایسے مقام پر عروج ہووے اور وہ حسن خدا داد جسمین سے یوسف علیہ السلام کو حصہ ملا تھا سب ظاہر ہوجائے۔ جنت مین بھی رونق افروز ہون۔ خدا سے ہم کلام بھی ہون۔ علوم اولین و آخرین بھی ملجائین۔ اور وہ ترقی دیجائے کہ جہان مقرب فرشتہ نہ نبی مرسل کی گنجائش ہو۔ ان سب پر رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اس طرح ظاہر ہوجائے۔ کہ جو ان کے خیال مین بھی نہ تھا۔ اور وہ پہلا خیال سب کے دل سے نکل جائے۔ آپ انبیاء سے جو ملاقات ہوئی جسمون سے ہوئی یا روحون سے سوائے حضرت عیسی کے کیونکہ اونکا روحی علاقہ کبھی اتبک جسم عنصری سے منفک نہین ہوا اور وہ باجماع واتفاق اوسی جسد سے آسمان پر اوٹھائے گئے ہین **قادیانیون** نے غلط کہا کہ امام مالک کا یہہ مذہب نہین ہے۔ دیکھو علامہ زرقانی مالکی جلد سادس صفحہ ۳۴۲ شرح مواہب مین فرماتے ہین لِلْاِتِّفَاقِ عَلٰی رَفْعِهِ بِجَسَدِهٖ۔ اور قول بعض پر حضرت ادریس سے بھی جسم سے ملاقات ہوئی۔ اور ترجیح اسکو ہی کہ سب انبیاء سے جسمون سے ملاقات ہوئی کیونکہ بیہقی کی روایت مین وَبُعِثَ لَهٗ اٰدَمُ ہے۔ اور طبرانی کی روایت مین فَنُشِرَ لِيَ الْاَنْبِيَاءُ ہے۔ لیکن ابن قیم روحونکی ملاقات ہونیکو ترجیح دیتا ہے سوائے عیسی کے اس دلیل سے کہ اجساد قطعی طور سے زمین مین ہین اور وہ قیامت مین ہی اوٹھین گے۔ اگر اسکے پہلے اٹھین تو نفخ صور کے وقت پہر موت کا مزا چکھنا پڑیگا جو دوبارہ مرنا ہوگا۔ اوسکا جواب علامہ زرقانی نے یون دیا ہے کہ یہہ ابن قیم کا کہنا اوسوقت صحیح ہوتا کہ جب انبیاء کی روحین اونکی قبرون مین اجساد سے علیحدہ ہوتین۔ اور یہہ غلط ہے بلکہ انبیاء اپنی قبور مین حیات حقیقی سے زندہ ہین۔ کہاتے پیتے فائدہ اوٹھاتے ہین۔ اونکا معراج مین آسمان پر جانا اوس طرح کا اوٹھنا نہین ہے جو قیامت مین ہوگا۔ بلکہ وہ اس طرح ہے جیسے کوئی آدمی اپنے گھر سے کسی کام کو نکلتا ہے اور پہر مکان کو لوٹ آتا ہے۔ اسکو قبر سے جدا ہونا یا مکان سے علیحدہ ہونا نہین کہتے ہین۔ اور مفارقت وہی ہے جو پلٹ کر نہ آئے جس طرح قیامت مین اٹھنا ہوگا۔ یہی وجہ ہے اوسکا کلام ساقط ہوگیا ۱۲

سید غوث محی الدین حسینی نصر الحق

عَطِّرِ اللّٰهُمَّ قَبْرَهُ الْکَرِیْمَ	بِعَرْفٍ شَذِیٍّ مِّنْ صَلٰوۃٍ وَّتَسْلِیْمٍ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْهِ

پھر مین سدرۃ المنتہی[1] تک مرفوع ہوا اور اوس کے بیر ایسے۔ جیسے مٹکے ہجر[2] کے اور اس طرح اوسکے پتے جس طرح کان ہاتھی کے۔ جبرئیل نے کہا۔ یہی ہے سدرۃ المنتہی۔ جو شئے نیچے سے اوپر کو صعود کرتی ہے وہ وہان جاکے ٹھہر جاتی ہے۔ اور جو چیز اوپر سے نیچے کو اوترتی ہے وہ بھی وہان آکے ٹھہر جاتی ہے۔ قرآن مین ہے اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی یعنے جب چھا رہا تھا اوس بیری پر جو کچھ چھا رہا تھا۔ ملائکہ نے اوسکو گھیر لیا تھا۔ سونے کے پروانے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کے دیوانے تھے۔ خدا سے اذن لیکر دیکھ رہے ہین (کیون نہ دیکھین اسوقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دولہے ہین) انوار خلاق بھی اوس جھاڑ پر چھا گئے۔ حدیث مین اس طرح کے لفظ آگئے۔ فَغَشِیَهَا اَنْوَارُ الْخَلَّاقِ اب اوس جھاڑ کا

---

[1] کسی روایت مین سدرۃ المنتہی چھٹے آسمان مین مذکور ہے اوسکی **تطبیق** یون ہے کہ اصل او جڑ وہان ہوا۔ اور ڈالیان ساتوین آسمان پر ہون۔ آٹھوین معراج سدرۃ المنتہی تک ہونے مین یہہ **اشارہ** ہے کہ سال ہشتم مین ہی فتح مکہ ہوگا۔ اوسکا ام القرے اور وہی مبتدا اور اوسی کی طرف منتہی ہے۔ اور ایک **اشارہ** یہہ ہے کہ جیسے سدرۃ المنتہی کے طرف علم خلائق منتہی ہوتا ہے اوسی طرح مکہ معظمہ مشرق و مغرب اور کل جہان والونکا منتہی ہے۔ اور سدرۃ المنتہی کو جو فراش اور پروانے اللہ کا لشکر گھیر لیا تھا **اشارہ** ہے کہ فتح مکہ مین بھی اسی طرح اللہ والا لشکر کعبہ کو گھیر لیگا۔

[2] یہہ تشبیہ صرف شکل مین ہے نہ حسن و بزرگی مین کیونکہ بزار و بیہقی وغیرہ روایت کرتے ہین کہ ایک ایک پتہ اوس کا اسقدر بڑا ہے کہ اس امت کو ڈھانپ سکتا ہے رازی کہتے ہین کہ سدرہ کی اضافت منتہی کے طرف از قبیل اضافۃ الشئے الی مکانہ ہے مثل اَشْجَارُ بَلَدَةٍ پس ایسے درخت مین منتہی وہ مقام ہے کہ جس سے آگے نہ کوئی فرشتہ جاسکتا ہے نہ کوئی روح اوس سے تجاوز کر سکتی ہے۔ امام نووی فرماتے ہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوائے کوئی آگے نہین جاسکتا کسی کی طاقت نہین آگے بڑھنے کی اجازت نہین۔ [3] صحیح مسلم

حُسن کون بیان کرسکتا ہے۔ ہر ایک کو سجا سکتا ہے۔ اوس[۱] جہاڑ سے چہار نہرین نکل رہی ہین
ایک پانی کی جو بو نہین پیدا کیا۔ اور ایک دودہ کی جسکا مزہ نہین بدلا۔ اور ایک شراب کی
جسمین پینے والونکو مزہ ہے۔ اور ایک وہ نہر ہے جسمین شہد مصفّٰی ہی۔ پہر ایک[۲] سلسبیل نام کا
چشمہ ہے۔ جس سے دو نہرین نکلی ہین ایک کوثر[۳] سے مسمّٰی ہے۔ اور کوثر کے دونو جانب مجوّف
موتی کے قبے ہین۔ اوسپر[۴] سونے چاندی کے باسن دہرے ہین۔ یہہ یاقوت و زمرد کے سنگریزون
پر سے بہتی ہے مین نے ایک باسن سے پانی پیا شہد سے میٹہا اور بو مشک سے بھی اچھی ہے
اور دوسری[۵] نہر رحمت جسمین نہایا۔ خدا نے میرے اگلے پچھلے گناہ معاف فرمایا (یعنے
مجہے اس طرحکی عصمت دی کہ ہمیشہ گناہون سے بچایا) جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہی
نہر کوثر ہے جو خدا نے آپ کو عنایت فرمایا۔ پہر[۶] مین جنت مین داخل ہوا مشک اوسکی

---

۱ علامہ زرقانی جلد سادس صفحہ ۹۵ مین فرماتے ہین۔ جب سدرۃ المنتہٰی تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری آئی۔ خداوند عالم نے اوس جہاڑ پر تجلی فرمائی۔ انوار چمکنے لگے۔ جیسے کوہ طور پر چمکتے تھے۔ وہ پہاڑ ٹکڑے ہو کر اوڑ گیا اور یہہ جہاڑ اپنی جا سے حرکت تک نہ کیا۔ وہان حضرت موسی گر پڑے عقل بھی زائل ہوئی۔ یہان حضرت مصطفٰے کہڑے ہین استقامت حاصل ہوئی

موسی بیہوش رفت بیک پرتو صفات تو عین ذات می نگری در تبسمی۔

۲ اونہین سات محدثین نے روایت کی اور صحیحین مین چار نہرون کا جو ذکر ہے وہ اور طور سے ہی لیکن بیہقی نے کعب سے جو روایت کی ہے کہ نہر شہد نہر نیل۔ اور نہر شیر نہر جیحان۔ اور نہر خمر نہر فرات اور نہر آب نہر سیحان ہے۔ اس سے دونو مین تطبیق ہوجاتی ہے۔ گو یہہ اب سب پانی کے ہین۔ لیکن اون کے اصول مختلف ہین۔ کہتے ہین کہ بعد بارش اپنے اپنے مقام پر جمع ہوکے پہر پانی بہتا ہے لیکن وہ خصوصیت اوسوقت باقی نہین رہتی۔ کیونکہ کسی کی ذات مین کوئی تاثیر نہین۔ اللہ تعالی سب پر قادر ہے۔

۳ بخاری احادیث انبیاء مین مسلم ایمان مین۔ ترمذی تفسیر مین۔ نسائی صلوۃ مین جنت کے دکہانے مین یہہ حکمت تھی کہ آپ اپنی امت کو اوسکے خریدنے کی ترغیب دیتے تھے جس طرح اللہ تعالی فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ یعنے اللہ نے جنت کے بدلے مین مسلمانون کے مال و جان خرید لیا۔ تو اب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم امت سے جو اوسکے وصف بیان فرمائین گے۔ دیکہہ کے ارشاد فرمائین گے ۱۲

مٹی اور موتی کے قبے تھے۔ بختی اونٹ کی طرح اوسکے پرندے تھے۔ ایک لڑکی میرے سامنے آئی مین نے پوچھا توکس کیلئے ہی۔ کہنے لگی زید[۱] بن حارثہ کے لئے ہون۔ اور یہہ بھی دیکھا کہ جنت مین ہر جا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ لکھا ہوا تھا۔ اور[۲] درِ جنت پر اس طرح مرقوم ہے کہ صدقہ[۳] دس حصے اور قرض اٹھارہ حصے جبرئیل سے مین نے پوچھا۔ کہ قرض صدقے سے کیون بڑھ گیا۔ عرض کی کہ سائل پاس رکھکر بھی سوال کرتا ہے۔ اور قرض خواہ بے ضرورت کب طلب مال کرتا ہے۔ اور مین نے دوزخ[۴] کو بھی دیکھا۔ کہ اگر اوسمین[۵] پتھر اور لوہا ڈالدین تو فنا ہو جائیگا۔ اور مالک دربانِ دوزخ ترش روہی اونکی صورت سے غصہ نمودار تھا۔ پھر سدرۃ[۶] المنتہٰی کے پاس جبرئیل ٹہر گئے۔ مین نے کہا ایسی جائے دوست دوست سے بچھڑ گئے انہوں نے کہا کیا کرون حضور۔ اِنْ تَجَاوَزْتُ لَاحْتَرَقْتُ بِالنُّوْرِ۔ [۷]

اگر یک سرِ موئے برتر پرم		فروغِ تجلّی بسوزد پرم

[۱] ایک درم قرض اٹھارہ درم ہونیکی یہہ **وجہ** ہے کہ بعضے روایات مین آیا ہے کہ ایک درہم قرض خیرات کے دو درہم کے موافق ہے۔ اور خیرات کے دو درہم کے بیس درہم ہوئے۔ جب قرض دینے والے کو اوسکا درہم واپس آجاتا ہے تو دو درہم کم ہوکے اٹھارہ ملین گے ۱۲

[۲] امام احمد۔ ترمذی۔ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے بصر مبارک مین وہ قوت عنایت فرمائی کہ آپنے آسمانون پر سے ہی اوسکے مقام پر اوسکو ملاحظہ فرمایا۔

[۳] مواہب اللدنیہ مین ہے۔ اور شفاء شریف مین دَنٰی فَتَدَلّٰی کی تفسیر مین ابن عباس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپنے فرمایا فَارَقَنِیْ جِبْرَئِیْل یعنے جبرئیل مجھسے جدا ہو گئے الخ۔ اور صحیح مسلم وغیرہ کی حدیث سے بھی معلوم ہو گیا کہ سدرۃ المنتہٰی جس طرح اترنے والونکی حد ہی اوسی طرح چڑہنے والونکی بھی حد ہے۔ تو جبرئیل بھی انہین مین داخل ہو گئے اور اسکی تائید روایت ابن ابی حاتم سے ہوتی ہے۔ جسمین فرفضنی جبرئیل ہے۔ یعنے جبرئیل نے میرا ساتھ ندیا۔ سیرت حلبی مین ہے کہ جبرئیل نے عرض کی ہا اَنْتَ وَرَبُّكَ هٰذَا مَقَامِیْ لَا اَتَعَدَّاہُ یعنے اب آپ ہین اور آپکا پروردگار ہے۔ مجھے اس مقام سے آگے بڑہنا دشوار ہے ۱۲

[۱] بیہقی وغیرہ راوی ہین ۱۲ و نزد قائل ہے
[۲] ابن ماجہ بیہقی حکیم ترمذی نوادر الاصول مین۔ ابن ابی حاتم وغیرہ ۱۲
[۳] بیہقی وغیرہ ۱۲
[۴] زید ابن حارثہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مولے اور دوست تھے قرآن مجید مین انکے سوا کسی اور صحابی کا نام نہین ۱۲

عَطِّرِ اللّٰھُمَّ قَبْرَہُ الْکَرِیْم	بِعَرْفٍ شَذِیٍّ مِّنْ صَلَاۃٍ وَّتَسْلِیْم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ

پھر **مستوی**[1] تک میرا عروج ہوا۔ جہان مین قلمون کی آواز سننے لگا۔ پھر میرے[2] لئے **رفرف** مقام بلند لایا گیا۔ اور وہ مسند سبز زرین نورانی تھی مثل تخت روان کے جس پر سوار ہو کے مین عرش تک پہونچا۔ عرش پر لکھا ہوا دیکھا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَبُوْبَکْرِنِ الصِّدِّیْقُ عُمَرُ الْفَارُوْقُ عُثْمَانُ ذُو النُّوْرَیْنِ۔ اَیَّدْتُہٗ بِعَلِیٍّ[3] پھر آوازین موقوف ہوگئین۔ مین نے اوسوقت کلام الٰہی سنا۔ فرماتا ہے کچھ فکر نہ کرو۔

---

[1] امام بخاری نے روایت کی۔ جاننا چاہئے کہ اس نوین معراج مین یہہ **اشارہ** ہے کہ ہجرت کے نوین سال غزوۂ تبوک ہوا ایک لشکر کثیر جو تیس ہزار آدمی تھے جو کبھی اسقدر فراہم نہین ہوئے تھے۔ آپ ہمراہ لیکر مدینے سے شام کیطرف روانہ ہوئے۔ اسمین توریہ بھی نہ فرمایا بلکہ سب کو آگاہ فرمادیا تاکہ اچھی طرح سے تیاری کرلین۔ باوجود اس تیاری کے وہان لڑائی نہ ہوئی نہ کوئی شہر فتح ہوا۔ معلوم ہوا کہ یہہ سب قضا و قدر کے کھیل ہین۔ جفا فی قلم اسکو کہتے ہین۔ انصراف عزیمت فرماکے مدینۂ طیبہ کو تشریف فرما ہوئے۔ لیکن کسی کو اضطراب نہ تھا۔ سب سلمان و وقار و اطمنان سے تھے۔ اور یہہ بھی **اشارہ** ہے کہ جیسے نوین معراج مین کتابت صحف او صریر اقلام کی آواز آ رہی تھی اسیطرح حضرت بھی نوین سال ہی بادشاہون کو نامے لکھنے کا حکم صادر فرمائین گے۔

[2] مواہب اللدنیہ مین لکھا کہ یہہ دسوین یعنے یہہ دسوان عروج رفرف سے عرش تک ہوا اور سماع کلام الٰہی و رؤیت باری حاصل ہوئی چونکہ دس سال ہجرت کے ہوئے ہین اور اس دس عروج سے اونکو مناسبات لطیفہ ہین۔ اسیواسطے سال ہجری کا ختم انتقال یعنے لقاء جل جلالہ پر ہوا اور تشریف ذہابی دار فنا سے طرف دار بقا کے ہوئی۔ مقعد صدق مین رونق افروز ہوئے وسیلہ جو مقام رفیع تھا حاصل ہوا۔ اسیطرح اسرار کی دسوین معراج بھی ملاقات و دیدار و حضور دربار قاب پر ختم ہوئی اور یہہ بھی **اشارہ** ہے کہ جیسے دسوین معراج مین مقام او ادنیٰ اور سمع خطاب اور رفع حجاب در ملاقات حق و دیدار ذات بیچون مطلق سے بہرہ یاب ہوئے۔ اسیطرح ہجرت کے دسوین سال زیارت بیت اللہ اور حج کعبہ و وقوف عرفہ و اکمال دین و اتمام نعمت سے مشرف رسالتمآب ہوئے۔ اور دوسرے بار وہان جو اللہ سے ملاقات ہوئی **اشارہ** ہے کہ یہان بھی دوسرے بار رب البیت سے ملاقات ہوگی۔

[3] ابن عدی ابن عساکر در منثور۔ یعنے مین نے اونکو علی سے تائید دی۔

[4] شفاء شریف مین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسیطرح روایت ہے۔ اور یہہ بھی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیٰ جدہ و علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہین کہ بلا واسطہ اللہ نے وحی فرمائی۔ ابن مسعود وغیرہ سے اسیطرح روایت آئی ہے اور خدا کا کلام موسیٰ علیہ السلام سے حق اور قطعی ہے قرآن مجید مین اسطرح آیت آئی ہے۔ وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا۔ یہان فعل کی تاکید مصدر سے معنی حقیقی پر دلالت کرتی ہے جس سے توہم ارادہ مجاز دور ہوجاتا ہے۔ محققین کہتے ہین کہ جب فعل کو مصدر سے موکد کرتے ہین تو اوسوقت فعل حقیقی معنون پر دلالت کرتا ہے۔ اسیواسطے اراد زید ارادۃ کہتے ہین اور ارادا الجدار ارادۃ نہین کہتے کیونکہ دیوار سے حقیقی ارادہ متصور ہی نہین۔ پھر حضرت موسیٰ سے جنکا مقام افضل و اعلیٰ ہے جاوہ آپ اون کو چھٹے آسمان پر چھوڑ کر اوس سے بھی اوپر تشریف فرما ہون۔ اونکے حق مین سماع کلام حق کو مستحیل یا مستبعد سمجھنا

اطمینان خاطر آگے بڑہو۔ یا محمد ﷺ اُدن اُدن صحیح بخاری صفحہ ۱۱۲۱ مین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
وَدَنَا الجَبَّارُ رَبُّ العِزَّةِ فَتَدَلّٰی حَتّٰی کَانَ مِنْہُ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی فَاَوْحَی
اللّٰہُ اِلَیْہِ فِیْمَا یُوْحِی اللّٰہُ الخ یعنے اور نزدیک ہوا جبار رب العزۃ پس بہت نزدیک ہوا۔
یہانتک اون سے دو کمان کے برابر یا اوس سے بھی نزدیک ہوگیا۔ پس اللہ نے آنحضرت
کی طرف حکم بھیجا جو کچھہ کہ بھیجا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو چشم سر سے دیکھا

۱؎ حافظ ابن حجر کہتے ہین کہ امام بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس قول تعالی وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی کی تفسیر مین کہا دَنَا مِنْہُ رَبُّہٗ یعنے اون سے اونکا پروردگار نزدیک ہوا اسند بھی اوسکی حسن ہے۔ اور اس روایت کے لئے یہہ شاہد قوی ہے۔ اور جو اوسکا نافی ہے اوسکا قول بے وقعت ہے الخ آیت مین گو دُنو کی تفسیر مین اختلاف ہے لیکن خدا نے جن کے لانے کے لئے جبریل کو سواری دیکر زمین پر روانہ فرمایا ہو اب جبریل سے یہان تقرب و دُنو غور طلب ہے۔ وہ دور کب ہوئے تھے جو نزدیک ہوئے لیکن حدیث مین اُس طرح کا مضمون بھی آیا ہے۔ اگر خدا کو منظور ہے تو اس اختلاف کو سورۂ والنجم مین انشاء اللہ پوری طور سے بیان کرینگے۔ لیکن یہان حدیث مین تو سب متفق ہین کہ یہہ قرب رب ہے۔ جس سے ہمارا مطلب حاصل ہے۔ اب رہا اس دنو کی تفسیر مین حضرت امام جعفر صادق علی آبائہ وعلیہ السلام فرماتے ہین کہ اس دنو و قرب کی حد نہین یعنے بیان سے باہر ہے۔ یہان زبان قاصر ہے۔ اَلَا تَرٰی کَیْفَ حُجِبَ جِبْرِیْلُ عَنْ دُنُوِّہٖ یعنے تو کیا نہین سمجھتا کہ جبریل کو اپنے اوس قرب سے کس طرح دور رکھا۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کس طرح تقرب سے سرفراز فرمایا۔ الخ (شفاء) غرض یہ کہ تاویل جیسے حدیث مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا الخ وغیرہ مین جیسے ابن یوسف کی طرح اٰمنا بما اراد اللہ وبما قال بہ رسول اللہ کہدیجئے۔ یا متاخرین کی طرح تاویل کرکے دل کو سمجھا لیجئے۔ لیکن اوس معنی پر جزم ہرگز نہ کیجئے

۲؎ اخرج الترمذی من طریق الحکم ابن ابان عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال رای محمد ربہ قال عکرمۃ الیس یقول اللہ تعالی لا تدرکہ الابصار قال ویحک ذاک اذا تجلی بنورہ الذی ہو نورہ وقد رای ربہ مرتین مرۃ ببصرہ ومرۃ بفوادہ ورواہ الطبرانی بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ترمذی وغیرہ مین ایک اور روایت مسروق سے مروی ہے۔ کہ ابن عباس کعب سے عرفہ مین ملے پھر اون سے کچھہ پوچھنے لگے۔ ابن عباس نے فرمایا کہ ہم بنی ہاشم تو کہتے ہین کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو دو مرتبہ دیکھا۔ کعب نے زور سے تکبیر کہی اس طرح کہ پہاڑ گونج گئے۔ (یعنے جب حضرت ابن عباس کو اپنے موافق پایا تو خوشی سے تکبیر کہنے لگے) اور کہا کہ اللہ تعالی نے اپنی رویت اور کلام کو درمیان محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور موسی علیہ السلام کے منقسم کردیا پس حضرت نے دو مرتبہ دیکھا۔ اور موسی نے دو بار کلام کیا۔ امام احمد و مسلم وغیرہما ابوذر سے روایت کرتے ہین کہ اونہون نے حضرت سے سوال کیا کہ هَلْ رَاَیْتَ رَبَّکَ یعنے آپنے اپنے پروردگار کو دیکھا تو آپ نے فرمایا رَاَیْتُ نُوْرًا۔ یعنے اوسکو مین نے

اور اسی طرح عرض کی کہ یا اللہ تونے کسی امت کو پتھرون سے ہلاک کیا۔ اور کسی کو زمین مین
دھنسا دیا۔ اور کسی کو مسخ کر کے صورت کو بدل ڈالا۔ اب میری امت کے ساتھ تو کس طرح
معاملہ فرمائیگا۔ فرمایا کہ اون پر رحمت بھیجونگا۔ اور اونکی برائیون کو نیکیان کر دونگا۔ جو مجھے
پکاریگا اوسکو جواب دونگا۔ اور جو مجھ سے مانگے گا اوسکو بیحساب دونگا۔ جس نے مجھپر توکل کیا

بقیہ حاشیہ گذشتہ کہ نور دیکھا کیونکہ جیسے مسلم ابوذر سے روایت نورا کے راوی ہین۔ اوسی طرح نُورَانِیٓ اَرَاہُ کے بھی راوی ہین اسی سبب سے قاضی عیاض اپنے بعضے شیوخ سے بفتح نون و ر انا قل ہین یعنے اوسکو مین نے نورانی دیکھا۔ ابن خزیمہ نے عروہ بن زبیر سے اسکا ثبوت دیا۔ اب نور کا جسم کہنا غیر مسلم ہے۔ یا اوسکو تشابہات سے سمجھ لین یا امام غزالی کی طرح نور کے معنی اَلظَّاهِرُ بِنَفْسِہٖ وَالْمُظْهِرُ لِغَیْرِہٖ کے لین امام اشعری فرماتے ہین اللہ نُورٌ لَیسَ کَالْاَنوَار لیکن ام المومنین بی بی عائشہ وغیرہا کو رویت کا انکار ہے امام نووی وغیرہ فرماتے ہین کہ بی بی نے حدیث مرفوع سے رویت کی نفی نہین فرمائی اور جو ایسے حدیث ہوتی تو ضرور ذکر فرماتین۔ صرف ظاہری آیت سے اپنے استنباط فرمایا اور دوسرے صحابہ اسمین آپ کے مخالف ہین۔ ابن اسحق اپنے مغازی مین ذکر کرتے ہین کہ حضرت عبد اللہ بن عمر نے کسی کو ابن عباس کے پاس روانہ کیا کہ اون سے پوچھین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو دیکھا یا نہین۔ تو آپ نے فرمایا ہان۔ حاکم و نسائی و طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی کہ آپنے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ اخْتَصَّ مُوسیٰ بِالْکَلَامِ وَاِبْرَاهِیمَ بِالْخُلَّةِ وَمُحَمَّدٍ بِالرُّؤْیَةِ غرض یہ کہ مشہور قول ابن عباس کا یہی ہے کہ پروردگار کی رویت اوس چشم مبارک سے ہوئی۔ بعضے متکلمین نے اس مذہب کو ابن مسعود سے بھی حکایت کیا ہے۔ ابن اسحق نے ابوہریرہ سے حکایت کی کہ ابوہریرہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ اور عبد الرزاق نے حکایت کی کہ حسن بصری اس بات پر قسم کھاتے تھے کہ آنحضرت نے خدا کو دیکھا۔ اور نقاش نے حکایت کی کہ امام احمد ابن حنبل نے فرمایا کہ مین بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا قائل ہون آنحضرت نے اپنے آنکھون سے اپنے رب کو دیکھا دیکھا اسقدر تکرار فرمائی کہ آپکی سانس منقطع ہوگئی یعنے حضرت امام احمد کی کتاب السنہ مین ابو محمد خلال اسحق مروزی سے روایت کرتے ہین وہ کہتے ہین کہ مین نے امام احمد سے کہا کہ لوگ کہتے ہین کہ بی بی عائشہ فرماتی ہین کہ جس نے کہا کہ حضرت نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا وہ اللہ پر بڑی جھوٹ باندھتا ہے آپ اون کے قول کو کس طرح دفع کرینگے فرمایا قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رَاَیْتُ رَبِّی ہے اور نبی کا قول اون کے قول سے بڑھکر ہے بعضے علما کہتے ہین کہ رَأَیتُ نُورًا رویت کے لئے نص ہے۔ اور اوسکی یون تاویل کرنا کہ وہ نور مجھے رویت سے مانع ہوا جیسے انوار عادتا کی عادت ہے یہ قیاس ہے اشیاء خارق عادت کا جو عقل سے پرے ہین اوپر اشیاء محسوسہ عادی کے اور یہ ظاہر یقینی ہے حضرت امام ابو الحسن اشعری اور ایک جماعت آپکے اصحاب سے کہتی ہے کہ آنحضرت نے بصر سے اور چشم سر سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ اور امام نووی فرماتے ہین کہ اکثر علما اسی طرف ہین کہ شب اسرے مین رویت چشم سر سے ہوئی۔ اور اسکا ثبوت آنحضرت سے سماعت کرنے پر ہی ہوا ہے جسمین کوئی شک نہین (شفا شریف مع شرح و بعضے زیادت)

ہین نے اوسکو مُسْتَغْنِیْ عَنِ الْکُل کیا۔ دنیا مین اونکے گناہون کو پوشیدہ کرکے اپنی ستاری کی شان دکہلاؤنگا۔ آخرت مین تمکو شَفیع کرکے غفاری کی شان بتلاؤنگا۔ چونکہ حبیب کو حبیب سے بات چیت کرنا اچھا معلوم ہوتا ہے اسلئے تمہاری امت کا حساب لونگا۔ ورنہ چاہون تو بحساب کے بھی بخشدونگا پہر حضرت سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰت والتحیات واپسی کے وقت اس طرح گویا ہوے۔ کہ اے میرے پالنے والے۔ جو سفر سے واپس آتا ہے۔ وہ تحفہ لاتا ہے۔ میری امت کیلئے تو کونسا تحفہ عنایت فرماتا ہی۔ ارشاد ہوا۔ اَنَا لَهُمْ مَا عَاشُوْا۔ وَاَنَا لَهُمْ اِذَا مَاتُوْا

بقیہ حاشیۂ گذشتہ) اور امام اشعری نے یہہ بھی فرمایا کہ جو جو معجزے نبیون کو عنایت ہوے وہ سب ہمارے حضرت کو ملے۔ اور رؤیت کی خصوصیت آپ کے ہی لئے ہے جسکے باعث سب پر فضیلت ہے حضرت قاضی عیاض فرماتے ہین کہ حق جسمین کسی قسم کا شک نہین یہہ ہے کہ عقلی طور سے خدا کی رویت دنیا مین جائز ہے اور دنیا مین اوسکے جواز کی یہہ دلیل ہے کہ حضرت موسی نے رؤیت کا سوال کیا رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْكَ) کہا اور کونسی چیز بن اللہ کے لئے جائز اور کونسی ناجائز ہین اسکا علم نبی کو نہونا محال ہے (کیونکہ جب رؤیت محال ہو تو اوس کے جواز کا معتقد کافر و ضال ہے) بلکہ آپنے جائز شئے کا سوال کیا جو مستحیل نتھی۔ لیکن اوس رؤیت کا مشاہدہ اور وقوع ہمارے نبی کے لئے خاص تھا جو ایسے امور غیبی سے تھا جسکا علم اللہ کو ہی اونکو جواب ملا لَنْ تَرَانِیْ یعنے تم مجھے نہین دیکھ سکتے (لن ارٰی یعنے مجھے کوئی نہین دیکھ سکتا نہین فرمایا۔ بلکہ دیکھنے والے دیکھینگے وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ یعنے یتیم کے مال کے نزدیک نہ جاؤ) تم مین یہہ طاقت نہین پہر ایک مثال دی جو تم سے جسامت مین قوی تر اور ثابت تر ہو (یس فرمایا کہ پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جاے پر قرار پکڑے تو تم بھی دیکھ لوگے) اسمین دنیا مین رؤیت محال ہونے کی کوئی دلیل نہین ہے۔ اور شرع مین بھی کوئی دلیل قطعی اوس کے استحالہ اور امتناع پر نہین ہے) کیونکہ ہر موجود کی رویت جایز ہے اور آیت لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ اسکے منع پر حجت نہین ہوسکتی اسلئے کہ اس آیت مین مختلف تاویلات ہین۔ اور بعضون نے اسی آیت سے جواز رویت اور اوسکا عدم استحالہ فی الجملہ استخراج کیا ہی (کیونکہ مفہوم نفی احاطہ سے جواز رویت ہے اسلئے کہ بلغاء کے پاس نفی شئے سے جواز نکلتا ہے۔ نہین تو نفی عبث ہوگی۔ دیوار کو نہین کہا جاتا کہ اسکو علم نہین جیسے اللہ تعالی نے نفی ادراک ابصار کو سیاق مدح مین بیان فرمایا اور مدح اثر ہوتی و کمالی سے ہوتی ہے نہ صرف عدم سے۔ پس ہر نفی جو مدح مین مستعمل ہوتی ہے وہ متضمن امر وجودی کو ہوتی ہے۔ جیسے نفی موت حیات سرمدی کو شامل ہے۔ اگر نفی ابصار کے یہہ معنی لئے جائین کہ اوسکا دیکھنا ہرگز ممکن نہین مثل اور معدومات کے تو یہہ تعریف نہوگی) اور بعضون نے کہا کہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ کے معنی لَا تُحِیْطُهٗ ہین یہی قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔ کسی نے یہہ تاویل کی کہ ابصار نہین پاتے مبصر پاتے ہین (بسبب بصر کے اور قوت الہی عنایت ہو تو پاسکتے ہین معنی یہہ ہین کہ ادراک مبصر کو بواسطۂ بصر ہوسکتا ہی۔ ذات بصر کو ادراک نہین) الخ ابو العباس قرطبی کہتے ہین کہ اس آیت مین الابصار جمع اور اوسپر الف لام ہے تو وجہ تخصیص قبول کرے گی۔

وَاَنَا لَهُمْ فِی الْقُبُوْرِ - وَاَنَا لَهُمْ فِی النُّشُوْرِ یعنے جب تک زندے ہین مین
انکا حافظ و ناصر ہون - اور نزع مین بگڑی بنانے پر قادر ہون یہین لی ونکا حامی ہون

بقیہ حاشیہ گذشتہ کو اور دلیل نقلی سے تخصیص ثابت ہوگئی کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے کَلَّآ اِنَّهُمْ
عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ یعنے بیشک وہ قیامت مین اپنے رب کے دیکھنے سے محروم ہین - تو یہہ
محجوب کفار ہین اس دلیل سے جو دوسری آیت ہے - وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ
یعنے کئی منہ اوس دن تازے ہین اپنے رب کی طرف دیکھتے - تو بعض آیت سے مسلمانون کے لئے دیدار ثابت ہوگیا
جب آخرت مین جایز ہوا تو دنیا مین بھی جایز ہونا چاہئے - کیونکہ دونو وقت بہ نسبت مرئی یعنے ذات حق کے برابر
ہین - اور کہتے ہین کہ اثبات رؤیت اور نفی ادراک مین منافات بھی نہین ہے اس لئے کہ ادراک رؤیت سے
اخص ہے - اور نفی اخص سے انتفا اعم نہین ہوتا اور ادراک بمعنی جس طرح بعضون نے کہا اوسکی حقیقت کو پہچانتا
یہہ تو کسی کو بھی نہین معلوم وہی خوب جانتا ہے - اگرچہ مسلمان اوسکو دیکھین گے جیسے کسی نے چاند کو دیکھا تو کیا اوسکی حقیقت
و ماہیت کو بھی ادراک کیا بس وہ عظیم تو سب سے اعلی و برتر ہے - وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى یا ادراک سے مراد احاطہ
ہے - اور عدم احاطہ سے رؤیت کا عدم لازم نہین ہوتا جیسے عدم احاطۂ علم مستلزم عدم علم کو نہین - دیکھو لَآ
اُحْصِیْ ثَنَآءً عَلَیْكَ مین عدم احصار ثنا رعدم ثنا رکو مستلزم نہین ہے - اسیطرح یہان بھی - معتزلہ جو دنیا
مین رؤیت کا انکار کرتے ہین وہ یہہ علت بیان کرتے ہین کہ مرئی مقابل ہونا یا حکم مین مقابل کے ہونا چاہئے
اور رؤیت کے جتنے شرطین ہین وہ سب ہونا چاہئے - لیکن اونہون نے یہہ نہین سمجھا کہ خدا کی ذات سب
ذاتون سے علیحدہ ہے اگر کسی شئے مین کوئی حکم ثابت ہو تو اوس کے مخالف مین بھی اوسی طرح کا حکم ثابت ہونا
ضرور نہین کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے - شعر

جماعة كفروا برؤية ربهم	ولقائه فهم حميد موكفة
فكما هم علموا بلا كيف فنحن	نرى فلو نفعهم بالمكفر

اگر یہی شرط مقابلہ وغیرہ رؤیت باری مین ضروری سمجھی جاوے تو خدا کے تعالی کا بھی ہمکو دیکھنا باطل ہوجایگا
اور مواہب اللدنیہ مین نفی رؤیت کے متعلق حافظ ابن حجر سے بروایت ام المومنین جو حدیث منقول ہوئی ہے وہ لفظا حدیث
مرفوع کے نہین چنانچہ علامۂ زرقانی نے اوس کے شرح مین تصریح کی ہے یہ فقیر کہتا ہے کہ حضرت ام المومنین
کو جو انکار ہے - درحقیقت وہ صریح انکار نہین - اور اوسکی یہہ تاویل ہے کہ مخلوقات کو بصر سے دیکھنے میں
جہت وغیرہ شرط ہے اور بغیر توقف رؤیت باری کا نہین تو اب یہہ انکار درحقیقت شرطون سے انکار ہے جو
مخلوقات کی رؤیت مین ضرور ہے اسی واسطے آپ نے لَقَدْ قَفَّ شَعْرِیْ فرمایا - یعنے اس طرح کے قائل
ہوجانا جس طرح مخلوق کی رؤیت مین جہت کی احتیاج ہوتی ہے یہہ ایسی بات ہے جس کے سننے سے میرے

جب قبر مین جائین گے یہین اونکو کافی ہون جب حشر مین آئین گے۔ پہر آپ یون عرض کرنے لگے۔ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّیِّبَاتُ یعنے

بقیۂ حاشیۂ گذشتہ ﴿ رونگٹے کہڑے ہو گئے لیکن اس طرح جبرئیل کی رؤیت ممکن ہے تو فرمایا کہ لَکِنْ رَأَیْ جِبْرِیْلَ اوسکی نظیر وہ ہے جو سماعِ موتی مین بی بی نے انکار فرمایا در حقیقت وہ اوس سماع سے انکار ہے جو صماخ یعنے سوراخِ گوش تک ہوا کا پہونچنا ہے۔ اسیواسطے آپ نے یَعْلَمُوْنَ فرمایا۔ اور ادراکِ موتی کے آپ قائل تھے چنانچہ ترمذی وغیرہ مین اپنے بھائی کی قبر پر جاکر مخاطب ہونا۔ اور مشکواۃ وغیرہ مین بعدِ دفن سیدنا عمر سب جسم کو ڈہانپے ہوے اپنے حجرے مین جانا مذکور ہے تو جس طرح یہان ایک خاص سماعت کا انکار ہے اوسی طرح وہان بھی ایک خاص رؤیت کی نفی ہے۔ اور جو مطلق عدمِ امکانِ رؤیت کے آپ قائل ہوتین تو قیامت مین بھی رؤیت کا انکار فرماتین حالانکہ آپ سے ہرگز منقول نہین اور دوسری یہہ بھی تاویل ہوسکتی ہے کہ یہہ نفیِ رؤیت ہے نہ نفیِ ارائت جیسے اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَاۗءُ وَمَاۤ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ مین نفیِ اسماع ہے نہ نفیِ سماع غرض یہہ کہ جو جو باتین ایسی ہوتی ہین کہ طاقتِ بشری سے خارج اور محض فضل وعنایاتِ الٰہی پر موقوف تو ایسی جاے پر بلحاظِ ایجادِ فعل فاعل سے فعل کی نفی ہوتی ہے اور بلحاظِ کسب اوسکا ثبوت چنانچہ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ اسپر شاہد ہے۔ تو اب رؤیتِ باریتعالی ایک ایسی خرقِ عادت ہے جو کسی نبی کو بھی عنایت نہین ہوئی تھی۔ تو ایسے عظیم الشان فعل کا استناد اوسی عظیم کے طرف ہونے کو مناسب سمجہتی تھین اور یہہ انکار بلحاظ ایجادِ رؤیت کے ہے نہ بسبب کسبِ رؤیت چنانچہ آپ نے دو آیتین اس محل پر پڑہین۔ ایک تو لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ۔ جس کے یہہ معنی بھی ہوسکتے ہین کہ اوسکو نظرین نہین دیکھہ سکتین۔ اور وہ نظرون کو دیکھہ سکتا ہے اسمین **اشارہ** ہے کہ نظر سے نظر تو ملی ہوئی ہے لیکن رؤیت کو فضل درکار ہے۔ بندہ کا اسمین کیا اختیار ہے۔ ہان جس پر سب نعمتین ختم ہوگئین اوسی انسانِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کو یہہ مقام عنایت ہوا۔ دوسری آیت آپنے وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَاۗئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَاۗءُ پڑہین اس سے بھی اِراءت یعنے دکہلانا ثابت ہوتا ہے تفسیر آیت مین قاضی عیاض شفا مین فرماتے ہین کہ کلام تین قسم پر ہے ایک حجاب سے جیسے حضرت موسے سے ہوا۔ یا فرشتے کے ذریعہ سے جیسے کل انبیا اور اکثر حال ہمارے نبی علیہ السلام کا تھا۔ اب تقسیمِ کلام کی جو صورتین ہین اوسمین صرف کلام مع المشاہدہ باقی رہگیا وہ وحی ہے جس کے طرف **اشارہ** ہے اِلَّا وَحْیًا اس کے بعد آپ نے یہہ کہا کہ جو شخص کہے کہ کل کی بات آپ جانتے ہین تو وہ جھوٹ کہا الخ حالانکہ آپ سے صحیح مسلم مین اس طرح بھی مروی ہے مَھْمَا یَکْتُمُ النَّاسُ یَعْلَمُہُ اللّٰہُ یعنے جب لوگ چہپائین اللہ آپکو آگاہ فرمادیگا تو اس سے ثابت ہوا کہ علمِ غیبِ ذاتی کسی کو نہین ہان عطائی اور وہبی اپنے خاص بندون کو عنایت فرماتا ہے جس طرح قرآن شریف

سب عباد تین زبانی اور بدنی اور مالی اللہ کے لئے۔ اللہ جل جلالہ نے فرمایا۔ اس طرح خطاب آیا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ یعنے تم پر سلام اے پیغمبر اور خدا کی رحمت اور اوسکی برکتیں حضرت سید الاولیا غوث الثقلین رضی اللہ وارضاہ عنا فرماتے ہین کہ آداب مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غور کرو کہ اوس شاہنشاہ حقیقی کی عظمت کے لحاظ سے ردِ سلام نہین کرتے۔ مکافات کا دم نہین بہرتے بلکہ آپکو بے اختیار اوسوقت اپنی تابعین یاد آئے۔ مومنین کے حقایق نظر پڑے۔ تو اون

بقیہ حاشیہ گذشتہ کہ مین فرمایا فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ یعنے نہین خبردار کرتا ہے اپنے غیب پر مگر جسکو کہ پیمبرون سے پسند کرتا ہے تو اب ام المومنین کا علم غیب کو رویت کے ہمراہ بیان کرنا ایک صریح اشارہ جواز رویت پر ہے یعنے جیسے علم غیب اللہ کا عنایت شدہ ہے بے فضل وعنایت کسی کو سرفراز نہین ہوتا اسیطرح رویت کا حال ہے قرآن مجید مین اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ وغیرہ نظائر موجود ہین تو اب ہم کہہ سکتے ہین کہ یہہ ام المومنین کا انکار من وجہ ہے۔ اور صوفیہ کے پاس تو اس طرق سے بہی تطبیق ہو سکتی ہے جو روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اوپر مذکور ہوئی یعنے نہ دیکہنا اوسوقت مین ہے اِذَا تَجَلّٰی بِنُوْرِهِ الَّذِیْ هُوَ نُوْرُهٗ یعنے جب اپنے کو نہ دکہلانا منظور ہو تو اوس طرح کی تجلی فرماتا ہے ع ہر تجلی برنگ دیگر ہست۔ اے خدا جو کچہہ مین نے لکہا اوسمین مجہسے مواخذہ نکر۔ اور بہ برکت صدیقہ بنت صدیق اوسا اون کے شوہر سید الصدیقین علیہ وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کے مجہے اون کے غلامون مین محشور کر۔ ورنہ کسی کا قول اس تاویل مین میری نظر سے نہین گذرا کیونکہ تہوڑے تو ایسے سپوت تہے کہ اپنی مان کا تخطئہ کرتے ہین۔ اور تہوڑے تو اوسکو مذہب قرار دیکے قیامت کی رویت سے بہی انکار کرتے ہین۔ للہ الحمد جو کچہہ اس فقیر کے قلم سے نکلا ہے وہ صرف ام المومنین کی محبت مین نکلا ہے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ غنیۃ الطالبین جلد اول صفحہ ۵۸ مین فرماتے ہین وَنُؤْمِنُ بِاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَاٰی اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَیْلَةَ الْاِسْرَاءِ بِعَیْنِیْ رَاْسِهٖ لَا بِفُؤَادِهٖ وَلَا فِی الْمَنَامِ یعنے ہم اس بات پر ایمان لاتے ہین کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو چشم سر سے دیکہا نہ دل سے اور نہ خواب مین۔ پہر احادیث کو بیان فرمایا۔ امام سبکی فرماتے ہین کہ جب رویت حدیث سے ثابت ہوگئی گو وہ آحاد ہو اوسپر اعتماد کرنا چاہیئے۔ قطعی ومتواتر ہونے کی ضرورت نہین یہہ اون مسائل اعتقاد سے نہین ہے جس مین قطعیت کی شرط ہے ۱۲ س

عہ جب سب مسلمانون کی یاد ہوی اوس جد اعلےٰ نے اس دین کے زندہ کرنے والے فرزند کو تو ضرور ہی یاد فرمایا ہوگا جس طرح مشہور ہے اور شہید خوب کہا

تہا جو اوس مکرم کے دوش پر قدم تیرا	پاون غوث اعظم کے ہین سر دن پہ عالم کے

سب کو سلام حق میں شریک فرمالیا۔ اور یون ارشاد کیا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ یعنے سلام ہم پر اور خدا کے نیک بندون پر الخ فرشتون نے کہا۔ اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ہم گواہی دیتے ہین کہ لایق عبادت کے کوئی نہین سوائے اللہ کے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سلہ خیال آتا ہے کہ سرکار نے صالحین کو یاد فرمایا گنہگارون کی یاد نہین فرمائی کیا ہمین وہ شاہِ امم بھول تو نہین گئے ہم گرچہ نہین لایق دربار تمہارے کہلاتے ہین پر بندہ سرکار تمہارے ہین اچھے رہین بد یا برے جائین کدہر کو کہ گل ہین تو تمہارے ہین و گرفتار تمہارے بعضے بزرگون نے یہہ نکتہ کہا کہ آپ رحمۃ للعالمین تھے۔ اور نظر عنایت آپ کی گنہگارون پر زیادہ تھی۔ آپنے اوس مقامِ قرب و حضور مین گنہگارون کو صالحین سے پہلے یاد فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا بصیغۂ متکلم مع الغیر فرمایا یعنے سلام ہم سب پر۔ اَلسَّلَامُ عَلَیَّ یعنے مجھ پر بصیغۂ واحد متکلم نہ فرمایا۔ بنظر غریب پروری اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ ایک نکتہ عَلَیْنَا مین یہہ ہے کہ معطوف معطوف علیہ متغایر ہوتے ہین۔ صالحین کو تو صلاحیت کافی ہے اسواسطے انکو علیحدہ فرمایا۔ بیچارے گنہگار کس منہ سے علیحدہ ہون گے۔ اس دامن مبارک سے کیسے جدا ہون گے۔ سلہ اب جو ہم تیرے آستان سے گئے تو ہم نے جانا کہ دوجہان سے گئے۔ آپنے اون کو اپنے دامن پاک مین چھپالیا۔ عَلَیْنَا کہہ کے اپنے ہمراہ لیا ۱۲۔

سلہ چونکہ نماز مسلمانون کی معراج ہے اس لئے تشہد کا پڑہنا اوسمین مقرر ہوا۔ اور سب فقہا لکھتے ہین کہ اسکو اخبار نہ سمجھے بلکہ انشا سمجھے۔ یعنے اسمین حمد و ثنا رخدا اور سلام بحضور مصطفٰے عرض کر رہا ہون امام غزالی نے تو صاف کہدیا۔ اَحْضِرْ شَخْصَہُ الْکَرِیْمَ فِیْ قَلْبِكَ۔ فَاِنَّہٗ یُبَلِّغُہٗ وَیَرُدُّ عَلَیْكَ مَاھُوَ اَوْفٰی عَنْكَ یعنے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کہنے کے پہلے حضرت کی ذات مقدس کو دل مین حاضر کر۔ تیرا سلام حضرت کو پہونچیگا اور جواب دین گے اوس سے بہتر الخ اسیواسطے بعضے بزرگون نے کہا کہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جواب تجھکو ملتا ہے اوس کو عام کر اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ کہہ معراج مین حضرت پر جب خدا نے سلام بھیجا آپنے اوس کو عام کیا تھا اب نبی کریم کے برکات جب ہم پر نازل ہون تو ہمکو چاہیئے کہ اوسکو بھی عام کرین حضرت امامِ ربانی شیخ عبد الحق محدث دہلوی شرح مشکوۃ مین فرماتے ہین و نیز آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومنان و قرۃ عین عابدان است در جمیع احوال و اوقات خصوصا در حالتِ عبادت الخ مولوی اسمعیل دہلوی علیہ ما علیہ نے صراط مستقیم مین اوس تصور مبارک کو بہت ہی بری چیز سے تشبیہ دی ہے مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب قادری بریلوی نے اپنے رسالہ الکوکبۃ الشہابیہ علے کفریات ابی الوہابیہ مین اوسکی خوب ہی خبر لی ہے جَزَاہُ اللّٰہُ عَنَّا خَیْرَ الْجَزَا ۱۲۶

اوس کے رسول ہین اور اوس کے بندے۔

بِعُرْفٍ شَذِیٍّ مِّنْ صَلَاةٍ وَّتَسْلِیْمٍ	عَطِّرِ اللّٰهُمَّ قَبْرَهُ الْکَرِیْمَ

۱۲ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَیْهِ

سلہ پھر مجہہ پر رات دن مین پچاس نمازین فرض کی گئین مین موسٰی علیہ السلام کے پاس آیا۔ انہون نے پوچھا کہ آپکے پروردگار نے کسقدر نمازون کو آپ کی امت[سلہ] پر فرض فرمایا۔ مین نے کہا پچاس نمازین۔ موسٰی علیہ السلام نے کہا اپنے پروردگار کے پاس واپس جائیے۔ اور اسمین تخفیف کرا لیجیے۔ آپکی امت مین اسقدر طاقت نہین۔ اوسکی ادائی کی قوت نہین۔ مین نے بنی اسرائیل کو بہت آزمایا۔ آخر انکو کہوٹا پایا۔ دو نمازین اون پر فرض تہین جسکو اونہون نے پوری طور سے ادا نکین۔ آپنے جبرئیل سے تخفیف مین مشورہ کیا۔ جبرئیل نے اسی طرف اشارہ کیا۔ فَعَلَا بِهِ اِلَى الْجَبَّارِ فَقَالَ وَهُوَ مَكَانَهُ يَا رَبِّ خَفِّفْ عَنَّا فَاِنَّ اُمَّتِیْ لَا تَسْتَطِیْعُ هٰذَا یعنی پھر آپ عروج فرماکے جبار جل جلالہ کے پاس حاضر ہوئے اور اس طرح عرض کرنے لگے۔ کہ اے میرے رب ہمارے لیے تخفیف کیجو (یہی مقصد ہے)

سلہ آپ کی امت کہنے مین یہہ نکتہ ہے کہ اسقدر نمازین ادا نہ ہونے کی علت موسٰی علیہ السلام بیان کرنیوالے ہین تو آپ عدم طاقت سے منسوب نہون بلکہ امت کو منسوب کیا یہہ حُسنِ ادب ہے۔ کیونکہ آپ کے لئے نماز مین تو آنکہون کی تہنڈک تھی۔ قُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوةِ فرماتے تھے نماز مین آنکھون کی تہنڈک کہنے مین یہہ اشارہ ہے کہ خود نماز آنکہون کی تہنڈک نہین ہے بلکہ نماز مین کوئی اور شے قُرَّۃِ عین ہے۔
اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ قُرَّةَ عُیُوْنِنَا فِی الصَّلٰوةِ ۱۲

اسقدر نمازین میری امت سے ادا ہونا مشکل ہے مجھ سے[۱] پانچ کم ہوگئین مین موسیٰ علیہ السلام کے
پاس واپس آکر کہا۔ کہ خدا نے پانچ نمازونکو کم کردیا۔ انہون نے کہا آپکی امت پر یہہ بھی
گرانبار ہے۔ بہت دشوار ہے۔ آپ اپنے رب کے پاس پھر پلٹ کر جائیے۔ اور تخفیف
کروائیے۔ مین[۲] پروردگار کے پاس جاکر مناجات کرتا۔ پھر واپس آکے موسیٰ سے ملاقات
کرتا۔ اسی آنے جانے مین رہا۔ آخر مین ارشاد باری ہوا۔ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ہر دن رات مین تم پر پانچ نمازین مقرر ہین۔ لیکن ہر نماز کو دس حصے ثواب ہے پس
یہہ پچاس نماز کے برابر ہین اور جس نے نیکی کا ارادہ مصمم کرکے پھر نہین کیا تو اوسکے لئے
ایک نیکی لکھی جائیگی اور جسنے کیا تو دس۔ اور جو برائی کا عزم کرکے نہین کیا تو اوسکے
کچھہ بھی نہین لکھا جائیگا وبس اور جس نے کیا تو اوسپر ایک برائی لکھی گئی۔ فرماتے ہین
پھر مین اترا تو منادی[۳] نے ندا دی۔ اَمضَیتُ فَرِیضَتِی وَخَفَّفتُ عَن عِبَادِی

---

[۱] نماز کی تخفیف کسی روایت مین شطر کسی مین عشر کسی مین خمس ہے **قاعدہ** ہے کہ جب اجمال وتفصیل دونو طرح سے روایت آئی ہو تو اجمال کو تفصیل پر محمول کرین گے پھر **تطبیق** ہوگئی تعارض کہان رہا یعنے دو بار مین دس کم ہوئین اور پانچ مرتبے مین شطر یعنے نصف ۱۲

[۲] غنیۃ الطالبین صفحہ ۵۹ مین ہے کہ ابوبکر بن سلیمان کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شب اسریٰ مین گیارہ بار دیدار رب ہوا نو مرتبہ اسی پانچ پانچ کے کم ہونے مین جو حدیث سے ثابت ہے۔ اور دو بار قرآن مجید سے انتہیٰ۔ اسی شب اسریٰ مین جو نماز فرض ہوئی۔ اسمین یہ **نکتہ** ہے۔ کہ اوس رات مین آپنے فرشتون کو عبادت مین ملاحظہ فرمایا۔ کوئی قیام مین ہے بیٹھتا ہی نہین۔ کوئی رکوع مین ہے تو اوسی مین ہے سجدہ کرنا جانتا ہی نہین۔ کوئی ساجد ہے کہ سجدہ سے سر اٹھانا محال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مختلف عبادتون کو آپکی اور آپ کی امت کے لئے اس طرح ایک رکعت مین جمع کردیا اور یہہ بھی نکتہ ہے کہ نماز ایسی مہتم بالشان چیز ہے جو خدا نے آنحضرت کو بلا واسطہ کسی کے دیدہ و فرضیت کا حکم دیا اور کس قدر مراجعت پر اس پانچ کا حکم قرار پایا ۱۲

[۳] حافظ ابن حجر فرماتے ہین کہ سرکار عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کلام بغیر واسطہ شب اسرا مین ہونیکی یہہ بڑی دلیل ہے ۱۲

یعنے مین نے تیرے فرض کو پورا کیا اور میرے بندون سے تخفیف بھی کی۔ پہر موسیٰ کے
پاس پہونچا۔ سب واقعہ بیان کیا۔ اونہون نے کہا[۱]۔ پہر جا کر عرض حال کیجئے تخفیف کا
سوال کیجئے۔ پس مین نے کہا کہ اسقدر مین نے بار بار تکرار کی کہ اب[۲] مجھے قبول کرنا ناگزیر ہے
پہر اب عرض کرنے شرم دامنگیر ہے۔ بعضے صوفیون نے اس اعادہ موسیٰ مین یہہ نکتہ
بتلایا۔ کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے رویت کا سوال کیا تھا لیکن وہ آرزو پوری
نہونے پائی۔ تو اوسی شوق مین بیچینی تھی اور امید بندھی ہوئی تھی جب یہہ بات متحقق
ہوگئی۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رویت سرفراز ہوئی۔ تو اب آپ اونہین کی صورت کے
مشتاق ہوے۔ اسی لئے واپسی کا سوال کرتے تھے۔ گویا یون زبان حال سے کہتے تھے
کہ تم جا کر اوسکو دیکھو ہم آپ کو دیکھین۔ وہ انوار جو آپ کی صورت پر چمک رہے ہین
اوس سے ہم جگر کی چوٹ سینکین۔ کسی شاعر نے کہا ؎

وَاِنَّمَا السِّرُّ فِيْ مُوْسٰى يُرَدِّدُهٗ	لِيَجْتَلِيْ حُسْنَ لَيْلٰى حِيْنَ يَشْهَدُهٗ
يَبْدُوْ سَنَاهَا عَلٰى وَجْهِ الرَّسُوْلِ فَيَا	لِلّٰهِ دَرُّ رَسُوْلٍ حِيْنَ اَشْهَدُهٗ

[۱] حضرت موسیٰ کا بار بار پلٹانے مین یہہ لطیفہ تھا کہ آپنے صفت امت محمدی کو دیکھہ کے عرض کی کہ پروردگار اسکو میری امت کردے تو حکم ہوا تھا کہ وہ امت احمدی ہے۔ پھر خود بھی اس امت مین ہونے کا سوال کیا تھا اب اس بار بار اعادہ کا سبب ہے گویا آپ اپنے کو اونہین شمار کرتے ہین۔ اسکو حافظ ابن حجر سہیلی سے نقل کرتے ہین۔

[۲] ابن منیر کہتے ہین کہ اب پانچ کے بعد سوال نہ کرنے مین یہہ لطیفہ ہے کہ پانچ پانچ تو کم ہو رہے ہین اگر اس پانچ پر بھی کچھ سوال کرین تو کل معاف کرنے کا سوال ہے۔ جس سے شرمندگی شامل حال ہے۔ افسوس کہ اوس پانچ کا ادا کرنا بھی اکثر امت پر دشوار ہوگیا۔ خصوص عورتین اکثر تارک نماز ہین۔ اور بہت سے مصلی ایسے ہین جو پورے شروط ادا نہین کرتے خدائے تعالے ہم مسلمانون کو نیک توفیق دے ۱۲۔

عَطِرِ اللّٰهُمَّ قَبْرَهُ الْكَرِيْم		لِعَرْفٍ شَذِيٍّ مِّنْ صَلَاةٍ وَّتَسْلِيْم

جب کسی جماعت ملائکہ پر میرا گذر ہوتا وہ یہی کہتے کہ آپ پچھنے لگائیے۔ اور اپنی امت کو بھی
حکم فرمائیے۔ جب آپ سفرِ اسرا سے واپس تشریف فرما ہو رہے تھے کسی راہ میں
قریش کے ایک اونٹ پر گذر ہوا۔ وہان دو خرجیان ایک سیاہ اور سفید اوس پر لادنے کیلئے
رکھی تھین اونٹ کو لادنے کیلئے جب سامنے لائے وہ بھاگا۔ پھر کسی نے اوسے پکڑ لایا۔ پھر
آپنے فرمایا کہ مین نے اونپر سلام کیا۔ لوگون نے کہا یہہ صوتِ احمد ہی۔ آواز محمد ﷺ ہی پھر آپ
صبح کے پہلے تشریف فرما ہوے۔ اور قوم کو اون نشانیون سے آگاہ فرمانے لگے۔ کہ مین
تمہارے اونٹون پر سے گذرا فلان مقام سے آتے تھے۔ اور جو اونٹ کہو گیا تھا فلان شخص
اوسکو لایا۔ اور آگے قافلے کے ایک اونٹ سیاہ و سفید رنگ کا ہے جسپر کالی کمل اور دو
خرجیان ہین۔ قافلہ فلان روز پہونچیگا۔ اوس دن کچھ قریب نصف نہار تک لوگ انتظار مین
تھے کہ قافلہ پہونچا جس طرح سے کہ حضرت نے اوسکا وصف بیان فرمایا تھا۔ ایک روایت مین ہے
کہ روز چہار شنبہ کا وعدہ فرمایا اور آفتاب قریب غروب ہونیکے پہونچا لیکن قافلہ نہین آیا
حضرت نے دعا کی آفتاب رُک گیا۔ یہانتک کہ قافلہ آگیا۔ ایک روایت مین ہی کہ جب
شبِ اسرا کی صبح ہوئی وَعَرَفْتُ اَنَّ النَّاسَ مُكَذِّبِيْ فَقَعَدْتُ مُعْتَزِلًا حَزِيْنًا
یعنے مین سمجھ گیا کہ مجھے لوگ جھٹلائین گے (انگلیون سے بتلائین گے) مین غمگین ایک کنارے

له ابن ابی شیبہ
امام احمد
نسائی - بزار
طبرانی - ابن مردویہ
ابونعیم دلائل مین
ابن عباس سے
راوی ہین ۱۲
سله بخاری
مسلم - نسائی
ترمذی و ابن جریر
[illegible]
سله بیہقی
[illegible]

بیٹھا تھا کہ عدو اللہ ابوجہل آیا۔ اور نزدیک بیٹھا۔ ٹھٹے سی پوچھا کہ آج بھی کچھ ہوا ہی۔ کوئی نیا واقعہ گذرا ہی۔ آپنے فرمایا ہان کہا فرمایئے وہ کیا ہی۔ فرمایا آج مجھے سیر دکھلائی گئی کہا کہانتک فرمایا بیت المقدس یعنے پاک مکان تک۔ پہر کہا کہ اگر قوم کو بلاؤن تو جو آپنے مجھہ سے بیان کیا ہے وہ اونسے بھی فرمائین گے۔ آپنے فرمایا ہان (ہم سب کہین گے کسی سے نہ شرمائین گے) پکارا اے گروہ بنی کعب بن لوی آؤ اوسکی آواز پر خلقت جمع ہوگئی آپنے سب تو اونسے بھی بیان کیا یہ اپنا سارا قصہ عیاں کیا یہ سنکر کسی نے تالیان بجائین کسی نے بیہودہ باتین سنائین۔ کوئی تعجب سے اپنے سر پر ہاتھ دہرتا۔ کوئی تمسخر کرتا۔ پہر اونہون نے کہا اوس مسجد کا حال بیان کیجیے۔ وہ رازِ مخفی عیان کیجیے اونمین وہ لوگ بھی ہمراہ تھے۔ جو اوس مقام سے آگاہ تھے۔ حضرت نے اوسکو بیان کیا۔ فرمایا کہ بعض باتومین مجھے التباس ہوا۔ پھر بیت المقدس میرے پیش نظر ہوگیا مین نے دیکھ دیکھ سب بیان کیا۔ ایک روایت مین حضرت[1] بی بی عایشہ علی بعلہا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے

[1] ملحدکنے تصحیح کی اور ابن مردویہ وبیہقی دلائل مین در منثور بی بی عایشہ کی روایت منکرین معراج خوب غور سے ملاحظہ کرین ازالہ اوہام صفحہ ۲۸۹ مین مرزا قادیانی نے لکھا کہ آنحضرت کی رفع جسمی کے بارے مین یعنے اسرارہ مین کہ وہ جسم کی سمیت شب معراج مین آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے تقریبًا تمام صحابہ کا یہی اعتقاد تھا جیسا کہ مسیح کے اٹھائے جانے کی نسبت اس زمانے کے لوگ اعتقاد رکھتے ہیں یعنے جسم کے سات اُٹھائے جانا اور پہر جسم کے سات اترنا۔ لیکن پھر بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کو تسلیم نہین کرتین اور کہتی ہین کہ وہ ایک رؤیا صالحہ تھی۔ اور کسی نے حضرت عائشہ کا نام نعوذ باللہ لحدہ یا ضالہ نہین رکھا اور نہ اجماع کے برخلاف بات کرنے سے اوسپر ٹوٹ کر پڑ گئے۔ پھر یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی معراج کا مسئلہ بالکل مسیح کے جسمانی طور پر آسمان پر چڑھنے اور آسمان سے اترنیکا ہمشکل ہے اور ایک ہمشکل مقدمہ کے بارے مین بعض صحابہ جلیلہ کا ہماری رائے کے مطابق رائے ظاہر کرنا درحقیقت ایک دوسرے پیرایہ مین ہماری رائے کی تائید ہے یعنے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمانی معراج کی نسبت انکار کرنا درحقیقت وہ دربردہ مسیح کے جسمانی رفع ومعراج سے بھی انکار ہے الخ فقیر کہتا ہے کہ اس عبارت کو غور سے ملاحظہ کرین سادل کہا کہ تقریبًا تمام صحابہ کا یہی اعتقاد تھا پہر کہتے ہین کہ نہ اجماع کے خلاف بات کرنے سے اوسپر ٹوٹ کر پڑ گئے۔ (لو اب تو اجماع صحابہ بھی ہوگیا) پہر کہا

کہ آپ فرماتی ہین کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی گئی بعد نماز صبح آپنے
لوگون سے بیان فرمایا۔ فَارْتَدَّ نَاسٌ مِّمَّنْ کَانُوْا آمَنُوْا بِہٖ وَصَدَّقُوْہُ بعضے لوگ مومن

بقیہ حاشیہ گذشتہ کہ جسمانی معراج کا مسئلہ بالکل مسیح کے جسمانی طور پر آسمان پر جانے اور آسمان سے اترنیکا ہمشکل ہے الخ
۵ کیا لطف ہے غیر پردہ کہولے لوجادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے۔ ہم بھی تو یہی کہتے ہین کہ جیسے معراج ہے اوسی طرح حضرت
عیسیٰ کا نزول ہے۔ خود آپ بھی اسکے قائل ہین۔ پہر کہا حضرت عائشہ کا انکار کرنا الخ افسوس کہ جب اجماع صحابہ کے مقابلہ مین حضرت
بی بی عائشہ کا قول لایا گیا تھا۔ اوسکا کوئی ماخذ تو بیان کیا جاتا صرف زبانی جمع خرچ سے کیا کام نکلتا ہے۔ مرزا حیرت بھی
بار بار یہی کہتا ہے کہ بی بی عائشہ کا وہی مذہب تھا۔ ہم نے تو حاکم و بیہقی کی جو حدیث بیان کی بی بی عائشہ سے ہی مروی ہے
فارتدناس کے کیا معنی کیون لوگ مرتد ہو گئے کیا خواب مین بہی آدمی آسمان پر نہین جاسکتا ہے۔ اور جو جائے تو یہہ بھی
خلاف عقل ہے جس سے لوگ مرتد ہوئے۔ آپ جس حدیث کو لئے بیٹھے ہین اوس کے لفظ بھی معلوم ہین کہ کیا ہین اور وہ کونسی
کتاب مین ہے اور اوسپر علما نے کیا جرح کی ہے۔ لیکن حدیث کی کب پروا ہے۔ درخواست مطبوعہ صفحہ ۴ مین لکہا۔ اوس حکم کا
یہہ حق ہے کہ اوس علم کے ساتھ جو خدا سے اوس نے پایا ہے ایسی حدیثون کو رد کرے اگرچہ وہ دس لاکھ یا دس سے بھی زیادہ ہون الخ
پہر اب آپکو کیا پروا ہے جس حدیث کو چاہا گہڑ لیا اور جس صحیح حدیث کو چاہا موضوع کہا۔ یہہ ہے اتباع مصطفوی۔ یہہ ہے جماعت احمدی
کہانتک اس خرافات کو ہم لکہین وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ۔ پہلے تو وہ حدیث بعضے سیر و مغازی
مین ہے نہ کسی معتبر صحاح مین۔ پہر اوس کے لفظون مین اختلاف ہے ایک روایت مَا فَقَدْتُ جَسَدَہٗ اور ایک روایت
مَا فُقِدَ۔ کلمہ مَا فَقَدْتُ توصریح کہہ رہا ہے کہ پیچھے لوگون نے وضع کیا ہے درمنثور مین اسی الفاظ سے ہے کیونکہ ام المومنین سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت مدینہ مین ہوئی پہر یہہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ مین نے نہین کہوئی۔ یہہ تو لفظ کا اختلاف ہے اور
اگر یہہ حدیث کو مان بھی لین تو آنکہہ کی رویت کا کیون انکار ہوتا۔ اگر آپ پاس معراج شامی ہوتی تو آپ اسطرح انکار نکرتین
اسیواسطے حضرت قاضی عیاض نے شفا مین صاف کہدیا۔ وَحَدِیْثُہَا ھٰذَا لَیْسَ بِالثَّابِتِ عَنْہَا یعنے یہہ زعم حضرت
کے انکار کی حدیث آپ سے ثابت نہین الخ۔ علامہ زرقانی نے جز سادس صفحہ ۵ مین کہا یعنے لِمَا فِیْ مَتْنِہٖ مِنَ الْعِلَّۃِ
الْقَادِحَۃِ وَفِیْ سَنَدِہٖ مِنَ انْقِطَاعٍ وَرَاوٍ مَجْہُوْلٍ یعنے متن مین اوس حدیث کے علت قادحہ ہے۔ اور اوسکی سند مین
انقطاع اور راوی مجہول ہے علامہ ابن دحیہ فرماتے ہین اِنَّہٗ حَدِیْثٌ مَوْضُوْعٌ عَلَیْہَا یعنے ام المومنین پر یہہ حدیث
وضع کی گئی ہے اور جھوٹی نسبت آپکی طرف لگائی گئی ہے۔ امام شافعیہ ابو العباس بن سریج فرماتے ہین ھٰذَا حَدِیْثٌ
لَا یَصِحُّ وَاِنَّمَا وُضِعَ رَدًّا لِلْحَدِیْثِ الصَّحِیْحِ یہہ حدیث صحیح نہین اور البتہ حدیث صحیح کے رد کرنے کے لئے یہہ حدیث
وضع کیگئی ہے۔ پسپر مرزائین یعنے قادیانی صاحب اور حیرت صاحب نے اپنے پرچہ اور اخبار کرزن گزٹ وغیرہ مین دہوم
مچائی یہہ وہ حدیث موضوع ہے۔ جسکو بی بی ام المومنین کی طرف خواہی نخواہی نسبت کرکے پہر اپنے مذہب کی بنیاد اوسپر
رکہی جاتی ہے۔ یہہ ہے بناء الفاسد علی الفاسد ۱۲۔ تنبیہہ یاد رکہنا چاہئے کہ ام المومنین کو رویت باری مین کلام ہے
اور بعضے احادیث مین اسیکا ذکر ہے اور معراج جسم عنصری کا انکار نہین جس طرح ہم نے حدیث سے ثابت کیا۔ لیکن آجکل منکرین
دہوکا دہی و مغالطہ کے طور پر بیان کرتے ہین حالانکہ دونون مین بڑا فرق ہے کوئی ان کے مغالطہ مین نہ آئے مفاتیح اسیطرح
مین لکہا ہے کہ چوب تر بواسطہ رطوبت ثقل ذاتی رکہتی ہے بار کے پاؤن پر باندہتے ہین اوسکی گرانی کے باعث اوڑ نہین سکتا
لیکن جب وہ چوب آفتاب مین خشک ہوتی ہے جو گرانی لازم رطوبت ہے اوس سے دور ہوکر باز پرواز مین آتا ہے کیا عجیب ہے

ومصدق بھی مرتد ہوگئے (سیدہی راہ سے کہوگئے) بعضے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے پاس دوڑے گئے۔ اور اسطرح کہنے لگے۔ کہ کیون اب آپکے صاحب پر کیا حکم لگاتے ہو انگڑی بات

بقیہ حاشیہ گذشتہ کہ اسی طرح ہمارے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم شاہباز تھے آشیانہ انامن نور اللہ سے پرواز کرکر منزل وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ مین تشریف لائے تھے۔ اور جو بہ گران اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی اوس شاہباز بلند پرواز اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ کے قدم سے مربوط ہے تا بسبب اس ثقل بشریت کے امت کے درمیان جاگزین ہو لیکن جب تابش آفتاب عنایت نے ثقل بشریت کو دور کیا۔ اس حد تک کہ طبیعت آب و خاک کی اوس وجود باوجود محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہوئی۔ جبھی تو شب اسریٰ مین جسم روح کے ساتھ قالب قلب کے ساتھ عروج کیا۔ ۵

زنہ لیشتہ آسمان در گذشت ٭ زمین وزمان را ورق درنوشت ٭ زمین زادہ آسمان تاختہ ٭ زمین آسمان از پسے انداختہ ٭ جہان دیدگر حضرت ذوالجلال ٭ نہ زان سو جہت جنبد زین سو خیال ٭ جاننا چاہئے کہ قصہ اسرار ومعراج بہت ہی مشہور معجزہ ہے۔ اور نہایت ہی قوی حجت دیتا ہے سب انبیا پر اس سے آپکی فضیلت ہے۔ شرافت وسیادت ہے۔ آگے بیان ہوچکا کہ اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کو سبحٰن سے اسی لئے شروع فرمایا کہ تسبیح امورِ عظام اور بڑے کام مین ہوتی ہے۔ اور اس طرف اشارہ ہے کہ دوسرا اس فعل پر قادر نہین۔ اگر معراج منامی ہوتی تو کوئی بڑی شے نہ تھی کیون اوس صبح مین سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم محزون ومغموم ہوتے۔ کافر کیون خواب کو جھٹلاتے۔ خواب تو ہر کوئی دیکھتا ہے اوسکو کون جھٹلاتا ہے۔ بعضے مسلمان کیون مرتد ہوجاتے عبد کا لفظ کیون استعمال ہوتا وہ تو مجموعہ روح وجسد ہے ۵ ازین دولت سراحون شاہ کونین ٭ خرامان شد بعزم قاب قوسین ٭ شد از صبو جہان گردون سیداوہ ٭ سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ قرآن مین اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ ارشاد ہے اقرا مین اُسْرِیَ بِیْ یعنے مجھے سیر دکھلائی گئی نہ مستعمل ہوتا۔ کیونکہ اصل نصوص مین یہی ہے کہ بیداری پر محمول ہون جب تک کہ کوئی دلیل اوس کے خلاف مین نہ قایم ہو۔ سے اور براق پر کیون سوار ہوتے وہ تو جا فوستہا سواری بدن کے لئے ہوتی ہے نہ روح کیلئے روح مرکب کی محتاج نہین۔ دیکھو کہ اوسی شب معراج مین بیت المقدس کا دروازہ بند نہ ہوسکا۔ چنانچہ جب قیصر کے پاس معراج کا ذکر آیا تو کسی مقرب سپاہی نے اوس بادشاہ کے پاس گواہی دی کہ ہان اوس شب مین بیت المقدس کا ایک دروازہ بند نہ ہوسکا اور صبح مین اوس پتھرہ مین سوراخ تھا۔ چنانچہ ابونعیم وغیرہ نے طویل حدیث بیان کی ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق کا حضور مین حضرت رسول مکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے یون عرض کرنا۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیْنَ كُنْتَ اللَّیْلَةَ قَدِ الْتَمَسْتُكَ فِیْ مَكَانِكَ ٭ یا رسول اللہ آج شب مین آپ کہان تھے مین آپکے جائے پر آپکو بہت ڈھونڈھا۔ بیجئے وہ موضوع حدیث قادیانیون نے جو اونکی صاحبزادی کی طرف منسوب کی اون کے باباجان کا قول شاعت کیا۔ اسکی تخریج ابن جریر کی محدثین مثل بزار۔ ابن ابی حاتم۔ طبرانی۔ ابن مردویہ۔ بیہقی دلائل مین اور تصحیح بھی کی۔ اب آپکے مافوق اَبِمَا فَقَدْتُ کو طاق مین اٹھاکر رکھئے۔ آپ آمد تیمم برخاست پر عمل کیجئے۔ اے منکرو قرآن کو ہی غور سے پڑھو مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی۔ کیا یہ خواب پر دلالت کرتا ہے۔ اسکے معنی یہ ہین کہ دل نے آنکھون کی دیکھی ہوئی شے کو غیر حقیقی ہونے کے وہم مین نہ ڈالا۔ بلکہ آنکھون کی رؤیت کی تصدیق کی۔ اور جس چیز کو آنکھون نے دیکھا دل بھی اوسکا انکار نہ کیا۔ چنانچہ فرمان مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی اوسی کا موید ہے۔ کیونکہ بصر آلات جسم سے ہے نہ روح سے اور وَلَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی۔ بھی قوی دلیل ہے اس لئے کہ آیت ومعجزہ منامی نہین ہوسکتا۔ وَمَا عَلَیْنَاۤ اِلَّا الْبَلٰغُ ۵ ہمارا کام سمجھانا تھا یارو کو اب آگے جاہو تم مانو نہ مانو تو

کس طرح بنا ہوا) وہ تو فرماتے ہین کہ راتون رات مجھے بیت المقدس کی سیر کہلائی گئی ہے۔ وہانکی ہر ایک شے بتلائی گئی ہے۔ آپنے کہا اگر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسطرح فرمایا ہے تو وہ سچے ہین (عقل کے پیمانے جو قدرت خدا ناپتے ہین وہ کچے ہین) انہون نے کہا بیت المقدس کے راتون رات جاکے آنیکو بھی آپ تسلیم کرتے ہین آپنے کہا اس سے بھی بڑہکر ہم اونکی تعظیم کرتے ہین صبح و شام آسمان سے جو خبرین آتی ہین ہم اوسکو مانتے ہین (غرض یہہ کہ ہم اونکو ہر بات مین سچا جانتے ہین) اسی لئے آپکا لقب صدیق ہوا اس قصے کا منکر زندیق ہوا) ایک روایت مین ہے کہ ایک ایک بات آپ وہان کی پوچھتے جاتے۔ یہ بیان صَدَقْتَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ کہتے جاتے یعنی آپ سچے اور مقبول ہو ہم بیشک گواہی دیتے ہین کہ آپ اللہ کے رسول ہو حضرت انس فرماتے ہین کہ جب سے شب معراج مین تشریف فرمائی ہوئی جلوہ افزائی ہوئی اوس شہ کونین کی خوشبو نوشاہ کی خوشبو بلکہ دولہے سے بھی بڑہکر جسکی مہک سوہی ہے عَطِّرِ اللّٰهُمَّ قَبْرَهُ الْكَرِيْمَ بِعَرْفٍ شَذِيٍّ مِّنْ صَلٰوةٍ وَّتَسْلِيْمٍ الٰہی تجھہ سے تیری حبیب کو اور حبیب سے تجھکو طلب کرتے ہین اور کسی کی پروا کب کرتے ہین مرنے سے پہلے اس دنیا مین بھی اپنے دیدار کی لذت دے اور سب کو بھلا دے اسطرح اپنی محبت دے اگر زندگی میرے لئے بہتر ہو تو جینا ورنہ دن چلا نہین تجھے بہت جلد اپنی طرف بلا دنیا سے دل اوداس ہے اس یاس مین بھی تیری آس ہے اگرچہ گنہگار ہون تیری رحمت کے امیدوار تو اگر چاہے تو ہمکو متقین کا امام بناسکتا ہے اور چاہے تو دنیا وار دونکا غلام بناسکتا ہے بندہ بنا غلام بنا خود ہی مٹاکر گمنام بنا فانی باقی نہین ہو جا۔ تیری سوا کوئی نظر نہ آئے ہو وصل ایسا کہ نہ ہو بلکہ تو ہو فنا فانی ہو باقی ہوہی تو ہو سب ان خصوصاً ان نفیسہ اعوان رہبر اطریقی جو تیرے محبوب کے غلامون داخل ہین اونکی

له رواه احمد والبزار باسناد حسن (زرقانی)

له رواه ابن مردویه (در منثور)

گذشتہ آیت سُبحَانَ الَّذِی اَسرٰی میں سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہوا ہے جو خداوند عالم کے دیدار پاک سے مشرف و سرفراز ہوئے اور اوسکے کلام بے صوت و صدا سے ممتاز ہوئے ہیں

کلام سرمدی بے صوت بشنید ؎ خداوند جہان را بے جہت دید ؎
جدید آنچہ زحد دیدن بروں بود مپرس از ما زکیفیت کہ چوں بود

بعضے روایات میں یہہ بھی آیا ہے کہ اللہ پاک نے قرآن مجید سب وہیں سکھلا دیا حضرت جبریل علیہ السلام اوسکی یاد دہانی کرتے تہے وکان یُذَکِّرُنِی اسیواسطے آپ وحی پوری ہونیکے پہلے ہی سبقت کر جاتے تہے اللہ پاک نے یہہ آیت اتاری وَلَا تَعجَل بِالقُرآنِ مِن قَبلِ اَن یُقضٰی اِلَیکَ وَحیُہٗ لیکن علما رکواس حدیث میں کلام ہے ہم بھی اونکے ساتہ اتفاق کرتے ہیں اور تعلیم ظاہری کو مانتے ہیں

تعلیم جبرئیل امین تھی برائے نام حضرت وہیں سے آئے تھے لکھی پڑہے ہوئے

پہلے باب میں صحیح بخاری کے مذکور ہے کہ رمضان کی ہر رات میں جبریل امین علیہ السلام رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے اور باہم قرآن پڑہتے شارحین فَیُدَارِسُہُ القُرآنَ کے یہہ معنی کرتے ہیں کہ باری باری تلاوت ہوتی تھی یا دونوں معاً ایک سان پڑہتے تھے غرض یہہ کہ جنکے پاس وحی لائی جاتی ہے اور جو وحی لائے ہیں

ان دنون مین مناسبت ہونی چاھئی اسیواسطے محققین نے یہ نکتہ کہا کہ جب جبریل اپنی ملکیت مین غالب ہوجاتے تو اپنی اصلی صورت مین آتے حضرت بھی عالم ملکوت مین چلے جاتے چنانچہ اسطرح وہی وقع ہوا۔ اور جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال انسانیت کا رنگ غالب ہوتا تو جبریل ملکوت کو چھوڑ جامہ ناسوت پہنتے۔ آدمی کی شکل مین آتے صحابی بن جاتے معلم متعلم کی صورت مین نظر آتا۔ لوگونکو دھوکا ہوجاتا سامنے باادب بیٹھے ہوئے ایک چیز کا سوال کرتے عجیب کمال کرتے حدیث متفق علیہ کے یہ لفظ ہین۔ فَاَسْنَدَ رُکْبَتَیْہِ اِلٰی رُکْبَتَیْہِ وَوَضَعَ کَفَّیْہِ عَلٰی فَخِذَیْہِ۔ اب مانہ تو وہ آیا۔ کہ جبریل علیہ السلام کا واسطہ نرہا۔ عرفان مین آیہ اسطرح آیا۔ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ۝

چو در شب بے نشانی رسید ؎ چہ گویم کہ آنجا چہ دید و شنید ؎

ورق در نوشتند و گم شد سبق شنیدن بحق بود و دیدن بحق

خلاصہ یہ کہ جب آپکا ذکر مبارک آیت سابقہ مین ہو چکا وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ تو اب انکا ذکر فرماتا ہی کہ جنکو رؤیت تو نہ ہوی لیکن کلام سے سرفراز ہوے

17-2

وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَجَعَلْنٰہُ هُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا ای یَتَّخِذُوْا

ابوعمرو بصری یاء غائب سے پڑھتے ہین۔

اصل مین اَنْ لَا تَتَّخِذُوْا ہی اَنْ ناصب فعل ہے معنی یون ہونگے و جعلناہ ھدی لئلا تتخذ وا یا ان تفسیر اسکے معنی مین ہی عام قرأت کے لحاظ سے غائب سے طرف مخاطب رجوع ہی جسکو صنعت التفات کہتے ہین۔ یا ان زائدہ یعنے صلہ ہے اور قول مضمر ہے جسکی تقدیر یون ہی فقلنا لا تتخذوا (تفسیر کبیر)

مِن دُونِی وَکِیلًا ؕ اور ہم نے موسیٰ کو کتاب (توراۃ) دی اور اوسکو بنی اسرائیل

کیلئے راہنما بنایا (اور اوسنے کہا) کہ میرے سوا کسی کو شریک ع۵ وکارساز نہ بناؤ موسیٰ

علیہ السلام توراۃ لیکر بنی اسرائیل کی طرف تشریف لائے ۔ جسمین بہت سے حکم تھے

لیکن بڑا تاکیدی جو حکم تھا اوسکی تصریح ہوئی کہ میرے سوا کسی دوسرے کو حقیقی سرپرست

وکفیل اور میرا شریک نہ بناؤ ۔ یہی اصل توحید ہے ۔ اب اسکے مراتب ہین کہ جس قدر

آدمی اپنے علاقے توڑتا ہے اور اسباب کو چھوڑتا ہے اور مخلوق سے مونہہ موڑتا

جاتا ہے اور خالق سے رابطہ جوڑتا جاتا ہے اوسیقدر اوسکو تائید غیبی اور امداد باطنی سے

تقویت پھونچتی جاتی ہے ۔ اور ہر حال مین اپنے خالق کا فعل اوسکے پیش نظر رہتا ہے

کیسی ہی بڑی آفت اوسکے سر آئے اوس سے نہین گھبراتا ۔ بلکہ محبوب حقیقی کا فعل

سمجھکر پیش قدمی کرتا ہے ۔ غرض یہہ ایک راز ہے بندے اور خدا مین ۔ اکثر غافل

اس راز کو نہ پاکر اسباب کے تفرقے مین جاگرے ۔ جس کے باعث وہ اپنے مربی پالنے

والے سے دور ہوگئے ۔ رفتہ رفتہ وہ اسقدر دور ہوے کہ ہاویۂ ضلالت مین گر پڑے

خود مختار بن بیٹھے ۔ اپنے رب کے منکر ہوے ۔ ایسے وقت مین طوفان نے اونکو

غرق کیا ۔ اور جو اللہ والے تھے اللہ نے اونکو نوح علیہ السلام کے ہمراہ کشتی مین

بٹھا کر بچا لیا ۔ اسی طرح وہ اپنے لوگون کی بگڑی بناتا ہے ۔ اس لئے اونکو مخاطب ہو کے

فرماتا ہے ذُرِّیَّۃَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّہٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا ۝ اے اولاد

ادن لوگون کی جنکو ہم نے نوح کے ساتھہ کشتی مین چڑہایا تھا۔ البتہ وہ شکر گذار بندہ تھا تم کو چاہئے تھا کہ اونھون کے اچھے ہوتے۔ ذرا اپنے بزرگونکا ہی خیال کرتے کہ اونھون نے کیا کیا اور تم کیا کر رہے ہو۔ کس سے تم کس سے علاقہ پیدا کر رہے ہو تم سب کے باپ اور سردار جو نوح تھے بڑے شکر گذار بندے تھے۔ حدیث مین ہے کہ جب نوح علیہ السلام کچھہ کہاتے یا پیتے یا پہنتے یا سوار ہوتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہتے۔ اللہ نے آپ کا نام عبدِ شکور رکہا۔ اور جب آپ جائے ضرورت سے نکلتے تو یون کہتے ۔

حضرت شیخ محی الدین عربی اپنی تفسیر مین بعضے بعضے جا بے تاویل آیات بطور اشارات کے بیان کرتے ہین اور ابتدا کتاب مین اسکی صراحت کردی ہے کہ حدیث مین آیا ہے قرآن کی ہر آیت کا ظہر اور بطن ہے اور ہر حرف کی حد ہے اور ہر حد کو مطلع ہے اس حدیث سے مین نے یون سمجہا کہ ظہر سے مراد تفسیر ہے اور بطن سے مراد تاویل ہے اور حد وہ ہے کہ جہان عقول معنی کلام سمجہنے مین ٹہر جاتے ہین اور مطلع وہ ہے کہ جہان سے طلوع ہونیکے بعد شہود ملک علام ہوتا ہے جیسے حضرت امام جعفر صادق علی جدہ و علیہ الصلواۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ فرماتے تھے لقد تجلی اللہ لعبادہ فی کلامہ ولکن لا تبصرون یعنے اللہ تعالی نے اپنے بندون کے لئے اپنے کلام مین تجلی فرمائی ہے لیکن وہ نہین دیکہتے اور آپ سے یہی مروی ہے کہ ایک دن نماز مین ہی بیہوش ہوکر گر پڑے۔ وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ مین نے ایک آیت کو بار بار لوٹایا یہانتک کہ اوس کے متکلم سے اوسکو سن لیا۔ پہر شیخ محی الدین فرماتے ہین کہ یہہ جو تاویلات ہین ظواہر اور حدود کے متعلق نہین کیونکہ اوسکی حد مقرر ہے اسی واسطے کہا گیا کہ جو قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے تو وہ کافر ہے اور تاویل باقی ہے الخ اس سے معلوم ہوگیا کہ بعضے دہریون اور بعضے خام صوفیون نے صرف اسی باطنی معنون پر قناعت کرکے دوزخ وغیرہ کا انکار کیا اونکو چاہئے تھا کہ مکہ اور مدینہ کے موجود ہونیکا اور موسی اور عیسی کے وجود کا بھی انکار کرتے کیونکہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ فقیر کہتا ہے کہ
اس امتِ مرحومہ مین بھی یہہ دعائین معمول بہا ہین۔ اور یہہ بھی روایت ہے کہ

بقیہ حاشیہ گذشتہ کہ شیخ نے اسکی بھی تاویل کی ہے لیکن (ع) خوئے بدرا بہانہ بسیار ۔ کا حال ہے ۔ ہم صاف کہدیتے ہین کہ جو ظاہری قرآن کے معنونکا انکار کرے وہ کافر ہے اوس کے کفر مین کسی کو کلام نہین ۔ ہان اوس معنون پر ایمان لاکر بطور اہلِ ذوق اوس سے دوسرے معنی بھی سمجھے تو کچھ مضائقہ نہین ہے بلکہ حقیقت مین یہہ انہین کو نصیب ہوتا ہے جو اہلِ معرفت ہین ۔ چنانچہ شرح عقائد نسفی وغیرہ مین اسکی تصریح ہے اسلئے کسی کسی مقام پر اسکا ذکر بھی ہوگا چنانچہ ان آیات کے متعلق حضرت محی الدین عربی فرماتے ہین ۔ اور ہمنے موسی (دل) کو کتاب (علم) دی اور اوس کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت کی ۔ اسرائیل سے مراد روح اور قوتین اوسکی اولاد (اور اون سے کہا) کہ میرے سوا کسی کو اپنا کارساز نہ بناؤ ۔ اپنے افعال مین خود پسندی سے کام نہ لو ۔ اور خود کو طلب کمالات و حظوظ مین مستقل نہ سمجھو ۔ اور خواہشات کے مطیع نہ ہو ۔ اور شیطان وہم کی طرف اپنے کام تفویض نکرو وہ تو لذاتِ بدنی مین گرفتار کردیگا ۔ اور نہ عقلِ معاش پر بھروسا کرو کہ وہ اسی دنیا پرستی مین تم کو لگا دیگی ۔ بلکہ سب کام میرے تفویض کردین تمہارا مدبر ہون علوم و معارف اور اخلاق و فضائل سے سرفراز کرونگا ۔ اور تائید قدس سے عالم قلب و روح مین اوس انوار سے امداد بھیجے گی جس سے تم کو کامل بنا دونگا اور عالم ملکوت و جبروت سے وہ وہ برکات نازل فرماؤنگا جس سے عالم ناسوت مین کسب کرنے کی حاجت بھی نہ رہے گی اسے اولاد اون لوگون کی جنکو ہمنے نوح کے ساتھ (کشتی مین) چڑھایا تھا وہ مکاسب ناسوت جو ذریتِ نوح (عقل) ہین اور عقل کشتی شریعت اور حکمت عملیہ مین سوار ہے اور وہ (عقل) عبدِ شکور ہے کیونکہ اللہ کی نعمتون کو پہچانتی ہے جیسا کہ چاہئیے اون نعمتون کو استعمال مین لاتی ہے ۔ اور ہم نے بنی اسرائیل (قوائی روحانیہ) کو کتاب (لوح محفوظ) مین خبردار کیا یعنے حکم کردیا کہ تم زمین مین ضرور دوبار فساد کروگے ۔ ایک مرتبہ تو نفس کے مقام مین جب کہ وہ امارہ ہے اور اپنی لذتون اور خواہشون کو ڈہونڈہتا ہے ۔ اور بڑی زیادتیان بھی کروگے یعنی قلب پر تمہاری چڑہائی ہوگی ۔ اور اوس کے کمال سے تم اوس کو روکوگے ۔ اور اوسکی قوتِ عقل کو تم اپنے مطالب کے حاصل کرنے مین مصروف کروگے ۔ دوسرا فساد مقام قلب مین ہوگا کہ تم فضائل سے مزین ہوگے اور نورِ قلب سے منور ۔ اور اپنی شجر کمالات کی تروتازگی ظاہر کرنے کیلئے فساد برپا کروگے اور شہود و تجلی توحید کے مانع یہی فضائل اور قلب پر وہی حجاب ہون گے

جب کہانا شروع کرو تو یون کہو بِسۡمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَتِ اللّٰہِ اور جب سیر ہوجاؤ تو اس طرح کہو عہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ ھُوَ اَشۡبَعَنَا وَ اَرۡوَانَا وَ اَنۡعَمَ عَلَیۡنَا

عہ بہ توفیق اللہ تعالیٰ کو جسنے سیر و سیراب کیا اور نعمت و برکت کی دی ۱۲

بقیۂ حاشیہ گذشتہ اور یہہ پردہائے نوری پردہائے ظلمانی سے بڑہکر ہین - کیونکہ اون کی لطافت و پاکیزگی کو آدمی کمالات تصور کرکے وہین ٹہرجاتا ہے - پہر جب پہلا وعدہ آیا تو ہم نے اپنے بندے یعنے صفاتِ قلبی و انوارِ ملکوتی اور آرارِ عقلی - سخت لڑائی والے تم پر بہیجے اور وہ تمہارے مکانون مین گہس گئے - بعض کو قہر و غلبہ سے قتل کیا - اور ہیأت بدنی کی ذریات اور رذائل نفسانی کو قید کرلیا - اور اموال مدرکاتِ حسیّہ اور لذاتِ بہیمیہ اور سبعیہ کو لوٹ لیا - اور وہ وعدہ پورا ہونیوالا ہی تھا - کیونکہ تمہاری استعداد مین قوتِ کمال اور اوسکی طلب رکھی گئی ہے - اور دلائل عقلی تمہاری فطرت مین جاگزین ہے - پہر ہم نے تمکو اون پر غلبہ دیا - تم کو نورِ قلب سے منور کیا اور تمہاری توجہ صدر کے طرف ہوئی اور بمقتضارِ نظرِ عقل اودہر سے پلٹ آئے - اور مال یعنے علومِ نافعہ اور حِکَم عقلیہ و شرعیہ و معارف قلبیہ سے اور بیٹون سے فضائل خلقیہ اور ہیأت نورانیہ سے - تمہاری مدد کی اور تمہاری جماعت بڑہادی بسبب کثرت فضائل اور ملکاتِ فاضلہ اور اخلاق حسنہ کے اگر تمنے بہلائی کی بسبب تحصیل کمالاتِ خلقیہ اور آرارِ عقلیہ کے تو اپنا بہلا کیا اور اگر برائی کی بباعث رذائل اور ہیأتِ بدنیہ کے تو اپنے لئے - پہر جب دوسرا وعدہ آیا - فنار فی التوحید کا تو ہمنے لشکرِ سلطان عظمت و کبریا کو بہیجا - اور صفاتِ الٰہیہ سے انوارِ قدسیہ اور تجلیات جلالیہ اور سبحات قہریہ کو روانہ کیا تاکہ تمہارے منہ بگاڑین - بسبب فنار فی التوحید کے اب اسوقت کمالات مفقود ہونے سے تم پر رنج و غم غالب ہوگا - اور مسجد قلب مین گہس جائین جیسے کہ پہلے گہس پڑے تہے - اور اوسکا اثر بواسطہ علوم و فضائل کے تم پر پڑا تھا - اور فنا کرین جہان کہ غالب ہون جو مقام ظہور کمال و فضیلت اور موضع خود پسندی خود آرائی سے پورا فنا کرنا - بسبب فنار کرنے صفات الٰہی کے - شاید کہ تمہارا پروردگار تم پر رحم فرمائے - بعد غلبہ فنا اور تجلیاتِ صفات سے محو ہونیکے پہر زندہ کرے اور بعد فنا تمکو پہر بقا سرفراز فرمائے - اور تمکو وہ دے جو نہ کسی آنکہ نے دیکہا اور نہ کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل پر خطرہ گذرا - اگر تم پہر وہی کروگے بسبب تلوین کے مقام فنا مین اور تمہاری انانیت ظاہر ہوگی - تو ہم بھی وہی کرینگے قہر و فنا کرینگے -

وَاَفْضَل جو کچھ نعمتین کہانے مین آئین اوسکا یہہ بدلہ ہے مختصراً اور[۵۱] جو کہانیکے

پہلے بِسْمِ اللّٰہ کہنا بھول گیا ہو تو اس طرح کہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ[۵۲]

اور[۵۳] صاحبِ طعام کو اس طرح دعا دیوے۔ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَھُمْ فِیْمَا

رَزَقْتَھُمْ فَاغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ جسکو پوری آگاہی منظور ہو وہ حصن

حصین دیکھے۔ غرض یہہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات کو بیان فرمایا

کہ بنی اسرائیل کو تورات دی جو اونکے لئے ہدایت تھی لیکن اونہون نے

اوس سے ہدایت نہ لے کر فساد برپا کیا چنانچہ فرماتا ہے وَقَضَیْنَآ اِلٰی بَنِیْٓ

اِسْرَآءِیْلَ فِی الْکِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا کَبِیْرًا

آیت

اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب مین خبردار کیا کہ تم زمین مین ضرور دو بار فساد کروگے

اور بڑی زیادتیان بھی کروگے۔ یعنے ہمنے[۵۴] اونکو خبردار کیا اور آگاہ کیا کتاب[۵۵]

یعنے تورات مین کہ تم زمین مین یعنے بیت المقدس[۵۶] مین ضرور دو بار فساد کروگے۔

اون[۵۷] دو فسادون سے پہلا فساد مخالفتِ احکام تورات اور قتلِ شعیا پیغمبر ہے

اور دوسرا قتلِ زکریا اور یحییٰ اور قصدِ قتلِ عیسیٰ علیہم السلام ہے۔ اور تم بڑی

[illegible] اللّٰہ ... اونکو ... اور اس مین برکت دے اور بخش اونکو اور رحم کر [illegible] ۱۲

---

[۵۱] ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن حبان۔ حاکم [۵۲] مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ابی شیبہ۔
[۵۳] اَخْبَرْنَاھُمْ۔ ابن ابی حاتم عن ابن عباس۔ (در) [۵۴] اعلمناھم۔ ابن جریر۔ ابن منذر۔
ابن ابی حاتم عن ابن عباس (در) [۵۵] ابن جریر عن ابن مسعود (در) بعضون نے لوح محفوظ لکھا یا عام کتاب[۵۶]
جو بنی اسرائیل کو دی گئی تھی [۵۶] محمد بن اسحاق (خازن) [۵۷] بیضاوی

زیادتیان بھی کروگے اللہ کی نافرمانی اور لوگون پر بھی ظلم - یہہ ایک پیشین گوئی
تھی جس کا پورا ہونا ضروری تھا اسلئے اوسکے ظہور کا ذکر اس طرح فرماتا ہے ع ۵

فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ اُوۡلٰىهُمَا بَعَثۡنَا عَلَيۡكُمۡ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِىۡ بَاۡسٍ شَدِيۡدٍ فَجَاسُوۡا
خِلٰلَ الدِّيَارِ ‌ؕ وَكَانَ وَعۡدًا مَّفۡعُوۡلًا ۵ پہر جب پہلا وعدہ آیا تو
ہمنے اپنے بندے سخت لڑائی والے تم پر بھیجے اور وہ تمہارے مکانون مین
پہیل گئے - اور وہ وعدہ پورا ہونیوالا ہی تھا - پہر جب[۲] پہلا وعدہ یعنے
اون کے فساد پر مواخذہ کرنے کا وقت آیا تو ہم نے بندے سخت لڑائی والے
ہماری طرف سے بدلہ لینے کے لئے تم پر بھیجے - جو کافر تھے[۳] بخت نصر یا اور کوئی ہون
اور وہ تمہارے گہرون مین پہیل گئے - اور تم کو ڈہونڈہ ڈہونڈہ کر
وہین قتل کرنے لگے[۴] - اور وہ وعدہ پورا ہونیوالا ہی تھا - گو بظاہر وعید ہے
لیکن جو بنی کہ شہید ہوے بلحاظ اون کی امداد کے وہ وعدہ تھا جو پورا
ہوکر ہی رہا - لیکن جو قتل نہ ہوے تھے اونکو پہر ثروت دیگئی چنانچہ فرماتا ہی

لہ والباس القتال ومنہ قولہ تعالی وحین الباس (کبیر) تفسیر مہایمی - بیضاوی[۲] -
قال الزجاج فجاسوا طافوا قال اللیث الجوس والجوسان التردد خلال الدیار والبیوت
والفساد والخلال ہو الانفراج بین الشیئین والدیار دیار بیت المقدس (کبیر)
فجاسوا قال ابن عباس فتشوا - ابن جریر ابن المنذر - ابن ابی حاتم (درمنثور)
قال الفراء وجاسوا اقتلوکم بین بیوتکم (معالم) تفسیر مہایمی[۴] -

آیت ۶ — ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ

وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝ پہر ہم نے تمکو اون پر غلبہ دیا اور مال اور بیٹون سے

تمہاری مدد کی اور تمہاری جماعت بڑہادی۔ یعنے جسقدر کہ تم پہلے تھے اب

اوس سے بھی زیادہ ہوگئے۔ جاننا چاہیے کہ جب بنی اسرائیل نے نافرمانی

کی تو اللہ تعالی نے ایک قوم کو مسلط فرمایا جنہون نے لوٹ مار کی اور لڑکون

اور بچون کو قیدی بنایا۔ پہر اونہون نے توبہ کی تو وہ تکلیف دور فرما کے

اونکو جاہ وحشمت اور دولت وغلبہ عنایت فرمایا تو اب ظاہر ہوگیا کہ اطاعت

مین اونہین کا نفع اور معصیت مین انہین کا نقصان ہے اور یہہ بات بھی

مانی گئی ہے کہ آرام نفس ہر کوئی چاہتا ہے اور تکلیف سے ہر کوئی گہبراتا ہے

آیت ۷ — اسیواسطے فرماتا ہے اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ

له اصل معنی الکر العطف والرجوع۔ ومنہ الکر والفر فی الحرب وغیرہ قال امرؤ القیس

مکر مفر مقبل مدبر معا۔ والکرۃ مصدرہ ثم اطلقت علی الدولۃ والغلبۃ مجازا شائعا

کما یقال تراجع الامر۔ ولام لکم للتعدیۃ وعلیہم متعلق بالکرۃ او ہو حال منہا۔

وجوز تعلقہ برددنا (خفاجی) سہ والنفیر من ینفر ای یذہب مع الرجل من قومہ سفاوی

سے۲ ابن جریر اور ابن حاتم نے قتادہ سے روایت کی فاذا جاء وعد الاخرۃ اخر العقوبتین لیسوء وجوہکم

قال لیقبحوا وجوہکم ولیدخلوا المسجد کما دخلوہ اول مرۃ قال کما دخل عدو ہم قبل

ذلک ولیتبروا ما علوا تتبیرا قال یدمروا ما علوا تدمیرا۔ انتہی

له الکثر نفیرا ای عددا ابن جریر ابن ابی حاتم عن قتادہ ۱۲

لِيَسُوْٓءَ ابن عامر شعبہ حمزہ بصیغہ واحد مذکر غائب مع فتح ہمزہ و بغیر واو ۱۲ لِنَسُوْٓءَ کسائی نون متکلم کے ساتھ

أَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ﴿۷﴾ اگر تم نے بہلائی کی تو اپنا بہلا کیا
اور اگر برائی کی تو اپنے لئے پہر جب دوسرا وعدہ آیا تو (ہم نے اپنے بندونکو بہیجا)
تاکہ تمہارے مونہہ بگاڑین اور مسجد (بیت المقدس) مین گہس جائین جیسا کہ
پہلے گہس گئے تھے اور خراب کرین پوری خرابی جہان کہ غالب ہون یعنے اگر تم نے
عبادت کی تو اپنے نفس کو ہی فائدہ پہنچایا کیونکہ اوس عبادت کے باعث اللہ تعالی
تمکو ہر طرحکی خیر و برکت سے سرفراز فرمائیگا اور جو برے کام کئے تو اپنی ہی جان کو
مصیبت مین پہنسایا۔ گناہونکی نحوست سے اب قسم قسم کی تکلیفین جہیلنی پڑینگی
حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ اسکو پڑہکے فرماتے کہ مین نے نہ کسی سے نیکی
کی نہ برائی فیض صاحب نے گویا ترجمہ کیا۔

ف گذشتہ لیسوءا ضمیر جمع عباد کی طرف راجع ہے اور لیسوء جو دوسری قرارت ہے ضمیر مفرد اللہ یعنے لفظ جلالہ کی طرف
راجع ہے۔ (خفاجی) ساءه یسوءه ای احزنه اوسکو غم مین ڈالا۔ (کبیر) ما علوا ما موصولہ ہے اور عائد محذوف
ہے یعنے ما علوه یا مصدریہ ظرفیہ ہے یعنے ما داموا غالبین تتبیرا۔ تدمیرا۔ ابن جریر عن ابن عباس
تبر الشئ تبرا اذا اهلك وتبره اهلكه زجاج کہتا ہے کہ جس شے کو توڑ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہین تو
تبرته۔ اور اسی سے ہے جو شیشے اور سونے کے ٹکڑے کو تبر کہتے ہین فاذا جاء کا جواب محذوف ہے
جس کی تقدیر یون ہے فاذا جاء وعد الاخرة بعثناهم لیسوءا وجوهكم چونکہ آگے
بعثنا علیکم گذر چکا اس لئے اس جاے اوس کا محذوف ہونا ہی اچھا ہے (کبیر)
تلخیص
مدارک۔

محبت ہے تو اپنے سے عداوت ہی تو اپنے سی	ہین اپنے دوست آپہی ہم ہین اپنے آپ دشمن ہم

بعضے اہل اشارات کہتے ہین کہ احسان کا ذکر اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ مین دوبار فرمایا اور اساءۃ یعنے برائی کو وَاِنْ اَسَأْتُمْ مین ایک ہی جا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کی رحمت غضب پر غالب ہے اور یہہ بھی اشارہ ہے کہ جب نیکی کرو تو اوسکی تکرار کرو بخلاف برائی کے۔ اور اساءۃ کی نسبت جو وجوہ کی طرف ہوئی اس غرض سے کہ جو اغراضِ نفسانیہ قلب مین حاصل ہوتے ہین اوسکے آثار موہنہ پر نظر آتے ہین۔ اگر دل کو خوشی ہو تو چہرہ تر و تازہ ہے اور جو حزن و خوف ہو تو سیاہی چہا جاتی ہے چہرہ بے رونق ہوجاتا ہے یہہ جو سب حادثات ہوے۔ اسیواسطے کہ اب بھی ہوشیار ہو جائین اور اپنے

آیت ۸ اعمال اور توبہ مین خلوص حاصل کرین چنانچہ فرمایا عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا۝ شاید کہ تمہارا پروردگار تم پر رحم فرما

اگر تم پہر وہی (معصیت) کروگے تو ہم بھی وہی (عقوبت) کرینگے اور ہم نے جہنم کو منکرون کا قیدخانہ[1] بنایا ہے۔ رحم فرمائیگا[2] جو بنی اسرائیل سے وعدہ کیا گیا تھا وہ

[1] ابن جریر ابن منذر۔ ابن ابی حاتم عن ابن عباس حصیرا قال سجنا۔

[2] ابن ابی حاتم عن الضحاك فی قوله عسی ربکم ان یرحمکم قال کانت الرحمة التی وعدهم بعث محمد صلی اللہ علیه وآله وسلم

بعثت سردارِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے پہر وہ[۱] اس سے بھی پلٹ گئے اور
انہون نے ذلیل ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جزیہ دینا قبول کیا۔ یہہ تو
دنیا کا عذاب ہے اس سے رہائی موت سے یا اور کسی طریق سے ممکن ہے لیکن
اون کے لئے جہنم کا عذاب ہی وہ چوطرف سے اونکو گہیر لیگا اور کبھی کسی طرح سے
خلاصی ممکن ہی نہین۔ جاننا چاہئے کہ جب موسی علیہ السلام کی کتاب یعنے تورات
کا بیان ہوا اور اوسکے منکرین مستحق عذاب ہوے تو اسمین تنبیہ ہے کہ اللہ تعالےٰ
کی طاعت موجب ہر شرف وکرامت ہے اور اوسکی معصیت باعث ہر بلا و
آفت ہے تو اب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتاب یعنے قرآن مجید
کا ذکر کیا جسکی ہدایت بھی اکمل اور عام ہے اس لئے فرماتا ہے اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ

ع ۹/۱

یَهۡدِیۡ لِلَّتِیۡ[۲] هِیَ اَقۡوَمُ[۳] وَیُبَشِّرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ
اَجۡرًا كَبِیۡرًا ۙ بے شک یہہ قرآن وہ راہ دکہاتا ہے جو بہت ہی سیدہی ہے۔
اور ایمانداروں کو جو اچھے کام کرتے ہین خوش خبری دیتا ہے کہ البتہ اونکے لئے

وَیَبۡشُرُ حمزہ اور کسائی یا کو مفتوح اور با کو ساکن اور شین مضموم سے معنی وہی ہین ۱۲

[۱] عبد الرزاق اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم عن قتادہ (در منثور)
[۲] موصوف محذوف کی صفت ہی۔ تقدیر یون ہے۔ یھدی للملۃ او الطریقۃ التی ھی اقوم الملل و الطرق
چونکہ بعد ذکر ہدایت اس موصوف کے تصریح کی ضرورت نہین کیونکہ وہ اوس کا مرادف اور غایت ظہور مین ہے، قرآن مین اسطرح کا
استعمال اکثر جا ہے۔ [۳] ابن جر عن ابی زید ھی اقوم قال ھی اصوب۔

بڑا ثواب ہے یعنے جنت ہے[1] اس آیت مین قرآن مجید کے دو صفتین بیان ہوئین
ایک تو بہت ہی سیدہی راہ دکہاتا ہے دوسری بڑے ثواب کی خوشخبری دیتا ہے
کیونکہ جب بہت ہی سیدہی راہ کو آدمی اختیار کرے گا تو اوسکو فائدہ بھی عظیم اور
آیت ۱۰ نفع کبیر حاصل ہوگا۔ اور تیسری صفت کو یون بیان فرماتا ہے وَاَنَّ الَّذِیْنَ لَا
ع ۱ / ۱۰ / ۱ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا[2] لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ؏ اور یہہ کہ جو آخرت کو نہین
مانتے ہم نے اون کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکہا ہے۔ اسلئے کہ جب اعتقادِ
درست سے ثوابِ عظیم ملا۔ تو اوسکے تارک کو ضررِ کبیر اور عذابِ عظیم ہونا بھی ضروری ہوا
اس آیت کا عطف اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا پر ہے معنی یون ہونگے کہ قرآن مسلمانونکو
دو خوشخبریان دیتا ہے ایک اونکے ثواب کی دوسرے دشمنون کے عذاب کی
لیکن مژدہ اونہی مومنین کو ہے جو اعمالِ صالحہ کرتے ہین۔ خدا سے ڈرتے ہین جس طرح
حدیث مین آیا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ دو امن اور دو خوف
ایک جا جمع نہین ہوتے۔ یعنے جو دنیا مین خوفِ حق سے ڈرتا رہے وہ آخرت مین
بے فکر و خوش و خرم ہے۔ اور جو یہان خوفِ خدا سے بیفکر رہا۔ وہان ہر بلا سے مبتلا ہوئے

---

١ ابن جریر اور ابن منذر نے ابن جریج سے روایت کی کہ قرآن مین جہان اجر کبیر اور رزق کبیر اور
رزق کریم ہے وہ جنت ہے (در منثور)

٢ اَعْتَدْنَا اصل مین اعددنا تھا دال تا سے بدل ہوگئی (مدارک)

رنج والم ہے اگر غور سے دیکھو تو دنیا دار دنیا مین کب خوش حال ہے۔ ہر طرح کا رنج وغم اور ہر وقت حزن وملال ہے۔ اللہ والا ہر وقت مسرور وشاد ہے۔ زبان پر اوسی کی یاد ہے۔ دل بھی اوسی کے ذکر سے آباد ہے۔ جو اللہ کا فعل ہے وہی اسکا مقصد ومراد ہے فقیر کہتا ہے ؎

جو تجھے چھوڑکے خوش غیر دن ہی رنج مین ہی | تیرے محزون کو بھی ہر حال مین شادان دیکھا
جمع اسباب سی ہے تفرقۂ دل پیدا | ہوئی جمعیتِ دل جب کہ نہ سامان دیکھا

جاننا چاہئے کہ قرآن مجید اللہ کی صفت ہے۔ لیکن اوسکے پڑہتے وقت جب حضور نہو تو یہہ ہماری ہی غفلت ہے۔ اسمین تفصیل احکام موجود۔ تفریق حلال وحرام موجود۔ قصے اور اخبار مذکور۔ جس سے عبرت حاصل کرنا بہت ہی ضرور۔ حبل متین اور نور مبین ہے۔ کونسی عمدگی ہے جو اسمین نہین ہے۔ مرضِ روحی کی دوا ہے۔ جسمی امراض کو اسی سے شفا ہے ؎

دل پُر درد را دوا قرآن | جانِ مجروح را شفا قرآن
ہر چہ جوئی ز نصِ قرآن جو | کہ بود گنج علمہا قرآن

اسکے سوا دوسری کتاب سے علم طلب کرنا جہالت ہے۔ اب انجیل وتورات کی کیا حاجت ہے۔ یہہ کتاب پڑہنے سے بُرائی نہین ہوتی ہے۔ ہر وقت نئی

لذت دیتی ہے۔ اسکا حافظ خدائے ذوالجلال ہے۔ اب ایک لفظ کی کم و بیشی
بھی ہونا محال ہے۔ لاکھون حافظون نے اپنے سینون مین جاری ہے ایسی
کونسی کتاب ہے جو سینہ بسینہ چلی آتی ہے۔ پہلی کُتُب مین بھی اَنَاجِیْلُهُمْ
فِیْ صُدُوْرِهِمْ مذکور ہے۔ یہہ وہی ہے جسکی ضیا سے تمام عالم پر نور ہے
صحیح بخاری مین خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ آیا۔ یعنے تم مین بہتر
وہی ہے جو قرآن کو سیکھا اور سکھایا۔ نسائی اور ابن ماجہ مین اَھْلُ الْقُرْاٰنِ
اَھْلُ اللّٰہِ وَخَاصَّتُہٗ مروی ہے یعنے قرآن والے اللہ والے اور اوس کے
خاص لوگ ہین اس طرح ارشادِ مصطفوی ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہین کہ
مین نے اللہ تعالی کو خواب مین دیکھا۔ معروضہ کیا کہ الٰہی جن چیزون سے کہ تیرا
تقرب حاصل کرتے ہین اون مین سے افضل کونسی چیز ہے۔ فرمایا اے احمد سب سے
افضل میرا کلام عزیز ہے۔ مین نے عرض کی کہ الٰہی سمجھنے کے ساتھہ یا بغیر سمجھے حکم ہوا
کہ دونون طرح سے۔ علما فرماتے ہین کہ قرآن کی تلاوت مین تین حق برابر ادا ہون
ایک زبان کا۔ دوسرے عقل کا۔ تیسرے دل کا۔ زبان کا حق یہہ ہے کہ ہر حرف کو
اوس کے مخرج اور اوس کی صفات سے جس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
پہنچا ہے اوسی طرح ادا کرے۔ ذال کو زائے او ثار کو سین نہ پڑہے۔ ذرا انگریزی

خوانون کو دیکھکر شرماے کہ وہ انگریزی زبان سیکھنے کے لئے کس قدر محنتین اٹھاتے ہین۔ آخر تلفظ کی تکمیل وتحقیق کے لئے لندن جاتے ہین۔ جو اپنا دین وایمان ہے اوسکا یہہ حال ہے۔ حسب فرمانِ مخبرِ صادق یہہ دین کا زوال ہے **عقل** کا حق یہہ ہے کہ اوسکی تفسیر ومطلب ومعانی سمجھے۔ جہان تک ہوسکے اسکی کوشش کرے۔ جب ایک دوست کا خط آتا ہے تو ہم اوسکے بے پڑہے اور بے سمجھے بے چین رہتے ہین۔ کیا اللہ کے کلام کو ہم اس سے بھی کم سمجھتے ہین۔ **دل** کا حق یہہ ہے کہ اوسکا اثر قبول کرے۔ اوس کے اوامر کو بجا لاے۔ اور اوس کے منہیات سے باز رہے جب قرآن عظیم ایسی بڑی نعمت آدمی کے لئے اتری ہے وہ اسکی ہدایت پر نہ چلکر اوس کے ارشادات نہ مانکر بیکار با تومین گرفتار ہوجاتا ہے

اس لیے فرماتا ہے وَيَدْعُ الْإِنسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ ۖ وَكَانَ الْإِنسَانُ آیت ۱۱

عَجُولًا اور آدمی برائی مانگتا ہے جیسے کہ بھلائی طلب کرتا ہے اور انسان جلدی

۱؎ یا تو انسان یہان جنس ہے بعضے افراد کا حال اوس کے طرف منسوب ہوا ہے۔ یا اوس کے بعضے اوقات کا حال ہے۔ یدع اصل مین یدعو ہے واو رسم خط سے گر گیا جیسے یمح اور سندع سے بھی گر گیا ہے اگر نا جاری کی وقت یعنے کہ نبی وغیرہ کے وقت ٹہرے تو بلا واو ٹہرے اور قرآن مین اکثر جابے واو ہے اور جند جانہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ جس طرح سنا گیا اوسی طرح نقل کیا گیا ہے کسی کو اسمین اپنی عقل کے موافق دخل دینے کا یارا نہین۔ بے اتباع چارہ نہین۔

۲؎ دعائہ بالخیر مثل دعائہ بالشر (بیضاوی)

کرنیوالا ہی جیساکہ کبھی انسان کہدیتا ہے کہ یا اللہ فلان پر لعنت کر اور اپنا غضب نازل فرما
اور کبھی غصے مین اپنی جورو اور اپنے بچے بلکہ اپنی ذات و مال کو بددعا دینے لگ جاتا ہے
اور جب اوسکا ظہور شروع ہونے لگے تو پچھتاتا ہے۔ پہر بھلائی کی دعائین مانگتا ہے
پہر خدا وہ بھی دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی جان اور اولاد
و مال پر بددعا نہ کرو۔ کیونکہ ایک ساعت قبولیت کی ہے اور اتفاقاً تمہاری بددعا
اوسی وقت مین ہو اور وہ قبول ہوجائے۔ اور انسان کی جلدبازی اور بیقراری
یہہ ہے کہ نہ فراخی مین بے فکر اور نہ تکلیف مین صابر۔ امام فخر الدین رازی فرماتے
ہین کہ کبھی انسان کسی چیز کو بہتر سمجھکے خدا سے طلب کرتا ہے اور حالانکہ وہ منبع ضرر
ہوتی ہے۔ اور یہہ اپنی جہالت سے اوسی پر اصرار کرتا جاتا ہے۔ نضر بن حارث
کافر نے بھی اسی طرح دعا کی کہ دو فرقون سے جو بہتر فرقہ ہے اوسکی مدد کر اور جو وہی
حق ہے تو ہمپر عذاب بہیجدے اوسکی دعا مقبول ہوگئی بدر کی لڑائی مین مارا گیا۔
اور انسان اسلئے ایسی دعا مانگتا ہی کہ اسکے مزاج مین جلدی بہت ہی اور ظاہر پرست
ہے۔ اسرار حقایق کے طرف نظر نہین ڈالتا **حکایت** ہے کہ ایک شخص کسب کی
تکلیف سے تنگ آکر دعا کرنے لگے کہ دو روٹیان مجھے بے مشقت ملجایا کرین۔
تھوڑے دن مین وہ بلاجرم قید مین چلے گئے اور دو روٹیان بے محنت اون کو

دیجاتی تھین۔ ایکدن خیال آیا کہ یہہ بے سبب قید کیا۔ کہنے والا کہتا ہے کہ تیری
دعا کا اثر ہے ۵

بس دعاہا کان زیانست و وبال	از کرم می نشنود شان ذو الجلال

فائدہ

امام قشیری اپنے رسالہ مین فرماتے ہین کہ صوفیہ کو اختلاف ہے کہ سوال و دعا
افضل ہے یا سکوت و رضا۔ بعضے کہتے ہین کہ دعا افضل ہے کیونکہ دعا خود عبادت ہی
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ (ترمذی مین ہے[1]) تو عبادت کرنا
افضل و اعلےٰ ہی نہ کرنے سے۔ اب رہا دعا کا قبول ہونا وہ اللہ کا اختیار ہے اگر
بندہ کی خواہش نہ پوری ہوئی تو کوئی نقصان نہین کیونکہ ربوبیت کا حق ادا کرنا
تھا۔ اور احتیاج عبودیت جو فقر و فاقہ تھا اوسکا اظہار منظور تھا وہ حاصل ہو چکا
ایک جماعت کہتی ہے کہ دعا سے حکم کے روبرو سکوت اعلیٰ ہے اور قضا پر رضا
اور جو ارادہ مولی ہو وہی اولی ہے۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ
پروردگار جل جلالہ فرماتا ہے جس شخص کو قرآن اور میرے ذکر نے مجھ سے سوال
کرنے کو روکا تو جس قدر کہ سائلون کو دیتا ہون اوس سے زیادہ اوسکو دونگا۔
اور اللہ تعالیٰ کے کلام کی فضیلت سب کے کلام پر ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی فضیلت اپنی
مخلوق پر۔ تو اب بندہ کو چاہیے کہ زبان سے دعا کرے اور دل سے مقام رضا مین رہے

[1] ترمذی نے روایت کی اور حدیث کو حسن کہا۔

تا دونون فضیلتون کا جامع بنے۔ اور اولی یہہ ہے کہ اوقات مختلف ہین بعضے وقت سکوت سے دعا بہتر ہوتی ہے اوسوقت کا یہی ادب ہے۔ اور بعضے حالتون مین دعا سے خموشی افضل ہے اسوقت یہی ادب ہے۔ اسکی معرفت بہی وقت پہ ہی حاصل ہوتی ہے کیونکہ علم وقت وقت پر ہی پیدا ہوتا ہے۔ اگر اپنے دل مین دعا کے طرف اشارہ پاوے تو دعا اولی ہے۔ اور اگر سکوت کی طرف اشارہ ہووے تو سکوت اعلی ہے۔ اور جو دعا مین ذوق وبسط وحضور کی ترقی ہووے تو دعا بہتر ہے اور جو دعا کے وقت دل مین زجر وقبض معلوم ہو تو دعا چھوڑ دے اور جو نہ ترقی بسط کی ہو نہ قبض کی تو ایسے وقت دعا وترک دعا دونون برابر ہین۔ اور یہہ بھی ہے کہ اوسوقت اگر حکم علم غالب ہے تو دعا بہتر ہے اس لئے کہ وہ عبادت ہے۔ اور جو حال معرفت غالب ہے تو سکون وسکوت افضل ہے۔ اور یہہ بھی کہہ سکتے ہین کہ جسمین مسلمان کا کوئی فائدہ یا حقتعالی کا کوئی حق ہے اس حال مین دعا اولی ہے اور جو نفس کا حظ ہو سکوت بہتر ہے انتہی غرض جب آیت سابقہ مین انسان کو جلدی سے موصوف فرمایا اور وہ ایک صفت سے دوسری صفت اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے تو اب فرماتا ہے کہ اس عالم کا بھی یہی حال ہے کہ کبھی نور سے ظلمت اور ظلمت کے بعد نور۔ اور چاند کی روشنی کبھی زیادہ کبھی کم

اور یہہ بھی **اشارہ** ہی کہ جب توحید و نبوت کے دلائل بیان فرما چکا تو اب اوسکی
تاکید پر پہر ایک دوسری دلیل لاتا ہے کہ اوسی طرح عجائباتِ عالمِ علوی و سفلی سے آیت ۱۲
بھی دلائل توحید ظاہر ہین چنانچہ فرماتا ہے وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ

فَمَحَوْنَا اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَا اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً[1] لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ

رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا[2]

اور ہمنے رات اور دن دو نمونے بنائے۔ پہر رات کا نمونہ مٹا دیا اور دن کا نمونہ
دیکھنے کو بنایا تاکہ تم اپنے رب کے فضل (روزی) کو تلاش کرو۔ اور برسون کی
گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اور ہمنے ہر چیز کی اچھی طرح تفصیل کردی لہٰذا و بیان کردیا

فَمَحَوْنَا اٰيَةَ الَّيْلِ کی تفسیر مین ابن عباس[3] رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ وہ رات
کی سیاہی ہے۔ اسوقت اضافتِ بیانیہ ہوگی اور آیتِ لیل سے مراد ذاتِ لیل ہے
اور حضرت علی[4] مرتضی رضی اللہ عنہ سے اسطرح مروی ہی کہ محو سے مراد وہ سیاہی ہے

[1] مبصرة ای مبصرا فیھا یقول ابصر النھار اذا صار بحالة یبصر بھا فھو مجاز عقلی من اسناد الحدث الی زمانہ لان النھار لا یبصر بل یبصر فیہ ۱۲ [2] اخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم عن ابن عباس فی قولہ فصلناہ بیناہ (الدر المنثور) [3] اخرج ابن جریر [4] اخرج ابن ابی شیبہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن الانباری فی المصاحف صاحب تفسیر نیشاپوری نے تاویل آیت کو اس طرح بیان کیا کہ ہم نے شبِ بشریت اور روزِ روحانیت کو بنایا پہر آیتِ شب جو قمرِ قلب ہے شمسِ شہودِ حق جو آیتِ روز ہے طلوع ہوا تو عقل قلب مین فنا ہوگیا۔ جب صبح ہوگئی تو اب چراغ کا کیا کام رہا تاکہ تم اپنے رب کے فضل کو جو

جو چاند مین ہے۔ سعید بن جبیر سے روایت ہی کہ ہلال کو تیرہوین اور چودہوین تک
دیکھو کہ کسقدر بڑا نظر آتا ہے) اب اسوقت مین اضافت بتقدیر لام ہو گی یا دو آیتین سے
مراد چاند اور سورج ہین۔ **غرض** یہہ کہ ہمنے رات اور دن مخلوق کیلئے دو نشانیان بنائی
ہین جسمین دنیا و دین کی مصلحتین ہین۔ ہمیشہ رات کے بعد دن اور دن کے بعد
رات کا آنا باوجودیکہ ایک دوسرے سے علیحدہ اور متغایر ہونیکے اس بات پر قوی
دلیل ہے کہ انکا کوئی مدبر ہے کہ اس مدبر نے خاص اندازہ پر اون کو ٹھہرادیا کیونکہ
ہر متغیر کو تغیر دینے والا ضرور ہے حتی کہ جانورون کو دیکھو کہ جہان جنگل مین پتا کھڑکا
اونکا دل دہڑکا۔ چوکنے ہوکر ادہر اودہر دیکھتے ہین اور سمجھتے ہین کہ بے محرک حرکت
کیسی۔ انسان تو ذی عقل ہے اسکو چاہئے کہ ہر وقت اوس محرک حقیقی کو پیش نظر سمجھے
کسی وقت نہ غافل ہووے۔ دل بیار و دست بکار کا عامل بنے۔ جس طرح غافل لوگ
نماز اور قرآن خوانی مین دنیا کی طرف مشغول رہتے ہین یہانتک کہ امام نماز مین کونسا
سورہ پڑہا باوجود سماعت کرنیکے یاد نہین رکہتے۔ اسی طرح ذاکرون کو چاہئے کہ
اپنے گہر کے کاروبار اور بیع و شرا مین بھی وہ خیال نہ چھوڑین رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ

بقیہ حاشیہ گذشتہ کو تجلی ذات صفات ہے تلاش کرو جس سے انسان تمام مخلوقات مین مختص ہے اور
ایام طلب اور حساب ترقی ایک مقام سے دوسرے مقام تک جانو اور ہم نے ہر شئے کو کہ سالک جسکا محتاج ہوتا ہے
بطور اشارات خوب بیان کردیا ہے۔ لہ اخرج ابن ابی شیبہ۔

تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ کے مصداق ہنین یعنے ایسے بھی لوگ ہین کہ جنکو
تجارت وبیع اللہ کی یاد سے نہین روکتی پس آدمی کو چاہئے کہ رات دنکے اختلاف
پر غور کرے جس سے مہینے اور دن پیدا ہوگئے ہین اور عبادات ومعاملات وغیرہ
کی پہچانت ہوتی ہے اگر ہمیشہ دن ہوتا اور شب نہ آتی یا رات ہی رہتی دن نہ ہوتا
تو یہ آرام اور یہ فوائد کیسے حاصل ہوتے چنانچہ دوسری جاے فرماتا ہے[۱] وَمِنْ
رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ اور غافلون کے لئے رات دن کا انقلاب اور خصوص نیند جو موت کی
بہن ہے بیدار ہونیکے بعد یاد دلاتی ہے کہ تم سب کو چھوڑ کے کیسے علیحدہ ہوگئے تھے
پھر اب صبح ہوئی سب کچھ تمہارا ہے آج شام تک کچھ کر لو پھر وہی جدائی موجود ہے
اگر دن مین اللہ کو بھول گئے تھے اوسکا معاوضہ یہہ ہے کہ رات کو اوسکی یاد کرو۔ یا
شب کو سو گئے تھے تو دن مین اوسکا تدارک کرو دن کی اولجھی رات کو سلجھاؤ۔ شب کی
بگڑی دن مین بناؤ کیونکہ یہہ دونون ایک دوسرے کے نائب ہین چنانچہ ایک جاے
فرماتا ہے[۲] وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ

---

[۱] اپنی رحمت سے اوس نے رات دن بنائے تاکہ تم آرام بھی پاؤ اور روزی بھی طلب کرو اور
شاید کہ شکر بھی کرو۔ [۲] اور وہی ہے جس نے رات اور دن ایک دوسرے کے نائب بنائے
اوس کے لئے جو نصیحت لینا چاہتا ہے یا شکر کرنے کا ارادہ رکھتا ہے ۱۲۔

اَرَادَ شُکُوْرًا ۔ اور وَلِتَبْتَغُوْا فَضْلًا کو بجائے کسب کے تعبیر کرنے مین اس طرف

اشارہ ہے کہ تحصیل رزق مین بندے کا کچھہ اختیار نہین ۔ صرف طلب ہو اور

عطا کرنا اللہ کے ہات ہے ۔ اور رزق کو فضل فرمانے مین اس طرف **اشارہ** ہے

کہ اللہ پر رزق واجب نہین ہیہ سب اوسکا فضل و احسان ہے ۔ اور فرمایا کہ

ہم نے ہر چیز کی اچھی طرح تفصیل کر دی یعنے دلائل توحید و نبوت و معاد اور

وعد و وعید اور ترغیب و ترہیب جسکی آدمی کو ضرورت ہے اوسکا بیان ہو چکا

اب کوئی عذر باقی نرہا ۔ اسلئے قیامت مین اون کے اعمال نامے نکالے جاینگے

اپنے کئے کی سزا پائین گے ۔ چنانچہ آیتِ آیندہ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰہُ

مین اسکا بیان ہے ۔ دوسری وجہ نظم ہیہ بھی ہے کہ جنابِ باری نے مخلوق کو

صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا تو اب احوالِ شمس و قمر اور شب و روز بیان

کرنے سے ہیہ غرض تھی کہ تم اون سے فائدہ اوٹھا کر میری طاعت مین سرگرم رہو

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند	تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمان بردار	شرطِ انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری

جب ہیہ بات ٹھہری تو چاہئے کہ اپنے منعم کا شکر جس نے ہیہ نعمتین عنایت

کین ادا کرین اسلئے قیامت مین جو آیگا ہم اوس سے پوچھین گے کہ ہماری خدمت

آیت ۱۳　یُلَقّٰىهُ — ابن عامر بضم یا اور فتح لام اور تشدید قاف سے ۱۲

واطاعت بجالایا یا نافرمانی وسرکشی کی جس طرح فرماتا ہے وَكُلَّ اِنْسَانٍ

اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ[1] فِیْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۱۳

اور ہمنے ہر آدمی کا عمل اوسکی گردن مین باندھ دیا ہے اور اوسکے لئے قیامت کے

دن ایک کتاب نکالینگے کہ اوسکو کہلی ہوئی پائیگا حضرت[2] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہین

کہ اوسکی سعادت وشقاوت ہے اور جوکچھ اللہ تعالیٰ نے اوس کے تقدیر مین لکھا ہے

اوس کے ساتھ ہے جہان کہین کہ وہ رہے۔ اور یہہ بھی حضرت[3] ابن عباس رضی اللہ عنہما

فرماتے ہین طائر سے مراد اوسکے عمل ہین جو جمع کر کے سب لکھے گئے ہین قیامت مین

اوسکے سامنے کہولکر رکھہ دینگے جسکو وہ پڑہے گا۔ مجاہد[4] سے بھی روایت ہے کہ وہ اوسکے

---

[1] عرب لوگ طائر (پرندہ) کو خیر وشر کیلئے دلیل بناتے تھے جب اونکو اسکی عادت ہوگئی تھی تو خیر وشر کا نام طائر رکھا یہہ از قبیل تسمیہ للشئی باسم لازمہ ہے اب آیت مین طائر سے عمل مراد ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا طائر عربی مین حظ اور فارسی مین بخت کو کہتے ہین اب طائر سے مراد وہ واقعات ہین جو اوس شخص کے نصیب مین مقرر ہین گویا آشیانۂ ازل سے وہ طائر اڑ رہا ہے یہان تک کہ وقتِ مقرر پر اوس شخص کے پاس پہونچ جائیگا اور جوکچھ کہ اوسکے حصہ مین لکہا ہے وہ پورا ہو جائیگا فِیْ عُنُقِهٖ سے مراد کمال لزوم ہے (جیسے ہندی مین بھی کہتے ہین گلے کا ہار ہوگیا) اور جو کسی چیز کو لازم ہووے اوس کا زوال ممتنع ہے اور اوسکا ہونا ضروری ہے یہہ اس بات پر قوی دلیل ہے کہ جوکچھ کہ ازل مین لکہا گیا ہے ابد تک ہوتا رہے گا۔ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ (کبیر)

[2] ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم۔

[3] ابن جریر اور ابن ابی حاتم

[4] بیہقی شعب الایمان مین۔

عمل ہین۔ حضرت حسن بصری[ا] فرماتے ہین کہ تیرا اعمال نامہ دو فرشتے لکھتے ہین۔ جو سیدہی
طرف ہے وہ نیکیان لکھتا ہے بائین طرف والا برائیان۔ جب تو مرجائیگا وہ صحیفہ
لپیٹ کے تیری قبر مین رکھدیتے ہین پہر قیامت مین تجھے نکالکر دیدینگے
فقیر کہتا ہے کہ اَلۡقُرۡاٰنُ یُفَسِّرُ بَعۡضُہٗ بَعۡضًا یعنے قرآن کی بعض آیتین بعض کی
تفسیر کرتی ہین۔ چنانچہ ایک جا فرمایا۔ فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ وَمَنۡ[۵۲]
یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ۔ یون بھی فرمایا عَنِ الۡیَمِیۡنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیۡدٌ[۵۳]
مَا یَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَیۡہِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ ۔ اس طرح بھی فرمایا وَاِنَّ[۵۴]
عَلَیۡکُمۡ لَحٰفِظِیۡنَ کِرَامًا کَاتِبِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ۔ خلاصہ یہہ کہ
ہر انسان کے عمل خواہ اچھے ہون یا برے تہوڑے ہون یا بہت اوسکا بدلہ ملیگا
کیونکہ صبح و شام دفتر مین اوسکی کتابت ہو رہی ہے۔ یہہ کرکے بھول جاتا ہے
آیت ۱۴ لیکن وہان سب کچھہ لکھا ہوا دہرا ہے۔ اس لئے فرماتا ہے۔ اِقۡرَاۡ کِتٰبَکَ

ا ابن جریر۔

۵۲ پس جس نے ذرہ بہر بہلائی کی وہ اوسکو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی وہ بھی دیکھ لیگا

۵۳ داہنے اور بائیں بیٹھے ہوے نہیں بولتا کوئی بات مگر اوس پر نگہبان تیار ہین یعنے جو اوسکے منہہ سے نکلے لکھہ لیتے ہین۔

۵۴ اور بے شک تم پر نگہبان مقرر ہین بزرگ لکھنے والے جانتے ہین جو تم کرتے ہو۔

كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ؕ اپنی کتاب پڑھ۔ آج تو ہی اپنے حساب
کیلئے بس ہے۔ قتادہ[2] فرماتے ہین کہ جو دنیا مین ایک حرف نہین پڑھ سکتا تھا
اوس دن وہ بھی پڑھ لیگا۔ حضرت حسن[3] بصری فرماتے ہین کہ اوس سے بڑا کون
عادل ہوگا جو تیرا حساب تجھہ پر چھوڑ دیا۔ حضرت عمر فرماتے ہین کہ تم سے حساب لینے کے
پہلے ہی تم اپنا حساب آپ کر لو

[1] کفی فعل ماضی ہے نفسک فاعل ہے بار صلہ ہے۔ الیوم ظرف ہے علیک جار مجرور مقدم حسیبا کے متعلق ہے اور حسیبا تمیز ہے۔ یا کتاب سے مراد خود اوسکا نفس ہے جسمین اوسکے آثار عمل منقش ہوگئے ہین اور جب تک کہ اوس کیفیت کو رسوخ نہین ہے وہ احوال ہین کہ نفس مین حدوث پاتے ہین اور اسیواسطے بسبب تکرار کے وہ بعد رسوخ ملکات بن جاتے ہین۔ تو یہہ صورتین نقوش کتاب سے مشابہ ہین۔ اب جسمین یہہ نقوش ہون اوسکو کتاب کہہ سکتے ہین اب یہہ معلوم ہووے کہ جوہر نفس انسانیہ مین جو اثر ہوتا ہے وہ اثر جذب روح سے ہی لیکن جو اثر مخلوق سے حضوری حق مین پہونچاتا ہے تو یہہ ضرور سعادات و کرامات کا سبب ہے۔ اور جو اثر حضوری حق سے مخلوق کی طرف لاتا ہے تو وہ باعث شقاوت و خرابی ہے۔ لیکن جب تک کہ روح کا علاقہ بدن کے ساتھہ ہے وہ آثار چھپے رہتے ہین کیونکہ روح بدن کی تدبیر مین ایسی مشغول ہے کہ اون احوال کا پوری طرح سے ظاہر ہونا ممکن نہین ہے ہان جب روح کا علاقہ بدن سے منقطع ہوجائیگا۔ تو وقت اوس کے حق مین وہی قیامت ہے چنانچہ حدیث ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ اب سب پردے کھل جائینگے۔ جس طرح فرمایا کہ ہم اوس کے لئے قیامت کے دن ایک کتاب نکالینگے کہ اوسکو کھلی ہوئی دیکھیگا اب قوت عقلیہ اون سب آثار کو جوہر روح مین لکھا ہوا مشاہدہ کریگی۔ اوسوقت حکم ہوگا کہ اپنی کتاب پڑھ آج تو ہی اپنے حساب کے لئے کافی ہے کیونکہ اگر وہ آثار موجب سعادت ہین تو لامحالہ سعادت حاصل ہوگی اور اگر باعث شقاوت ہین تو ضرور ہے کہ شقاوت حاصل ہوگی جاننا چاہئے کہ یہہ تفسیر موافق احوال روحانیت ہے۔ اور جو اعمال نامہ کے متعلق روایتین آئی ہین وہ سب حق ہین۔ یہہ بھی ایک احتمال ہے۔ راہ حق یہہ ہے کہ آدمی سب کا اقرار کرے تفسیر کبیر مع زیادت قلیل۔
[2] معی سیاد (امام بغوی) [3] ابن جریر۔ ابن ابی حاتم (در) [4] (معالم التنزیل)

دمی کو چاہئے کہ جب گناہ کا ارادہ ہووے تو اوسوقت خیال کرے کہ اللہ تعالی اسوقت
مجھے دیکھتا ہی یا نہین۔ اگر جانتا ہی کہ نہین دیکھتا تو کافر ہے اور جو سمجھتا کہ وہ جانتا
دیکھتا ہی اور پہر اوسی کا خلاف کرنے پر آمادہ ہی تو اس سے بڑھکر اور کیا دلیری ہوگی
اوسکا عاصی بندہ عرض کرتا ہے۔ **رباعی**

جب کام کیا تو جان حق کو ناظر	اور بات کیا تو ہی وہ سامع حاضر
ہر حال مین ہر جگہہ مین ہر دم ہر وقت	اوسکا ہی خیال رکھہ اوسی کی خاطر

اب جو کچھ پہلے ہو چکا ہی اوسکا تدارک کرے۔ اللہ کا حق ہے تو اوسکو ادا کرے۔
بندوں کا ہی تو اونکو پہیر دے۔ نہو سکے تو معافی چاہے جو یہہ بھی نہ ہو سکے تو اونکے لئے
اچھے اچھے کام کرکے بخشے۔ غرض یہہ کہ اسقدر نیکیان کرے کہ سب برائیان مٹ جائین
اللہ تعالی فرماتا ہے اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ بلکہ اگر خدا چاہی تو برائیان
نیکیان ہو جائین فرماتا ہے اُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ط آج عمل ہے
حساب نہین کل حساب ہوگا اور عمل نہین **حکایت** ہی کہ باپ نے بیٹے سے کہا
کہ آج جو کچھ تو کہیگا یا سنیگا اور جو کچھ کریگا وہ مجھ سے بیان کرنا لڑکے نے شام کو سب
کیفیت عرض کی۔ باپ نے کہا کل بھی اسی طرح کرنا۔ بیٹے نے عرض کی کہ کوئی او
کام کیسی ہی تکلیف کا ہووے وہ مین کرسکتا ہون لیکن یہہ بہت ہی مشکل

اس سے مجھے معاف فرمائیے۔ باپ نے کہا مین اسلئے تجھے اسکا پابند کرنا چاہتا ہے
کہ جب تجھے ایکدن کا حساب دشوار ہے تو قیامت مین عمر بہر کا حساب کس طرح دیسکیگا

تو نمیدانی حساب روز و شام	پس حساب عمر چون گوئی تمام

غرض یہہ کہ ہر شخص کے ہمراہ جب اوسکے عمل ہونگے اور اوسکا حساب بھی اوسی کو
دینا پڑیگا تو اب اوسکی تاکید دوسری عبارت مین جو بہت ہی صاف ہے فرماتا ہے

مَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا وَلَا
تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝

جو کوئی راہ پر آیا تو وہ اپنے ہی واسطے راہ پر آیا اور جو گمراہ ہوا تو اپنی ہی (خرابی) کے
لئے گمراہ ہوا۔ اور کسی کا بوجھہ کوئی نہ اوٹھائیگا اور ہم کسی کو عذاب نہین کرتے جبتک کہ
رسول نہ بھیجین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم[1] فرماتے ہین کہ چار شخص قیامت کے
دن مسلمان نہ ہونے کا عذر کرینگے۔ بہرا جو بالکل نہین سنتا تھا۔ اور احمق اور بڑا بوڑھا
جسکی عقل جاتی رہی ہو اور جو شخص فترت کے زمانہ مین مرگیا ہو۔ اون سب سے اللہ
اطاعت کا عہد لیکر رسول کو اونکے پاس بھیجیگا یہہ حکم دیکر کہ دوزخ مین داخل ہوجاوین

[1] امام احمد اور اسحق بن راہویہ اور ابن حبان اور ابو نعیم اور طبرانی اور ابن مردویہ اور بیہقی (در)
حدیث کے متعدد طرق ہین اور اس پر جس کسی نے اعتراض کیا ہے اوسکا رد وغیرہ تفسیر ابن کثیر
مذکور ہے ۱۲ منہ اشارہ متفق ہین کہ جس شخص کو دعوت نہ پہنچے [illegible]

فرماتے ہین قسم ہے اوس ذات کی جس کے ہات مین محمد کی جان ہے اگر وہ اوسمین داخل ہوتے تو اونکے لئے ٹھنڈی اور سلامتی ہوجاتی اور جو کہ نہ داخل ہوگا اوسکو کھینچ کر لیجائینگے۔ جب یہہ بات ثابت ہوگئی کہ عذاب بغیر بعثت نہین ہوگا گو قیامت ہی مین رسول آکر اون سے امتحان لیوے تو اب کیفیتِ وقوع تعذیب بیان فرماتا ہے وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا اور جب ہمنے چاہا کہ کسی بستی کو ہلاک کرین تو اوسکے عیش کرنیوالون کو حکم بھیجا۔ پھر اونہون نے اوسمین نافرمانی کی تو اون بات ثابت ہوگئی پھر ہم نے اوسکو اکھاڑ پھینکا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ عیش کرنیوالون کو اللہ کی اطاعت کا حکم ہوا تھا تو اونہون نے نافرمانی کی سعید

لہ ارادہ کے دو تعلق ہین ایک قدیم جو علم الٰہی مین متحقق ہے کہ فلان وقتِ مقرر مین فلان کام ہوگا۔ دوسرا تعلق حادث جس کا علاقہ اوس کام کے موجود ہونیکے وقت مین ہوتا ہے یہان ثانی مراد ہے کیونکہ اذا کا تعلق اون کے فسق سے مقارن ہے جیسے حدیث مین ہے اذا کبر الامام فکبروا (خفاجی)

سلہ المترف وہ منعم جسکو نعمتون نے کہین کا نہ رکہا فحق علیہا القول یعنے عذاب واجب ہوگیا (کبیر)

سلہ الدمار الھلاک (مختار الصحاح)

سلہ ابن جریر ۱۲ شہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم ۱۲۔ تاویلات نجمیہ مین ہے کہ جب ہمنے چاہا کہ کسی بستی کو ہلاک کرین یعنے قریون سے نفوس کے تو اوسکے عیش کرنیوالون کو حکم بھیجا۔ وہ نفوس امارہ ہین پھر اونہون نے اوسمین نافرمانی کی یعنے قید شریعت اور اتباع انبیا سے نکل گئے۔ اور اپنی خواہشات اور شہوات نفس کے پابند ہوگئے تو اون پر بات ثابت ہوگئی یعنے بسبب مخالفتِ شریعت کے اون پر شقاوت لازم ہوگئی پھر ہم نے اوسکو اکھاڑ پھینکا یعنے استعداد قبولِ سعادت کو باطل کردیا۔ اور شقاوتِ ابدی کی تخم ریزی اون کے نفوس کی

ابن جبیر سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اور بات سے وہی عذاب مراد ہے جس سے کہ
رسول ڈراتے تھے غرض یہہ کہ گنہگارون کے گناہ کا ظہور پوری طور ہونے پر بھی ہم
عذاب مین جلدی نہین کرتے بلکہ اون کے دولتمندون کو معاصی سے باز رہنے کا
اور اطاعت کا حکم فرماتے ہین۔ دولتمندونکی خصوصیت اسلئے ہے کہ جس پر اللہ کے
احسانات بہت اوسی کو شکر کی ادائی بھی بہت ضرور ہے۔ اور اکثر فقرا امرا کی
چال چلن سیکھتے ہین اسیواسطے اونہین کو خطاب فرمایا پھر اس حکم کے بعد بھی اونسے
نعمتین چھین نہین لیتا بلکہ اور ترقی اقبال وجاہ ہوتی جاتی ہے اور اونکی سرکشی
بھی بڑہتی جاتی ہے تو ایسے وقت مین بلا پر بلا اللہ تعالی بھجواتا ہے۔ یہانتک کے
اون سب کو ہلاک کر ڈالتا ہے۔ اور ہمیشہ فاسقون اور متمردون کے ساتھہ اللہ تعالی
کی یہی عادت رہی ہے چنانچہ فرماتا ہے وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ
نُوْحٍ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ۟ اور ہم نے کتنے آیت ۱۷
قرنون (امتون) کو بعد نوح کے ہلاک کیا اور تمھارا رب اپنے بندون کے گنا
جاننے اور دیکھنے کو بس ہے۔ اس آیت مین اس امت کیلئے تہدید ہے خصوص کفار
قریش کو یعنی اے جھٹلانے والو پہلی امتون سے تمھارا کچھہ رتبہ برابر نہین ہے بلکہ

سلہ فراء کہتا ہے کہ با کا آنا ایسے موقع پر جائز ہے کہ جس سے اوسکی مدح یا ذم مقصود ہو جیسے کفاک بہ
اور اکرم بہ رجلا ورنہ قام اخوک کی جاے قام باخیک کہنا جائز نہین (کبیر)

تم عذاب کے پورے مستحق ہو کیونکہ تم سرِدارِ رسل صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہو کہین تم پر بھی
وہی بلا نازل نہ ہو جو اون پر ہوئی تھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ اَلسَّعِیْدُ[۱]
مَنْ وُعِظَ بِغَیْرِہٖ وہی نیکبخت ہے جو غیرونکی نصیحت اسکو کارگر ہو جاتی ہے

پند گیر از مصائبِ دگران	تا نہ گیرند دیگران ز تو پند

پہلے خَبِیْرًا جو باطنی امور کے متعلق ہے پھر بعد بَصِیْرًا کو جو ظاہری امور کے
متعلق ہے لانے مین اس طرف **اشارہ** ہے کہ آدمی پہلے اپنی نیتون اور
خطرون کو درست کرے وہی مبادیِ اعمالِ ظاہرہ ہین اسیواسطے حضرت
غوث الثقلین رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ دل پر دربان ہو کے بیٹھا رہ جو خطرہ کہ خراب ہو
اوسکو ہرگز نہ آنے دے۔ جہان وہ آیا پھر وہ گھر کرتا ہے پھر اوسی سے فعل کا
ظہور ہوتا ہے۔ جب یہہ بات ثابت ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ بندون کے باطن و ظاہر
سے واقف ہی تو اب اونکے دو قسم فرما کے پہلی قسم کو اس طرح بیان فرماتا ہے مَنْ

آیت ۱۸ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ[۲] ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ
يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ جو کوئی دنیا چاہتا ہو تو اوسی دنیا مین جسکو چاہتا
چاہین جلد دیتے ہین پھر ہمنے اوسکے لئے دوزخ ٹھرائی ہے جسمین وہ ذلیل و مردود ہو کر

[۱] ابن ماجہ اور بیہقی مدخل مین ۱۲۔ [۲] لمن نرید بدل بعض لہ سے یعنی جار مجرور جار مجرور سے بدل ہے ۱۲

جا گرے گا ضحاک[1] فرماتے ہین کہ عاجلہ چاہنے کے یہہ معنی ہین کہ اوس شخص کو اعمال سے مقصود دنیا ہوتی ہی قتادہ[2] سے بھی اسی کے مانند روایت آئی ہی اور اس آیت مین یہہ اشارہ ہی کہ بعضے جاہل جب دنیا مل جاتی ہی تو خوش و مغرور ہو جاتے ہین اور سمجھتے ہین کہ اللہ کے پاس بھی ہم بزرگ ہین جب تو یہہ سرفرازی ہوئی تو اللہ نے بیان فرمایا کہ حصول دنیا خدا کی رضامندی کا باعث سمجھنا غلط ہے بلکہ کبھی دنیا کے ملنے سے آدمی عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے۔ لِمَن نُّرِیدُ کہنے مین یہہ نکتہ ہے کہ جسکو ہم چاہے دیتے ہین ہر ایک کو دنیا نہین ملجاتی۔ بلکہ بہت سے گمراہ دین چھوڑ دنیا کے طالب بنے اوس سے بھی محروم رہے دنیا اور آخرت دونو جائے خراب ہوی

کیا وہ دنیا کام ہو جسمین نہ دین کیواسطے
واسطے وہان کے بھی کچھہ یاست ہین کیواسطے

رسول[3] اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہین کہ دنیا اوسکا مکان ہی جسکو مکان نہین ہے اور اوسکا مال ہی جسکو کہ مال نہین اور وہ شخص اسکو جمع کرتا ہے جسکو عقل نہین۔ اور یہہ[4] بھی فرماتے ہین کہ جو اپنی دنیا سے محبت رکھتا ہی وہ اپنی آخرت کو ضرر پہونچاتا ہے اور جو آخرت سے محبت کرتا ہی وہ دنیا کا ضرر کرتا ہی پس فانی چھوڑ کر باقی کو اختیار کرو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ اے گروہ حواریین دین کو پورا لے لو

[1] ابن ابی حاتم ۱۲ [2] ابن جریر اور ابن ابی حاتم ۱۲ [3] امام احمد ۱۲ [4] امام احمد و بزار و طبرانی و حاکم ۱۲

اور تھوڑی سی دنیا پر قناعت کرو جیسے کہ دنیا کے لوگ دنیا پوری لیتے ہین اور تھوڑے
سے دین پر راضی ہو جاتے ہین۔ کسی نے کسی عابد سے پوچھا کہ دنیا دارونکا کیا حال ہی
اوس نے جواب دیا کہ جس کسی کو ملتی ہے وہ مشقت مین پڑتا ہی۔ اور جس کو نہین ملتی
وہ رنج اٹھاتا ہے ؎

بلائے زین جہان آشوب تر نیست	کہ رنج خاطر ست ار ہست و گر نیست

ابو حازم فرماتے ہین کہ دنیا سے بچو اسلئے کہ مجھے روایت پہونچی ہی کہ روز قیامت
دنیا کی تعظیم کرنیوالا کہڑا کیا جائیگا اور کہا جائیگا کہ یہہ وہ شخص ہے جس نے ایسی چیز
کی تعظیم کی جس کو خدائے تعالی نے حقیر بنایا تھا ؎

بروز حشر شود ہمچو صبح معلوم	کہ باکہ باختہ عشق در شب دیجور

اب اللہ تعالی دوسری قسم یعنے دیندارونکا حال بیان فرماتا ہے وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ
وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ اور جو کوئی
آخرت چاہتا ہی اور اوسکے لئے اوسکے موافق کوشش بھی کرتا ہی اور مومن بھی ہے تو
ایسونکی کوشش قابل قدر ہوگی۔ اس کوشش کا کارآمد ہونا تین باتون پر موقوف فرمایا
پہلے تو عمل کے وقت نیت اچھی رہے آخرت مقصود ہو۔ حدیث مین بھی اِنَّمَا الْاَعْمَالُ
بِالنِّيَّاتِ آیا ہی کیونکہ اعمال سے مقصود معرفت و محبت الہی سے قلب کا منور ہونا ہے

بے نیت صحیح اوس عمل مین یہہ اثر کبھی نہین ہوگا۔ دوسرے ایسے کامون مین کوشش ہو
کہ جو عبادت کے کام ہون ورنہ اعمال باطلہ سے اللہ کا تقرب حاصل نہین ہو سکتا
تیسری یہہ کہ مؤمن ہووے کیونکہ بے ایمان کے کسی نیک عمل کا ثواب نہین ملتا
حضرت فضیل فرماتے ہین کہ اگر دنیا سونے کی ہوتی اور فنا ہو جاتی اور آخرت ٹھیکری کی
ہوتی اور باقی رہتی تب بھی عقلمندون کو لازم تھا کہ باقی ہی چیز کو پسند کرتے اور
فانی کو چھوڑ دیتے۔ مگر اب تو یہہ فانی چیز ٹھیکری ہے اور باقی سونے کی نہین معلوم
کہ ہمنے ایسی واہیات چیز کو اوس عمدہ چیز سے کیون پسند کر رکھا ہے۔ غرض یہہ کہ
جیسی جسکی طلب ہو اللہ تعالی اوسکو وہی عنایت کرتا ہے جس طرح فرماتا ہے ۲۰

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا

ہم ہر ایک کو تمہارے پروردگار کی بخشش سے پہونچائے جاتے ہین انکو بھی اور انکو
بھی اور تمہارے پروردگار کی بخشش (دنیا مین عام ہے) بند نہین۔ قتادہ اور
حضرت حسن اس آیت کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ اللہ تعالی دنیا نیک اور بد سب کو
عنایت فرماتا ہے اور آخرت خاص پرہیزگارون کے لئے ہے۔ ابن زید فرماتے ہین
ایک ہؤلاء سے دنیا والے اور دوسرے سے آخرت والے مراد ہین۔ جاننا چاہیے

محظورًا انظر

عالت وصل مین ضمہ نون تنوین جو نقل حرکت ہمزہ وصل ہی نافع اور ابن کثیر اور ہشام اور کسائی ۱۲

[1] کلًّا مین تنوین عوض مضاف الیہ ہے یعنی کل واحد من الفریقین ۱۲ [2] محظورًا ممنوعًا اخرجہ ابن ابی حاتم عن الضحاک ۱۲ [3] ابن جریر و ابن ابی حاتم و در [4] ابن جریر و ابن ابی حاتم ۱۲

کہ حقیقت مین سب کا دینے والا وہی ہے۔ اب چاہو اوسکے محبوبون سے بالواسطہ طلب کرو یا بے واسطہ اوسی سے طلب کرو ایک ہی بات ہی حضرت مولانا روم فرماتے ہین ؎

آب خواہ از جو طلب خواہ از سبو	کان سبو را ہم مدد باشد ز جو
نور خواہ از مہ طلب خواہی ز خور	نور مہ ہم ز آفتاب است اے پسر

لیکن طلب کا قصور ہی کسی نے دنیا طلب کی کسی نے آخرت کرامت[لہ] عارف ابوالخیر محمد بن محفوظ روایت کرتے ہین کہ مین مع ایک جماعت ہمارے مرشد شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مدرسے مین حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا لِیَطلُب کُلٌّ مِّنکُم حَاجَۃً اُعطِیہَا لَہٗ یعنی ہر ایک شخص اپنی حاجت طلب کرے مین اوسکی حاجت برآری کرتا ہون۔ پھر ہر ایک نے اپنی حاجت طلب کی تو حضرت نے یہہ آیت شریف تلاوت فرمائی کُلًّا نُّمِدُّ ہٰٓؤُلَآءِ وَ ہٰٓؤُلَآءِ مِن عَطَآءِ رَبِّکَ ط وَمَا کَانَ عَطَآءُ رَبِّکَ مَحظُورًا ابوالخیر فرماتے ہین اللہ کی قسم ہر شخص نے جو کچھہ طلب کیا تھا۔ اوسکو مل گیا۔ شیخ ابوالسعود نے ترک اختیار چاہا تھا تو اوسمین اعلیٰ مقام حاصل ہوا۔ بہت سی متقدمین سے بھی اس بات مین بڑھ گئے تھی۔ اور شیخ ابن قاید نے مجاہدہ پر قوت طلب کی تھی۔

لہ امام عبداللہ یافعی نے تکملۃ النشر حکایت ۹۷ مین مختصراً بیان فرمایا اور بہجۃ الاسرار صفحہ ۳۰ مین مفصلاً مذکور ہے ۱۲۔

تو یہہ ریاضتونکی نوبت پہونچی کہ کوئی اونکے زمانہ مین اونکا نظیر نہ تھا خود کہتے
کہ مین نے بھوک کو بھوکا رکہا اور پیاس کو پیاسا رکہا۔ نیند کو سلادیا۔ بیداری
کو جگادیا۔ خوف کو ڈرادیا۔ بلا مجہسے بھاگتی ہی واللہ غالب علی امرہ۔ اور شیخ
بزاز نے اللہ کا خوف طلب کیا تھا تو خوف مین اعلی درجے کو پہونچے۔ اور
شیخ ابوالحسن فارسی نے عرض کی تھی کہ اللہ کے ساتھہ میرا ایک حال تھا کہ وہ
جاتا رہا ہی اب اوسکے پلٹ آنیکی خواہش ہی تو اوسیوقت حضرت غوث پاک
رضی اللہ عنہ نے ایک نظر کی جس سے وہ بیقرار ہوکر کھڑے ہوگئے مین نے
دوسرے دن اون سے ملاقات کے بعد پوچہا تو کہنے لگے اوس نظر کی برکت
مین سے اپنے حال پر ہوگیا۔ اور شیخ جمیل نے حفظ وقت یعنے کوئی وقت بیکار
نہ جانے کیلیے عرض کی تھی ہماری دانست مین تو وہ حالت اونکی ہوئی جو
غیرونکو نہ نصیب ہوئی اگر جائے ضرور کو جاتے وقت تسبیح کہونٹی کو لگادیتے
تو وہ وہان بے کسی کے پہرائے پہرتی ایک ایک دانہ گرتا رہتا جب تک کہ وہ
آکر نہ لیلین اور مین نے بارہا اسی طرح دیکھا۔ اور شیخ خلیل ابن صرصری نے
قطبیت سے سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا مَا تَمُوتُ یَا خَلِیلُ حَتّٰی تَتَقَطَّبُ
یعنے اے خلیل تم قطب ہوے تک نہ مروگے راوی کہتے ہین کہ انکی قطبیت کا

وقت تو ابھی تک نہین آیا تھا۔ اور شیخ عمر غزال نے زیادتی علم طلب کی تھی
اونکی یہ کیفیت تھی کہ قسم قسم کے علوم و فنون سیکھے۔ اور بہت کچھ حفظ کیا
ایک مرتبہ ہزار کتابین بیچ ڈالین تو لوگون نے اسپر ملامت کی تو کہا سب
مجھے زبانی یاد ہین۔ اور شیخ ابوالبرکات ہاشمی نے اللہ کی محبت مین استغراق
چاہا تھا تو حضرت رضی اللہ عنہ نے ایک نظر فیض اثر اون پر کی جس سے
وہ بیہوش ہوکر گر گئے۔ لوگ وہان سے اوٹھاکر لیگئے اونکی عقل برابر نہ تھی
ایک مدت تک وہ بغداد سے گم ہو گئے ایک زمانے کے بعد کرخ کے ویرانے مین
پایا کہ آسمان کو ٹکٹکی باندہکر دیکھ رہے ہین۔ مین بات کرنا چاہا تو اونہون نے
کچھ بات نہ کی۔ پھر کئی سال کے بعد بصرے مین ملاقات ہوئی کسی ٹیلے پر
کھڑے تھے وہی حال تھا پھر بھی مجھسے بات چیت نہ کی۔ مین اون کے سامنے
جاکر بیٹھ گیا اور یون دعا کرنے لگا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِحُرْمَۃِ الشَّیْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ
اَنْ تَرُدَّ عَقْلَہٗ لِیُکَلِّمَنِیْ یعنے یا اللہ حضرت رضی اللہ عنہ کے طفیل سے انکو ہشیاری
دے تاوہ مجھسے بات چیت کرین۔ پھر ہوش مین آکر انہون نے سلام کیا
مین نے کہا یہ کیا حال ہے تو کہنے لگے اوس نظر مبارک کی برکت سے اسقدر
اللہ کی محبت جوش کر رہی ہے کہ مجھے میرے وجود کی خبر نہین اپنی جانکی پروا نہین

جیسا تم دیکھ رہی ہو۔ اسی طرح مجھے بنایا ہی۔ یہہ کہا پہر وہی حال اونکا ہو گیا
مین وہان سے روتا ہوا الٹ آیا پہر بعد معلوم ہوا کہ وہ اسی حال مین انتقال کر گئے
اور شیخ ابو الفتوح بن الخضری نے حفظِ قرآن و حدیث چاہا تھا تو چھ مہینے مین
حافظ ہو گئے اور قرأاتِ سبعہ اور احادیث مین ملکہ پیدا کیا اور راوی ابو الخیر قرأات
کہتے ہین کہ مین نے طلب کیا تھا کہ وارداتِ ربانیہ اور اوسکے ماسوا معرفت
مجھے حاصل ہووے۔ اوسی مجلس مین حضرت رضی اللہ عنہ نے اپنا دستِ مبارک
سینہ پر پہیر دیا اوسی وقت مین نے اپنے سینے مین ایک نور پایا جس سے مین
حق و باطل اور ہدایت و ضلالت مین اب تک تمیز کرتا ہون۔ اور ابو عبد اللہ
بن ہبیرہ نے وزارت کی نیابت چاہی تھی وہ اونکو مل گئی۔ اور بعضے بعضون
نے دنیوی خدمتین مانگین وہ بھی مل گئین اور ایک روایت ہی کہ عبد اللہ
بن جمیل نے کہا کہ سات دن مرنیکے پہلے شیخ خلیل صرصری کو قطبیت بھی ملگئی۔
مختصر اب جب اللہ پاک یہہ فرما چکا کہ دنیا اور دین کے طالبون کو ہم ہی دیتے
ہین تو اب اون کے مراتب مین جو فرق ہی اوسکو بیان فرماتا ہی۔ اُنظُر کَیفَ

فَضَّلنَا بَعضَهُم عَلٰی بَعضٍ وَلَلاٰخِرَةُ اَكبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكبَرُ تَفضِيلًا ۝ آیت ۲۱

دیکھو ہمنے ایک کو ایک سی کیسا بڑہایا ہی اور آخرت مین تو بڑے درجے اور بڑی فضیلت ہی

قتادہ[1] فرماتے ہین کہ یہہ جو فرمایا کہ ہم نے ایک پر ایک کو فضیلت دی اوس سے
مراد دنیوی فضیلت ہی اور آخرت کے بڑے درجے وہ اونکے اعمال کے موافق
ہونگے۔ رسول[2] اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین کہ جنت مین سو درجے ہین
ہر درجہ مین آسمان و زمین کا فرق ہی۔ فردوس سب سی اوپر کا درجہ ہے الخ
رسول[3] اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص دنیا مین کوئی بلند درجہ
چاہا اور اوسکو حاصل بھی ہوگیا تو آخرت مین اوس سی زیادہ اللہ تعالی اوسکا درجہ
کم کردیگا اور مرتبہ گہٹا دیگا پہر آپنے پڑہا وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا
جب دنیا کی نسبت کرتے آخرت کے مراتب اسقدر بڑہی ہوے ہین تو آدمی کو
چاہئے کہ اوسکے لئی تو بہت ہی کوشش کرے۔ نہ یہہ کہ دنیا خسیس کی طلب مین اپنی
عمر رائگان کردی۔ اور چونکہ آخرت کیلئے بڑی اصل توحید ہو اس لئی فرماتا ہے

۲۲ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝ (اے[4] انسان)

[1] ابن جریر و ابن ابی حاتم [2] ترمذی وغیرہ ۱۲ [3] طبرانی و ابن مردویہ و ابو نعیم فی الحلیہ ۱۲۔
[4] صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہین کہ یہان انسان کو مخاطب بنانا اولی ہی کیونکہ وَقَضٰى رَبُّكَ الآیہ اسی پر
معطوف ہی اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین حضرت کے سامنے بڑہاپے کو نہین پہونچے تھے۔ تو حضرت
کے لائق یہہ خطاب ہی۔ نہین ہو سکتا بعضے ترجمہ کرنے والے اسے پیغمبر مقدر مانتے ہین لیکن یہہ بھی نہین بتلاتے
کہ مراد اس سی حضرت نہین بلکہ امت ہے۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیر وغیرہ مین مذکور ہے۔ خدا ان سست
عقیدون کو حضرت کی محبت عنایت فرمائے۔ تفسیر روح البیان مین لکھا ہے کہ اصل یہہ ہے کہ جہان
کسی کام کے کرنے کا حکم ہے تو حضرت مخاطب ہین اور جہان نواہی اور ممانعتین ہین اوسکی
مخاطب امت ہے اسطرح بعضون نے کہا ہے ۱۲

اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھیرا ورنہ تو ذلیل وبیکس ہوکر بیٹھ رہے گا -

رسول[1] اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین کہ جس پر فاقہ گذرا اور لوگون سے اوسکو بیان کیا تو اوسکا فاقہ دور نہ ہوگا - اور جس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی تو اوسکو توانگری خواہ جلدی ہو خواہ دیر سے حاصل ہوگی - جب آیتِ گذشتہ مین رکن اعظم یعنے توحید کا بیان ہوا تو اب اوسکے علامات بیان فرماتا ہی - وَقَضٰی رَبُّكَ

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا[2] اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا[3] يَبْلُغَنَّ[4] عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ[5] وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا

اور تیرے پروردگار نے قطعی حکم کیا کہ اوسکے سوا نہ عبادت کرو اور ماں باپ سے بھلائی - اگر تیرے سامنے وہ ایک یا دونون بڑھاپے کو پہونچ جائین تو اونکو ہون نہ کہہ اور نہ اونکو جھڑک اور اون سے ادب سے بات کر - ابن عباس

یَبٰلُغٰنِّ حمزہ اور کسائی غین مفتوح کو ساتھ الف و نون مکسور کے مع المد بصیغہ تثنیہ ۱۲ اُفَّ فتح فا سے ابن کثیر ابن عامر اُفِّ کسر فا سے بلا تنوین ابوعمرو شعبہ حمزہ کسائی

ر سـ ۲۲

---

[1] ابوداؤد و ترمذی ۱۲ [2] یان لا تعبدوا ان مصدریہ اوسکے قبل بار جار مقدر ہی - [3] اِمَّا مرکب ہے دو لفظون سے جو ان اور ما ہی یہ دونون حرف شرط ہین - لیکن علامت جزم بسبب فعل پر نون تاکید ہونے کے ظاہر نہ ہوئی کیونکہ نون تاکید کے ساتھ فعل مبنی ہوتا ہے ۱۲ [4] یبلغن فعل ہی اور اوسکا فاعل احدھما ہی اور کلاھما احدھما پر معطوف ہی اور کلا اسم مفرد معنون مین تثنیہ کے ہی - اور یبلغان دوسری قرأت ہی اوسوقت احدھما بدل ہی الف ضمیر سے جو والدین کی طرف راجع ہی ۱۲ [5] اصمعی کہتے ہین کہ اف کان کے میل کو اور تف ناخن کے میل کو کہتے ہین کسی چیز کی کراہت کے وقت اسکا استعمال کرتے تھے - پھر جس سے ایذا پہونچی اوسوقت اوسکو کہنے لگے - بعضے کہتے ہین کہ اصل اس کلمہ کا یہہ ہے کہ مٹی یا راکھ جسم پر گرے تو پھونکتے وقت مین جو آواز نکلتی وہ اف ہی پھر اوسکو عام کرکے ہر تکلیف کے وقت کہنے لگے - زجاج کہتے ہین کہ اف کے معنی بدبو کے ہین اور یہہ قول مجاہد کا بھی ہی کیونکہ انہون نے یہی لیا ہی کہ جب وہ تیرے بول و براز سے کراہت نہ کرتے تھے تو بھی اون سے کراہت نہ کر - عکرمہ و انتہرہ اوسوقت کہتے ہین کہ جب کسی کو جھڑک کے بات کیا - [6] ابن جریر و ابن منذر من طریق علی ابن ابی طلحہ ۱۲

احسان والدین

فرماتے ہین کہ قضیٰ بمعنی اَمَرَ ہی حضرت حسن[1] فرماتے ہین کہ احسان سے مراد بھلائی ہے
مجاہد[2] فرماتے ہین کہ بول وبراز والدین کا صاف کرتے وقت اف نہ کہے جس طرح
وہ بھی تیرا بول وبراز پاک کرتے وقت نہ کہتے تھے۔ سدی[3] اس آیت کی تفسیر مین فرماتے
ہین کہ تو والدین کو اف کہے نہ اوسکے سوا اور کچھ کہے۔ حضرت امام حسن[4] علی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ
والسلام فرماتے ہین کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر اف سے
کوئی کمتر بات نافرمانی کی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اوسی کا ذکر فرماتا۔ ادب[5] سے بات کرنیکے
یہہ معنی ہین کہ والدین کا نام لیکے نہ پکارے بابا اور امان کہے۔ اور جب[6] وہ پکارین
تو جی خدمت مین حاضر ہون کہے۔ اور نرمی[7] اور شیرینی سے کلام کرے۔ اور اس[8] طرح
معروضہ کرے جیسے مجرم غلام سخت دل میان سے عرض کرتا ہی۔ پہلے اپنی عبادت کا
اللہ تعالیٰ حکم فرماکے پہر والدین کے ساتھہ نکوکاری کا حکم فرمانے مین یہ مناسبت ہے
کہ سبب حقیقی وجود انسانی کا ایجاد حق ہی۔ اور سبب ظاہری والدین ہین اسلئے
پہلے تعظیم سبب حقیقی چاہیے پہر تعظیم سبب ظاہری۔ اور یہہ بھی مناسبت ہی کہ شکر منعم
واجب ہی۔ اور منعم حقیقی تو خدا تعالیٰ ہی۔ لیکن مخلوق مین سے کبھی کوئی احسان کرتی ہو

---

[1] ابن ابی حاتم (درمنثور) [2] ابن ابی حاتم وابن جریر وابن منذر ۱۲ [3] ابن ابی حاتم ۱۲ [4] دیلمی (درمنثور)
[5] ابن ابی شیبہ عن الحسن ۱۲ [6] ابن ابی حاتم عن زہیر بن محمد ۱۲ [7] ابن جریر وابن ابی حاتم عن قتادہ ۱۲
[8] ابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم عن سعید بن المسیب (الدر المنثور)

اوسکا بھی شکر واجب ہی کیونکہ حدیث ہی مَن[۱] لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللہَ یعنے جنّے
لوگون کا شکر نہ کیا تو وہ اللہ کا شکر بھی نہین ادا کیا۔ اب دیکھو کہ کسی آدمی کا اسقدر احسان
نہین جسقدر کہ والدین کا ہی پہلے تو یہہ کہ لڑکا والدین کا ایک قطعہ ہی جیسا حدیث
مین آیا فَاطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِنِّی[۲] رضی اللہ عنہا دوسرے یہہ کہ والدین کی محبت طبعی ہے چاہتے ہین کہ
ہر قسم کی بہلائی لڑکے کو پہونچائین اور ہر طرح کے ضرر سے اوسکو بچائین۔ جب اونکی
یہہ حالت ہی اب اونکے احسانات کی کیا گنتی۔ تیسرے یہہ کہ نہایت ہی ضعف
و ناچاری کے وقت مین والدین کس ناز و نعمت سے پالتے ہین خصوص والدہ
کہ اپنا دودہ جو حقیقت مین لہو ہی پلاتی ہی۔ اور کبھی اوسکی غلاظت سے کراہت نہین
کرتی۔ پہر ایسے وقت کے احسانات کا کیا کہنا۔ چوتھے یہہ کہ غیر کی بھلائی کچھہ نہ کچھہ
غرض سے ہوتی ہی اور والدین کو صرف بچے کی پرورش منظور ہی اور پہر آخر عمر
تک والدین کے احسانات کا تار نہین توٹتا۔ اور اس آیت مین چند ارشادات ہین
جس سے والدین سے احسان کرنیکی تاکید نکلتی ہی۔ پہلے تو یہہ کہ اپنی اطاعت کے بعد
والدین سے سلوک کا حکم فرمایا یہہ کیسا درجہ ہی۔ اور کس قدر تعظیم مین مبالغہ ہے
دوسرا یہہ کہ واحسانا بالوالدین نہ فرماکے وبالوالدین احسانا فرمایا۔ والدین کو مقدم

---

[۱] امام احمد ۱۲ [۲] امام بخاری ۱۲۔

کرنے مین شدتِ اہتمام منظور ہی۔ تیسرا یہہ کہ الاحسان نہین بلکہ احسانًا نکرہ فرمایا اور
تنکیر تعظیم پر دال ہی تو معنی یون ہوے کہ والدین کے ساتھہ بہت ہی بھلائی کرو
کیونکہ جب اونکا احسان تجھہ پر بڑا ہی تو تیرا احسان بھی ویسا ہی ہونا چاہیئے اگر
اوسی طرح ہو بھی تو مکافات و بدلہ ہو نہین سکتا اسلئے کہ ابتدا احسان اونہین نے کی ہی
چنانچہ مشہور مثال ہی اِنَّ الْبَادِیْ بِالْبِرِّ لَا یُکَافَأُ یعنے نکوکاری مین
جو سبقت کرے اوسکا بدلہ نہین ہو سکتا۔ اس آیت مین اللہ تعالی نے والدین
کے تین آداب بیان فرمایا۔ ایک تو اونکو اُف نہ کہنا دوسرے جھڑکنے کی ممانعت
تیسرے اون سے ادب سے بات کرنا اور چوتھی اور پانچوین ادب کو اس طرح بیان
فرماتا ہی وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا
رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا ؕ اور اونکے لئے بازو عاجزی کا محبت سے جھکا دے اور دعا کر کہ اے
پروردگار اونپر رحم فرما جیسا کہ اونہون نے مجھکو لڑکپن مین پالا یہہ چوتھا ادب ہی
کہ محبت سے ماں باپ کے سامنے عاجزی کرتا رہی اور اچھی طرح خدمت کرے۔

اضافت جناح کی ذل کی طرف بطور استعارہ کے ہی ذل کو جناح ثابت کیکے پہر جناح کیلئے خفض ثابت کیا جیسا
لبید نے کہا ع اذا اصبحت بید الشمال زمامہا شمال کو ید ثابت کرکے پہر زمام کو ید شمال مین رکہا قفال
کہتے ہین کہ پرندہ جب اپنے بچون کو تربیت کیلئے نزدیک کہینچتا ہی تو اپنے پرون کو پست کرتا ہی تو اب خفض جناح
حسن تربیت سے کنایہ ہی۔ یا پرندہ جب اوڑنے کا ارادہ کرتا ہی تو پر کھول دیتا ہی اور جب اوڑہنا اور بلند ہونا
موقوف کرتا ہے تو پرون کو پست کرتا ہی تو اس وجہ سے خفض جناح تواضع سے کنایہ ہے۔

عروۃ[1] اسکی تفسیر مین فرماتے ہین کہ دونون کی خواہش وآرزو پوری کرتا رہی ۔ عطاء[2]
بن ابی رباح اسکی تفسیر مین فرماتے ہین کہ والدین سی بات کرتے وقت مین اون پر ہاتھ
نہ اوٹھاوی ۔ یہہ بھی[3] اونہون نے فرمایا کہ اگر غصہ مین آئین تو اونکو گھور کے نہ دیکھے کیونکہ
آدمی جب کسی پر خفا ہوتا ہی تو اوسکو تیز نظری سی دیکھتا ہی اور یہی ابتداء غصہ ہے
رسول[4] اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین اوس شخص نے والدسے بھلائی نکی
جس نے اوسکو تیز نظری سے دیکھا ۔ پانچوان ادب یہہ ہی کہ اون کیلئے دعا کرے ۔
حضرت[5] عبداللہ بن عمرو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مکان مین انکی مان اور دوسرے
مکان مین یہہ خود رہا کرتے تھی ہمیشہ آپکا یہہ دستور تھا کہ جب گھر سے چلتے یا گھر آتے تو
پہلے اپنی مان کے دروازے پر کھڑے ہوکر یون عرض کرتے اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا اُمَّتَاہُ
وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ اسکے جواب مین وہ فرماتین وَعَلَیْکَ یَا بُنَیَّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ
پھر یہہ کہتے جیسا آپنے مجھے چھٹپن مین پالا پرورش کیا خدا آپ پر رحم فرمائے ۔ تب وہ
کہتین جیسا تو اب سیانا ہوکر میرے ساتھہ سلوک کرتا ہی خدا تجھے بھی نوازے ۔ بہز[6] بن
حکیم کے دادا کہتے ہین کہ مین نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسکے ساتھہ سلوک کرون فرمایا

[1] بخاری ادب المفرد مین اور ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم ۱۲ - [2] ابن ابی حاتم ابن جریر اور ابن منذر ۱۲ [3] ابن ابی حاتم ۱۲ [4] ابن مردویہ اور بیہقی شعب الایمان مین (درالمنثور) [5] ادب المفرد ۱۲
[6] امام احمد و بخاری ادب المفرد مین اور ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ ۱۲

مان کے ساتھہ پہر عرض کی کسکے ساتھہ سلوک کرون فرمایا مان کے ساتھہ پہر عرض کی
کس کے ساتھہ سلوک کرون فرمایا مان کے ساتھہ پہر عرض کی کسکے ساتھہ سلوک کرون
فرمایا باپ کے ساتھہ پہر اور قرابتدار کے ساتھہ درجہ بدرجہ۔ عبداللہ بن عباس
رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ جس مسلمان کے مسلمان مان باپ زندہ ہون اور
ثواب سمجھکر سویرے اونکی خدمت مین حاضر ہوا کرے اللہ تعالی اوس شخص کیلیے
بہشت کے دو دروازے کھولدیگا اور اگر ایک ہی ہو تو ایک ہی دروازہ۔ اور
اگر دونون مین کسی کو ناراض کردیگا تو جبتک وہ راضی نہ ہو تب تک خدا بھی
ناراض ہی رہیگا۔ کسی نے پوچھا اگرچہ مان باپ زیادتی کرین فرمایا اوسوقت بھی
ابو بردہ رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ مین ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حضور مین تھا تو
کیا دیکھتا ہون کہ یمن کا ایک شخص اپنی مان کو پیٹھہ پر لادے ہوے ہی اور خانہ کعبہ کا
طواف کر رہا ہے اور اس مضمون کا شعر پڑھتا جاتا ہے۔ **شعر**

مین سواری کا اونٹ ہون اوسکے	نہ تھکون مین جو اونٹ ہو تو تھکے

پہر اوس نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچہا کہ آپکے خیال مین مین اپنی مان کے حقوق
ادا کرچکا ابن عمر نے فرمایا ہرگز نہین یہہ تو ایک دفعہ لادنے کا بدلہ بھی نہین ہوا

لہ امام بخاری ادب المفرد مین ۱۲ سلہ ادب المفرد ۱۲

پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے طواف کیا مقام ابراہیم پر آئے وہان دو رکعت نماز پڑھکے پھر مجھے
فرمانے لگے ابن ابی موسیٰ اس نماز کی ایک ایک رکعت پہلے گناہون کو مٹا دیتی
ہی - ایک[1] شخص نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور مین حاضر ہوکر عرض
کی میرے ماں باپ روتے ہی رہے اور مین انکو چھوڑکر حضور مین ہجرت کی بیعت
کرنے کو حاضر ہوا - آپنے فرمایا تم واپس جاؤ اور جیسا اونکو رولایا ہی اب جاکر ہنساؤ
ایک[2] شخص رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جہاد کے ارادہ سے حاضر ہوا
آپنے اوس سے پوچھا تیرے ماں باپ زندہ ہین عرض کی ہان فرمایا اون کی
خدمت کراسی مین تجکو جہاد کا ثواب ہی - ابوہریرہ[3] رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ رسولِ خدا
صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے خرابی ہو اوسکو خرابی ہو اوسکو خرابی ہو اوسکو صحابہ
نے عرض کی کس کو فرمایا جس نے ماں باپ دونون یا ایک ہی کے بڑھاپے کا
زمانہ پایا پھر بھی دوزخ ہی مین گیا - حضرت[4] سرکار عالم صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے فرمایا زہی نصیبا وسکے جو باپ کو خوش رکھے خداے عزوجل اوسکی عمر
بھی بڑھا دیتا ہی رسول[5] اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین کہ تین[6] دعائین
بیشک قبول ہی ہو جاتی ہین مظلوم کی دعا مسافر کی دعا - ماں باپ کی دعا

[1] ادب المفرد وعبد الرزاق مصنف مین اور حاکم وبیہقی عبد اللہ بن عمر سے ۱۲ - [2] عبد الرزاق وابن ابی شیبہ والبخاری ومسلم ۱۲ [3] ادب المفرد ومسلم والبیہقی ۱۲ [4] ادب المفرد والحاکم والبیہقی فی شعب الایمان ۱۲ [5] ادب المفرد والبیہقی ۱۲

ابن عباس[1] رضی اللہ عنہما سے روایت ہی کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ
میری ماں بغیر وصیت کئی مر گئی۔ مین اوسکی طرف سے کچھ خیرات کرون تو اسکو ثواب
پھونچے گا۔ فرمایا ہان۔ سرکار عالم[2] صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا بڑی سی بڑی
سعادت مندی یہہ ہی کہ آدمی اپنے ماں باپ کے دوستون سی بعد اون کے
دل کرتا رہی۔ حضرت[3] ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دو شخص دیکھے ایک سی پوچھا
یہہ تمہارا کون ہی کہا باپ فرمایا اوسکا نام نہ لینا اوسکے آگے نہ چلنا اوس کے
پہلے نہ بیٹھنا۔ رسول اللہ[4] صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہین جو شخص کہ والدین
کے قبر کی ہر جمعہ کو زیارت کرے یا اون سی ایک کی تو وہ بخشا جائیگا اور نیکو کار
لکھا جائیگا۔ رسول[5] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض
کی کہ یا رسول اللہ مین نے بہت ہی بڑا گناہ کیا ہی۔ کیا میرے لئی توبہ ہی۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے والدین ہین۔ عرض کی نہین۔ فرمایا خالہ ہے
عرض کی جی ہان۔ فرمایا اوسی کی ساتھ بھلائی کر۔ حضرت[6] ابو الدرداء کے
پاس ایک شخص نے آکر عرض کی کہ میری جورو چچیری بہن ہی اور میری محبوب ہی

[1] ادب المفرد ۱۲ [2] ادب المفرد و مسلم و ابو داؤد و ترمذی وغیرہ ۱۲ [3] عبد الرزاق فی المصنف والبخاری فی الادب المفرد والبیہقی ۱۲ [4] ابن ابی الدنیا والبیہقی ۱۲ [5] حاکم نے روایت مع تصحیح کی اور بیہقی ۱۲ [6] امام احمد اور ترمذی اور تصحیح بھی کی اور ابن ماجہ د... منثور

لیکن میری والدہ فرماتی ہین کہ اوسکو طلاق دیدو۔ آپنے فرمایا کہ مین نہ طلاق دو نہ کہتا
نہ والدہ کی نافرمانی کا حکم کرتا ہون ہان تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہون جسکو
مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپنے فرمایا کہ والدہ جنت کے
دروازون مین سے ایک دروازہ ہی اب چاہی تو اسکو نگاہداشت کر یا چھوڑ دے
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت مین داخل نہ ہوگا جو
(نافرمان والدین) ہی اور ہمیشہ کا شراب خوار ہی اور جو تقدیر کو جھٹلاتا ہی۔ اور
آبائے معنوی جو استاد اور شیخ طریقہ اور مرشد ہین اونکا بھی ادب ضرور ہی غرض
بعد عبادت اور اطاعت والدین خلوص کا حکم فرماتا ہی رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي
نُفُوسِكُمْ إِنْ تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا ۝ تمہارا رب ایت ۲۵
خوب جانتا ہی جو کچھ تمہارے دلون مین ہی۔ جو تم نیک ہوگے تو وہ رجوع کرنیوالونکو
بخشتا ہی۔ اوابؔ وہ شخص ہی جو گناہ کرتا ہی پھر توبہ کرتا ہے پھر گناہ کرتا ہے
پھر توبہ کرتا ہی پھر گناہ کرتا ہی پھر توبہ کرتا ہے۔ بعضون نے کہا کہ اوابین سے مراد
نمازِ ضحی پڑھنے والے ہین کیونکہ صحیح مسلم مین ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
قبا والون کے پاس تشریف فرما ہوے۔ اور وہ لوگ نمازِ ضحی پڑھ رہے تھے

سلہ امام احمد وابن ماجہ واسلہ اواب اوب سے مشتق ہے جس کے معنی رجوع کے ہین یقال آب فلان اذا رجع قال تعالی إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ابن کثیر سعید بن المسیب در منثور

آپنے فرمایا نمازِ اوابین اوس وقت ہے جب کہ اونٹ کے بچے شدتِ گرمی سے ریت مین بیٹھ جائین۔ امام غزالی احیا مین فرماتے ہین کہ نمازِ چاشت پر مواظبت کرنی عمدہ اور افضل اعمال مین سے ہے اور اوسکی زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتین ہین حضرت اُمِ ہانی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بہن سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاشت کی آٹھ رکعتین پڑہین حضرت اُم المومنین بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ چاشت چار رکعتین پڑہا کرتے تھے اور کبھی کچھ زیادہ بھی کردیتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاشت کی نماز چھ رکعتین دو وقتون مین پڑہتے تھے ایک جب آفتاب نکلکر اونچا ہوتا تو آپ کھڑے ہوکر دو رکعتین پڑہتے دوم جب وقت آفتاب پھیلتا اور چہارم آسمان پر مشرق کی جانب سے ہوتا تو چار رکعتین پڑہتے پہر امام غزالی فرماتے ہین کہ بہتر یہی ہی کہ دو رکعتین اشراق کے وقت پڑہے یعنے جب آفتاب بمقدارِ نصف نیزہ کے بلند ہوجاوے جسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول مین مراد لیا ہی یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ اور چار یا چھ یا آٹھ پہر دن چڑہے پڑہے جو وقت چاشتِ کبریٰ ہی جسکی قسم اللہ تعالیٰ نے کہائی اور فرمایا وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی

---

۱ بخاری ومسلم ۱۲ ۲ صحیح مسلم ۱۲ ۳ ترمذی ونسائی ۱۲ ۴ پاکی بولتے شام اور صبح کو ۱۲ ۵ قسم دھوپ چڑھتے وقت کی اور رات کی جب چھا وے ۱۲

غرض یہہ کہ آفتاب کے بقدرِ نیزہ کے قدر اونچا ہونے سی لیکر زوال سی کسیقدر پیشتر
یہہ سب وقت چاشت کا ہی مگر افضل وقت وہی پہر دن چڑہی ہے اور گویا کہ اشراق
کا دوگانہ اوسوقت ہوتا ہی کہ مکروہ وقت آفتاب کے نکلنے کا گذر کر نماز کی اجازت کا
وقت شروع ہوجاتا ہی انتہی در المختار مین ہی کہ بعد طلوع سی زوال تک چاشت کی
نماز کا وقت ہی لیکن بہتر وقت پہر دن چڑہی ہے۔ کم سی کم دو رکعت اور اکثر بارہ
اور افضل آٹھہ۔ شارح طحطاوی کہتے ہین کہ یہہ سوائے اشراق کے ہین کیونکہ وہ دو دو
رکعتین ہین جس طرح کہ بعضے احادیث مین آیا ہی۔ انتہی۔ یہہ عاصی غفر اللہ لہ کہتا ہے
کہ حصنِ حصین مین بروایتِ ترمذی اس طرح حدیث ہی کہ جس نے صبح کی نماز
جماعت سی پڑہی پہر اللہ کی یاد کرتا ہوا بیٹھا رہا یہان تک کہ آفتاب طلوع ہوگیا
پہر اوس نے دو رکعت نماز پڑہی تو اوسکو ثواب ایک حج اور ایک عمرے کا پورا پورا
ملیگا طبرانی بہی ایسکے قریب قریب روایت کرتے ہین۔ یہان ایک نکتہ یاد رکہنے کا
ہی وہ یہہ ہی کہ حدیثون مین اس قسم کی فضیلت اور بہی آئی ہی جیسے یہہ حدیث کہ
ہر مہینے مین جو تین روزی رکھے وہ زمانے کے روزے رکھا اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ
ثلثِ قرآن ہی یہہ ثواب مضاعف و چند در چند نہین ہوتا بخلاف اوس نیکی کے
کہ کبہی اوسکا ثواب دس سی سات سو تک کبہی اوس سے بہی زیادہ ہوجاتا ہے۔

تواتر مضمون مسیر (مدارج از مواہب)

یعنے دو رکعت نماز اشراق سے صرف ایک حج و عمرہ کا ثواب ملیگا اور حج وغیرہ کرنے تو اسکا
ثواب بابت حج و عمرہ سے بھی زیادہ ہو سکتا ہے وَ قِسْ عَلیٰ ھٰذَا علامہ محمد زرقانی جو مالکی ہیں
شرح مواہب میں چاشت کی نماز اسی طرح بیان کی حضرت غوث الثقلین سلطان الاولیا
رضی اللہ عنہ غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں کہ دن کا پہلا ورد یہہ ہے کہ نماز صبح کے بعد سے
طلوع آفتاب تک اللہ کو یاد کرتے ہوئے بیٹھا رہنا مستحب ہے۔ اور اسی طرح عصر سے مغرب تک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے ایسی گروہ کے ساتھ بیٹھا رہنا جو نماز
صبح سے طلوع آفتاب تک اللہ کی یاد کرتے رہے ہوں یہہ میرے پاس چار آدمی اولاد اسمعیل کے
آزاد کرنے سے بہتر معلوم ہوتا ہے اور اسیطرح عصر سے مغرب تک میں بھی فرمایا۔ اور نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے پروردگار سے روایت کی کہ اوس نے فرمایا کہ اے آدم کے بیٹے چار رکعتیں
دن کی ابتدا میں پڑھ لے میں آخر دن تک تجھے کافی ہوں یعنی تیرے سب کام پورے کرونگا
اور تجھ سے ہر بلائی کو دور کر دونگا۔ پھر محبوب پاک فرماتے ہیں کہ دوسرا ورد نماز چاشت ہے
اور یہی صلوۃ اوابین ہے اور اس پر مداومت مستحب ہے یا نہیں اسمیں ہمارے اصحاب
یعنے حنابلہ کے دو قول ہیں اور رکعتیں کم سے کم دو بہتر آٹھ اکثر بارہ انتہی کلامہ الشریف۔
اور بعد نماز چاشت یہہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ بِکَ اُحَاوِلُ وَبِکَ اُصَاوِلُ وَبِکَ اُقَاتِلُ

ابو داؤد وغیرہ ۱۱ ابوداؤد و ترمذی نے اس حدیث کو باب الضحی میں نقل فرمایا۔
ابن السنی ۱۲ جاننا چاہیے کہ چاشت و اشراق میں عموم خصوص کی نسبت ہے یعنے اول چاشت اشراق ہے اور اسکا اور وقت بھی ہے

للہ الحمد کہ چار سنن مذہبون سے ان نون نمازون کا مسنون ہونا نقل کیا گیا خدا مسلمانونکو توفیق دیوے
یعنے مغرب و عشا کے درمیان جو نماز ہی اوسکو صلوۃ اوابین کہتے ہین ۔ احیاء العلوم مین ہے
کہ آنحضرت[۱] صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی مغرب و عشا کے درمیان نماز پڑہے تو وہ
نماز اوابین یعنے خدا کی طرف رجوع کرنیوالونکی نماز ہی ۔ اور یہہ بھی فرمایا کہ جو کوئی مغرب
کے بعد چھہ رکعتین پڑہی تو اوسکے لئی یہہ رکعتین ایک برس کامل کی عبادت کے برابر ہونگے
ایک روایت[۲] مین مغرب کی دو سنتون کے بعد اور چار رکعت پڑہنے کی فضیلت مذکور ہی
نیل المآرب مین ہی کہ مغرب او عشا کے درمیان مصروف عبادت رہنا سنت ہی اور سنت اسکا
ثواب بھی ملتا ہی (کتاب حنبلی) غرض یہہ کہ فرضون کی تکمیل اسی نوافل سے ہوتی ہی جو نوافل بہت
نہ پڑہیگا عجب نہین کہ اوسکے فرض بھی ناقص رہجائین ۔ اب ہم تفسیر عرض کرتے ہین
کہ مقصود اس آیت سے یہہ ہی کہ اگر کبھی بھولے چوکے شاذ و نادر طبعی طور سے کوئی کام مخل
تعظیم والدین کا ہوجاوے تو فرماتا ہی ہم تمہارے دلون سے واقف ہین جان بوجھکر
عقوق و نافرمانی نہین ہی تو اوسکی مغفرت کی امید ہی یا عام ہی ہر گنہگار جو تائب ہو کے
[illegible]شامل ہی تو یہہ عاق بھی بطریق اولی داخل ہوجاویگا ۔ اب والدین کی نیکی کے بعد
عام قرابتدارون سے سلوک کا حکم فرماتا ہی وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ

---

[۱] ابن مبارک بروایت ابن منکدر مرسلا ۱۲ [۲] ترمذی نے ضعیف کہا اور ابن ماجہ ۱۲ [۳] طبرانی اوسط مین بسند ضعیف ۱۲

وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اور[۱] رشتہ دار اور محتاج اور مسافر کو اوسکا حق
دے اور ہرگز بیجا مت خرچ کر۔ رسول[۵۲] اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ
فرماتا ہی کہ مین رحمٰن ہون اور مین نے ہی رحم (قرابت) کو پیدا کیا اور اپنے نام سے اوسکا
نام نکالا تو جو قرابت کو جوڑیگا مین اوس سے ملا رہونگا اور جو اوسکو قطع کریگا مین بھی اوسکو
قطع کردونگا۔ رسول[۵۳] مقبول نے فرمایا کہ جس گروہ مین ایک شخص بھی ناتا توڑنیوالا ہو تو
اوس گروہ پر رحمت نازل نہین ہوتی۔ رسول[۵۴] اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
ناتا توڑنے اور بغاوت کرنے سے بڑھکر کوئی گناہ اس قابل نہین ہی کہ اسپر اللہ تعالےٰ
دنیا ہی مین عذاب کرے اور آخرت کا عذاب اسکے سوا ہی۔ چارون[۵۵] امام متفق ہین کہ
باپ بیٹے زوجہ اور چھوٹی اولاد کا نفقہ لازم ہی تفصیل اسکی فقہ مین مذکور ہی روایت[۵۶]
ہی کہ امام علی زین العابدین علی آبائہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی شامی سے پوچھا کہ

۱؎ تفسیر عرائس البیان مین ہی کہ ان سے مراد معنوی بھائی طریقت کے ہین جنکو ذکرِ حقایق و معارف وکشوف سے
تربیت کرنی چاہیے۔ ذوالقربیٰ عارفین عالی مقام ہین اور مسکین وہ مرید ہے جس کے دل مین محبت الٰہی سکونت
کی ہو ماسواے اللہ سے رو گردان ہو اور ابن سبیل محبت صادق ہی پس عارفون سے اسرار اور مسکین سے
[illegible] مرید شمائل محبوب کا ذکر کرنا چاہیے یعنی اون کے حقوق یہ ہین [illegible]
[illegible] ہوا اور محبوبون کا شوق تجھی ہو اور مرید کی رغبت [illegible] یا یہ کہ ذوالقربیٰ روح ہی کیونکہ وہ ابتدا
مین قربت وصف [illegible] مین تھی۔ اور مسکین عقل ہی کیونکہ اوسکا [illegible] وحدانیت سے وہ فقیر ہے اور قلب
ابن سبیل ہی کیونکہ وہ [illegible] صفات مین معرفت ذات کے لیے منقلب ہوتا ہی۔ [illegible] روح فراغت اور
حق عقل طاعت اور حق قلب طلب [illegible] سے خلوت سے انسیت ہی ۱۲
۵۲ ادب المفرد ۱۲ ۵۳ ادب المفرد ۱۲ ۵۴ ادب المفرد ۱۲ ۵۵ میزان شعرانی ۱۲
۵۶ [illegible] ۱۲۔

بیان شہادت امام حسین

تونے قرآن پڑہا اوس نے عرض کی جی ہان آپنے فرمایا کیا تونے سورۂ بنی اسرائیل مین
وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ نہین پڑہا۔ اوسنے عرض کی وہ قرابت آپ ہی حضرات کی ہے
جسکے حق ادا کرنیکا اللہ نے حکم فرمایا۔ آپنے فرمایا ہان چنانچہ اہل بیت اور سادات کی
تعظیم و توقیر و محبت مین بہت سی آیتین اور حدیثین ہین چونکہ ہینے ۳۲ الگہ ماہ محرم کیا ہے اسلئے
چند احادیث واقعۂ جانگاہ کی بیان کیجاتی ہین ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ مین حضور
مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسین علی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو لیکے
حاضر ہوئی اور آپکے آغوشِ مبارک مین بٹہادیا پہر تھوڑی دیر کے بعد جو دیکہتی ہون تو
کیا ہے کہ دونو آنکھون سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آنسو جاری ہین پہر فرمایا
کہ جبرئیل نے میرے پاس آکر اسطرح مجہے خبر دی کہ میری امت اس میرے بیٹے کو شہید کردیگی
اور وہانکی سرخ مٹی بہی مجہے لا کر دی اور ایک روایت ہے کہ ام المؤمنین بی بی ام سلمہ
رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ مینے اوسکو ایک شیشے مین ڈالکر اپنے پاس رکہا۔ اور مین کہتی تہی
کہ جس دن یہ خون ہوجائیگی وہ بہت ہی بڑا دن ہے۔ اور آپ ہی سے ایک روایت ہے کہ جس دن
امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوے وہ مٹی خون ہوگئی اور اوسی رات مین یہ بہی سنتی ہون کہ کوئی یہ کہتا ہے

اَیُّهَا الْقَاتِلُوْنَ جَهْلًا حُسَیْنًا	اَبْشِرُوْا بِالْعَذَابِ وَالتَّذْلِیْلِ
قَدْ لُعِنْتُمْ عَلٰی لِسَانِ ابْنِ دَاوٗدَ	وَمُوْسٰی وَحَامِلِ الْاِنْجِیْلِ

ا؎ حاکم بیہقی وغیرہما ۲؎ ملا وابن احمد فی زیادۃ المسند

ترجمہ

اے قاتلو کی تم نے جہالت بیشک	ہے تمکو عذاب کی بشارت بیشک
کہتے ہین سلیمان بھی موسی عیسی علیہم السلام	قاتل پہ حسین رضی اللہ عنہ کے ہو لعنت بیشک

فرمائین پس مین رونے لگی اور اوس شیشی کو کھولا دیکھا کہ وہ سب خون ہی۔ ابن عباس[1] رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مین نے حضرت نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خواب مین ایکدن دوپہر کو پریشان بال اور گرد آلود دیکھا دستِ مبارک مین شیشہ ہی اور اوسمین خون ہی پس مین نے عرض کی یہہ کیا ہی۔ فرمایا حسین رضی اللہ عنہ کا اور اونکے اصحاب کا خون ہی جسکو مین آج اٹھا رہا ہون۔ تو او وقت کو مین نے یاد رکھا پس معلوم ہوا کہ شہادت اوسی وقت ہوئی عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ[2] رضی اللہ عنہا قَالَتْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَنَامِ وَعَلٰی رَأْسِہٖ وَلِحْیَتِہِ التُّرَابُ فَقُلْتُ مَالَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ شَہِدْتُّ قَتْلَ الْحُسَیْنِ اٰنِفًا ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ سرِ مبارک اور ریشِ مبارک پر خاک ہی پس مینے عرض کی کہ آپکا کیا حال ہی۔ فرمایا اسوقت مین شہادتِ حسین مین موجود تھا نصرت[3] ازدیہ کہتی ہین کہ جب حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما شہید ہوئی آسمان سی خون برسا گویا ان اور گھڑے سب خون سی پر ہو گئی تھی اور[4] آفتاب کو گہن لگ گیا یہانتک کے دوپہر کے وقت

سلہ[1] امام احمد و بیہقی ۱۲ سلہ[2] حاکم و بیہقی ۱۲ سلہ[3] حافظ ابونعیم کتابِ دلائلِ نبوت مین (صواعق)
سلہ[4] ابوالشیخ (صواعق محرقہ) ۱۲

تارے دکھائی دینے لگے لوگون نے گمان کیا کہ قیامت قایم ہوگئی اور شام مین جو پتھر اوٹھاتے
تھے اُسکے نیچے تازہ خون نظر آتا غرض یہہ واقعہ ہے کہ معتبر کتابون مین مرقوم ہین اور کوئی
مسلمان اس غم سے خالی نہین ہے اللہ تعالی ہمکو بھی شہدائے کربلا کے غلامون مین محشور کرے آمین
اب ہم تفسیر کی طرف عود کرتے ہین کہ جب خداوند عالم نے قرابتدار و مسکین و مسافر کو دینے کا حکم
فرمایا اوسی طرح اُسکے بیجا خرچ کرنیکی ممانعت بھی کی ابن مسعود[1] فرماتے ہین کہ تبذیر مال کو
بے محل خرچ کرنا ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت سعد[2] کو وضو کرتے وقت
فرمایا کہ یہہ کیا اسراف ہے معروضہ کیا وضو مین بھی اسراف ہے فرمایا ہان اگرچہ تو بہتی ہوئی
نہر پر ہو کسی بعضون نے اچھے کام مین بہت سا مال خرچ ڈالا تو کسی نے کہا لَا خَیْرَ فِی السَّرَفِ
یعنی اسراف مین بھلائی نہین ہے تو انہون نے جواب دیا لَا سَرَفَ فِی الْخَیْرِ یعنی بھلائی مین
اسراف نہین ہے اللہ تعالی اسراف کی نسبت افعال شیاطین کی طرف فرماکر اوسکی برائی
کو پوری طور سے واضح فرماتا ہے اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ وَکَانَ الشَّیْطٰنُ ایت ۲۷
لِرَبِّهٖ کَفُوْرًا بیشک بیہودہ اوڑانیوالے شیطانون کے بھائی ہین اور شیطان اپنے پروردگار
کا بڑا ہی ناشکرا ہے حضرت[3] علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جو اپنی ذات اور گھر والون پر بغیر
اسراف کئے خرچ کرے اور جو کچھ خیرات کرے وہ سب اچھا ہے اور جو سنانے اور دکھانے کو صرف

[1] ابن ابی شیبہ والبخاری فی الادب وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والطبرانی والحاکم وصححہ والبیہقی فی شعب الایمان (تفسیر در منثور) [2] امام احمد وغیرہ (حقانی) [3] بیہقی شعب الایمان

وہی شیطان کا حصہ ہے تعجب ہے ہم مسلمانوں پر کہ باوجود اسقدر سخت ممانعت کے رسومات
دنیوی ناچ رنگ اور بیہودہ کاموں میں بہت سا پیسا اوڑا دیتے ہیں جب خدا نے سائلوں اور
حقداروں کو دینے کا حکم فرمایا اور بیجا خرچ سے منع کیا تو اب جنکے پاس کچھہ نہووے اور وہ لوگ
آیت ۲۸ طلب کرتے ہیں تو اونکو اسطرح تعلیم فرماتا ہے وَإِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّن رَّبِّكَ
تَرْجُوهَا فَقُل لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا ﴿۲۸﴾ اور اگر تو اون سے منہ موڑے اپنے پروردگار کی رحمت[1]
کی تلاش میں جسکی تو امید رکہتا ہے تو اونکو نرمی سے بات کہہ ابن عباس[2] فرماتے ہیں کہ رحمت
کی تلاش سے مراد رزق ہے اور قول میسور[3] یہہ ہے کہ اونسے نرمی اور آسانی سے وعدہ کرے کہ جب اللہ
کا رزق آئیگا تو تمکو بھی ہم کچھہ پہونچائیں گے یا یوں کہے[4] رَزَقَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكَ بَارَكَ اللّٰهُ فِيكَ
یعنے اللہ تعالی ہم کو اور تم کو رزق دے اور تمکو برکت دے اور جب گذشتہ آیت میں خرچ کرنیکا
آیت ۲۹ حکم فرمایا تو اب خرچ کرنے کے آداب تعلیم فرماتا ہے وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا
تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ﴿۲۹﴾ اور اپنا ہاتہ[5] گردن سے بندہا ہوا نہ رکہہ

[1] ابن جریر ۱۲ [2] ابتغاء موضع فقد میں اسلئے مستعمل ہوا کہ جسکے پاس رزق نہو وہ اوسکو ڈھونڈھتا ہے تو نہونا سبب ابتغا کا ہے اور ابتغاء مسبب ہوتا ہے اسلئے مسبب بجائے سبب کے استعمال پایا ۱۲ [3] مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و حسن و قتادہ وغیرہ (ابن کثیر) [4] ابن جریر ابن ابی حاتم ابن زید (درمنثور) [5] یہہ آیت لف و نشر ہے یعنے اگر تو بخیلی کرے گا تو لوگ ملامت و مذمت کرینگے اور جو حد سے زیادہ خرچ کریگا تو کچھہ بھی تیرے پاس خرچ کرنے کو نہیں رہے گا تو محسور یعنے تہک کر بیٹھہ رہیگا [illegible] ضعف و ناتوانی کے چلنے سے عاجز آگیا (ابن کثیر) اور اسمیں اشارہ ہے کہ سالکین سے فضائل شریعت اور حقایق تربیت نہ چھپانا چاہئے نہ ایسی طرح سے بیان کردینا چاہئے کہ وہ [illegible] نہ سکیں [6] ابن ابی [illegible] و حسن و قتادہ و ابن جریج و ابن زید وغیرہم (ابن کثیر)

اور نہ اوسکو بالکل کھول دے تو ملامت کیا گیا تھک کر بیٹھ رہیگا۔ اس آیت مین مراد بخل و اسراف ہی زمین
عارف اللہ کا خزانچی ہی اوسی کے حکم سے روکتا خرچ کرتا ہی جب اللہ تعالیٰ نے آداب خرچ کے تبلائے اب یہہ ارشاد
فرماتا ہی کہ رزق کے مالک ہم ہی ہین ہر ایک کو اوسکے موافق دیتے ہین چنانچہ فرماتا ہی اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ
لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ ط اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ۝ بیشک پروردگار جسکے لئے چاہتا ہی رزق ع ۳
کشادہ کرتا ہی اور تنگ کرتا ہی وہی اپنے بندونکو جانتا ہی دیکھتا ہی اللہ تعالیٰ کسی کو غنی کسی کو محتاج کرتا ہے
یہہ دونو بھی آزمایشین ہین اب دونو حال مین خبیر یعنی باطنی حال سے واقف اور بصیر یعنی ظاہری حال دیکھنے والا ہے
آدمی کو چاہئیے کہ کسی حال مین اوسکو نہ بھولے خواہ فقیری ہو خواہ توانگری لیکن توانگری کا فتنہ محتاجی کے فتنے سے زیادہ ہے
کیونکہ جہان قدر کفایت سے زیادتی حاصل ہوئی اوسمین بلا کے تین سبب ہوئے پہلا یہہ کہ گناہونکی طرف رغبت
زیادہ ہوتی ہی اور ہر قسم کا گناہ ممکن ہی اور بعد قدرت صبر بھی مشکل ہی۔ دوسرا یہہ کہ مباح چیزون مین آدمی
عیش کرتا ہی جسم کو ناز و نعمت سے پالتا ہی اور آرام کی ہمیشہ بنا بغیر مدد مخلوق اور ظالمون سے التجا کرنیکے ممکن نہین ہے
وقت مین نفاق و ریا اور کذب و عداوت پیدا ہو جاتی ہین اور یہہ سب باعث ہلاکت ہین اسیواسطے حضرت نے فرمایا کہ
دنیا کی محبت ہر گناہ کی اصل ہی تیسرا یہہ کہ ذکر خدا سے آدمی باز رہتا ہی و سعادت آخرت اوسی سے ہوتی ہے کیونکہ مال کی فکر ہوتی ہی
کس طرح اسکو بڑہانا اور پھر کس طرح بچانا اور پھر کس طرح خرچ کرنا یہہ سب چیزین آئینہ دل کو سیاہ کرنیوالی ہین اور اللہ کی
یاد کو بھلانیوالی ہین چنانچہ سورہ منافقون مین فرماتا ہی يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ
ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ اے ایمان والو نہ غافل کرے تمکو تمہارا مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے
اور جو کوئی یہہ کام کرے سو وہی لوگ نقصان پانیوالے ہین

ربع ۳۰

الر ٣١/٦

گذشتہ آیت اِنَّ رَبَّكَ الخ مین فرمایا تھا کہ ہم رزق عباد کے ذمہ دار ہین اب اولاد کو فاقہ کے خوف سے قتل کرنیکو منع کرتا ہی وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۝ اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے نہ مار ڈالو ہم اونکو اور تمکو روزی دیتے ہین بیشک اونکا قتل بھاری گناہ ہی قتادہ[1] فرماتے ہین کہ املاق سے مراد فاقہ ہی اہل جاہلیت اپنی لڑکیون کو فاقے کے خوف سے مار ڈالتے تھے اللہ نے اس مقدمے مین اون کو نصیحت کی اور خبردار کیا کہ اونکے اور اونکی اولاد کے رزق کا اللہ نے ذمہ لیا ہی اور اون کو مار ڈالنا بڑا گناہ ہی ابن عباس[2] نے بھی املاق کی تفسیر فقر و فاقہ سے کی اور خطا سے مراد خطیئۃ لی ہی نبی[3] صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کو دو بیٹیان ہون اور وہ اونکا اچھا ساتھ دے تو وہ دونون اوسکو بہشت مین پہونچا دینگی اور یون[4] بھی فرمایا کہ جس شخص کو تین بیٹیان ہون اور وہ اونکو مہنی کی جائے دے اونکے خرچ کی خبر رکھے اون پر مہربانی کرے البتہ اوسکے لئے بہشت واجب ہوگئی کسی نے عرض کی یا رسول اللہ اگر دو ہی ہون آپنے فرمایا دو ہون تو بھی اور یہ بھی[5] فرمایا کہ جس شخص کو تین بیٹیان یا تین بہنین یا دو بیٹیان یا دو بہنین ہون اور وہ اون کا خیال رکھتا ہو اور اونکے ساتھ سلوک کرتا ہو تو وہ ضرور بہشت مین جائیگا رسول[6] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ بن مالک سے فرمایا کہ مین تجھے بڑے سے بڑا صدقہ بتا دون عرض کی ہان فرمایا تیری بیٹی

خِطْاً
بکسر خا و فتح طا الف ممدودہ ادس کے بعد ابن کثیر ۱۲
خَطَاً
خا و طا دونون مفتوح بغیر الف اور بے مد کے ابن ذکوا

---

[1] ابن جریر ابن ابی حاتم ۱۲ [2] ابن جریر ابن منذر ابن ابی حاتم ۱۲ [3] امام بخاری ادب المفرد ۱۲ [4] امام احمد و امام بخاری ۱۲ [5] امام احمد و ترمذی ۱۲ [6] امام احمد و ترمذی ۱۲

جو تیرے گھر واپس آ بیٹھی ہو اور اوسکو تیرے سوا کوئی کما کر کھلانیوالا نہین ہے یعنے شوہر نے
طلاق دیدی ہو یا ظلم سے نکالدیا ہو یا بیوہ ہوگئی ہو اور اوسکو شوہر کی ضرورت نہو تو ایسی لڑکی کو
پالنے کا بہت ہی بڑا ثواب ہے[1] صحیحین مین عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے وہ فرماتے ہین کہ
مین نے عرض کی یا رسول اللہ کونسا گناہ بڑا ہے آپنے فرمایا کہ تو کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرائے
مین نے عرض کی پھر کونسا فرمایا اپنے لڑکے کو اس خوف سے مار ڈالنا کہ تیرا کھانے مین شریک
ہوگا عرض کی پھر کونسا فرمایا پڑوسی کی بی بی سے زنا کرے غرض یہہ آیت دلالت کرتی ہے اس
بات پر کہ باپ کی مہربانی جس قدر اولاد پر ہے اوس سے بھی زیادہ اللہ کی رحمت ہے آباء کو
اولاد کے قتل کرنیسے منع فرمایا اور اولاد کو گو وہ لڑکی ہو میراث کا حکم فرماتا ہے بعضے کافر
بیٹیون کو میراث سے محروم کردیتے تھے آج کل کے بعضے دنیادار اور بعضے میمن اسی کفر کی
چال پر اڑے ہین خدا اونکو ہدایت دے جب اولاد کے قتل سے منع فرمایا تو اونکو رزق دینے مین بھلے
یاد فرما کر نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ ارشاد ہوا اب قتلِ اولاد کے بعد قطعِ نسل سے منع فرماتا ہے وَلَا تَقْرَبُوا آیت ۳۲

الزِّنٰىٓ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝ اور زنا کے نزدیک نہ جاؤ بیشک وہ بیحیائی اور بری راہ
ہے اوسکے نزدیک نجاؤ فرمانے مین اس طرف اشارہ ہے کہ دواعیِ زنا یعنے چھونا اور بوسہ وغیرہ
کی بھی ممانعت ہے اور جو صرف زنا سے منع کرنا ہوتا تو وَلَا تَزْنُوْا فرماتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا نہ زانی زنا کریگا اور وہ اوسوقت مومن بھی ہو اور نہ چور چوری کریگا اور وہ اوسوقت

[1] ابن ابی شیبہ بخاری و مسلم ۱۲

مومن بھی ہوا اور نہ شراب پیئے گا اور وہ اوسوقت مومن بھی ہو الخ اور بھی فرمایا کہ جب مسلمان زنا
کرتا ہی تو اوس سی ایمان جدا ہو کر اوسکے سر پر گویا سایہ کی طرح ہو جاتا ہی اور جب وہ زنا کرکے جدا ہوتا ہے
تو پھر ایمان عود کرتا ہی اور بھی فرمایا کہ اے قریش کے جوانو اپنی شرمگاہونکی حفاظت کرو آگاہ
رہو جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی جنت مین داخل ہوا اور بھی فرمایا جس قریہ مین زنا اور
سود خواری پھیل جائے تو وہ کتاب اللہ یعنی عذاب کے مستحق ہو گئے

ابر ناید از پئے منع زکات		از زنا افتد وبا اندر جہات

چارون امام متفق ہین کہ زنا بڑا گناہ ہی جو موجب حد ہی جو مرد و عورت محصن ہون یعنی آزاد
وبالغ و عاقل ایکبار بعد نکاح صحیح صحبت بھی کر چکے ہون اور پھر زنا کرین تو دونون کو رجم یعنے
پتھر مارین یہانتک کے دونون مرجائین اور جو ان بیاہی آزاد ہو وین تو پھر ایک کو سو
کوڑی مارین اور تینون امام کہتے ہین کہ لواطت کرنیوالیکا بھی یہی حکم ہی لیکن امام اعظم ابو حنیفہ
فرماتے ہین کہ پہلے بار تعزیر دینی چاہئی اور جو بار بار ہو تو قتل کرنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین کہ جس شخص کو تم عمل قوم لوط کرتا ہوا پاؤ تو فاعل مفعول دونونکو قتل کر ڈالو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پروردگار اوس شخص کی طرف نظر نہ فرمائیگا جو لواطت کرے
یا عورت سے اسی قسم کا فعل کرے جب زنا سے منع فرمایا اسلئے کہ نسب مین اختلاط ہوگا تو پھر اولاد کو

لہ ابو داؤد و حاکم و بیہقی شعب الایمان مین ۱۲ سلہ البیہقی ۱۲ سلہ طبرانی و حاکم و بیہقی ۱۲ سلہ میزان
امام شعرانی ۱۲ سلہ ترمذی و ابن ماجہ کذا فی المشکواۃ ۱۲ سلہ ترمذی ۱۲

پالیگا جب کوئی مرد ہی نہ ہوا تو نسل منقطع ہوگی تو پھر وجود مین انسان کا آنا ہی مشکل ہوجائیگا
اب قتل کا بیان کہ جو وجود مین آئے بعد معدوم کرنا ہی اس طرح فرماتا ہی وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي ایت ۳۳
حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ط وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ط
إِنَّهٗ كَانَ مَنْصُورًا ۝ اور نہ مار ڈالو اوس جان کو جو اللہ نے حرام کیا ہی مگر حق پر اور جو شخص ظلم سے

فَلَا تُسْرِفُوا حمزہ وکسائی تا رخطاب سے پڑھتے ہین ۱۲

مارا جاوی تو ہمنے اوسکے وارث کو قدرت دی ہی سو اب قتل مین زیادتی نہ کری۔ البتہ وہ مدد دیا گیا ہی
اصل قتل مین حرمت ہی اور حلت کسی سبب عارضی سے ہوتی ہی اسلئے اِلَّا بِالْحَقِّ فرمایا طلق بن حبیب[1] وغیرہ
نے فرمایا کہ قاتل کے سوا اور دوسرونکو نہ مارین اور ہاتھ پانون وغیرہ نہ کاٹے جاوین۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کا خون روا نہین مگر تین شخصونکا (پہلا) قاتل
(دوسرا) زانی (تیسرا) دین سے علیحدہ ہونیوالا بعضے اماموں کے نزدیک تارک نماز اور ساحر اور
لوطی وغیرہ کے بھی قتل کا حکم ہی۔ حدیث مین ہی کہ مقتول کے ولی کو قدرت دیگئی ہی چاہیے تو قاتل کو
معاوضہ مین قتل کری یا خون بہا لیوے یا یون ہی معاف کردے[2] کیونکہ ولی مدد دیا گیا ہی یعنی
ہر طرح سے اوسکو قاتل پر غلبہ ہی یعنے حاکم اور مسلمان اوسکی مدد کرین یا مقتول منصور ہی یعنی جبکہ
اوسکی نصرت ہی دنیا مین تو اوسکا قاتل مارا جائیگا اور آخرت مین بڑا ثواب پائیگا اور اوسکے قاتل کو
سخت عذاب ہوگا۔ اتلاف نفوس کے بعد اتلاف اموال خصوص یتیم کا مال تلف کرنیسے منع فرماتا ہی

۱ ابن ابی شیبہ ابن جریر ابن منذر ابن ابی حاتم وبیہقی ۲ ابوعبیدہ وابن منذر (در) ۳ ابن جریر ابن منذر ابن ابی حاتم (در)

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ص وَاَوْفُوْا

بِالْعَهْدِ ج اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۝ اور یتیم کے مال کے نزدیک نجاؤ مگر اسی طریقے سے

جو بہتر ہو یہانتک کہ وہ اپنی انتہائی قوت کو پہونچے اور اقرار کو پورا کرو البتہ اقرار کا

سوال کیا جائیگا یتیم انتہائی قوت کو پہونچنے کے یہہ معنی ہیں کہ بلوغ اور عقل کامل ہو اور

مال کو اوسکی جائے خرچ کرنیکی سمجھ حاصل ہو چنانچہ دوسری جا فرمایا وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى

حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ

رسول اللہ[1] صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ای ابوذر مین تمکو ضعیف

دیکھتا ہون اور تمہاری لئے وہی بات چاہتا ہون جو اپنی لئے مجھے محبوب ہے ہرگز

دو شخصون پر حاکم نہ بنو اور مال یتیم کے متولی نہو۔ سعید[2] بن جبیر اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا

کی تفسیر مین فرماتی ہین کہ جسنے عہد کرکے توڑا اللہ تعالے اوس سے سوال کریگا۔ جو عقد کہ

کسی کام کو مضبوط اور موکد کرنیکی لئے ہو اوسکو عہد کہتے ہین ایک جا فرمایا۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ۔ رسول[3] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافق کی تین

نشانیان ہین جب[1] بات کرے جھوٹ کہے جب[2] وعدہ کرے خلاف کرے۔ امانت[3]

[1] صحیح مسلم ۱۲

[2] ابن ابی حاتم ۱۲

[3] صحیح مسلم ۱۲

رکھا ہین تو خیانت کری۔ جب حفظ مال یتیم کا حکم فرماچکا تو اوسکی بعد حفظ عہد جسسے
امور بالعین کا انتظام ہی ذکر فرماکی پھر ماپ اور تول کو جو معنی عہد مین داخل ہین اسطرح آیت ۳۵
بیان فرماتا ہی وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ
خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ اور جب ماپ کرو پورا ماپ بھردو اور سیدھی ترازو سے
تول دو۔ یہہ بہتر اور اسکا انجام بھی بہت ہی اچھا ہی۔ سورہ تطفیف مین یون ارشاد
فرمایا وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ
اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ یعنی خرابی اور افسوس ہے کم تولنے اور ماپنے والون کو
کہ جب لوگون سے ماپ لیتے ہین تو پورا لیتے ہین اور جب ماپ دیتے یا تول دیتے ہین تو
کمی کرتے ہین۔ جاننا چاہیے کہ پہلے خداوند عالم نے تین چیزون سے منع فرمایا زنا
اور قتل اور اکل مال یتیم پھر تین باتون کا حکم فرمایا عہد کا پورا کرنا۔ پورا ماپ
دینا۔ پورا تول دینا اب پھر تین باتون سے منع فرماتا ہی پہلے یہہ کہ جو شے خود کو
معلوم نہو اوسمین حکم کرنیسے نہی اسطرح فرماتا۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ
اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۤئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝ اور جسکا بھی آیت ۳۶

بالقسطاس نافع وابن عامر وابن کثیر وابوعمرو وشعبہ قاف مضموم سے ۱۲

ابن ابی حاتم عن سعید بن جبیر ۱۲

تقف ماخوذ اوسکی اس قول سے ہی۔ قفوت اثر فلان اقفو قفوا یعنی اوسکی پیچھے ہولیا اور اسیواسطے قافیہ شعر کا
نام قافیہ ہوا کہ وہ بیت کے پیچھے آتا ہی۔ اور گدی کو اسی سبب سے قفا کہتے ہین کہ گویا وہ انسان کے پیچھے پیچھے رہتی ہی (کبیر)
اولائک اور تمام اسماء اشارہ سے عاقل اور غیر عاقل دونون کی طرف اشارہ کیا جاتا ہی (سراج المنیر)

علم نہ ہو اوسکے پیچھے نہ پڑہ۔ بیشک کان اور آنکہہ اور دل ہر ایک اونمین سے پوچھا
جائیگا۔ گذشتہ آیت مین میزانِ ظاہری کی رعایت کا حکم تہا اس آیت مین
معنوی میزان کی رعایت کا حکم ہے۔ یعنی[۴] نہ دیکھی ہوئی شئے کو مین نے دیکھا یا نہ سنی
ہوئی بات کو مین نے سنا یا نہ جانی ہوئی چیز کو مین نے جانا نہ کہنا چاہیئے دوسری ممانعت
اکڑ نیکی ہے۔ کیونکہ جب وہمی اور خیالی باتون سے منع فرمایا تو اب بعد علم سیکہنے کے
بعضے نیم ملاؤن کو غرور پیدا ہو جاتا ہے۔ اسلئے اترا کر چلنے سے منع فرماتا ہے وَلَا
تَمۡشِ فِی الۡاَرۡضِ مَرَحًا اِنَّکَ لَنۡ تَخۡرِقَ الۡاَرۡضَ وَلَنۡ تَبۡلُغَ الۡجِبَالَ طُوۡلًا ۝
اور زمین پر اکڑتا ہوا نہ چل (اسلئے) کہ تو ہرگز زمین کو نہ پہاڑ سکیگا اور پہاڑون
کی بلندی کو نہ پہونچ سکیگا۔ سورہ لقمان مین فرمایا وَلَا تَمۡشِ فِی الۡاَرۡضِ مَرَحًا
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرٍ ۝ اور زمین پر اتراتا ہوا نہ چل بیشک اللہ ہر متکبر
اور فخر کرنیوالے کو دوست نہین رکہتا۔ چونکہ آدمی کی چال مین کبھی بلندی کبھی پستی ہوتی ہے
تو گویا یون ارشاد ہے کہ حالتِ پستی مین تو زمین کو نہین پہاڑ سکتا اور حالتِ بلندی
مین پہاڑ کی چوٹی تک نہین پہونچ سکتا۔ یا یہہ کہ نیچے زمین اوپر پہاڑ یہہ دونون
بیجان چیزون نے تجہے گہیر رکہا ہے تیرا ان پر بس نہین چلسکتا پہر اور زمین مین تیرا رہنا
بسنا ہے تجہہ جیسے ضعیف و ناتوان کو اسقدر غرور نہ ہونا چاہیئے۔ رسول اللہ[۵] صلی اللہ علیہ

[۴] ابن جریر و ابن منذر عن قتادہ ۱۲

[illegible]

[۵] متفق علیہ

وآلہٖ وسلم نی فرمایا کہ ایک شخص دو چادرین اوڑہ کی تکبر سے چلنی لگا اور دل ہی دل
مین خوش ہونے لگا ساتھ ہی زمین مین دہسا دیا گیا الخ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم جب خرام فرماتی تو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا بلندی سی پستی کا ارادہ فرماتے
ہین نشیب کی طرف جاتے ہین۔ کافی ۵

ندیکھا آہ ان انکھو نسی رفتار مبارک کو　　یہی رہ گئے ہمکو حسرت و افسوس اتا ہے

اللہ تعالی وَقَضٰی رَبُّکَ سی یہانتک احکام بیان فرماکے اب جو اون مین سے
ایت ۳۸ قبیح ہین اوس پر یون حکم لگاتا ہی۔ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنۡدَ رَبِّكَ مَكۡرُوۡهًا
ان سب مین سی جو بُری باتین ہین تیری رب کے پاس ناپسند ہین۔ دوسری قرائت
یہہ معنی ہونگی کہ جن جن چیزون سے ہمنی منع کیا ہی وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ سی یہانتک
وہ سب بُری باتین ہین اون سب پر مواخذہ ہوگا خدا اون سے خوش نہین جب
احکام کا بیان ہوا اور منہیات پر بری ہونیکا حکم لگایا اب اون سب احکام کو اپنا
حکم فرماکے اوسکی عظمت بڑہاتا ہی جسطرح فرماتا ہی۔ ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوۡحٰۤى اِلَيۡكَ رَبُّكَ
ایت ۳۹ مِنَ الۡحِكۡمَةِ ؕ وَلَا تَجۡعَلۡ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلۡقٰى فِىۡ جَهَنَّمَ مَلُوۡمًا مَّدۡحُوۡرًا ۰
یہ اوس حکمت مین سی ہی جسکو تمہاری ربنے تمہاری طرف وحی کی۔ اور (ای انسان)

سَيِّئَةً نافع و ابن کثیر و ابو عمرو ہمزہ مفتوح اور تائے منون مفتوح کے ساتھہ خبر کان ہے ۱۲

ف۱ فائدہ ان احکام کی ابتدا ہی توحید سی ہوئی تھی اور وہان فَتَقۡعُدَ مَذۡمُوۡمًا مَّخۡذُوۡلًا فرمایا تہا

اللہ کی ساتھہ دوسرا معبود مقرر نکر پھر ملامت و مردود کیا گیا جہنم مین ڈالا جاے گا
ان سب احکام کو حکمت فرمانی مین اسطرف اشارہ ہی کہ توحید اور قسم قسم کی طاعات
وخیرات اور دنیا سی روگردانی واعراض اور آخرت کی طرف توجہ یہہ سب ایسی کام
ہین کہ دل بی اختیار بول اٹھتا ہی کہ اس شریعت مین شیطان کا دخل نہین شیطانی احکام ایسے
نہین ہوتی یہی سچا دین ہی بیشک یہ خدا کا فرمان ہے۔ جب اپنا شریک ٹھہرانے سے
منع فرمایا تو اب جو اوسکے لئے اولاد مقرر کرتے ہین اونکی جہالت بیان فرماتا ہی
یہ تیسری مخالفت ہے

اور اب انتہا بھی توحید پر ہوئی یہان مَلُوۡمًا مَّدۡحُوۡرًا فرمایا اس مین تنبیہ ہی کہ ہر قول وفعل جو کچھہ ہو
اوسکی ابتدا بھی توحید سی اور انتہا بھی اوسی پر ہو۔ آدمی کو توحید مین استغراق رہے۔ پھر اسکی بھی مراتب ہین
(۱) توحید ایمانی (۲) توحید علمی (۳) توحید حالی (۴) توحید الٰہی اسکا مفصل بیان عوارف المعارف وغیرہ مین ہے
اور قعود وہان اور القا یہان کہنے مین یہہ اشارہ ہی کہ دنیا مین انسان کو صورت اختیار ہی بخلاف آخرت کے
مذموم و ملوم مین یہ فرق ہی کہ جس شخص سے کہ یہہ کہدیا جاتا ہی کہ تو جو یہہ فعل کا ارادہ رکہتا ہی دیکھہ اچھا
نہین کرتا ایسا شخص مذموم ہی اور جو بعد مذمت پھر وہ مبتلا ہو گیا تو پھر کہا جاتا ہی کہ ہمنے تجکو اس سے منع کیا تھا
لیکن تونے نشا اپنی ہی ہاتھون اپنا ضرر کیا۔ ایسا شخص ملوم ہے۔ آدمی پہلی مذموم ہوتا ہی پھر ملوم ہوتا ہی اور یہی
فرق ابتدا وانتہا کا مَخۡذُوۡلًا اور مَدۡحُوۡرًا مین بھی ہے
سلہ یہان انسان اسلئے مخاطب بنایا گیا کہ اسکے بعد کی آیت اَفَاَصۡفٰىكُمۡ مین بھی کافرون کو خطاب ہے اور قُلۡ مقدر ہے
یعنے کافرون سی مخاطب ہو کر اسطرح کہو۔ یا یہہ کہ ظاہر مین خطاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی لیکن مراد امت ہے
اور اسطرح قرآن وکلام عرب مین بہت جا ہی اسکو تعریض وتلویح کہتی ہین جیسے جب کسی بادشاہ کو منظور ہوتا ہی کہ کسی
بات کا اپنی رعایا کو حکم کرنا ہو تو وہ ایسے امیر کو مخاطب بناتا ہی کہ جسکے ماتحت وہ سب رعایا ہی حالانکہ اس امیر کو اس
حکم کی حاجت نہ تہی۔ لیکن اس امیر مقرب کو مخاطب بنانے سی یہہ غرض ہی کہ تاکہ رعایا کے دل مین اس حکم کی وہ قوی
تاثیر ہووی کہ وہ بہت ہی جلد اوس حکم کی تعمیل کرے۔ علماء کرام نے اس جیسی آیات کی شرح مین مستقل مضمون لکھا ہے
اور ان کو آیات مجملہ کہتی ہین کہ جسمین نظر صحیح کی ضرورت ہی۔ چنانچہ مواہب اللدنیہ اور شفاء شریف مین مذکور ہے
بعضی سست عقیدی والون کو دیکھا گیا کہ انہین آیات کے پیچھے پڑی ہین اور گستاخانہ طور سی ترجمہ کرتے ہین۔

وَالَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۱۲

اَفَاَصۡفٰىكُمۡ رَبُّكُمۡ بِالۡبَنِيۡنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الۡمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمۡ لَتَقُوۡلُوۡنَ قَوۡلًا عَظِيۡمًا ؕ

پھر کیا تمہاری ربّ نے تمکو بیٹی چنکر کر دئیے۔ اور خود اوس نے فرشتون کو بیٹیان بنا لیا ہی۔ بیشک تم بڑی بات کہتی ہو۔ یہہ خطاب کافرون کو ہی وہ کہتی تہو کہ فرشتی خدا کی بیٹیان ہین مگر ظالمون نے بڑی غلطی کی کہ بعضی مخلوقات کا خاصہ واجب الوجود کی لئی ثابت کیا اور پھر انہی کو اللہ پاک پر فضیلت بھی دی کہ اپنی لئی بیٹی اور خدا کی لئی بیٹیان اور پھر فرشتی جو اشرف خلق ہین اونکو ادنی درجی کا ٹھرایا۔ جب انواع واقسام کی احکام بیان ہو چکی اب اوسمین غور اور سمجھنے کے لئی حکم فرماتا ہی۔ وَلَقَدۡ صَرَّفۡنَا فِيۡ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لِيَذَّكَّرُوۡا ؕ

لِیَذۡکُرُوۡا حمزہ وکسائی سکون ذال مخففہ سے اور کاف مخففہ مضموم باب نصر ینصر سے ۱۲

وَمَا يَزِيۡدُهُمۡ اِلَّا نُفُوۡرًا ۞ اور البتہ ہمنی اس قران مین طرح طرح سی سمجھایا تا کہ وہ سوچین۔ اور اونکو تو اوس سے نفرت ہی زیادہ ہوتی جاتی ہی۔ اس آیت مین غائب کیطرف التفات فرمایا یعنی کافر اس قابل نہین ہین کہ اون سے مخاطب ہو کی کچھہ کہا جاے۔ دیکھو ہم سقدر حجتین اور دلائل طرح طرح سی بیان کرتے جاتی ہین لیکن بجائی غور وتامل کے اونکی نفرت بڑہتی جاتی

۱؎ اَفَاَصۡفٰىكُمۡ اَیۡ خصکم واخلصکم ۲؎ تصریف کے لغوی معنی کسی شئی کو ایک جہت سے دوسری جہت کیطرف پہیرنا جیسی تصریف الریاح ہی پھر تصریف کنایہ تبیین سے کیونکہ جب کسی کو کسی شئی کا بیان منظور ہوتا ہی تو وہ اپنی کلام کو ایک نوع سی دوسری نوع کی طرف ایک مثال سی دوسری مثال کیطرف پہیرتا رہتا ہی تا کہ کمال وضاحت اور بیان کو تقویت ہو جائی اور مفعول تصریف ضرور یا محذوف ہی یا یہہ کہ لفظ فی صلہ یعنی زاید ہی جیسے وَاَصۡلِحۡ لِيۡ فِيۡ ذُرِّيَّتِيۡ ای اَصۡلِحۡ لِی ذریتی (کبیر) ۳؎ لیذکروا اصل مین لیتذکروا تہا تا ذال مین بسبب قرب مخرج کے مدغم ہوا جس کے معنی تدبر وتفکر کے ہین اور دوسری قرات یہہ معنی بھی ہو سکتی ہین چنانچہ قران مین ہی وَاذۡكُرُوۡا مَا فِيۡهِ یعنی وافہموا ما فیہ اور دوسرے معنی یہہ کہ زبان سی یاد کرو کیونکہ کبھی زبان کی یاد سی بھی دل مین اثر معنی پیدا ہو جاتا ہی (کبیر) ۱۲

اب اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اثباتِ وحدانیت کی اسطرح دلیل بیان کرو۔

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ[1] اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا ۝

کہو اگر اوسکی ساتھ اور بھی معبود ہوتی جیسا کہ وہ کہتی ہین تو اُسوقت عرش والے تک

(منازعت کی) راہ نکال لیتی[2] یعنی مقابلہ ہوتا لڑائی ہوتی۔ جیسا متعدد بادشاہوں مین

ہوا کرتی ہی یہہ برہانِ تمانع[3] ہی۔ جب اللہ پاک نی دلیلِ قاطع سی شرکاء کو باطل فرمایا

تو اب اپنی تنزیہ اور پاکی بیان فرماتا ہی سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝

وہ پاک ہی اور جو کچھہ وہ کہتی ہین اوس سے بہت ہی بلند ہی۔ تنزیہ کی بعد تسبیح کرنیوالون کا

ذکر فرماتا ہی تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ

اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝

ساتون آسمان اور زمین اور جو کوئی اونمین ہی اوسکی تسبیح کرتی ہین۔ اور ہر ایک

تَقُوْلُوْنَ نافع و ابوعمرو و ابن عامر و شعبہ و حمزہ و کسائی تائے خطاب سے ۱۲

تَقُوْلُوْنَ حمزہ و کسائی تائے خطاب سے ۱۲

يُسَبِّحُ نافع و ابن عامر و ابن کثیر و شعبہ یائے مذکر سے

[1] غائب اور حاضر دو قرأتین ہین اس مین اصل نکتہ یہہ ہی کہ کلام تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے لیکن جب کسی نے اپنا کلام کسی کو پہونچانے کے لئے کہا تو مبلّغ لہ یعنی جسکو کہ کلام پہونچایا جاتا ہی اوس آمر کے کلام کے وقت وہ غائب ہی۔ اور وقتِ تبلیغ وہ مخاطب ہو سکتا ہی تو اب بہ اعتبار اول غائب ہو سکتا ہی اور باعتبار ثانی حاضر [2] بعضون نے کہا کہ تقرب کی راہ نکال لیتی اور اوسکے فضل کو مانتے لیکن منازعت و غلبہ چاہنا صحیح تر ہے (معالم) [3] یعنی باہم ایک دوسرے کو اوسکے ارادہ سی منع کریگا یعنی معاذ اللہ اگر دو خدا فرض کئے جائین اور وہ دونون متفق ہوکر کوئی ایک کام کرنیکا ارادہ کرین اور ہر ایک کا ارادہ تو مستقل ہے اب ضرور ہوگا کہ اوس عمل کے کرنے مین ہر ایک کی قدرت دوسرے کی قدرت کو مانع ہوگی کیونکہ مرجح کوئی نہین اور جو دونون مختلف ہون یعنی ایک ارادہ کسی شئے کا کرے اور دوسرا اوسکی ضد کا تو یا وجودِ ضدین ہوگا یا دو مین سے ایک عاجز ہوگا۔ اور یہ دونون* باتین غیر صحیح ہین کیونکہ الوہیت سی منافات ہی تو ایسی وقت مین تعاوق ضرور ہوگا یعنی ہر ایک دوسرے کو روکے گا

* پھر ہرگز کسی چیز کا بھی ظہور نہ ہوگا ۱۲

چیز اوسکی حمد کی ساتھہ اوسکی پاکی بیان کرتی ہی۔ لیکن تم اونکی تسبیح نہین سمجھتی بیشک وہ بردبار بخشنیوالا ہی۔ اہلِ علم مختلف ہین بعضے کہتی ہین کہ جاندار تسبیح زبان سے کہتی ہین اور جمادات زبانِ حال سی یعنی اُنکا وجود اوسکی وحدانیت پر دلالت کرتا ہے اور محققین نے کہا کہ تمام مخلوق کو حیات ہے اور زبانِ قال سی ہی تسبیح کرتی ہی لیکن اوسکی سماعت کے لئی باطنی قوت کی ضرورت ہے اور کشف کی حاجت جب ہم جمادات کے ظاہر مائل ہین۔ اس لئے اونکی باطن سے غافل ہین چنانچہ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ مین اسیطرف اشارہ ہے ؎

نطقِ آب و نطقِ باد و نطقِ گِل — ہست محسوسِ حواسِ اہلِ دل
فلسفی کو منکرِ حنانہ است — از حواسِ انبیا بیگانہ ہست
این بود تاویلِ اہلِ اعتزال — وائے آنکس کو ندارد نورِ حال

حضرت[1] رسول اللہ علیہ وسلم کا ایک کھجور کی چھڑی کو نصف نصف کرکے دونو قبرون پر گاڑ دینا اور یہ فرمانا کہ جب تک یہہ خشک نہون انسی عذاب کی تخفیف ہوگی اور آیت اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ یُسَبِّحْنَ الخ وغیرہ بھی اسی عموم کی مؤید ہین صحابہ[2] کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے ہمراہ کہاتی وقت تسبیحِ طعام کا سننا جھاڑ[3] اور پہاڑ کا حضرت کو سجدہ کرنا وغیرہ یہ سب دلائل قویہ ہین اور احادیث

[1] صحیحین ۱۲ [2] ترمذی و بخاری ۱۲ [3] بیہقی وغیرہ ۱۲

ستون کا رونا

صحیحہ مین۔ اور خصوص ستونِ مسجد کا جو کہجور کی سوکہی پیڑ ہی عشقِ مصطفی مین و ما النسو ون سی منہہ د ہو نا عجب دردانگیز واقعہ ہی ہوش ربا سانحہ ہی تاج الدین سبکی وغیرہ فرماتے ہین کہ حدیثِ حنینِ جذع باعتبار معنی کی متواتر ہی ظاہر و باہر ہی۔ فتح الباری مین ہے کہ مفید یقین ہے سب اہلِ صحاح اسکو نقل کرتی ہین کسیکو شک نہین ہی۔ غرض اوسکا خلاصہ یون ہی کہ سرکارِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبر تیار ہونیکی پہلی ایک ستونِ مسجد سے ٹیکا لگاکی خطبہ ادا فرماتی کسی خطبہ مین اسکو نہ جدا فرماتی جب منبر تیار ہوا تو اوسپر تشریف فرما ہوکے خطبہ بھی وہین ادا فرمانی لگی۔ وہ ستون بیقرار ہوگیا۔ زار و نزار ہوگیا۔ ایسی حنین ماریں قریب تہا کہ پہٹ جاکے ٹکڑی ٹکڑی ہوجا اوسکی رونے سے مسجد گونج گئی۔ سب اہلِ مسجد کو رقت طاری ہوئی نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اُتر پڑی۔ اوسکے پاس گئے اپنی گلی سے لگایا۔ اور یون فرمایا۔ لَوْلَمْ اَحْتَضِنْهُ لَحَنَّ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔ یعنی اگر مین اس سے بغلگیر نہوتا۔ تو یہہ قیامت تک رونا اوسکا فقیر لکہتا ہے

ستون رو پا گلے شہ نے لگایا	کبھی رونے مین میرے بھی اثر ہو

حسن بصری رضی اللہ تعالی عنہ اِس حدیث کو بیان کرکے نزار زار روتے اور یون کہتے کہ اے لوگو سوکی لکڑی عشقِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے روتی تھی اس غم سی جان کہوتی تھی۔ تمکو اُس سی زیادہ شوقِ نبی مین رونا چاہیے لکڑی سے

لہ امام شافعی فرماتے مین کہ ستون کا رونا احیاء موتی سی بڑہکر ہی شفاء شریف مین اس قصہ کو دس صحابیون سے ثابت کیا علماء نے یون تخریج کی صحاح ستہ و طبرانی و بیہقی و ابونعیم و دارمی وغیرہ وغیرہ ۱۲ ۵۲ ابوداؤدو

کم نہ ہونا چاہئے کسی شاعر نے خوب کہا ہے

وَأَلْقَى حَنِيْنٌ فِي الْجَمَادِ أَحِبَّةً	فَكَانَتْ لِإِهْدَاءِ السَّلَامِ لَهُ تُهْدَى
وَفَارَقَ جِذْعًا كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهُ	فَأَنَّ أَنِيْنَ الْأُمِّ إِذْ تَجِدُ الْفَقْدَا
يَحِنُّ إِلَيْهِ الْجِذْعُ يَا قَوْمِ هٰكَذَا	أَمَا نَحْنُ أَوْلَى أَنْ نَحِنَّ لَهُ وَجْدًا
إِذَا كَانَ جِذْعٌ لَمْ يُطِقْ بُعْدَ سَاعَةٍ	فَلَيْسَ وَفَاءً أَنْ نُطِيْقَ لَهُ بُعْدًا

مستِ بادۂ قیومی حضرت مولانا جلال الدین رومی اس قصہ کو یوں نظم فرماتے ہیں

اُستُنِ حنّانہ از ہجرِ رسول	نالہ می زد ہمچو اربابِ عقول
گفت پیغمبر چہ خواہی ای ستون	گفت جانم از فراقت گشتہ خون
مسندت من بودم از من تاختی	بر سرِ منبر تو مسند ساختی
گفت خواہی کہ ترا نخلی کنند	شرقی و غربی ز تو میوہ چنند
یا درآن عالم ترا سروی کنند	تا تر و تازہ بمانی بے گزند
لہ گفت آن خواہم کہ دائم شد بقاش	بشنو ای غافل کم از چوبی مباش

جب اوس شجرِ مبارک کو مفارقت ہوئی فقیر نے اوسی غم مین یہہ رباعی لکھی ہے

افسوس ہے یہہ سی جدائی ہو جائے	مسکین ہے دور قصرِ شاہی ہو جائے
حنانہ کا رونا یاد کر کے تخلیق	بہتر ہے کہ جان عدم کو راہی ہو جائے

لہ کذا فی الشفاء قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اختاروا دار البقاء علی دار الفناء ۱۲

شیخ ابو عمرو کا پانچ کبوتروں سے تسبیح سنکر مرشد کی تلاش مین نکلنا حضرت خضر کا سید العارفین
شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی پاس جانیکو کہنا ملاقات کے وقت حضرت کا فرمانا مرحبا
بِمَنْ جَذَبَهُ مَوْلَاهُ بِالْسِنَةِ الطَّيْرِ وَجَمَعَ لَهُ كَثِيرًا مِنَ الْخَيْرِ اسکی پوری تفصیل
تفسیر روح البیان بیچ وغیرہ مین ہے روایت ہی کہ کوئی جانور شکار نہین کیا جاتا
اور کوئی جھاڑ کاٹا نہین جاتا لیکن وہ جسوقت تسبیح بھول جاتا ہی یہہ سزا پاتا کسی نے خوب کہا ہے

بھول بھول کے یاد رہی ہین کبھی ہی تو نے	نہین لی تو بھول گئی تو نہ بھولو موسے

اس آیت کو تسبیح اشیا کی بعد حلم و مغفرت پر ختم فرمائی ہین باریک نکتہ ہی کہ سب اشیا تو
تسبیح کرتے ہین اونکا کیا قصور ہی تم جو نافرمانی کرتی ہو ہم بردباری کرتی ہین جلد مواخذہ
نہین کرتی اور بخش بھی دیتی ہین چنانچہ حدیث مین ہی کہ جانور اور بوڑہی نمازی اور شیر خوار
بچی نہوتی تو تمپر عذاب آجاتا ایسے کہ جو لوگ تسبیح نہین سمجھتی اور اپنی کو اس لایق نہین بناتی کہ
جس سے یہہ سماعت حاصل ہووی ہم اون سے بردباری کرتی ہین جب آیت متقدمہ مین عالم
17-45 سماعت کے نقصان کا اظہار ہوا اب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ہو کی فرماتا ہی کہ کبھی کبھی
کافرونکی بصارت مین بھی ہم فرق ڈال دیتی ہین وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ
وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَسْتُورًا ۝ اور جب تم قرآن پڑھتی ہو تو
ہم درمیان تمہاری اور اون لوگون کے جو آخرت کو نہین مانتی ہین ایک ڈہانپنے والا پردہ

ڈال دیتے ہین - یا یہہ کہ پردہ تو ہوجاتا ہی لیکن وہ پردہ خود ایسا ہی کہ نظرون سے مستور یعنی
چھپا ہوا ہی - جب[1] تبّت یدا کا سورہ نازل ہوا تو ابو لہب کی جورو حضرت کے پاس ایذا
رسانی کی نیت سے آئی آپنے قرآن پڑھ لیا اور پناہ مین ہوگئی جس طرح کہ اِس آیت مین خدا نے
فرمایا پھر وہ حضرت کو نہ دیکھہ سکی اور واپس چلی گئی الخ ملخصا اب قرأت قرآن کے
وقت اور اور کیفیتین جو کافرون کی ہوتی ہین وہ بیان فرماتا ہی وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ 17-46
اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ
وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ۝ اور ہم اونکے دلون پر پردے ڈال دیتے ہین تاکہ اوس
(قرآن) کو نہ سمجھین اور اونکے کانون مین بوجھہ - اور جب تم قرآن مین اپنے پروردگار کا
تنہا ذکر کرتے ہو تو وہ اپنی پیٹھہ پھیر کر بھاگ جاتے ہین - یہہ[2] کلام پاک سے دشمنی تھی کہ
کسیطرح اوسکو سماعت نکرین جیسے قوم نوح کانون مین انگلیان رکھہ لیا کرتی تھی اور جب
قرآن لفظ و معنی کی حیثیت سے معجزہ تھا اسواسطے منکرین کیلئے ثابت فرمادیا کہ نہ وہ معنی سمجھتے ہین

[1] ابو یعلی و ابن ابی حاتم و بیہقی وغیرہم (در) یا مستور معنی مین ساتر کے ہی جیسے کَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ۝
مفعول معنی مین فاعل کے ہی [2] اَكِنَّةً جمع کنان ہی یہہ وہ شی ہے جو کسی کو ڈہانپ لے جیسے کنان نبل یعنی ترکش
ان یفقھوہ یا تو عبارت بتقدیر مضاف جو مفعول لہ ہی یعنے کراھۃ ان یفقھوہ یا یہہ مفعول بہ ہے
فعل مقدر کا جو جملہ کا مفہوم ہے ای منعناھم ان یفقھوہ (خفاجی) وَقْرًا وہ گرانی جو کان مین ہو
(مختار) نُفُوْرًا یا تو مفعول لہ ہے یا مفعول مطلق منصوب ہے وَلَّوْا سے کیونکہ دونون کے معنی متقارب
ہین یا حال ہے جمع ہے نافر کی جیسے شہود جمع شاہد کی ۱۲
[3] ابن جریر و ابن ابی حاتم عن ابن زید ۱۲

نہ الفاظ کو غور کرتے ہین چونکہ کافر بسا اوقات قران سُننے اور سمجھنے کا دعویٰ کرتے اور مبادا
کسی ضعیف اعتقاد مسلمان کو شک ڈال دیتے اس لیے اونکی سماعت کی کیفیت بیان فرماتا ہے

نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا یَسۡتَمِعُوۡنَ بِہٖۤ اِذۡ یَسۡتَمِعُوۡنَ اِلَیۡکَ وَ اِذۡ ہُمۡ نَجۡوٰۤی
اِذۡ یَقُوۡلُ الظّٰلِمُوۡنَ اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسۡحُوۡرًا ۝ ہم خوب جانتے ہین

جیسا وہ تمہاری سنتے ہین جسوقت تمہاری طرف کان رکھتے ہین اور جب وہ سرگوشی کرتے
ہین تو ظالم کہتے ہین کہ تم پیروی نہین کرتے مگر ایک مرد جادو کیے ہوئے کی اس جگہ یقولون
نہ فرمایا یقول الظّٰلمون فرمایا اسم ظاہر کو بجاے ضمیر لایا یعنی یہ حضرت پر ظلم کرتے
ہین ایسے الفاظ جو آپکی شان کے لایق نہین کہتے ہین۔ یا یہہ کہ حضرت کو اس کہنے سے کب
عیب لگتا ہے بلکہ اپنی جانون پر آپ ہی ظلم کرتے ہین جب کافرونکی بانہیں رازی اور
بدگوئی کا ذکر فرمایا اب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیارے الفاظ سے

تسکین دیتا ہے اُنۡظُرۡ کَیۡفَ ضَرَبُوۡا لَکَ الۡاَمۡثَالَ فَضَلُّوۡا فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ

الربع سَبِیۡلًا ۝ دیکھو تمہارے لیے کیسی مثالین بیان کین سو وہ گمراہ ہوگئے پس راستہ نہین پاسکتے
یعنی اے اکمل خلق کیسے بُرے القاب دیتے ہین۔ مسحور و مجنون شاعر و کاہن کہتے ہین

بِہٖ موضع حال مین ہے یعنی جسوجہ سے کہ وہ سنتے ہین وہ ٹھٹھا اور تکذیب ہے۔ اِذۡ یَسۡتَمِعُوۡنَ ظرف ہے اعلم کا یعنی اعلم
وقت استماعہم اور اذ ہم نجوٰی بھی ظرف ہے۔ اور اِذۡ یَقُوۡلُ الظّٰلِمُوۡنَ بدل ہے اِذۡ ہُمۡ نَجۡوٰی
سے نجوی مصدر ہے اور مضاف مقدر یعنی ذو نجوی یا جمع ہے نجی کی جیسے قتیل و قتلی مسحور۔ وہ ہے جسپر جادو کیا گیا ہو
اور اوسکی عقل بگڑ گئی ہو۔

جب اپنی ہادی کو برا کہا تو اب اونکو ہدایت کیسی ہوگی - ای پیغمبر تمہین یہ موقوف نہین ہمکو
بھی عاجزونکی طرح سمجھتی ہین اور اسطرح قیامت کا انکار کرتے ہین - وَقَالُوْٓا ءَاِذَا کُنَّا
عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ۝ اور کہتی ہین جب ہم ہڈیان اور
چورا ہو جائینگی تو کیا ہم نئی پیدا ہو کر اٹھائی جاینگے جب ہونے کہا کہ ہم مٹی مین ملجاینگے
ہڈیون کا چورا ہو جایگا تو کیا پھر نئی سر سے پیدا ہونگی تو اوسکا جواب فرماتا قُلْ کُوْنُوْا
حِجَارَةً اَوْ حَدِیْدًا ۝ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا یَکْبُرُ فِیْ صُدُوْرِکُمْ ج فَسَیَقُوْلُوْنَ مَنْ یُّعِیْدُنَا
قُلِ الَّذِیْ فَطَرَکُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ج فَسَیُنْغِضُوْنَ اِلَیْکَ رُءُوْسَهُمْ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی
هُوَ ط قُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ قَرِیْبًا ۝ کہو تم پتھر یا لوہا ہو جاؤ - یا کوئی اور چیز جو تمہاری
دلون مین بڑی ہو دبن جاؤ، پھر اب کہینگی کہ ہمکو دوبارہ کون پیدا کریگا - کہو وہی جسنے
پہلی مرتبہ تمکو پیدا کیا - اب اپنی سر ونکو تعجب سے تمہاری سامنے ہلائینگی اور کہینگی کہ وہ کب ہوگا کہو امید ہے
کہ قریب ہے - یعنی جو چیز چاہتے ہو ہوجاؤ پھر اللہ تعالی تمہارا دوبارہ اعادہ کریگا - یہی چیز موت
اگر تم مر بھی جاؤ تو ہم تمکو زندہ کرینگے اور اگر تمسے ہو سکتا ہی تو عین موت ہو جاؤ آخر موت کو بھی
ایکدن موت آئیگی جب یہ مانگ گذشتہ اکثر ہی تو بہ لحاظ اوسکی باقی قریب ہے یا یہہ کہ کُلُّ مَا
هُوَ اٰتٍ فَهُوَ قَرِیْبٌ جو آنیوالی شی ہے وہ قریب ہی ہے اور مردون کا اوٹھنا کب دور ہے

لہ واحد کہتو مین کہ مرغت ہاتھہ کیسی کا لکڑی ٹکڑی کرنا ہو اور رُفات کسی شی کے وہ اجزا جو جدا جدا ہوگئے ہون دیکھو

ﷺ نغض تعجب سے سر ہلانا (مختار) ابن عباس سے ہی کہ ہنسی سے سر ہلائینگی اخرجہ ابن جریر وابن المنذر (در) سکہ ابن ابی شیبہ

صرف اللہ تعالی کے حکم کا انتظار ہے جسطرح ارشاد پروردگار ہے یَوۡمَ یَدۡعُوۡکُمۡ فَتَسۡتَجِیۡبُوۡنَ [1]
بِحَمۡدِہٖ وَتَظُنُّوۡنَ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا ع جس دن وہ تمکو بلائیگا پس تم اوسکی حمد کرتے
ہوئے چلے آؤ گے اور گمان کروگے کہ ہم نہیں ٹھہرے مگر تھوڑا سا۔ کافرونکا حمد و تسبیح کہتے ہوئے جواب
دینا معرفت و طاعت کی دلیل ہے لیکن اوس دن اوس سے کچھہ بھی حاصل نہیں جب دلائل
یقینی ابطال پرستش اور صحت آخرت پر بیان ہوئے مخالفون سے حجت کے وقت اوس دلائل کو
اچھے طریقے سے بیان کرنیکا مسلمانونکو حکم فرماتا ہے یہہ کہ سب وشتم اور بیہودہ گفتگو کریں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے
وَقُلۡ لِّعِبَادِیۡ یَقُوۡلُوا الَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ط اِنَّ الشَّیۡطٰنَ یَنۡزَغُ بَیۡنَہُمۡ ط اِنَّ الشَّیۡطٰنَ
کَانَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوًّا مُّبِیۡنًا ۝ اور اے پیغمبر میرے بندوں سے کہدو کہ وہی بات
کہیں جو اچھی ہو بیشک شیطان آپسمیں فساد ڈلواتا ہے مقرر شیطان انسان کا ظاہر دشمن ہے
یعنی اگر کوئی شخص تمکو برا کہے تو تم اوسکو کوئی سخت بات نکہو بلکہ اوسکا جواب یہ دو اور یون
کہو کہ اللہ تمپر رحم کرے اور تمکو بخشے غرض بہتر الفاظ سے نصیحت کرنا تمہارا کام ہے اور ہدایت
سب رب کے ہاتھہ ہے تم سبکو ہم جانتے ہیں اور جو چاہیں ہم کرسکتے ہیں جسطرح کہ فرماتا ہے رَبُّکُمۡ اَعۡلَمُ بِکُمۡ ط [5]

[1] استجابت کے معنے داعی کی موافقت کرنا اوس بات میں جسکے لئے وہ بلایا ہے اس میں اجابت سے زیادہ تاکید پائی جاتی ہے (کبیر)
[5] ربکم اعلم بکم الآیہ ابن جریر و ابن منذر نے ابن جریج سے روایت کی کہ یہ مشرکین کو خطاب ہے اور معنی یون ہونگے کہ چاہے تو تمکو اسلام کی ہدایت دیکر رحم کرے یا تمکو شرک پر موت دیکر عذاب کرے اور بعضون نے کہا اسکے مخاطب مسلمان ہیں رحم کرے یعنی تمکو کافرون کی تکلیف سے بچاوے یا تمکو توبہ نصیب کرے یا عذاب کرے اسطور سے کہ کافرون کو تمپر مسلط کرے بعضون نے کہا یہ آیت اوس قول احسن کی تفسیر ہے ۱۲

ابر ر/۲۶ ھ
[3] ابوعمرو و ابن عامر حمزہ اور کسائی ثا کو تا میں ادغام کرکے پڑھتے ہیں۔
[4] ینزغ افسد (مختار) اخرج ابن ابی حاتم عن قتادۃ قال ینزغ الشیطن تحمل بعضہم (درمنثور)
ابر ر/۲۳ ھ
[5] ابن جریر من الحسن (درمنثور)

آیت ۵۴ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ ط وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ۝ تمہارا پروردگار

تمہین خوب جانتا ہی۔ اگر چاہی تو تمپر رحم کری یا چاہی تو تمکو عذاب کرے اور ہمنے تمکو اے نبی اونکا ذمہ دار
بناکر نہین بہیجا حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ تم ذمہ دار نہین ہو جیسا
وہ کرینگے ویسا بھرینگے۔ جب آیت گذشتہ مین اپنی علم کو اونہین کے ذوات سے مخصوص فرمایا
تھا اب اعلم خلق صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکی جمیع موجودات و معدومات سے اپنی علم کا

آیت ۵۵ تعلق ظاہر فرماتا ہے وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَلَقَدْ فَضَّلْنَا

بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ وَّاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝ اور تمہارا رب اونکو بہتر جانتا ہے (زُبُوراً حمزہ ضمِ را سے)

جو آسمانون اور زمین مین ہین اور البتہ ہمنے بعض نبیون کو بعض پر فضیلت دی اور ہمنے
داؤد کو زبور عطا کی چونکہ اللہ تعالی ہر ایک کے حال سے واقف ہے اور اونکی متعلق مصالح
ومفاسد بھی جانتا ہی اسیواسطی بعضے انبیا پر بعضون کو فضیلت دینا بھی ویسکا کام ہی۔ تو خاتم النبیین
کو قرآن دیا اور اونکو سب سے افضل بنایا ہمین کسیکو کلام ہی۔ پہر داؤد علیہ السلام کو زبور دینی کا بیان
فرمانے مین یہہ نکتہ ہی کہ باوجودیکہ وہ بڑے بادشاہ تہی لیکن بادشاہت سے فضیلت نہین بلکہ علم ودین کی
فضیلت ہے تو وَلَقَدْ فَضَّلْنَا مین بھی فضیلت مقصود ہی۔ پہر خاص زبور کا ذکر فرمانے مین یہہ
وجہ ہی کہ اوس کتاب مین ہماری نبی کریم اور آپکی امت کی آنیکی بشارت ہے قرآن مین ہی
وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ یعنی

ہمنی نصیحت کے بعد زبور مین لکہدیا ہی کہ آخر میری نیک بندی زمین کے مالک ہونگی۔ یہہ نیک بندے
خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی امت ہے۔ اور پہر یہہ بھی وجہ ہی کہ کفارِ قریش کو
کچہہ بھی علم نہ تہا بلکہ یہودیون سے اپنی شبہات دور کرتے تو وہ کہتی کہ موسی کے بعد نبی نہین توراۃ کے
بعد کتاب نہین تو اللہ تعالی نی نزولِ زبور سے اونکی کلام کا نقض فرمایا پہر فضیلتِ انبیا کے
بعد یہہ ذکر ہی کہ جب تم انبیا کی منکر ہو تو اون سے مدد و توسل بھی نہ چاہو بلکہ جسکو تم خدا کے
سوا اور خدا سمجہتے ہو اونکو پکارو یہہ امر اہانت کے طور پر ہے معالم مین مروی ہے کہ جب مشرکین پر
سخت قحط ہوا یہانتک کہ مردار و کتے کہانی لگے تو اوسوقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد
چاہنی لگے تا آپ اونکے لئے دعا کرین تو اللہ پاک نے یہہ آیت وتاری قُلِ ادۡعُوا الَّذِیۡنَ زَعَمۡتُمۡ
۵۶ مِّنۡ دُوۡنِهٖ فَلَا يَمۡلِكُوۡنَ كَشۡفَ الضُّرِّ عَنۡكُمۡ وَلَا تَحۡوِيۡلًا۝ کہو بلاؤ اون لوگون کو جو سوائے
خدا کی اونکے معبود ہونیکا گمان رکہتے ہو۔ پس وہ تمسے تکلیف دور کرنے اور بدلنی کی قدرت نہین رکہتے
یعنی یہہ اون سے نہین ہوسکتا جو معبودِ برحق ہی وہی ساری باتون پر قادرِ مطلق ہی۔ اب
اِس سے ثابت ہوگیا کہ جسکو یہہ شریکِ خدا سمجہتے ہین وہ دعوی جہوٹا نکلا بلکہ اونکی بھی تو جلبِ
مصالح اور دفعِ مضار مین اللہ سے ہی لگی ہی پہر اونکے عدمِ اقتدار اور نہایتِ افتقار کو
۵۷ اسطرح ارشاد فرماتا ہی اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ يَبۡتَغُوۡنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الۡوَسِيۡلَةَ اَيُّهُمۡ
اَقۡرَبُ وَيَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَهٗ وَيَخَافُوۡنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحۡذُوۡرًا۝

ل تحویل ایک حال سے دوسرے حال اور ایک مکان سے دوسرے کی طرف نقل کرنیکو کہتے ہین۔

یہہ لوگ جنکو (کافر) پکارتے ہین وہ خود اپنی پروردگار کی طرف وسیلہ ڈہونڈہتے

ہین (کہ) اونکا کون اونمین سے بہت نزدیک ہی اور اوسکی رحمت کی امید رکہتی ہین اور

اوس کی عذاب سی ڈرتے ہین بے شک (ای نبی) تمہاری رب کا عذاب

ڈرنے کے لایق ہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر مین فرماتی ہین کہ بعضی آدمیون نے

بعضی جنات کی پرستش کی اور وہ جنات مسلمان ہو گئی اور یہہ اوسی پوجا مین لگی رہی۔ یاد رکہو کہ

کیسا ہی کوئی مقرب بندہ ہو وہ پرستش کا مستحق نہین ہو سکتا ہان مقربان بارگاہ الٰہی کا تقرب درجات کا

رافع ہی ہر طرح سی نافع ہی ٥

مور مسکین ہوسی داشت کہ در کعبہ رسد		دست در پای کبوتر زد و ناگاہ رسید

جب قول مشرکین کے فاسد ہونیپر دلیل بیان ہو چکی تو اب وعید سی ڈراتا ہی جسطرح فرماتا ہے

وَاِنۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا نَحۡنُ مُهۡلِكُوۡهَا قَبۡلَ يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ اَوۡ مُعَذِّبُوۡهَا عَذَابًا شَدِيۡدًا ؕ آیت ۵۸

كَانَ ذٰلِكَ فِى الۡـكِتٰبِ مَسۡطُوۡرًا ٥ اور ایسی کوئی بستی نہین جسکو ہم روز قیامت سے پہلے

ہلاک نکرین یا اوسکو سخت عذاب نہ دین یہہ کتاب مین لکہا ہوا ہی۔ کتاب مسطور سی مراد لوح محفوظ ہے

یعنی نیک لوگ موت سے بری لوگ عذاب سے ہر ایک اپنی اپنی وقت پر ہلاک ہو جاینگی۔ ابن عباس

رضی اللہ عنہما فرماتی ہین کہ مکہ والون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سی عرض کی کہ کوہ صفا کو سونیکا

بنا دیجی اور یہہ سب پہاڑون کو ایکطرف کر دیجی تا ہم یہان کہیتی کرین تو حضرت کے پاس حکم آیا کہ

ابن ابی حاتم عن ابراہیم التیمی ۲؎ امام احمد و نسائی و بزار و ابن جریر و ابن منذر و طبرانی و حاکم اور

چاہیں تو وہ ٹھہر جائیں یا جو وہ کہتے ہیں ہم کر دکہائیں لیکن پھر جو ایمان نلائینگے تو پہلی امتین
جسطرح ہلاک ہوئین یہہ بھی اوسیطرح فنا کیے جائینگے حضرت نے عرض کی مین انتظار کرتا ہون
17- تو یہہ آیت اُتری وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ط
وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ط وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۝
اور ہمکو ان معجزات کے بھیجنے سے منع کیا مگر یہی کہ اگلون نے اونکو جھٹلایا۔ اور ہمنے ثمود کو
اونٹنی کا کہلا ہوا معجزہ دیا تو اونہون نے اوسکا انکار کیا۔ اور ہم جو نشانیان بھیجتے ہین محض
ڈرانیکے لیے الایٰت مین جو الف لام ہے وہ عہدی ہے یعنی وہی مخصوص معجزات یعنے کوہ صفا کا
سونیکا ہو جانا وغیرہ جسطرح کہ حدیث شانِ نزول کی اوپر مذکور ہوئی لیکن بعضے دہریے
اِس سے مطلق معجزات کا انکار کرتے ہین لیکن یہہ نہین سمجہتے کہ پہلے انبیا علیہم السلام سے تو وہ
معجزات کہ جنکا کفار انکار کر رہے ہین ضرور صادر ہوتے تھے اب ہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
یہہ چند معجزات کہ جنکا کفار محض عناد و سرکشی سے سوال کرتے تھے اور جنسے تہٹا کیا جاتا تھا صادر
نہوئے کیونکہ معجزے سے مقصود خوف دلا کر راہِ حق پر لانا ہے چنانچہ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا
تَخْوِيْفًا مین یہی بیان ہے اور جو وہ خاص معجزات ظاہر ہو جاتے اور کافر اپنے کفر پر اڑے رہتے تو

۱؎ ان کذب موضع رفع مین منعنا کا فاعل ہے تقدیر یون ہے کہ مکذبین ہلاک ہوتے رہے اور ہمکو قریش کا ہلاک کرنا منظور نہین اسلیے
اونکی مانگی ہوئے معجزے بھی نہین دکہلائے جاتے ۱۲ ۲؎ ای ظلموا انفسہم بتکذیبہم بہا وقال ابن قتیبہ ای جحدوا
بانہا من اللہ تعالی ۱۲ ۳؎ سید احمد خان اپنی تفسیر مین ۱۲

عام عذاب اس امت پر آتا۔ لیکن یہہ غیر ممکن تہا کیونکہ اللہ کی علم مین تہا کہ بعضے ایمان بہی لاوینگے اور
بعضونکی اولاد بہی مسلمان ہوگی اور رحمت عالم تشریف فرما تہے تو کیسے عام عذاب آسکتا چنانچہ
وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ آپ ہی کی شان ہے اس لیئے وہ خاص معجزات ظاہر نہوے
اور معجزہ عقول ضعیفہ اور ہٹ دہرمون کے لئی نہین بلکہ عقول سلیمہ پر ثابت کرتا ہی کہ خدا ہی اس نبی کو
بہیجا ہے جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کے سامنے لوگون سے بیان کرے کہ مین اس بادشاہ کا بہیجا ہوا ہون اور
بادشاہ سے عرض کرے کہ مین سچا ہون تو آپ اپنی عادت کے خلاف میرا کہا کرین کہ تخت کے کنارے سے اوٹھکر
دوسرے کنارے پر بیٹھ جائین پہر بادشاہ اسیطرح کرے تو بلاشک اوس مجلس کے حاضرین کو یقین آجائیگا
کہ جیسا وہ بادشاہ اپنی زبان سے کہہ رہا ہے کہ یہہ میرا رسول اور بہیجا ہوا ہے۔ اگر اس پر بہی یقین نہ آوے
تو پہر کونسا طریقہ ہے کہ جس سے نبی کی تصدیق ہوسکتی ہی اسیواسطے خرق عادت دوسرے جہوٹے مدعی نبوت سے
ممکن نہین ورنہ اشتباہ ہوجائیگا ہان جو شخص تابع نبی ہوکر متقی بنے اور عارف باللہ متخلق باخلاق
اللہ ہووے۔ اوسکے دلکی پوری توجہ جانب قدس ہووے اور دعوے نبوت نکرے تو جو معجزات نبی سے ہوتے ہین
وہ اوس ولی کے ہاتہہ پر کرامت ہوکر ظاہر ہوسکتی ہین امام شعرانی یواقیت صفحہ ۱۴۰ مین تحریر
فرماتے ہین۔ اِعْلَمْ اَنَّ جُمْهُوْرَ الْعُلَمَاءِ قَائِلُوْنَ بِاَنَّ مَا كَانَ مُعْجِزَةً لِنَبِيٍّ جَازَ اَنْ يَكُوْنَ
كَرَامَةً لِوَلِيٍّ جب اللہ تعالی نے قوم کے لئی بعض خاص معجزات کو بسبب مصلحت کے ظاہر نفرمایا
تو اون کافرونکو طعن کی جرات پیدا ہوئی تو اللہ تعالی اب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتا ہے

معجزہ دلیل نبوت ہے

معجزہ تابعین ولی

کہ مین تمھارا حامی و ناصر ہون جسطرح کہ ارشاد ہوتا ہی وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ
بِالنَّاسِ ط وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ
الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ط وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ع اور جبکہ
ہمنے تمسے کہدیا کہ تمھاری ربنے لوگون کو گھیر لیا ہے اور وہ جو ہمنے تمکو دکھلایا اور اوس جھاڑ
(زقوم) کا ذکر بھی جو قران مین لعنت کیا گیا محض لوگونکی آزمایش کیلئی ہی اور ہم اونکو ڈراتے
ہین تو اوس سے اونکی سرکشی بڑہتی جاتی ہی یعنی[1] پروردگار اون کافرون سے آپکو اپنی حفاظت
وحمایت مین رکھیگا کہ تا اپنی رسالت کو آپ پوری طرح سے پہونچائین حضرت ابن عباس[2] سے فرماتے
ہین کہ یہان رؤیا سے مراد آنکھ کی رؤیت ہے جو اسراء[3] مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
دکھلائی گئی تھی اور رؤیا سے خواب مراد نہین اور اوس شجر ملعون سے مراد زقوم کا جھاڑ ہے جاننا
چاہئے کہ اس رؤیا کے معنی رؤیت بصری کے ہین ورنہ خواب فتنہ نہین ہو سکتا چنانچہ جب[4] آپنے
صبح مین حضرات سے اس چشم دید واقعہ کو بیان فرمانے لگے تو بعض نو مسلمون نے آپ کو جھٹلایا تو اللہ تعالی
اون مرتدونکی شان مین یہ آیت اتارا۔ وَمَا جَعَلْنَا الخ اور جو رؤیا کی معنی خواب کے لئی جاتی ہین تو
وہ خواب مراد ہے جو آپنے[5] دیکھا تہا کہ آپ معہ اصحاب مکے مین گئے ہین پھر جب آپ (صلح حدیبیہ

[1] عبد الرزاق وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم عن قتادہ (در) [2] عبد الرزاق وسعید بن منصور وامام احمد وبخاری وترمذی ونسائی وبیہقی وغیرہم (در) [3] اسراء مکہ سے بیت المقدس تک کی سیر کو اور معراج وہان سے آسمان تک کی سیر کو کہتے ہین لیکن ایک کا دوسری پر بھی اطلاق ہوتا ہے [4] ابن اسحق وابن جریر وابن منذر (در) [5] ابن جریر وابن مردویہ ۱۲

مین تشریف فرما ہو مشرکون نے آپکو واپس کیا بعضے لوگون نے کہا کہ حضرت نے تو ہمسے بیان فرمایا تہا
کہ مکہ مین داخل ہونگے اور اب پلٹائے گئے تو وہی پلٹنا اونکے لئے فتنہ ہوا ایک روایت مین ہے کہ آپنے
فرمایا کہ کیا مینے اسی سال کہا تہا پھر آیندہ سال آپ مکے مین داخل ہوئے یہہ آیت اُتری لَقَدْ
صَدَقَ اللّٰہُ رَسُوْلَہُ الرُّؤْیَا بِالْحَقِّ الخ یعنی اللہ نے اپنے رسول کے خواب کو سچا کیا لیکن
اون ملحدون سے بڑا افسوس ہے کہ معنی خواب کے لیکر قصۂ معراج پر محمول کرتے ہین حالانکہ ترجمان القران
حضرت ابن عباس نے بسبب رؤیا کو معراج کے قصہ پہ محمول فرمایا صاف فرمادیا کہ لَیْسَتْ بِرُؤْیَا مَنَامٍ
یعنی خواب نہین چشم سری ملاحظہ فرمایا اور جنہون نے خواب کے معنی لیا ہی تو وہ واقعہ بدر یا صلح حدیبیہ
مراد لیتے ہین ۔ اور روایات تحت آیت سُبْحٰنَ الَّذِی گذر چکی ہین وہان ملاحظہ کیجیے ۔ اور جہاڑ کو
ملعونہ جو فرمایا تو اہل عرب ہر بری چیز کو ملعونہ کہتے ہین یا اسناد مجازی ہے اوسکے کہانیوالے کفار ملعون
ہین یا یہہ کہ جہنم مین ہے تو رحمت سے بہت دور ہی ۔ اس خواب کا اور جہاڑ کا ذکر کرنا یہان اسلئے
تہا کہ جب بعضے معجزات آپنے ظاہر فرمائے تو کافر ضرور مسلمانون کے دلونمین شبہہ ڈالتے لیکن آپکے
اشاعت دین مین کوئی خلل نہوگا جسطرح کہ اوس واقعۂ معراج پر لوگون نے بہت شور مچایا تہا اور اوس
جہاڑ پر کہ دوزخ مین جہاڑ کیسا سمجھ جلتے ہون لیکن یہہ نہین سمجھا کہ خدا تعالیٰ کو ہر طرح کی قدرت ہے
وہ چند قدرتون ہی مقید و محصور نہین جیسی اوسکی صفات غیر محدود ویسی ہی اوسکی آثار صفات
بہی غیر متناہی جیسی وہ آگ مین سمندر کو پیدا کیا اور سب کچہہ کر سکتا ہی ۔ تو اونکی اوس شبہات سے

کب آپکے دین مین ضعف آیا اور کب محققین کے اجماع مین فرق ہوا جو اب ہوگا لیکن افسوس ہے کہ
باوجود اسقدر زجر و توبیخ کی بعضے نام کی مسلمان جنکے دلونمین خباثت بھری ہے وہ اب بھی اللہ و رسول کے
کلام مین شاخین نکالتے ہین اور یہہ نہین سمجھتے کہ ایمان کی بہت سی باتین ظاہری حواس سے مشاہدہ مین نہین
آسکتین اور جو یون ہی ہوتا تو ہر ایک آدمی ایمان لاتا پھر غیب پر ایمان لانیکی کیا خصوصیت و
فضیلت ہوتی۔ اور انبیا علیہم السلام کی کیون ضرورت ہوتی۔ ابو جہل و ابو بکر رضی اللہ عنہ
ایک ہو جاتے۔ زندیق و صدیق کیون کہاتے عقل لنگ ہے کہان تک ساتھ دیگی یہان کشف و وحی کی
ضرورت ہے ہ

نہ ہر جائے مرکب توان تاختن	کہ جاہا سپر باید انداختن

افسوس ایک طبیب جب نسخہ مرکب بتلاتا ہے تو ہم اوسکے اجزا سے بحث نہین کرتے اور اوسکے علم کو اپنے
علم سے زیادہ سمجھکر اوسکے کہنے پر کڑوی کڑوی دوائین پیتے ہین چون نہین کرتے۔ حالانکہ ابھی اس
عالم دنیا کی اشیا کی حقیقت بھی پوری نہ معلوم ہو سکی لیکن ایمان ہے عالم آخرت مین بہت دن لگینگے
کہ وہانکی ہر چیز کی حقیقت عقل سے جانچی جائے۔ اور ہر ہی کی معلومات تک پہنچ جائے۔ اور جو سمجھہ مین نہ آئے تو
ہنسی کیجئے ٹھٹھے اڑائیے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهٖ یعنی جو چیز اپنی سمجھہ مین
نہ آئی تو جھٹلانے لگے موسی علیہ السلام کی قوم نے کہدیا کہ اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً ہمین خدا کو کھلم کھلا دکھلا دو
آج کل کے بعضے نئے فیشن والونمین بھی یہی شیخی رہ گئی کہ وہ پرانا زمانہ گیا اب شرع ہے کہ عقل سے مطابق کر جائے

یعنی جو سمجھہ مین آئے اوسکو مانئے اور جو عقل مین نہ آئی ایسی دین بات ہو تو اوسکے لئے صحیح بخاری مین ہو تو کلام
کیجئے۔ قرآن کریم مین ہو تو تحریف کیجئے ہان جو فنڈر صاحب کہین کہ چاند سورج مین آبادی ہے وہان بھی حیوانات
ونباتات بستی بستی ہے تو پھر آمنا وصدقنا کہئے بیچون وچرا مان لیجئے معاذ اللہ ان نادانون سے
کوئی یہہ پوچھے کہ نبی کریم کے احکام مین تو کلام۔ نصرانی کے قول پر ایمان و اسلام یہہ نصرانیت ہے
یا اسلام ہے اگر اسی پر خاتمہ ہوا تو برا انجام ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آخری زمانہ کے فتنون سے بچائے اور
ہم سبکو اس جہان سے با ایمان اوٹھائے۔ جب کہ قوم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
بسبب کبر وحسد کے منازعت کی اور یہی دونون صفتون سے ابلیس بھی مردود ہوا اس لئے اوس قصہ کو
بیان فرماتا ہے وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَ آیت ۶۱
اَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا[1] ؕ اور جب ہمنے فرشتون سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سجدہ مین
گر پڑے مگر ابلیس بولا کیا مین سجدہ کرون ایسے شخص کو جسکو تونے مٹی سے بنایا اور شاید کہ اس قصہ کی
تکرار سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی منظور ہے کیونکہ بہت سی محنتین حضرت اوٹھا رہے تھے
گویا کہ اللہ تعالیٰ یون فرماتا ہے جو اول انبیاء آدم علیہ السلام ہین اونکو بھی ابلیس کے کبر وحسد سے
بڑی بڑی محنتین جھیلنی پڑین۔ چونکہ ابلیس زمرہ ملائکہ مین داخل تھا حکم سجود مین بھی داخل
رہا یہہ قصہ سات سورتون مین مذکور ہے بقرہ و اعراف و حجر اور یہہ سورہ یعنی بنی اسرائیل اور
کہف و طہ و ص جاننا چاہئے کہ سجدہ زمین پر پیشانی رکھنے کو کہتے ہین اور وہ دو طور سے

[1] طِيْنًا منصوب بنزع خافض ہے چنانچہ دوسری آیت من طین ہے (خفاجی)

ہوتا ہی ایک یہہ کہ ادائی حقِ عبودیت کی لئے رکہی۔ اور مسجود کو معبود و الٰہ اعتقاد
کری یہہ شرک ہی اور کسی دین مین سوای خدا کے دوسرے کو جایز نہین ہی دوسرا سجدۂ تکریم و تحیت ہے
جیسا سلام اور سر جہکانا ہی اور یہہ سجدہ بسبب اختلافِ رسوم و عادات اور ازمنہ و اوقات کے
مختلف ہے کبہی جایز کبہی حرام پہلی امتون مین جایز تہا جیسا کہ اس قصۂ حضرت آدم اور قصۂ حضرت
یوسف مین چنانچہ وہان فرمایا وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا لیکن یہہ سجدہ بہی ما بین انسانون کے
ہماری شریعت مین حرام ہے۔ لیکن بعضی[1] بدمذہبون نے سجدہ تو سجدہ بوسۂ قبر وغیرہ کو شرک لکہا۔
حالانکہ افعال پر حکمِ شرک کرنا خارجیون کا مذہب ہے اور اگر سجدۂ تحیت و تعظیم شرک ہوتا تو کسیوقت
مین کسی ہی دین مین جایز نہوتا بعضون[2] نے کہا کہ سجدہ اللہ کو تہا اور آدم علیہ السلام قبلہ تہے
لیکن یہہ قول ضعیف ہے کیونکہ اس مین آدم کی بزرگی ظاہر نہین ہوتی بلکہ یہہ سجدہ حضرت آدم ہی کو
بطور تعظیم و تکریم و احترام کے تہا غرض اللہ تعالی نے ابلیس کا تکبر کہ مٹی کو مین کیسے سجدہ کرون بیان
فرمایا یہہ تو اوسکی گمراہی و ضلالت تہی علاوہ یہہ کہ وہ مضل گمراہ کرنیکو تیار ہے۔ اور جب جنت سے
62 نکالا گیا اور گلے مین لعنت کا طوق ڈالا گیا تو اب اسطرح اوسکی گفتار ہی قَالَ[3] اَرَءَيْتَكَ هٰذَا

الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ[4] ذُرِّيَّتَهٗ

[1] مولوی اسمعیل تقویت الایمان مین ۱۲ [2] تفسیر ابن کثیر ۱۲ [3] یہہ جو کہا تو اوسکا کلام بعد ہی نہکن بلکہ اوس حکم کے بعد جو ملأ اعلی سے خارج ہونیکے تہا اور لعنت اوسکی گلے کا ہار ہوگئی تہی چنانچہ دوسری مقامات پر اسکی تصریح ہی کیونکہ اوس لعین کے دونون کلامون کے درمیان قال کا لانا آگاہ کرتا ہی کہ یہہ کلام ثانی پہلی کلام پر مبنی نہین ہے بلکہ دوسرے کلام سے اسکا اتصال ہے جسطرح اس قول خدا مین قال وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّاۗلُّوْنَ کے بعد قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ (ابو السعود) ۱۲

[4] لَاَحْتَنِكَنَّكَ عبارت ہی کسی چیز کو ہلاک کرنیسی جب ٹڈی زراعت کو پوری طور سے کہا لین تو کہتے ہین اِحْتَنَكَ الْجَرَادُ الزَّرْعَ یہان ہلاک معنوی ہے ۱۲ اخرج ابن جریر و ابن ابی حاتم عن ابن زید رضی اللہ عنہ فی قولہ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗ یقول ای

اِلَّا قَلِیْلًا ۝ کہنے لگا دیکھہ تو ہی یہی ہی وہ جسکو تونے مجھپر بزرگی دی - اگر تو مجھے قیامت تک ایت ۶۲

مہلت دیتو البتہ اوسکی اولاد کو (اغوا سے) ہلاک کر دونگا بجز تہوڑے لوگون کے - وہ تہوڑے
اللہ والے ہین امام قشیری فرماتے ہین کہ ذکر خدا سے جو قلب مملو اور انوار قدس سے منور ہوتا ہی - وہان
جب شیطان آتا ہی - خود ہی بیہوش ہوکر گرجاتا ہی - دوسرے شیاطین اوسکے اطراف جمع ہوکر حال
دریافت کرتے ہین تو کہا جاتا ہے کہ مَسَّہٗ اِنْسَانٌ یعنی انسان کا سایہ ہوگیا سُبْحَانَ اللّٰہ
جیسے عام لوگ شیاطین سے ڈرتے ہین اوسیطرح شیاطین بزرگون سے ڈرتے ہین صحیحین مین ہے کہ حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے ابن خطاب جس گلی سے
شیطان تمکو چلتا ہوا پائیگا - ہرگز وہ گلی ہی نہ چلیگا بلکہ دوسری گلی سے جائیگا کرامت
حضرت سلطان الاولیا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی خدمت شریف مین ایک شخص حاضر ہوکر عرض
کرنے لگا کہ مین اصفہان کا ہون اور میری زوجہ کو صرع بہت ستاتی ہی - اور وہ زمین پر گر جاتی ہے
سب عزیمت و منتر والے اوس سے تھک گئے حضرت نے فرمایا کہ ایک سرکش جن سراندیپ کے جنات سے ہی
اوسکا نام خانس ہے - جب تیری بیوی کو صرع ہو اور گر جائے تو اوسکے کان مین یون کہنا - یَا خَانِسُ
یَقُوْلُ لَکَ عَبْدُ الْقَادِرِ رضی اللہ عنہ الْمُقِیْمُ بِبَغْدَادَ لَا تَعُدْ وَاِنْ عُدْتَ هَلَکْتَ (یعنی اے
خانس تجھے عبد القادر رضی اللہ عنہ بغداد کا رہنے والا کہتا ہے کہ نہ پلٹ اور جو پھر آئیگا ہلاک ہو جائیگا وہ آدمی
چلا گیا اور دس برس تک غائب رہکر پھر آیا پوچھنے والون نے پوچھا تو کہا کہ حضرت کا ارشاد تھا

ے بہجۃ الاسرار صفحہ ۷۲ و تکملہ شریف ۱۲

اوسی طرح مین نے کیا ابتک اوسکو صرع نہوئی ایک دوسری کرامت کے تحت مین شاہ جن کا
بیان ہے کہ آپ اپنی مکانِ مبارک مین تشریف رکہتے ہو جب انتہائی زمین مین سرکش جنات کو ملاحظہ
فرماتے ہین تو آپ کی ہیبت سے وہ اپنی مکانون کو بہاگ جاتے ہین۔ جب ابلیس گمراہ کرنے پر آمادہ
ہوا اور اپنی لئے مہلت بھی چاہی۔ تو اوسکو مہلت وعید کے ساتھہ اسطرح دی گئی قَالَ اذْهَبْ[۱]
فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا[۲] ۝ فرمایا (اچھا) جا پھر
اونمین سے جو کوئی تیری پیروی کریگا تو تم سبکی پوری سزا جہنم ہی۔ جب شیطان نے مہلت طلب کی
تھی تو اللہ نے چند چیزون کا ذکر فرمایا ایک تو عطاءِ مہلت جسکا بیان ہوا پھر وعید سے ڈرایا کہ تو
اور ذریتِ آدم سے جو تیری پیروی کریگا وہ سب دوزخ مین جائینگے۔ اور دوسری اشیاء کو یون
بیان فرماتا ہی۔ وَاسْتَفْزِزْ[۳] مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ[۴] عَلَيْهِمْ
بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ
وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا[۵] ۝ اور تو اپنی آواز کے ساتھہ اونمین سے جسکو بہکا
سکتا ہی بہکا۔ اور اونکی ہلاکی کیلئے اپنی سوار اور پیدلونکو للکار۔ اور اونکی مال و اولاد مین شریک ہو۔

وَرَجِلِكَ سوا حفص کے سب قاری سکون جیم سے ۱۲

[۱] یہہ ذہاب نقیض مجی کا نہین اوسکی یہہ معنی کہ تجہہ اس مدت تک مہلت دی گئی (کبیر) ۱۲
[۲] موفورا یہہ لفظ متعدی بھی آیا ہی اس لئے قتادہ موفرا اور لازمی بھی اس لئے مجاہد وافرا معنی کرتے ہین ۱۲
[۳] افزہ واستفزہ ای ازعجہ واستخفہ ۱۲
[۴] واجلب من الجلبۃ و الصیاح ای صح وقال الزجاج ای اجمع علیھم واحثھم علی الاغواء۔ اور خیل سوارونکو کہتی ہین جیسی حدیث مین ہی یا خیل اللہ ارکبی اور گہوڑونکو بھی ۱۲
[۵] غرور کے اصل معنی خطا کو زینت دیکے بصورتِ ثواب ظاہر کرنا ۱۲

اور اون سے وعدے کر۔ اور شیطان تو محض فریب کے وعدے کیا کرتا ہی۔ حضرت ابن عباس[1]
رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ جو شی کہ گناہ کی جانب بلاوی (وسوسہ۔ گانا بجانا جو لہو و لعب ہو۔
فلاسفہ کی جعلی تقریرین۔ نیچرونکی جہوٹی تاویلین۔ دہریہ کے خرافات۔ ملحدون کے ہذیانات
غرض جو مخالف شریعت ہو) وہ ابلیس کی آواز ہی اور جو سوار و پیدل کہ خدا کی معصیت مین
چلاوے شیطانی لشکر ہے اور جو مال و اولاد کہ خدا کی معصیت مین ہو اوسمین بھی شرکت شیطانی ہے
یعنی مال کو بیاج و رشوت و ظلم سی حاصل کرنا یا حرام مین خرچنا اور اسراف کرنا غرض کہ جو تصرف
مخالف شرع ہو خواہ بے حق لیوے یا بے محل خرچے۔ اور اولاد کو ناجایز طور سے حاصل کرنا یا مار ڈالنا
غرض اولاد کے مقدمہ مین جو کچھہ نافرمانی خدا ہو اون سب مین شرکت شیطانی ہی۔ صحیحین مین ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی اپنی بیوی کے پاس آنا چاہے تو یون کہے
[2] بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا پھر اگر اب اولاد
ہو گی تو شیطان اوسکو ضرر نہ دیسکیگا۔ قتادہ فرماتے ہین کہ سوار و پیدل جنات و انسان سے ہین جو
ابلیس کی اطاعت کرتے ہین۔ اور اوسکے وعدے یہہ ہین کہ شیطان اعتقاد باطل اور خراب عمل کی
طرف ترغیب دیتا لاتا ہے اور وسوسہ ڈالتا ہی کہ اسکے کرنے مین کوئی ضرر نہین بلکہ دنیا مین ہی سے چند روز
گذریگی۔ پھر جو شیطان کا پورا غلام بنا تو دوزخ و جنت۔ عذاب و ثواب سے انکار کرنے لگا
بلکہ قیامت اور دوسری زندگی کا منکر ہوا۔ پورا کافر بنا۔ اسی سبب سے اللہ نے اوسکے وعدون کو ڈرانا

[1] ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم (در) [2] شروع اللہ کے نام سی یا اللہ دور رکہہ ہمسی شیطان کو
اور جو کچھہ ہمکو عنایت فرمائے اوس سے بھی شیطان کو دور رکہہ ۱۲

جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو تجھ سے ہوسکتا ہی کر۔ اس لئے ارشاد ہوتا ہے ان عبادی

آیت ۶۵ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ ط وَکَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا ۝ بیشک جو میری بندی ہین

اونپر تیری (دیکھہ) حکومت نہین (وردای نہی) تمہارا رب کارساز بس ہے یعنی اگرچہ

شیطان کو بقدر قدرت دی گئی ہی لیکن اللہ کی قدرت سب سے زیادہ ہی اور اپنے

بندون پر سب سے بڑہکر مہربان ہی۔ شیطان کے مکر و فریب سے بھی وہی بچائیگا جب

فرمایا کہ مین وکیل و کارساز ہون میرے سوا کوئی کام بنانیوالا نہین اس لئے اپنے

ایسے افعال جو اوس کارسازی پر دلالت کرنے مین بیان فرماتا ہی رَبُّکُمُ الَّذِیْ

آیت ۶۶ یُزْجِیْ لَکُمُ الْفُلْکَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ط اِنَّهٗ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا ۝ تمہارا

رب وہ ہی جو تمہاری کشتیان دریا مین چلاتا ہی تاکہ تم اوس کے فضل سے دمنافع دنیا

ڈہونڈو مقرر وہ تمپر بڑا مہربان ہی دریا مین سے پار اوتار دینا یہہ پہلی نعمت ہی اور

دوسری نعمت کو اسطرح بیان فرماتا ہی وَاِذَا مَسَّکُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ

آیت ۶۷ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِیَّاهُ ج فَلَمَّا نَجّٰکُمْ اِلَی الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ط وَکَانَ

الْاِنْسَانُ کَفُوْرًا ۝ اور جب دریا مین تمکو تکلیف پہونچتی ہی توجنکو تم پکارتے ہو

لہ اخرج ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم عن ابن عباس فی قولہ یزجی قال یجری
وعن عطاء یسیرها فی البحر واخرج ابن ابی حاتم عن عطاء الفلک السفن (در منثور)
الازجاء سوق الشئ حالا بعد حال (کبیر)

وہ گم ہو جاتی ہین مگر وہی (اللہ) پھر جسوقت وہ تمکو خشکی کی طرف بچا لاتا ہی تو تم پھیر لیتے ہو اور انسان بڑا ہی ناشکرا ہی کافر اپنی بتون کو شریک خدا سمجھکر پکارتے اور اونکو مستقل جانتے تھی مسلمان انبیا اور اولیا کو مظہر عون خدا سمجھکر پکارتے ہین اونکا توسل چاہتی ہین لیکن محبوب کا پکارنے والا کامیاب ہوتا ہی۔ مردود کی طرف متوجہ ہونیوالا خراب ہوتا ہی۔ اللہ تعالی نے ہم گنہگارون کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانیکا حکم فرمایا۔ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ قران مین آیا۔ انکی بیعت وطاعت خدا کی بیعت وعبادت مین انکی شفاعت مقبول جو دوست دشمن مین فرق نکرے وہ مردود۔ مولانا روم فرماتے ہین

کان عاسے شیخ نی چون ہر دعاست	فانی است گفت او گفت خداست

اور تیسری نعمت کو اسطرح بیان فرماتا ہی۔ اَفَاَمِنْتُمْ[1] اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا[2] ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَکُمْ وَکِیْلًا لا کیا تم نڈر ہو گئی اس بات سے کہ تمکو خشکی کے کنارے مین دہنسا دی یا تمپر آندہی پتھر برسانیوالی بہیجدی تو پھر تم اپنے لیے کوئی کارساز نہ پاؤگے غرض یہہ کہ پہلی آیت مین بیان فرمایا کہ وہ دریا کی آفتون سے تمہی ڈرتے

نخسف نرسل ان دونون کلمون کو ابن کثیر و ابو عمرو نون متکلم سے پڑھتے ہین ۔ ع ۶۸ ب

[1] اَفَاَمِنْتُمْ ہمزہ انکار کے لیے ہے اور فا سے عطف محذوف پر ہے اور اوسکی تقدیر یون ہے اَنَجَوْتُمْ فَاَمِنْتُمْ مِنْ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمْ [2] اخرج ابن المنذر عن ابن عباس حاصبا قال مطر الحجارۃ حصب کے معنی رمی کے ہین اور حاصبا یعنی ایسا عذاب جو اونپر پتھر برسا اور اوس آندہی کو بھی کہتے ہین جو مٹی اور پتھر برسا دے اور اوس ابر کو بھی جس سے برف اور اولے برسین (کبیر)

جب دریا ہی سے نجات ملی تو بیفکر ہوگئے تو فرمایا فرض کرو تمکو آفات بحری سے نجات ملی
لیکن خشکی کی آفتون سے تم کیسے بیخوف ہوسکتے ہو اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ چاہے تو تمپر سے آفت لائے
کہ تم زمین میں دھنسا دیے جاؤ یا اوپر سے عذاب آئے کہ پتھر یا برف اولے برس جائین تو چاہیے کہ
جسطرح تم دریا مین اوسکی طرف متوجہ رہتے ہو ہر حال مین اوسی کی جانب متوجہ رہو جب
خشکی کی آفات سے ڈرایا تو اب فرماتا ہے کیا تمہارے دل مین زبردست ارادہ پیدا کرکے پھر
دریا کی طرف تمکو لیجانا نہین ہوسکتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ۔ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ 17
فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ
ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ؕ کیا تم اس بات سے بیخوف ہوگئے کہ پھر دوبارہ
تمکو اوسی (دریا) مین لیجا کر ہوا کا سخت (طوفان) بھیجے پس تمکو تمہاری ناشکری کی بابت ڈبو دے
پھر تم اپنی طرف سے ہمپر اوسکا کوئی دعویٰ کرنیوالا نہ پاؤگے یعنی ہمسے کوئی بدلا نہین لیسکتا
اب ایک اور نعمت جو بہت اعلیٰ ہے اور انسان کو عنایت ہوئی ہے اسطرح بیان فرماتا ہے
وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ 1
وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝ اور البتہ ہمنے اولاد آدم کو عزت
دی اور اونکو خشکی اور دریا مین سواری پر چڑھایا اور پاکیزہ چیزون سے اونکو روزی دی

سے خرج ابن جریر وابن المنذر عن ابن عباس قاصفا من الريح قال التي تغرق وعنه تبيعا قال نصيرا وقال قتادة لا نخاف احدا يتبعنا بشيء من ذلك (در) قاصف توڑنے والا یہان وہ ہوا مراد ہے جو کشتی کو توڑ پھوڑ ڈالے اور تین

یعنی تابع ہیر د کبیر، سے تمام مخلوق اور ملائکہ پر اس سے فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اکثر بچا کل کے استعمال پایا ہے جیسے کہ دوسرے قول مین جل ابتکم علیہم ... [illegible]

نُعِيدَكُمْ فَنُرْسِلَ فَنُغْرِقَكُمْ ان تینون کلمون کو ابن کثیر و ابو عمرو نون متکلم سے پڑھتے ہین

[illegible]

اور اپنی پیدا کی ہوئی بہت سی خلقت پر اونکو بڑی بزرگی دی یعنی علم و عقل مین نطق وخط مین صورت و سیرت مین قد و قامت تمامی اوصاف مین انسان کو مخلوقات پر عزت دی حضرت[1] رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ فرشتون نے عرض کی کہ ای پروردگار تونے بنی آدم کو دنیا دی کہ وہ کہاتے پیتے پہنتے ہین اور ہم تیری حمد و تسبیح کرتے ہین نہ کہاتے نہ پیتے نہ غافل ہوتے تونے جسطرح اونکو دنیا دی ہمکو آخرت دے فرمایا کہ جسکو مین نے اپنے ہاتہہ سے پیدا کیا اوسکی نیک ذریت کو اونکی برابر نکرونگا کہ جسکو مین نے کُن کہا تو ہو گئے عقیدہ رسل ملائکہ پر رسل بشر افضل ہین اور عام ملائکہ سے عام بشر افضل ہین اور رسل ملائکہ عام بشر سے افضل ہین عام بشر سے مراد اولیا و اتقیا ہین نہ فسقہ حکایت[2] ہارون رشید کے سامنے کہانا لایا گیا تو چمچے طلب کیے قاضی ابو یوسف نے اوس سے فرمایا کہ تمہارے دادا ابن[3] عباس رضی اللہ عنہما وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ کی تفسیر یون بیان کرتے ہین کہ ہمنے اونکو انگلیان دین جس سے وہ کہاتے ہین، پھر اوسنے چمچے واپس کرکے ہاتہہ سے کہانا کہایا افسوس کہ اب بھی بعض متبعین نصاری اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چال چھوڑ آپکے طریقے سے منہہ موڑ بہت سی باتون مین دنیا کیلئے نصاری کے تابع ہو رہے ہین

مبادا دل آن فرومایہ شاد	کہ از بہر دنیا دہد دین بہ باد

روایت[4] ہے کہ جو شخص گرفتار بلا کو دیکہکر یہہ دعا پڑہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي عَافَانِي

[1] طبرانی و بیہقی وغیرہما در، [2] سراج المنیر [3] ابن منذر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و البیہقی فی شعب الایمان من طرق در، [4] ترمذی ابن ماجہ و طبرانی حصن حصین ۱۲

مِمَّا ابتَلاَكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِی عَلٰی كَثِیرٍ مِّمَّن خَلَقَ تَفضِیلاً تو وہ اوسکو نہ پہونچیگی جب
دنیا کے انعامات جو اوپر ہین بیان ہوچکے اب احوال درجات آخرت کی شرح فرماتا ہے

7-71 یَومَ نَدعُوا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِم[1] فَمَن اُوتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِینِهٖ فَاُولٰٓئِكَ یَقرَءُونَ
كِتٰبَهُم وَلاَ یُظلَمُونَ فَتِیلاً[2] ۝ جس دن کہ ہم ہر فرقہ کو اوسکے امام کے ساتھ بلاوینگے
پھر جسکا اعمالنامہ اوسکے سیدہے ہاتہہ مین دیا جائیگا پس وہ لوگ اپنا اعمالنامہ پڑہینگے
اور تاگے برابر ظلم نہ کئے جاوینگے امام لغت مین اوسکو کہتے ہین کہ ایک قوم جسکی پیروی کرے
خواہ ہدایت مین ہو یا گمراہی مین ۔ پس نبی امت کا امام ہے اور دوسرے مقتدا بھی امام ہین تو
اسی سبب سے کبھی یا امۃ موسی دیا امۃ عیسیٰ اور یا امۃ فرعون کہہ کے
بلائے جاوینگے اور کبھی خاص پیشوا کے لحاظ سے یا حنفی یا حنبلی یا طریقہ کے لحاظ سے
یا قادری ویا چشتی ویا نقشبندی وغیرہ ذلک غرض اپنے اپنے پیشوا کی طرف منسوب
کرکے پکارے جاوینگے ۔ اور انہین کے ساتھ وہ آوینگے پھر نامۂ اعمال کا حال بیان فرمایا کہ
جنکو اعمال نامہ داہنے ہاتہہ مین دیا جائیگا وہ اپنا اعمال نامہ خوشی سے پڑھینگے بلکہ دوسرونکو
بھی دینگے کہ لو پڑھو ۔ دیکھو چنانچہ هَآؤُمُ اقرَءُوا كِتٰبِیَه سے ثابت ہے خدا ہمکو اور
ہمارے سب دوستون کو انہین لوگون مین کرے ۔ اور بیچارے بائین طرف والے جب اپنے

[1] با ، حال کے لئے ہے تقدیر یون ہے مختلطین [2] فتیل وہ چھلکا جو کہجور کی گٹھلی کے درمیان ہوتا ہے
یہہ مثال تہوڑی سی شئے کے لئے دی جاتی ہے ۔

17-7

اعمال نامہ مین بڑی بڑے گناہ دیکھینگے گھبرائینگے گو پڑھینگے لیکن وہ پڑہنے مین
محسوب نہین۔ پھر فرمایا کہ کسی پر ظلم نہو گا بلکہ جیسی کرنی ویسی بھرنی ہوگی اس لئے
اب ارشاد ہوتا ہی۔ وَمَنۡ كَانَ فِىۡ هٰذِهٖۤ اَعۡمٰى فَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ اَعۡمٰى وَاَضَلُّ
سَبِيۡلًا ۝ اور جو کوئی اس دنیا مین اندہا ہی تو آخرت مین بھی اندھا ہی اور بہت رستے
بھولا دنیا مین دل کا اندھا ہونا آخرت مین نابینا ہونیکا سبب ہے۔ کافر جنت کی راہ
بھولیگا گنہگار نیکبختون کے ثواب و مقام سے محروم و نابینا اور صالح مقربون کے درجہ سے
دور رہیگا لیکن اگر سچا سالک ریاضتین کر رہا تہا اور موت اختیاری یعنی مُوۡتُوۡا
قَبۡلَ اَنۡ تَمُوۡتُوۡا کا مقام حاصل ہونیکے پہلے ہی اوسکو موت اضطراری آگئی تو اوس کو
واصلون کا ثواب ملیگا چنانچہ ارشاد خداوند تعالیٰ ہی۔ وَمَنۡ يَّخۡرُجۡ مِنۡۢ بَيۡتِهٖ
مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ثُمَّ يُدۡرِكۡهُ الۡمَوۡتُ فَقَدۡ وَقَعَ اَجۡرُهٗ عَلَى اللّٰهِ
یعنے جو شخص اپنا گھر چھوڑ اللہ و رسول کی طرف چلا اور پھر اوسکو موت آئی تو اوس کا
اجر اللہ پر ثابت ہوگیا۔ اور حدیث مین ہی اگر کوئی شخص قرآن سیکھتے سیکھتے مرجائے
تو اوسکی قبر مین اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر کرتا ہی کہ وہ اوسکو پڑھاتا ہی۔ اس سے
معلوم ہوا کہ غیر سالک کو بعد موت کے ترقی نہین۔ اب ہر عامل کو چاہئے کہ دنیا ہی مین
بصیرت اور نور معرفت الٰہی حاصل کرے اور ان لوگون مین سے ہو جائے کہ جو ہر جگہ

مشاہدۂ محبوبِ حقیقی کرتے ہین جب آیاتِ گذشتہ مین اقسامِ نعمت جو مخلوقات کو
ہین بیان فرمایا پھر درجاتِ خلق جو آخرت مین ہونگے اور احوالِ سعداء کی شرح ہو چکی
17-73 تو اب گویا مکر و تلبیسِ اربابِ ضلال سے بچنے کے لئے اسطرح ارشاد ہوتا ہے وَ اِنْ[1]
كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَ
اِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ۝ اور بیشک (ای نبی) وہ قریب تھے کہ تمکو بہکا وین
اوس چیز سے کہ جو ہمنے تمہاری طرف وحی کی تاکہ اوس کے سوا ہمپر کچھ جھوٹ باندھین اور
اوسوقت تمکو اپنا سچا دوست بنا لیتے۔ اس آیت کی شانِ نزول مین مفسرین
مختلف ہین غرض کافرون نے اپنی بعضی خواہشاتکی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم کو بلایا تو آپنے سکوت فرمایا تو یہہ آیت اتری جب کافرونکی دہوکا دہی کا
17-74 ذکر ہوا اب اپنی عصمت جو حضرت کے شاملِ حال ہے اسطرح بیان فرماتا ہے وَلَوْلَآ[2]
اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ۝ۙ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ
17-75 ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ[3] الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ۝
اور اگر ہم تمکو ثابت قدم نہ رکہی ہوتے تو البتہ قریب تہا کہ کسیقدر اونکی طرف جہک جاتے

[1] ان مخففہ سے مثقلہ ہے اور لام سے ثابت ہوگیا کہ وہ نافیہ نہین [2] لولا امتناع شئے بسبب ثبوت غیرہ کا فائدہ دیتا ہے یہان بھی وہی معنی ہین کہ اگر اللہ کی عصمت نہ حاصل ہوتی تو آپ اونکی طرف میل فرماتے چونکہ تثبیت حاصل ہے تو میلان منتفی ہوا [3] ضعف الممات سے مراد عذاب قبر ہے اخرج البیہقی عن عطاء

اوسوقت البتہ ہم تمکو زندگی اور موت مین دونا مزہ چکھاتے پھر تم ہمارے مقابلہ مین کسیکو مددگار نہ پاتے۔ یعنی اللہ تعالیٰ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بسبب عصمت کے حق پر قائم رکھا باوجودیکہ کافرون نے بڑی مکاریون سے آپ کو بلایا مگر آپنے توجہ تک کی او میل تک نہ فرمایا۔ ابنِ عطا فرماتے ہین کہ دوسرے انبیا علیہم السلام کو بعد زلات ولغزشون کے عتاب فرمایا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبلِ لغزش ہی آگاہ فرما دیا تا شرائط محبت پوری طور سے ادا ہون اور وہ ثبوت و استقامت دی کہ جو وصل الی اللہ ہوتے ہین اسی ذاتِ مکرم کے واسطے سے ہوتے ہین حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ فرماتے ہین۔ ھُوَ الْحَاکِمُ بَیْنَ الْاَرْوَاحِ۔ اَلْمُرَبِّی لِلْمُرِیْدِیْنَ جِھْبَذُ الْمُرَادِیْنَ قَسَّامُ الْاَحْوَالِ وَالْمَقَامَاتِ بَیْنَھُمْ لِاَنَّ الْحَقَّ عَزَّ وَجَلَّ فَوَّضَ ذَالِكَ اِلَیْهِ جَعَلَهٗ اَمِیْرَ الْکُلِّ۔ اَلْخِلَعُ اِذَا خَرَجَتْ مِنْ عِنْدِ الْمَلِكِ لِلْجُنْدِ اِنَّمَا تُقْسَمُ عَلٰی یَدِ اَمِیْرِھِمْ۔ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارواح کے حاکم ہین۔ مریدون کے پالنے والے امرادون کے پرکھنے والے احوال ومقامات اونمین تقسیم فرماتے ہین اللہ نے آپکو کُل کا امیر بنایا دقاعدہ ہی، جب خلعتین بادشاہ کے پاس سے لشکر کو تقسیم ہونی ہین تو اونکے امیر کے ہاتھ سے تقسیم ہوتی ہین انتہی[1] روایت[2] ہے کہ جب اصلِ مکہ نے ارادہ کیا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مکے سے

[1] مجلس ۴۴ فتح ربانی [2] عبد الرزاق وابن جریر وغیرہما عن قتادہ (در)

نکالین پھر آخر وہی گر گذرے پھر تھوڑے دن نہین ٹھیرے کہ اللہ تعالی نے اون کو
بدرمین ہلاک فرمایا۔ اور اللہ کی عادت رسولونمین اسیطرح جاری رہی یعنی جب کسی
مقام سے وہی کو نکالتے ہین تو پھر اونکو بھی وہان امن نصیب نہین ہوتا۔ آیت آیندہ کا
صحیح شان نزول بھی ہے جسطرح کہ ارشاد ہوتا ہے وَاِنۡ کَادُوۡا لَیَسۡتَفِزُّوۡنَکَ مِنَ الۡاَرۡضِ
لِیُخۡرِجُوۡکَ مِنۡہَا وَاِذًا لَّا یَلۡبَثُوۡنَ خِلٰفَکَ اِلَّا قَلِیۡلًا ۝ سُنَّۃَ مَنۡ قَدۡ
اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَکَ مِنۡ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحۡوِیۡلًا ۝ اور تحقیق کہ یہہ لوگ
زمین سے تمہاری طبیعت بر خواستہ کرہی چلے تھے تاکہ وہان سے تمکو نکالین اور جب تو تمہارے
بعد وہ بھی کم ٹھہرتے۔ ہمنے تم سے پہلے جن نبیون کو بھیجا ہے انکا دستور (ٹھیرا ہوا ہے)
اور ہمارے (ٹھیرائے ہوے) دستور مین تفاوت نہ پاؤگے۔ جب الٰہیات و معاد و نبوت کا
ثبوت فرما چکا۔ اب بعد ایمان اشرف طاعت جو نماز ہے اوسکا اسطرح حکم فرماتا ہے
اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوۡکِ[1] الشَّمۡسِ اِلٰی غَسَقِ[2] الَّیۡلِ وَقُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ ؕ اِنَّ
قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ کَانَ مَشۡہُوۡدًا ۝ آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نماز
قایم کرو۔ اور فجر کا قران پڑھنا (مراد نماز صبح[3]) بیشک فجر کے پڑھنے مین مجمع ہوتا ہے۔

خَلْفَكَ
نافع ابن کثیر ابو عمرو فتح خا سکون لام بے الف کے

[1] اخرج سعید بن منصور وابن جریر عن ابن عباس قال دلوکھا زوالھا [2] اخرج ابن المنذر عن ابن عباس قال غسق اللیل اجتماع اللیل وظلمتہ [3] اخرج ابن جریر ابن عباس فی قولہ وقران الفجر قال صلواۃ الصبح (درمنثور) ۱۲

دلوک کے معنی زوال کے ہین یا غروب کے لیکن زوال کے قائلین بہت ہین تو اس تفسیر پر
اس آیت مین پانچون نمازین جمع ہین۔ آفتاب کے ڈھلنے کے بعد ظہر و عصر ہے۔ رات کے
اندھیری مین مغرب وعشا ہے۔ قرانِ فجر صبح کی نماز ہے اور مجمع سے مراد فرشتونکا مجمع ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح کی نماز مین رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے [1]
ہین عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہین کہ رات کے نگہبان فرشتے ابھی اوپر طلوع نہین کرتے کہ دن کے [2]
فرشتے چوکیدار اوترآتے ہین تو صبح کی نماز مین اون دونون کا مجمع واتفاق ہوجاتا ہے پھر [3]
اللہ تعالی اون سے پوچھتا ہے حالانکہ اوسکو خوب معلوم ہے کہ تم میرے بندونکو کس حال مین چھوڑ کر
آئے عرض کرتے ہین کہ جب ہم اون کے پاس گئے تھے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم اون کو
چھوڑ آئے ہین تو اوسوقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب پانچ نمازون کا اشارۃً حکم فرمایا
79 اب رات کی نماز کا اسطرح حکم فرماتا ہے وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ[4] نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى[5]

اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ اور (اے پیغمبر) کچھہ رات اوس

بیان تہجد — آیت ۷۹

---

[1] بخاری ومسلم وامام احمد وترمذی ونسائی وابن ماجہ وغیرہم [2] ابن جریر وابن منذر وطبرانی (درمنثور) ۱۲
[3] یہہ مضمون صحیحین مین بھی ہے [4] بہ کی ضمیر قران کی طرف ہے اوس سے مراد نماز ہے جو قران کو شامل ہے۔ اور ہجود لغت مین
نوم کو کہتے ہین اور تہجد کے معنے ترک نوم کے ہین جیسے تاثم ترکِ اثم ہے۔ جوہری وغیرہ نے کہا کہ یہہ اضداد سے ہے یعنے تہجد کے معنی جاگنے
کے بھی ہین اور سونے کے بھی صاحب تفسیر کبیر کہتے ہین کہ سونے کے معنے اسطرح ہوسکتے ہین کہ تہجد پڑھکے سوجا تو وہ بھی سوتا ہے اور حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو متعدد مرتبہ رات مین اوٹھنا اور سونا ہوتا تھا۔ اور ایک معنی یہ بھی ہین کہ یہان جو جاگ لیگا وہ قبر مین آرام سے سوجائیگا
بخاری مین ہے کہ مومن کو قبر مین فرشتے کہینگے کہ نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ جسطرح دولہ سوتا ہے اوسطرح سوجا۔ ۱۲
[5] مفسرون نے اتفاق کیا کہ کلمہ عسی اللہ کی جانب سے واجب کے معنے مین ہے اہل معنی نے کہا کہ لفظ عسی طمع دلانے کیلئے ہے اور
جسنے کسی کو ایک شئے کی طمع دلاکر پھر اوس سے محروم کیا تو یہہ عار و ننگ ہے اور اللہ تعالی کا وہ کرم نہین کہ

(قرآن کی قرأت) کے لئے بیدار رہو (تہجد پڑہو) جو تمہارے لئے زائد ہے۔ قریب ہے

کہ تمہارا رب تمکو مقامِ محمود مین کھڑا کریگا۔ نَافِلَةً لَّكَ کے یہہ معنی مین کہ پانچ فرضون کے
سوا خاص آپکے لئے یہ فرض زائد ہے یعنے تہجد[1] یا یہہ معنی کہ غیرون کے نوافل اونکے صغایر گناہ کے
لئے کفارہ ہوتے ہین یا نقصانِ فرائض کا جبر ہوتے ہین اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ عبادات
مین خلل نہ گناہ کا دخل جو طاعت ہے وہ موجبِ زیاداتِ رجات و کثرتِ حسنات ہے اسی سبب سے
آپکے لئے نافلہ یعنے زائدہ ہے یہہ قول ہے کہ تہجد حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض تھی یا نفل
اوسی بنا پر ہمارے حق مین بھی تہجد سنت یا مستحب ٹہیریگی یعنے اگر حضرت پر فرض تھی تو ہمارے
لئے مستحب ہوگی۔ کیونکہ دلائلِ قولی استحباب کا فائدہ دیتے ہین اور مواظبت فعلِ تطوع پر ہوئی جو
ہمارے لئے سنت ہو بلکہ فرض پر مواظبت ہے اور جو حضرت کیلئے تطوع ہوگی تو ہمارے لئے سنت
ہوگی۔ اور[2] اکثرون نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی تہجد نفل تھی نہ فرض لیکن
حضرت اوسکو کبھی ترک نہ فرماتے نہ حضر مین نہ سفر مین اگر کبھی بسبب بیماری وغیرہ کے قیامِ شب
نہوتا تو دن مین زوال سے پہلے بارہ رکعت اوسکے عوض ادا فرماتے۔ حضرت[3] بی بی عائشہ
فرماتی ہین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے شب آرام فرماتے اور آخر مین بیدار رہتے پھر اگر کوئی حاجت
اہل سے ہوتی پوری فرماتے پھر آرام فرماتے الخ صحیح مسلم مین مرفوعاً ہے اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ
بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ صَلٰوةُ اللَّيْلِ یعنے فرض نماز کے بعد بہترین نماز رات کی نماز ہے اور

[1] طبرانی ابن ابی حاتم عن مجاہد باسناد حسن درر
[2] فتح القدیر و مواہب اللدنیہ ۱۲
[3] بخاری و مسلم ۱۲

طبرانی مین بھی ہے کہ رات مین نماز ضرور ہے اگرچہ بکری کے دودہ دوہنے کے مقدار ہو حضرت[1]
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے شب بیداری مین یعنے نماز مین دس آیتون کو پڑہ لیا وہ غافلون مین
نہ لکہا جائیگا۔ اور جس نے سو آیتین پڑھین وہ قانتین یعنی طاعت پر مواظبت کرنیوالون مین
لکہا جائیگا۔ اور جس نے ہزار آیتین پڑھین وہ مقنطرین یعنے بڑے اجر حاصل کرنیوالون مین لکہا جائیگا۔
جاننا چاہئے[2] کہ جو نماز بعد عشا کے ہے وہ صلوٰۃ لیل ہے در وہ تہجد سے عام ہے کیونکہ تہجد نیند کو تکلف سے
دور کرنا ہے اقل تہجد دو رکعت اور متوسط چار اکثر آٹھ[3] تہجد کی عادت کرکے پھر بے عذر چھوڑ
دینا مکروہ ہے صحیحین مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عمر کو فرمایا کہ اے عبد اللہ
فلان شخص کے جیسا نہو جا کہ وہ رات کو اُٹھتا تہا پہر چہوڑ دیا۔ اور یہ بھی صحیحین مین ہے کہ آپ نے
فرمایا اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَدْوَمُہَا اللہ تعالی کے پاس بڑا محبوب فعل وہی ہے
جو ہمیشہ ہو۔ حضرت[4] ام المومنین بی بی عایشہ فرماتی ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اسقدر رات کو کہڑے رہتے کہ قدوم مبارک آپ کے ورم کرجاتے ایک روایت مین ہے کہ شق ہوجاتے
مین نے عرض کی یا رسول اللہ اللہ تعالی نے آپ کے اگلے پچہلے سب گناہونکو بخشدیا ہے پھر آپ کیون
اسقدر محنت اوٹھاتے ہین تو فرمایا اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا ۔ یعنے کیا مین اوسکا
شکر نکرون جس نے دارین کی نعمتین عنایت کین۔ پھر فرماتی ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] ابوداؤد [2] رد المحتار [3] دس اور بارہ رکعت بھی بعضی روایتون مین آئی ہین ۱۲ [4] بخاری و مسلم ۱۲

عمر شریف بڑھی اور جسامتِ مبارک زیادہ ہوئی تو بیٹھ کے نماز[1] ادا فرماتے اور جب
رکوع کرنا ہوتا تو کھڑے ہو کر تیس یا چالیس آیتین تلاوت فرما کر رکوع فرماتے۔ اس حدیث کو
غور سے پڑھو تو معلوم ہو جائیگا کہ باوجود بدنِ مبارک کو تکلیف پہونچنے کے آپنے عبادت کو
ترک نفرمایا حالانکہ آپ معصوم اور آپکو انجامِ کار معلوم تھا ہم عاصی جو مستحقِ نار ہین ہمکو کیا کچھہ
کرنا چاہئے اگر ہو سکے تو مرنیکے آگے مرنا چاہئے مگر اسکا بھی خیال رہے کہ جب عبادت سے رنج وملال
حاصل ہووے تو اوسمین زیادتی نکرے لیکن کبھین عبادت کم ہوتے ہوتے سب ہی نچھوٹ جائے خصوص
بڑھاپے مین اسلئے نفس وشیطان کے وسوسے سے بچنا بھی ضرور ہے چنانچہ صالحین کی ایک جماعت
ایسی تھی کہ وہ ساری رات قیام کرتی تھی۔ اور قوت القلوب مین چالیس تابعین سے نقل کیگئی
ہے کہ وہ صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھتے تھے۔ اونکا نام ونسب بھی شیخ ابو طالب مکی نے اوسی
کتاب مین بتلایا ہے اب اس آیت مین بعد حکم تہجد مقام محمود کا وعدہ فرمایا ہے اے طالبانِ شفاعت و وابستگان
شہنشاہِ رسالت یہہ خوش ہونیکا مقام ہے کہ مقامِ محمود ہمارے نبی کیلئے ہے جو شفیعِ انام ہے یعنی

---

[1] امام احمد روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد وتر کے دو رکعت نماز بیٹھہ کے ادا فرماتے اور اوسمین
اذا زلزلت اور کافرون قرائت فرماتے امام مالک سے ان دونون رکعتون کا انکار ثابت ہے علامہ نووی
شرح مہذب مین بھی منکر ہین۔ امام احمد فرماتے ہین نہ انکار می کنیم نہ انکار می کنیم۔ اور سچ پوچھو تو حضرت کا ان دو رکعت کا
کبھی کبھی بیٹھہ کے ادا فرمانا اشارہ ہے طرف جواز نماز کے جو بعد وتر کے ہو اور جواز نفل طرفہ جو بیٹھہ کر ہو اور غلطی پر ہین
وہ لوگ جو اسکو وتر کے بعد کی سنتین سمجھتے ہین (مواہب مع شرح) فقیر کہتا ہے کہ تشفیع الوتر بھی اوسکا نام رکھنا غلط ہے اور
وتر جو محبوب خدا ہے اوسکو جفت کرنا کیا معنے ہان قوت القلوب مین اسقدر دیکھنے مین آیا کہ وتر کے بعد دو رکعت بیٹھہ کے پڑھے
تا وہ وتر کو شفع کر دین کیونکہ بیٹھہ کے دو رکعت ایک رکعت کے ثواب مین ہو جاتی ہین پھر تہجد پڑھیگا اب دوبارہ وتر پڑھے تا ختم وتر پر ہو
لیکن حنفی مذہب مین ایک رات مین دو وتر جائز نہین تو تشفیع الوتر کیسے جائز ہوگا۔ صرف تہجد پڑھ لے ۱۲

جب آپ اوس مقام پر جلوہ گر ہونگے۔ تو آپ اللہ کے حامد اور آپ کی حمد و ثنا میں مصروف
تمام اھل محشر ہونگے۔ مفسروں[۱] نے اتفاق کیا کہ یہہ مقام مقام شفاعت ہے۔ اور حدیثوں سے بھی
بھی ثابت ہے چنانچہ بخاری[۲] وغیرہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے مقام محمود کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ شفاعت ہے۔ اور ابو[۳] ھریرہ سے
روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قول عسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا
سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ھُوَ الْمَقَامُ الَّذِیْ اَشْفَعُ فِیْهِ لِاُمَّتِیْ یعنی یہہ وہ مقام ہے
جسمیں میں اپنی امت کیلئے شفاعت کرونگا۔ اسی قسم کی اور بہت سی صحیح احادیث و آثار ہیں جس سے
مقام محمود مقام شفاعت ہی ثابت ہوتا ہے اور مقدمۂ شفاعت یہہ ہوگا کہ آپ عرش حق پر
بٹھلائے جائینگے عَنْ[۴] ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ قَالَ یُقْعِدُ اللّٰهُ تَعَالٰی مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ

---

[۱] واحدی نے کہا کہ مفسروں نے اتفاق کیا کہ مقام محمود مقام شفاعت ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آیت کی تفسیر فرمائی کہ یہ وہی مقام ہے کہ میں جس جا میری امت کی شفاعت کرونگا۔ علامہ فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ لفظ آیت سے معنی شفاعت نکلتے ہیں کیونکہ آدمی محمود اوسی وقت ہوگا کہ جب کوئی اوسکی حمد کرے اور حمد انعام ہی پر ہوتی ہے تو اس مقام محمود میں حضرت کا تشریف لا کر لوگوں پر انعام واحسان کرنا ضرور ہوا تاکہ اوس انعام واکرام سے لوگ آپکی حمد کریں اور عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا اس بات پر دال ہے کہ زمانہ آیندہ میں اوس مقام پر آپکی بے نہایت حمد ہوگی جو درجۂ کمال پر ہوا اور یہ بھی معلوم ہے کہ آدمی کی حمد و تعریف جو عذاب تکلیف دور کروانے میں ہوگی وہ زیادت ثواب میں سعی کرنیوالے سے بڑھی ہوئی ہوگی۔ کیونکہ انسان دفع درد و آلام میں بہت محتاج بہ نسبت حصول زیادتی منافع کے ہے جسکے تحصیل کی حاجت نہیں جب یہ ثابت ہوگیا تو لازم ہوا کہ اس آیت مذکورہ میں شفاعت دفع عذاب کے لئے ہوگی جیساکہ مذہب اہل حق ہے۔ اور احادیث صحیحہ بھی اسی معنی کو ثابت کرتی ہیں الخ [۲] ابو ھریرہ سے بھی اسیطرح مروی ہے جسکو امام احمد اور بیہقی روایت کرتے ہیں قاضی عیاض نے شفاء میں فرمایا کہ مذہب سلف یہی ہے صحابہ اور تابعین اور عامۂ مسلمین اسپر متفق ہیں کہ مقام محمود شفاعت ہے اور بہت سی آثار و احادیث نقل فرمائی ہیں من شاء فلیرجع الیه۔ [۳] اخرج الامام احمد والترمذی وحسنه وابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویه والبیهقی فی الدلائل [۴] رواہ الثعلبی اور یہ حدیث حکم میں مرفوع کے ہے کیونکہ اس میں رائے کو دخل نہیں اور ابن مسعودؓ

؛ اصل کتاب ہے لینے والی بھی نہیں ہیں (زرقانی)

وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلَى الْعَرْشِ وَعَنْ[1] مُجَاهِدٍ اَنَّهٗ قَالَ يُجْلِسُهٗ مَعَهٗ عَلَى الْعَرْشِ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھلاویگا یہہ معیت تشریفی ہے وہ مرتبۂ عظیم مراد ہے کہ جو کسی مخلوق کو نہ حاصل ہوگا اور معیت کا تو بہت ہی جا استعمال ہے چنانچہ حضرت موسیٰ نے بھی کہا تھا اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ - اور یہہ جلوسِ حق بلاکیف ہے جیسے ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھلانیسی کچھہ آپ مین صفتِ ربوبیت ثابت نہین ہوسکتی بلکہ جیسے بادشاہ اپنے بعضے مقربون کو اپنے تخت پر بیٹھنے کا حکم فرماتا ہے تو اس سے کچھہ اوسکو صفتِ شاہی ثابت نہین ہو جاتی اور نہ وہ صفتِ عبودیت سے نکل جاتا ہے بلکہ اس سے اوسکی رفعِ منزلت اور دوسرون پر اسکی فضیلت ثابت ہوتی ہے - وَعَنْ[2] اِبْنِ عَبَّاسٍ عِنْدَ اَبِي الشَّيْخِ قَالَ اِنَّ مُحَمَّدًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُجْلِسُ عَلٰى كُرْسِيِّ الرَّبِّ بَيْنَ يَدَيِ الرَّبِّ - علما کہتے ہین کہ یہہ عرش پر بٹھلانا علامت اذنِ شفاعت ہے حضرت قاضی عیاض اور علامہ نووی وغیرہما فرماتے ہین کہ شفاعت پانچ قسم پر ہوگی پہلی عرصاتِ قیامت

---

[1] اخرج ابن جریر (در) واخرج عنہ عبد بن حمید وغیرہ وغیرہ (زرقانی) شیخ الاسلام ابوالفضل عسقلانی نے لکھا کہ قول مجاہد از روئے عقل و نقل ثابت ہے اگر اوس قول کو اوسکے لائق حمل کرین یعنی معیت تشریف مراد لین - نقاش نے ابوداؤد خفاش سے نقل کی کہ انہون نے فرمایا کہ جو اس قول کا انکار کرے وہ متہم ہے یعنے اوسکو معرفت نہین ہے ثابت کو اپنی عقل ناقص سے رد کرتا ہے (مواہب اللدنیہ) ۱۲

[2] مواہب اللدنیہ اور شارح علامہ زرقانی نے فرمایا کہ دو صحابی اور ایک تابعی سے جب یہہ قول ثابت ہوگیا تو پھر اسکا انکار طالبِ علم بھی نہین کرسکتا ہے تو پھر عالم سے تو بہت ہی بعید ہے - ۱۲

مین جو لوگ کھڑی ہین اون سے تکلیف رنج دور کر کے اونکو جنت پہونچانیکے لئی۔ دوسری قوم کو بے حساب جنت مین داخل کرنیکے لئی دعا ہے، نووی نے کہا یہ دونون حضرت کے لئی خاص ہین) تیسری اوس قوم کیلئے جسکا حساب ہو کر مستحق عذاب ہو گئی تھے اور اب وہ معذب یعنی داخل نار نہون چوتھی اون گنہگارونکے لئی جو داخل نار ہو چکے ہون اور ابھی اونکے رہنے کی مدت باقی تھی۔ پانچوین جنت مین رفع درجات کے لئی۔ انتہی۔ پہلی شفاعت یعنی موقف کی تکلیف دور کرکے آرام دینے کیلئے جو ہوگی وہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین قیامت کے دن آدمیون کا سردار ہونگا اور تمکو معلوم ہی کہ اسکی یہ وجہ ہے کہ اللہ تعالی اگلون اور پچھلون کو ایک میدان مین جمع کریگا کہ دیکھنے والا اونکو دیکھ لیگا۔ اور پکارنیوالا اونکو آواز سنائے گا (یعنی سب زمین برابر ہوگی اور حجاب نہوگا) اور آفتاب قریب ہوگا اور آدمیونکو غم وکرب اتنا ہوگا کہ اوسکی برداشت نکر سکینگے اور بعضونکا پسینا اتنا ہوگا کہ نصف کان تک پہونچ جائیگا اوسوقت آدمی ایک دوسرے سے کہینگے کہ دیکھتے نہین تمھاری کیا نوبت ہوئی ہی کسی ایسے کو کیون نہین تجویز کرتے جو پروردگار سے سفارش کرے اوسوقت باہم کہینگے کہ چلو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جاکر کہینگے کہ آپ ابو البشر ہو خدا تعالی نے آپکو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور آپ مین اپنی روح پھونکی اور آپکے لئی فرشتونکو حکم کیا پھر اونہون نے آپکو سجدہ کیا اور آپکو اپنی جنت مین رکھا

لہ گو حضرت دنیا مین بھی سب کے سردار ہین لیکن اوسدن کوئی سیادت کا دعویدار نہوگا اسلئے اوس دن کو مقید فرمایا جیسے لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ بھی اوسی دن حکم خداوندی ہوگا۔ ۱۲

اب اپنے پروردگار سے ہماری شفاعت نہیں فرماتے۔ کیا ہماری حالت ملاحظہ نہیں فرماتے کہ ہماری
کیا نوبت پہونچی ہے حضرت آدم علیہ السلام اونکو جواب دینگے کہ آج میرا پروردگار ایسا[1] خفا ہوا ہے
کہ نہ کبھی پہلے ہوا تھا اور نہ بعد کو ہوگا اوسنے مجکو درخت سے منع کیا تھا میں نے[2] اوس کا
خلاف کیا نفسی نفسی یعنی اپنی ہی جان کی پڑی ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ نوح علیہ السلام
کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئینگے اور عرض کرینگے ای نوح آپ زمین کے باشندونکے
پاس اول رسول[3] ہوکر آئے اور اللہ تعالی نے آپکو بندۂ شکر گذار فرمایا۔ کیا آپ ہماری حالت ملاحظہ نہیں
فرماتے ہماری کیا نوبت ہوی اسکو غور نہیں فرماتے کیوں ہمارے پروردگار کے پاس ہماری سفارش نہیں
فرماتے وہ جواب دینگے کہ آج خدا تعالی ایسا غضب میں ہے کہ پہلے نہ کبھی ایسا ہوا نہ آگے کو کبھی ہو
اور میں اپنی قوم پر ایک بد دعا کر چکا ہوں میں اپنی ہی جان کی بچاؤ میں ہوں تم میرے سوا کسی
دوسرے کے پاس جاؤ حضرت ابراہیم کے پاس جاؤ وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئینگے

---

[1] کرمانی نے کہا کہ غضب سے مراد اوسکا لازم یعنے ارادۂ ایصال عذاب ہے۔ ۱۲ [2] اللہ تعالی نے اپنے علم ذاتی میں یہہ بات مقرر فرمادی تھی کہ ایک قوم کو سعادت اور ایک کو شقاوت حاصل ہو پھر ان دونوں کی ابتدا بھی کسی سے ہو تو آدم نے در سعادت کو سطرح کہولا باوجود یہہ سمجھنے کے کہ جو کچھہ مجھسے ہو وہ قضا و قدر میں لکھا تہا لیکن گنہہ کو اپنی طرف منسوب فرمایا اور توبہ کی تا اپنی اولاد بھی جب اون سے گنہہ ہو جاے یہی روش اختیار کرے۔ اور ابلیس نے در شقاوت کہولا اور گنہہ پر اڑا رہا اور خداے تعالی پر اعتراض کیا اور آدم علیہ السلام کی یہہ خطا صورۃً تھی مگر معنیً طاعت تھی کیونکہ وہاں تکلیف تھی اور نہ ترقی اعمال اور یہاں آنے سے ہر طرح کی ترقی درجات ہوئی اس لیے کہ تمام بنی آدم کی نیکیاں آپکے اعمال نامہ میں ہونگی اور اون کے گنہہ کا بار آپ پر نہوگا۔ اور انبیا ہر وقت مراتب اعلی کی جانب منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ شیخ ابو مدین تلمسانی فرماتے ہیں کہ اگر آدم علیہ السلام کو اپنی انجام کار میں یہہ خوبیاں معلوم ہوتیں تو کل جہاڑ کہا لیتے۔ [3] رسالت آدم اپنی اولاد کی طرف تھی اور وہ موحد تھے آپ اونکو شرعیت سکہلاتے تھے جیسا کہ اولاد کو تربیت کرتے ہیں اور حضرت نوح کی رسالت کفار کی جانب تھی آپ اونکو توحید کی طرف بلاتے تھے (مواہب) ۱۲

اور عرض کرینگے کہ آپ اللہ کے پیغمبر اور زمین والونمین سے اوسکے خلیل ہو اب اپنے پروردگار سے
ہماری شفاعت کیجیے دیکھتے ہو کہ ہم کس حال مین ہین حضرت ابراھیم جواب دینگے کہ میرا پروردگا
آج ایسا غصہ ہو اکہ پہلے کبھی نہین ہوا تھا نہ آیندہ کو ہو گا اور مینے تین بار[1] جھوٹ کہا تھا اور
اونکا آپ ذکر فرمایئنگے۔ مجھے اپنی ہی پڑی ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ موسیٰ علیہ السلام کے
پاس جاؤ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر عرض کرینگے کہ آپ رسول خدا ہین آپ کو
اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور کلام سے لوگون پر زیادتی دی۔ اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کیجیے
دیکھیے ہمارا کیا حال ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جواب دینگے کہ میرا پروردگار آج ایسا غضبناک ہے
کہ نہ پہلے ہوا نہ بعد ایسا ہو۔ اور مینے[2] ایک شخص کو مار ڈالا تھا جسکے مار ڈالنے کا مجکو حکم نہ تھا
مجھے اپنی ہی فکر ہے کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ لوگ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کے پاس آکر عرض کرینگے کہ آپ اللہ کے رسول اور اوسکے کلام ہین کہ مریم کی طرف
ڈالدیا اور اللہ تعالیٰ کی روح ہین اور آپنے لوگون سے گود مین کلام کیا۔ اپنے پروردگار سے
سفارش کیجیے اور دیکھیے ہماری کیا حالت ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دینگے کہ میرا پروردگا

[1] حقیقت مین یہہ جھوٹ نہ تھی نہ کذب صریح بلکہ بطور تعریض تھی اور تعریض وہ ہے کہ ایسا لفظ محتمل المعنی کہنا جس سے سامع خلاف مرادِ متکلم سمجھے۔ لیکن آپ بہ سبب ہول مقام کے اوس سے بھی خوف فرماتے تھے۔ ۱۲ [2] انبیا کی یہہ عادت ہے کہ اپنی ایک ذراسی جائز بات کو بھی بڑی سمجھتے تھے یعنے کافر حربی جو مسلمان سبطی پر ظلم کر رہا تھا اوس کے بچانے کے لئے یہہ فعل صادر ہوا۔ نہ عمداً بلکہ خطا سے۔ ۱۲

آج ایسی غصہ مین ہے کہ پہلی ایسا ہوا نہ آگے کو ایسا ہو اور کوئی خطا اپنی ذکر نہین[1] فرمائی مین
اپنی ہی فکر مین ہون تم اور کسی پاس جاؤ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ پس لوگ میرے
پاس آئینگے اور عرض کرینگے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ رسول خدا اور خاتم انبیا ہین اور
اللہ تعالی نے آپکے اگلے پچھلے سب گناہ[2] معاف فرمائے ہمارے حال زار کو ملاحظہ فرمائے اور آپ اپنے رب سے
ہماری شفاعت فرمائیے مین کہونگا اَنَا لَهَا اَنَا لَهَا یعنی مین ہی اس کام کیلئے ہون اور یہ میرا ہی
کام ہے پس میرے پروردگار سے اجازت طلب کرونگا جب مین اوسکو دیکھونگا تو سجدہ مین
گر پڑونگا اور اللہ تعالی مجھے ایسی حمد کیلئے الہام فرمائیگا کہ جو کسیکو میرے پہلے عنایت نہین فرمایا
تھا۔ پس وہی[3] حمد وثنا ادا کرونگا۔ پھر کہا جائیگا یَا مُحَمَّدُ صلی اللہ علیہ وسلم اِرْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهٗ[4]
وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سر اوٹھاؤ مانگو جو تم مانگوگے ملیگا اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت
قبول ہوگی۔ پس مین اپنا سر اوٹھاؤنگا اور عرض کرونگا اُمَّتِیْ[5] یَا رَبِّ اُمَّتِیْ یَا رَبِّ

---

[1] امام احمد اور نسائی نے روایت کی کہ حضرت عیسی یہ عذر کرینگے کہ مین اے خدا کے الہ بنایا گیا تھا آج میری بخشش ہو تو بس ہے۔۱۲
[2] حافظ ابن حجر فتح الباری مین لکھتے ہین کہ گناہ معاف ہونیکے یہ معنی ہین کہ اللہ تعالی نے خبر دی ہے کہ اگر بفرض محال آپ سے کچھ ہو بھی جا تو ہم مواخذہ نہ فرمائینگے الخ [3] بعض روایت مین قبل سجود اور بعد سجود بھی حمد کرنیکا بیان ہے اوسکی تطبیق یون ہے کہ تینون وقت حسب موقع ہو۔۱۲ [4] یہ ہاے سکتہ ہی یا احتمال ہے کہ وہ ضمیر ہو یعنے سَلْ مَا شِئْتَ تُعْطَ سُؤْلَكَ (زرقانی)
[5] یا تو یہ بلحاظ اشرفیت آپنے اپنی امت کو یاد فرمایا اور بطور تغلیب سب شریک ہین۔ یا یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیا ہین تو سب خلقت آپکی ہی امت ہے خصوص روز قیامت مین کہ سب آپ پاس ہی جمع ہوے ہین اور آپ سے ہی طالب ہین اور آپ ہی کو اپنا مرجع وملاذ بنایا ہے اور امتی کی تکرار تاکید کے لئے ہے یا یہ کہ لفظ امتی اول سے حقیقی امت مراد ہے اور دوسرے مین تمام جہان جو مجازاً آپ ہی کی امت ہے۔ قرطبی فرماتے ہین کہ یہ شفاعت تعجیل حساب اہل موقف کے لئے ہوئی کیونکہ جب آپکی امت مرحومہ مین سے جو لوگ بیحساب ہین اونکو جنت مین داخل کرنیکا حکم ہوا تو اب جو مستحق حساب ہین اونکا حساب شروع ہو جائیگا خواہ آپکی امت ہون خواہ دوسرے کی۔۱۲

یعنی یا الٰہی میری امت کو بخشدے حکم ہوگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں سے جن لوگوں پر حساب نہیں اونکو جنت کے دروازوں میں سے باب ایمن سے اندر پہونچادو اور باقی دروازوں میں تمہاری امت کے لوگ اور لوگوں کے شریک ہیں الخ[1] یہہ گذشتہ پوری حدیث صحیح بخاری و مسلم میں ہے[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کھڑا ہوا میری امت کا انتظار کررہا ہوں کہ صراط پر سے گذرے یکایک میرے پاس عیسیٰ علیہ السلام آگئے اور یوں عرض کرنے لگے هٰذِهِ الْاَنْبِيَاءُ قَدْ جَاءَتْكَ يَا مُحَمَّدُ صلی اللہ علیہ وسلم يَسْأَلُوْنَ یعنی یہہ انبیا علیہم السلام آپ پاس حاضر ہوکر معروضہ کرتے ہیں آپنے فرمایا اِنْتَظِرْ حَتّٰى اَرْجِعَ اِلَيْكَ یعنی تم انتظار کرو میں پلٹ کر آتا ہوں پھر عرش کے نیچے آپ جائیں گے اور وہ مقام آپکو ملیگا جو کسی برگزیدہ فرشتے کو نہ نبی مرسل کو ملا ہی الخ ملخصاً[3] رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دعا کی اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِيْ وَاَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ اِلَيَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتّٰى اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مختصراً یا اللہ میری امت کو بخش یا اللہ میری امت کو بخش اور تیسری دعا کو اوس دن کے لئے اٹھا رکھا ہوں جسدن تمام خلق میری طرف متوجہ ہوگی حتی ابراہیم علیہ السلام

---

[1] یہہ حدیث متعدد کتب میں متعدد صحابہ سے مطول و مختصر مذکور ہے حضرت انس سے امام احمد و شیخان و ترمذی و بیہقی حضرت ابوہریرہ سے شیخان۔ حضرت ابن عباس سے امام احمد و ابویعلی حضرت ابوسعید خدری سے ترمذی اور حسن کہا۔ حضرت ابن عمر سے بخاری دو طریق سے حضرت حذیفہ سے مسلم و حاکم و بیہقی وغیرہم اور حضرت کعب بن مالک سے مسلم وغیرہ اور بہت سے طریق ہیں من شاء فلیرجع الی کتب الحدیث والسیر ۔۱۲ [2] امام احمد (ابن کثیر) [3] صحیح مسلم (کتاب فضائل القرآن مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ آدم علیہ السلام سی مدد طلب کرینگے پھر موسیٰ علیہ السلام سی پھر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سی۔ پھر آپ اس بات کی شفاعت فرمائینگے کہ درمیان مخلوق کے فیصلہ کیا جاے۔ یہہ دھی دن ھے کہ آپ مقامِ محمود سی سرفراز ہونگے اور تمام اھلِ محشر آپکی حمد کرینگے یہہ حدیث بخاری کی کتاب زکوٰۃ مین ھے اوسکا یہ لفظ ھے اِسْتَغَاثُوْا بِاٰدَمَ الخ ملخصاً امامِ ربانی حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی تکمیل الایمان مین فرماتے ہین باجملہ آن روز روزِ محمد ست صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجاے جائی اوست و مقام مقامِ او وسخن سخنِ اوست وھمان او ودیگران طفیلی اند ودر قرآنِ مجید خطاب میرود وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ترا ای محبِ من و ای محبوبِ من و ای مطلوبِ من ای بندۂ خاصِ من چندان نعمت دھم ورحمت کنم کہ راضی شوی از من تا ہیچ آرزو در دل تو نماند

ﻟﮧ فریاد واستغاثہ انبیا واولیاء سے جائز ھے اگر اَغِثْنِيْ يَا اَللّٰهُ کہے تو یہ حقیقی استغاثہ ھے اور جو اَغِثْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کہے تو مجازی استغاثہ ھے جو روزِ قیامت بھی ہوگی منکرین شفاعت چنانچہ مولوی اسمٰعیل دہلوی تقویۃ الایمان صفحہ ۳۳ مین لکھا کہ جسکو وہ چاھی ہمارا شفیع کردی اور صفحہ ۳۵ مین ھے کہ جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کو پکارتا ھے کہ وہ اوسکو اللہ سی نزدیک کر دیوے سو وہ یا اندھا ھی یا دیوانہ۔ اور صفحہ ۹ مین ھے کہ ہمارا خالق جب اللہ ھی تو اور کسی سی ہمکو کیا کام الخ جب قیامت مین سب وسائل منقطع ہو جائینگے تو وہان سب لوگ وسیلہ ڈھونڈھینگے۔ استغاثہ کرینگے انبیا علیہ السلام تک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور آئینگے اور آپکو شفیع بنائینگے کیا اس اندھی کو یہ حدیث نہین سوجھین۔ وہ مرتبہ رفیع وہ منصب عالی جو اللہ نے آپکو سرفراز فرمایا ھی اوسمین شک کرنا اور لکھنا کہ جسکو وہ چاھی ہمارا شفیع کردے یہ سراسر بیدینی اور بغض مصطفوی ھے اللہ کے خلیل حضرت ابراھیم علیہ السلام جب اوس سرکار مین رجوع کرینگے لیکن اسمٰعیل دہلوی اور اوسکی ذریت اوس سرکار مقدس سے کام نرکھین۔ ہان جسکو خدا تعالیٰ مقرب بنادی اور سبکا مرجع ٹھیرائے پھر جو ادھر رجوع نکرے تو وہ دونون جہان کا مردود ابلیس کا پیرو ھی جس نے اللہ کی عبادت پر بھول آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا کیسی سزا پایا ملعون ابدی ہوا وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ آپکی شان مین نازل۔ جو آپ سے منھ پھیرلے اوسکو غضب خدا شامل ھے

محمد عربی کآبروے ہر دو سرا است کسے کہ خاکِ درش نیست خاک بر سر او

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ کس رضای من می طلبند و من رضای تو می خواہم۔ کلام قدسی کُلُّهُمْ يَطْلُبُوْنَ رِضَائِيْ وَاَنَا اَطْلُبُ رِضَاكَ پس سید عالم سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم گفت۱ من راضی نشوم تا یک یک امت من بلا رہی حق جہان عزیز است طفیلی ہر عزیز خواہد بود۔ تو ہست می باش بلکہ ازان می شو خود را بوی سپار تا ہمہ مشکل تو آسان شود۔ و مشکل تا آنجاست کہ این نسبت درست نشدہ ہست بعد ازوی ہیچ مشکل نیست کہ

---

۱ حضرت شاہ صاحب نے جو یہہ لکھا کہ مین راضی نہونگا جبتک میرا ایک ایک امتی نہ بخشا جاے۔ یہہ اوس حدیث کا ترجمہ ہے جسکو دیلمی نے فردوس مین حضرت علی سے روایت کی ہے کہ جب وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى آیت اتری تو آپ نے فرمایا اذن لا ارضی و واحد من امتی فی النار اور ابو نعیم نے حلیہ مین حضرت علی سے موقوفا تخریج کی جو حکم مین مرفوع کے ہے کیونکہ رای کو دخل نہین آپنے اوسی آیت کی تحت مین فرمایا لیس فی القرآن ارجی منھا ولا یرضی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یدخل احد من امتہ النار چونکہ ابن تیمیہ کے تابع ہوکر صاحب مواہب سے بھی کچھہ سوء ادب اور جرأت ہوئی ہے۔ لہذا اس حدیث کی توجیہ ضرور ہے۔ اور کوئی بُعد نہین کہ عذاب عاصیان امت مرحومہ غیر مرضی خدا ہو جس سے رسول خدا بھی راضی نہونگے۔ کیونکہ حضرت کی رضا موافق رضاء رب ہوگی۔ اور مقتضی پر راضی ہونا کبھی مذموم بھی ہوتا ہے۔ چونکہ خدا کی رضا اونکے دخول نار کے لئے نہین اس لئے آپ بھی راضی نہونگے۔ اور حضرت سے وعدہ ہوا ہے تو اللہ تعالی آخرت مین اونکو جنت مین داخل فرمائیگا۔ اور رضا اللہ کے فعل پر بہ لحاظ فعل مولی حکیم کے ضروری ہے نہ ذات فعل کے لحاظ سے۔ اور حدیث مین جو رضا کی نفی ہے یہی دوسری ہے یعنی حضرت راضی نہونگے کہ کوئی بھی اونکا امتی داخل نار ہو یہہ بلحاظ اس ذات فعل کے نہ بحیثیت اس بات کے کہ وہ مراد خدا ہے یا رضا مجاز از ترک طلب ہے۔ یعنی مین طلب عفو نہ ترک کرونگا جب تک کہ ایک امتی بھی میرا دوزخ مین رہے۔ اور اس سے عدم رضا حقیقی طور پر لازم نہین آتی۔ کیونکہ بہت سی باتین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لئے طلب فرماتے اور حالانکہ آپ ہمیشہ مقام رضا مین تھے۔ اور جب رضا کا وعدہ ہوا ہے تو جنت مین امت کا داخل ہونا بھی ضروری ہوا فافھمہ فانہ دقیق بعضون نے کہا مراد نفی رضا دخول سے بروجہ خلود کے ہے یا ایسا دخول مراد ہے کہ جس سے اونپر عذاب شدید ہو بلکہ خفیف ہو۔ اونکے منہ کالے ہونا انکہین نیلی ہونا جیسا کہ حدیثون مین آیا ہے (نسیم الریاض شرح شفا و زرقانی ۱۲)

بھی شفاعتِ عظمیٰ ہو کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام تک آپکی طرف متوجہ رہینگے اور بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا فَخْرَ وَبِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَبِیٍّ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِیْ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَلَا فَخْرَ یعنی میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور کچھ فخر نہیں میری ہاتھ میں حمد کا علم ہوگا اور کچھ فخر نہیں اور آدم اور اونکے سوا سب اوسکے نیچے ہونگے۔ اور میں اول اون لوگوں کا ہوں جو زمین شق ہوکر نکلینگے اور کچھ فخر نہیں اور میں پہلے سفارش کرونگا اور کچھ فخر نہیں اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تمام انبیا آپکی جھنڈے کے نیچے ہونگے کیونکہ آپ نبی الانبیا ہیں۔ اور بھی فرمایا اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا اِذَا بُعِثُوْا وَاَنَا قَائِدُهُمْ اِذَا وَفَدُوْا وَاَنَا خَطِیْبُهُمْ اِذَا اَنْصَتُوْا وَاَنَا مُسْتَشْفِعُهُمْ اِذَا حُبِسُوْا وَاَنَا مُبَشِّرُهُمْ اِذَا اَیِسُوْا اَلْکَرَامَةُ وَالْمَفَاتِیْحُ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ وَلِوَاءُ الْحَمْدِ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ وَاَنَا اَکْرَمُ وُلْدِ آدَمَ عَلٰی رَبِّیْ الخ یعنی میں لوگوں سے پہلے نکلنے والا ہوں جب وہ اوٹھائے جائینگے اور میں اونکا پیشرو ہوں جب وہ آئینگے اور میں اونکا خطیب ہوں جب وہ دیکھنے اوسکی طرف سے بات کرنیوالا ہوں) جب وہ چپ رہینگے میں شفاعت کرنیوالا ہوں جب وہ روکے جائینگے (جنت بار رہینگے) اور میں اونکو خوشخبری دینیوالا ہوں جب وہ ناامید

له ترمذی نے روایت کی اور حسن صحیح کہا اور امام احمد اور ابن ماجہ اور حاکم اور تصحیح بھی کی (زرقانی) ۱۲

له شیخ محی الدین عربی نے فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت میں سب سے پہلے شفاعت کرنیوالا ہوں فرماکر دوسرے کے پاس جانیکی ضرورت باقی نرکھی لہذا جسکو یہہ حدیث یاد رہیگا وہ آرام سے کہ ... رہینگے یہانتک کہ حضرت کی نوبت آئیگی (مواقع النجوم شیخ محی الدین عربی)

ہونگے اور اوس دن بزرگی اور نوازش میری اختیار میں اور کنجیاں بھی میری قبضہ میں رہینگی
اور اوس دن لواء حمد بھی میرے ہاتھ میں ہوگا اور میرے پروردگار کے پاس اولاد آدم سے میں ہی
بزرگ زیادہ ہوں **دوسری شفاعت** قوم کو بےحساب جنت میں داخل کرنا اور اوسکی دلیل
وہ ہے جو حضرت نے ستر ہزار سے زیادہ جنت میں داخل ہونیکے لئے دعا کی تو آپکی دعا قبول ہوئی چنانچہ
امام احمد و بیہقی سند جید سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے میرے پروردگار سے
عرض کی تو ستر ہزار میری امت سے جنت میں داخل کرنیکا وعدہ فرمایا جنکی صورتیں چودھویں
رات کے چاند کی جیسی ہونگی پھر میں نے میرے پروردگار سے زیادتی طلب کی تو ہر ہزار کے ساتھ
ستر ہزار کی زیادتی فرمائی اور ترمذی وغیرہ میں ہے کہ مجھے میرے پروردگار نے وعدہ کیا کہ میری امت سے
ستر ہزار کو داخل کریگا جنپر نہ حساب ہوگا نہ عذاب اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور تین لپ[۱]
میرے رب کے لپوں سے اور ایک[۲] روایت میں ہے کہ ستر ہزار اور ہر ایک شخص کے ساتھ ستر ہزار - اور بعضوں نے
کہا کہ حدیث سابق جو شفاعت میں گذری اوسمیں حضرت کا امتی امتی عرض کرنا جواب میں ارشاد
ہونا اَدْخِلِ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ سے بھی اس شفاعت کا ثبوت ہوتا ہے
تیسری شفاعت اون لوگوں میں کہ بعد حساب مستحق عذاب ہوں لیکن حضرت کی شفاعت سے
داخل نار نہوں[۳] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیا کیلئے سونیکے منبر رکھے جائینگے جنپر وہ

---

۱ حدیث میں اسطرح آیا ہے حثیات میرے رب کے حثیات سے یہ لفظ متشابہ ہے جمع حثیۃ کی ہے مجمع البحار میں لکھا کہ کنایہ ہے کثرت سے ہے
۲ امام احمد طبرانی اور بیہقی بسند ضعیف ۳ طبرانی و ابن ابی الدنیا و بیہقی اور تصحیح بھی کی ۱۲

بیٹھینگے اور میرا منبر باقی رہجائیگا جسپر مین نہ بیٹھونگا۔ اور مین اس خوف سی پروردگار کے سامنے کھڑا رہونگا کہ کہین مجھے اللہ تعالی جنت مین نہ داخل کردی اور میری امت میرے پیچھے باقی رہجائے۔ پھر عرض کرونگا یا رب اُمَّتِی اُمَّتِی تو اوس تبارک تعالی کا ارشاد ہوگا کہ تمھاری امت کے ساتھہ مین کیا معاملہ کرون عرض کرونگا کہ پروردگار انکا حساب جلد ہی سی ہوی پس حساب لئے جائینگے بعضے اونمین سے اوسکی رحمت سے جنت مین داخل ہوجائینگے۔ اور بعضے میری شفاعت سی داخل ہونگی پھر شفاعت کرتا ہی ہونگا یہانتک کہ مجھے برات نامے اون لوگونکے دئے جاینگے جو دوزخ کی طرف بھیجے گئے تھے اوسوقت مالک داروغۂ دوزخ عرض کرنے لگیگا یا مُحَمَّدُ مَا تَرَکْتَ لِغَضَبِ رَبِّكَ فِی اُمَّتِكَ مِنْ بَقِیَّۃٍ یعنی آپنے اپنی امت مین کچہہ بھی غضب پروردگار کا باقی نرکھا۔ اور یہہ حدیث[1] بھی دلیل ہوسکتی ہی جو صحیح مسلم مین کورہی وَنَبِیُّکُمْ عَلَی الصِّرَاطِ یَقُوْلُ رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ یعنی تمہارا نبی پل پر کھڑا ہوگا اور کہتا ہوگا کہ الٰہی بچادے بچادے۔ مختصرا چوتھی شفاعت گنہگارون کو دوزخ سی نکالنے مین چنانچہ حدیث[2] مین آیا کہ ایک قوم دوزخ سی بسبب شفاعتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکلیگی اور اونکا نام جہنمیین رکھا جائیگا۔ اور آخر حدیث[3] مین حضرت انس سے ہی کہ جب مین پروردگار کو دیکھونگا سجدہ مین گرجاؤنگا جبتک اوسی منظور ہوگا مجھے سجدہ مین رکھیگا پھر فرمائیگا اِرْفَعْ مُحَمَّدُ صلی اللہ علیہ وسلم وَقُلْ

---

[1] بعد مستحق عذاب ہونیکی اونپر عذاب ہونیکے لئی دعا فرما رہی ہین یعنے یا اللہ انکو دوزخ مین گرنے سے بچالے [2] روی البخاری و ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ عن عمران ابن حصین مرفوعاً [3] متفق علیہ

تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ یعنی سر اوٹھا وای محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جو کچھ کہو سنا جاتا ھی اور جسکی چاہو شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کیجاتی ھی اور جو چاہو طلب کرو دئے جاتے ہو پھر سر کو اوٹھاونگا اور اپنے پروردگار کی ایسی حمد وثنا کرونگا جو وہ مجکو سکھلائیگا پھر مین شفاعت کرونگا تو میرے لئے ایک حد ٹھرائیگا (یعنی گنہگارون کی ایک خاص جماعت جیسے بے نمازیون کی شفاعت کا حکم ہوگا) تو مین نکلونگا (مقامِ دعا) اور آگ سے اونکو نکالکر جنت مین داخل کرونگا۔ پھر دوبارہ اور سہ بارہ بھی پہلی دفعہ کی طرح شفاعت فرماینگے یہانتک کہ آگ مین وہی شخص باقی رھیگا جسکو قرآن نے روکا ھی یعنے جسپر ہمیشہ دوزخ واجب ھے (کفار) پھر آپنے یہ آیت تلاوت فرمائی عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا اور فرمایا وَهٰذَا الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِیْ وَعَدَهٗ نَبِیَّكُمْ یعنی یہہ وھی مقامِ محمود ھی جسکا خدانے تمہارے نبی سے وعدہ فرمایا ھی اور عام شفاعت کی تو بہت سی حدیثین ہین چند یہان لکھی جاتی ہین چنانچہ رسول[1] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین بیشک امید کرتا ہون کہ قیامت کے دن شفاعت کرونگا موافق اوس چیز کے جو زمین پر ھی جہاڑ اور ڈھیلے سے اور بھی فرمایا[2] کہ خُیِّرْتُ بَیْنَ اَنْ یُّدْخَلَ نِصْفُ اُمَّتِیَ الْجَنَّةَ وَبَیْنَ الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ لِاَنَّهَا اَعَمُّ اَتَرَوْنَهَا لِلْمُتَّقِیْنَ وَلٰكِنَّهَا لِلْمُذْنِبِیْنَ الْخَطَّائِیْنَ یعنی میری نصف امت جنت مین

[1] امام احمد وبیہقی اور طبرانی اوسط مین (زرقانی)، [2] ابن ماجہ امام احمد وترمذی وابن حبان اپنی صحیح مین (کنز العمال)

بحساب وعذاب) داخل کرینگے اور شفاعت مین مجھے اختیار دیا گیا مین نے شفاعت کو اختیار کیا اسلیے کہ وہ عام ہوگی تم سمجھتے ہو کہ وہ شفاعت متقین کیلیے ہے نہین وہ گنہگارون اور بڑے خطاوارون کیلیے ہے اور ایک حدیث[1] مین ہے کہ شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ یعنی میری شفاعت جو میری امت سے بڑی گناہ کرنیوالے ہین اونکے لیے ہے۔ **پانچوین شفاعت** رفعِ درجات مین ہے اسکے تو معتزلہ بھی قائل ہین کوئی منکر نہین اور بعضی شفاعتین خاص بھی ہین جیسے روضۂ مبارک کی زیارت کرنیوالون کیلیے یا اوس شہر مبارک مین رہکر تکلیف اوٹھانیوالون کیلیے جیسا کہ فرمایا[2] لَا یَصْبِرُ عَلٰی لَاْوَاءِ الْمَدِیْنَةِ وَشِدَّتِهَا اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِیْ اِلَّا کُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یعنی کوئی مدینے کی محنت اور مشقت پر صبر نہین کرتا مگر یہہ کہ قیامت کے دن مین اوسکا شفیع ہونگا۔ اور اوسمین مرجانیوالون کیلیے جیسا کہ فرمایا[3] اَوَّلُ مَنْ اَشْفَعُ لَهٗ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ ثُمَّ اَهْلُ مَکَّةَ ثُمَّ اَهْلُ الطَّائِفِ یعنی مین پہلے مدینے والونکی شفاعت کرونگا پھر مکے والونکی پھر طایف والونکی۔ اور جو موذن کی[4] طرح کہکر بعدِ اذان یہہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ الخ تو اوسکے لیے بھی شفاعت ثابت ہوگئی اور اوسکے لیے بھی جسکی نیکیان اور برائیان برابر ہون جیسے اصحابِ اعراف[5] جو بہ سببِ شفاعتِ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنت مین داخل ہونگے اور کثرت سے درود شریف پڑھنے والونکے لیے بھی[6] اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ قَدْ

[1] ابوداؤد ترمذی [2] صحیح مسلم [3] البزار [4] ابن شاہین وغیرہما (زرقانی) [5] صحیح مسلم [6] طبرانی (مواہب)

حُسْنِہٖ وَجَمَالِہٖ چونکہ اِنذنون بہی بعضی بدمذھب منکرِ شفاعت ہو رہی ہین لہذا اونکی تنبیہ کیلیٔی معنیٔ شفاعت اور آیاتِ قرانی سی اوسکا ثبوت دیا جاتا ھی۔ شفاعت شفع سی مشتق ھی جسکے اصل معنی ایک چیز کا دوسری سی مل جانا ھی جب کوئی مجرم سی ملکے گناہونکی معافی کی درخواست خداوندِ عالم کی جناب مین کرتا ہی تو اِسلیٔی اوسکو بھی شفیع کہتی ہین محققین نے لکھا کہ جو شعاعین انوارِ رحمتِ الٰہی کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک پر تابان ہین اب وہ قلبِ شریف جس شخص کے محاذی و مقابل ہوا اوسکے نقصانات کو دور کرکے اپنی کمال سی اوسکی تکمیل فرمادی یہی مغفرت ذنوب ھے اور جو کامل تھا اوسکو اور کمال کو پہونچادی تو یہی رفعِ درجات ھے۔ جیسے آفتاب کی چمک پانی پر پڑتی ھے تو پانی کے مقابل جو دیوار رہتی ہی چمک اوٹھتی ہی شفاعت کا ثبوت قرآن سے پہلی آیت اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ یعنی اگر تو عذاب کری تو وہ تیری بندی ہین اور اگر تو اونکو معاف کری تو تو ھی زبردست حکمت والا ھی۔ یہہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمانا صاف دلالت کرتا ھی کہ طلبِ مغفرت مسلمانون کے لیٔی ھی نہ کافرون کے لیٔی۔ جب حضرت عیسیٰ کیلیٔی یہہ شفاعت ثابت ہوئی تو سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کیلیٔے تو ضرور ھی ثابت ہوگی **دوسری آیت** فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ یعنی جو شخص میری راہ پر چلا سو وہ میرا ھی اور جس نے میری نافرمانی کی سو تو بخشنے والا مہربان ھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہہ فرمانا

کہ جو میری نافرمانی کری پس بے شک تو غفور و رحیم ہی۔ اس مغفرت کا محمل بھی کافر نہین ہو سکتا کیونکہ وہ
بالاجماع لایق مغفرت نہین راس حدیث شان و نون آیتون کی دلالت اور بھی موکد ہو جاتی ہی جو بیہقی اور
مسلم مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہہ قول حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پڑھا فَمَنْ تَبِعَنِي
فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ اور قول حضرت عیسی علیہ السلام کو بھی پڑھا إِنْ
تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ الایہ پھر ہاتہہ اوٹہا کر فرمایا أُمَّتِي أُمَّتِي پھر آپ روی اللہ عزوجل نے
جبریل علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ کیون روتے ہو چنانچہ
حضرت جبریل علیہ السلام نے خدمت مین حاضر ہوکے پوچھا کہ خدای تعالی سبب گریہ پوچھتا آپ نے فرمایا کہ غم امت کے
باعث روتا ہون۔ حالانکہ یہہ سبب خدای تعالی کو معلوم تہا جب حضرت جبریل نے جاکر عرض کی تو حکم ہوا کہ
جاؤ اور اونسی کہو کہ إِنَّا سَنُرْضِيكَ فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوءُكَ یعنی ہم تمکو تمہاری امت مین راضی
کردینگی ناخوش کرینگے **تیسری آیت** لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَٰنِ
عَهْدًا یعنی نہین اختیار رکہتی لوگ شفاعت کا مگر جس نے کہ رحمن سے اقرار لیلیا **چوتھی آیت** وَلَوْ
أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ
تَوَّابًا رَّحِيمًا اور اگر جب وہ ای نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے پاس آئین پس اللہ سی مغفرت چاہین
اور آپ بھی اونکیلیے اللہ سی بخشش طلب کرین تو البتہ اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا اور مہربان پائینگے اس آیت سے
صاف ثابت ہی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گنہگار ظالمون کی لیے بخشش چاہینگے اللہ تعالے بخش دیگا

له اس آیت کی تفسیر بیچ مقام اوسکے ان شاء اللہ تعالی آویگی

اور یہہ بھی ثابت ہے کہ شفاعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ کبائر کے حق مین دنیا مین ہی مقبول ہے تو آخرت مین ضرور ہی
قبول ہوگی اور اسیطرح آیت وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ مین کہ اللہ تعالیٰ کا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مسلمانونکی طرف سے طلبِ مغفرت کا حکم فرمانا دلیل اثبات کی ہے کہ وہ
استغفار اونکے لئے نافع ہے اور سب مسلمانونمین اصحابِ کبائر بھی داخل مین تو اونکو بھی شامل ہے **پانچوین آیت**
فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ اسکی بھی اسلوبِ طرزِ کلام سے فی الجملہ شفاعت ثابت ہوتی ہے
ورنہ کافرون سے خاص نفیِ شفاعت کے ایسے وقت مین کیا معنے ہوتے کہ جب ارادہ ہے کہ اونکی حال کی بری تصویر
کہینچی جاوے اور اونکی پوری پوری ملامت کیجاوے کیونکہ اس مقام کا یہہ مقتضی ہے کہ اونکو خاص عیب لگایا جاوے
چھٹی آیت لَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ یعنی خدا کے پاس شفاعت نفع نہین کرتی مگر اوس
کیلئے کہ جسکے واسطے اذن ہوچکا۔ یہان اَذِنَ صیغہ ماضی ہے اور جن کیلئے شفاعت کا اذن ہوچکا ہے وہ مومنین ہین جیساکہ
احادیثِ سابقہ سے ثبوت ہوچکا۔ صحیح بخاری مسلم ونسائی مین ہے کہ أُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ یعنی مجھے شفاعت عطا
کیگئی صحیح مسلم مین ہے کہ أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ یعنی مین سب سے
پہلی جنت کا دروازہ ٹہوکونگا اور سب سے پہلی شفاعت کرونگا اور سب سے پہلی میری شفاعت قبول ہوگی مسندِ دارمی
مین ہے أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ خُرُوجًا إِذَا بُعِثُوا وَمُسْتَشْفِعُهُمْ إِذَا حُبِسُوا یعنی مین سب آدمیون سے
پہلے اوٹہونگا جبکہ وہ اوٹہینگے اور اونکی شفاعت کرونگا جبکہ وہ روکے جاوینگے ترمذی مین ہے کہ إِذَا
كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كُنْتُ إِمَامَ النَّبِيِّينَ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ وَلَا فَخْرَ یعنی مین قیامت کے دن انبیا کا

امام ہونگا اور اونکی شفاعت کرونگا کچھہ فخر کی بات نہین اور اسیطرح کی بہت سی صحیح روایتین مین کہ جن سے ماذون ہونا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت ہوتا ہے اور نجدیہ جو کہتے ہین کہ شفاعت بعد حکم بیانی اور بعد اذن ہوگی اور آیت مَن ذَا الَّذِی یَشفَعُ عِندَہٗ اِلَّا بِاِذنِہٖ اپنی دلیل گردانتے ہین پس شفاعت اونکے پاس یقینی نہین ہے خلاف عقیدہ اہل سنت و جماعت کے کہ شفاعت اونکی پاس حق ہے اور غلطی کا یہہ سبب ہے کہ وہ اذن[1] کے معنے حکم بیانی کے لیتے ہین اور بہت سی جا قران مین یہہ معنی صحیح نہین ہوتے جیسے فَهَزَمُوهُم بِاِذنِ اللّٰہِ۔ وَکَم مِن فِئَۃٍ قَلِیلَۃٍ غَلَبَت فِئَۃً کَثِیرَۃً بِاِذنِ اللّٰہِ تو یہان اذن کے معنے حکم بیانی صحیح نہین ہوتے کیونکہ لشکر کا غالب ہونا الہام یا وحی پر موقوف نہین ہے اور ایسا ہی وَمَا کَانَ لِنَفسٍ اَن تَمُوتَ اِلَّا بِاِذنِ اللّٰہِ کہ جبتک حکم مرنیکا بالہام و وحی نہین آتا کوئی نہین مرتا کہنا غلط ہے بلکہ اسکے یہہ معنی ہین کہ جو کچھہ ہوتا ہے ہمارے ارادہ سے ہوتا ہے اور بعضی احادیث مین جو طلب اذن شفاعت کا ذکر ہے وہ بطور ادب تجدید اذن ہے۔ ورنہ اجازت دنیا ہی مین ملچکی ہے جیسے بادشاہ نے اپنے مقرب کو کسی کام کی اجازت دے رکھی تھی لیکن وہ بروقت وقوع پھر اجازت طلب کرتا ہے تو بادشاہ پھر اوسی حکم کا اعادہ کر کے لوگون پر اوسکی عظمت ثابت کرتا ہے جس سے تمام مخلوق مین ماذون ہونا ثابت ہو جاتا ہے اور ساری مخلوق اوسکی دست نگر ہوتی ہے اور جو اوس جناب سے منھہ پھیرے تو وہ مردود بارگاہ شاہی ہوتا ہے ساتوین[2] آیت وَلَسَوفَ یُعطِیکَ رَبُّکَ فَتَرضٰی یعنی بہ تحقیق تمکو تمہارا رب ایسا دیگا کہ جس سے تم راضی ہو جاؤگے

[1] تفسیر عزیزی مین ہے اگر حقیقت شفاعت را بتعمق دریابیم مذہب اہل سنت مثل آفتاب روشن می شود زیرا کہ حقیقت شفاعت انست کہ کمال نفس کاملۂ انسانیہ انبساط پیدا کند و نفوس ناقصہ اتباع خود را در گیرد و نقصان آنہا در ضمن کمال و منجبر شود۔ پس ملا را این شفاعت بر دو چیز ہست۔ اول انبساط کمال نفس کاملہ کہ روز قیامت محض بعنایات بے غایت حق جل و علا موعود ہست نہ بتوسط عمل و کوشش و سعی و تلاش زیرا کہ مقتضائے عمل و کوشش تحصیل کمال خود ہست نہ احاطۂ آن کمال باتباع خود تا بوجہے کہ نقصانات آنہا را بپوشد و در رنگ کمال ظاہر کند۔ و این بسط و احاطہ وہبی راور شریعت تعبیر بہ اذن حکم فرمودہ اند دوم بودن نفس ناقصہ از اتباع اہل کمال کہ بدون ایمان و صحت عقاید محال ہست و این امر آخر را در شریعت باین عبارت تعبیر فرمودہ اند کہ کافر ومنافق را شفاعت نیست الخ ۔ آیات بہت سی ہین معتزلہ و نجدیہ کے جو دلائل ہین وہ جمیع اقسام شفاعت کی نفی کرتے ہین اور ہمارے دلائل شفاعت کاملہ کا اثبات کرتے ہین اور جب عام و خاص مین تعارض ہو تو خاص عام پر مقدم ہوتا ہے ہمارے دلائل بھی اون کے دلائل پر مقدم ہوے۔ اور پورے جوابات تفسیر کبیر پارہ آلم مین ملاحظہ ہوے ۔ ۱۲

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما[1] اسکی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ رِضَاهُ اَنْ تَدْخُلَ اُمَّتُهُ الْجَنَّةَ كُلُّهُمْ یعنی آنحضرت کی
اسمیں رضامندی ہے کہ تمام امت آپکی جنت میں داخل ہو جاے حضرت حسن[2] بصری سے آیت کی تفسیر کے متعلق سوال ہوا
تو آپنے فرمایا کہ وہ شفاعت ہی اور حرب[3] بن شریح نے حضرت امام محمد باقر علی جدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی کہ شفاعت
جسکا اہل عراق ذکر کرتے ہیں کیا یہ حق ہے تو فرمایا کہ اِیْ وَاللّٰهِ حَدَّثَنِیْ عَمِّیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِیَّةِ عَنْ عَلِیٍّ
رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَشْفَعُ لِاُمَّتِیْ حَتّٰی یُنَادِیْنِیْ رَبِّیْ
اَرَضِیْتَ یَا مُحَمَّدُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاَقُوْلُ نَعَمْ یَا رَبِّ رَضِیْتُ یعنی سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ میری امت کی میں شفاعت کرونگا یہانتک کہ میرا رب مجھسے مخاطب ہو کے فرمائیگا کہ کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
تم مجھسے راضی ہو تو عرض کرونگا ہاں یا رب میں خوش ہوا پھر حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ میری جانب متوجہ ہو کر فرمانے
لگے کہ اے عراق والو تم اس آیت کو بڑی امید کی آیت کہتے ہو یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ
رَّحْمَةِ اللّٰهِ میں نے عرض کی کہ ہاں ہم بھی یہی کہتے ہیں تو آپنے فرمایا کہ ہم اہل بیت آیت وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی کو
بڑی امید کی آیت کہتے ہیں اور وہی شفاعت[4] ہے جاننا چاہئے کہ باوجود ان آیات قرآنی اور احادیث شفاعت کے جو بلحاظ معنے متواتر ہیں بعضے
بدمذہبوں کا کہنا کہ جسکو چاہیگا ہمارا شفیع بنا دیگا تخصیص شفاعت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باطل کرنا ہے ورنہ شفاعت بھی اور قیامت
میں ہر جا ہو گی مشکوٰۃ میں روایت ترمذی ہے کہ حضرت انس نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میں نے عرض کی کہ آپ میری قیامت میں شفاعت
فرمانا فرمایا اَنَا فَاعِلٌ یعنی میں کرنیوالا ہوں تو پھر میں نے عرض کی کہ آپکو کہاں ڈھونڈوں فرمایا پہلے پل پر ڈھونڈھنا تو پل پر مجھے نہ ڈھونڈ پاؤ
میں نے عرض کی جو پل پر آپسے نہ ملوں تو فرمایا میزان کے پاس ڈھونڈھنا میں نے گذارش کی جو میزان پر بھی آپسے ملاقات نہ ہو تو فرمایا حوض کے پاس ڈھونڈھنا

[1] اخرجہ البیہقی فی شعب الایمان من طریق سعید بن الجبیر ۱۲ [2] ابن ابی حاتم [3] اخرج ابن مردویہ وابونعیم فی الحلیہ درمنثور
[4] اس آیت کی بقیہ تفسیر کے لئے صفحہ ۱۹ تفسیر قادری دیکھو ۱۲

جب حضرت کو تہجد پڑھنے کا حکم ہوا اور مقامِ محمود عنایت ہوا تو آپ کے طفیل مین بعد تہجد مسلمانونکو
بھی اوس مقامِ محمود کی ایک جہلک کھلائی جاتی ہی تو کوئی گنہگار روتا ہی آنسوؤن سے منہہ ہوتا ہے
کسی محب کو آہ وزاری سخت بیقراری ہوتی ہے کسی عارف کو حالتِ شہود اور انوارِ مشہود جلوہ گر
ہوتے ہین تو اپنی خودی کو بہول کر مستغرقِ انوار محو دیدار ہوتا ہی۔ غرض ہر ایک کو اپنی اپنے
سلوک کے موافق حصہ ملتا ہی۔ یہانتک کہ صبح کو اون کے چہرون سے نورِ عبادت چمکتا ہی ہے

تو شبینہ می نمائی بہ بر کہ بودی امشب	کہ ہنوز چشم مستت اثرِ خمار دارد

حکایت ایک عابد کا بیان ہے کہ مین ایک رات کو وظیفہ نہ پڑھ کے سو گیا کیا دیکھتا ہون
کہ قبلہ کی جانب سے بہت سی لڑکیان حسین خوبصورت میری جانب آ رہی ہین اور ایک ان مین
نہایت قبیح و بدصورت ہے مین نے پوچھا تم کسکی ہو اور یہہ بدصورت کسکے لئے ہے اونہون نے کہا کہ
ہم وہ گذشتہ راتین ہین جنمین تونے عبادت کی تھی اور یہہ تیری آج کی رات ہے اگر تو اسی رات مین
مرتا تو یہی تیرا حصہ تہا۔ **بعد** وعدۂ مقامِ محمود اب ہر ایک مقام مین خواہ وہ حسی ہو یا معنوی
وہان جانا ہو یا نکلنا آپ کو دعاءِ استقامت اسطرح تعلیم فرماتا ہی وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِی

ل صوفیہ فرماتے ہین کہ صفتِ فنا مجہے دیکر دریاءِ قدم مین داخل کر پہر بحرِ فنا سے صفتِ بقا عنایت فرماکر باہر نکال تا تیری ساتھہ باقی
اور تیری مشاہدہ مین حاضر رہون سلطان نصیر یعنی زینتِ جبروتی ہی مجہے اسطرح مزین فرما کہ سلطان ہو لی مقہور اور سلطانِ حق غالب
منصور رہی تو جب کسی شئے مین قدم رکھون تو باللہ اور للہ ہو اور جب باہر آؤن تو باللہ و للہ ہو غیر کا گذر نہو جب سلطانِ عالم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کو تمام معانی مین یہہ مرتبہ حاصل ہوا کیونکہ ایکی دعا مقبول تھی تو حکم ہوا کہ مخلوق کو بھی آگاہ کر دو کہ حق کا ظہور ہی اور ظلمت اوہام
دور ہی چنانچہ فرماتا ہی کہو حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل مٹ ہی جایا کرتا ہی۔ یہان حق سے مراد واجب الوجود جل جلالہ ہی کہ ازلی ابدی
ہی۔ اور باطل سے مراد وجودِ بشری امکانی ہی کہ قابلِ زوال و فنا ہی جب عاشقین لمعاتِ وجودِ حقانی کی تجلی مین ممکن کا وجودِ موہوم اوسکے روبرو مضمحل و متلاشی
ہو جاتا ہی ہے ہمہ ہرچہ ہستند ازان کمتر اند ٭ کہ با ہستیش نام ہستی برند ٭ جو سلطان عزت علم بر کشد ٭ جہان سر بجیب عدم در کشد ٭ چونکہ قران بھی اوسکی
صفت اور وہ بھی رحم ہے اسلئے اوسکا ساد فرماتا ہی۔ اور ہم قرآن کو اتارتے ہین جو اسکا رحم الٰہی ہی کہ شفا اور رحمت ہی اور ظالمون کے لیے تو اور نقصان ہی بڑھتا

مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ

سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ۝ اور کہو کہ ای پروردگار مجھے سچی طرح سے (مدینہ مین) داخل کر اور سچی طرح سے

(مکہ سے) نکال اور میرے لئے اپنی پاس سے حکومت دینے والی غلبہ عنایت فرما حضرت ابن عباس[1] رضی اللہ عنہما فرماتے

ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مین تھے پھر ہجرت کا حکم ہوا اور یہہ آیت (گذشتہ) اتری یعنے

مکہ معظمہ سے لیجا تو سچائی سے لیجا اور مدینہ منورہ مین پہونچا تو سچائی سے پہونچا کسیطرح کی کوئی

برائی پیش نہ آئے اگرچہ مدینہ کا داخل ہونا مکہ سے نکلنے کے بعد ہی لیکن مقصود وہان کا جانا ہے

اسیواسطے اوسکو مقدم فرمایا۔ یا دعاء فتح مکہ کی ہی یعنے مکہ مین داخل کر تو مجھے غالب فرما کر داخل کر

غرض مکہ اور مدینہ مین اچھی طرح سے میرا آنا جانا ہو اور دونون شہرون پر میری حکومت اور

میرا ہی قبضہ ہو۔ چنانچہ حسب تعلیم حق وہ دعا اوس زبان مبارک سے نکلی اس لئے اوسکی اجابت و

ظہور کی یون خوشخبری دیتا ہے۔ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝ اور کہو حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل مٹ ہی

جایا کرتا ہی۔ روایت[2] ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (روز فتح) مکہ مین داخل ہوئے تو

اطراف بیت اللہ کے تین سو ساٹھ بت تھے آپ ونمین سے جسکی طرف یہہ آیت پڑہکر لکڑی سے

اشارہ فرماتے تھے وہ گر پڑتا تہا۔ بعضے[3] روایات مین یہہ بھی ہی کہ باوجود اونکے قدم شیشہ

[1] مدخل ومخرج دونون مصدر میمی ہین یا ظرف مکان (حاشیہ شیخ زادہ) [2] اخرجہ الامام احمد والترمذی وصححہ وغیرہما (دا)
[3] بخاری ومسلم وغیرہما [4] طبرانی وبیہقی دلائل مین (در منثور)

آیت ۸۲

وَنُنَزِّلُ
بصری باب
افعال سے

جمع ہوئی تھے جب الہیات نبوت اور حشر و نشر اور قضا و قدر کے بعد نماز کا بھی حکم بیان
ہوا تو یہ قرآن مجید اون سب باتون کا جامع ہوا اب اوس کے شفا و رحمت ہونے کا
بیان فرماتے ہیں۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا
يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝ اور ہم قران کو اوتار رہے ہین جو ایمان والون کے لئے
شفا اور رحمت ہے۔ اور ظالمون (نافرمانون) کیلئے تو او نقصان ہی بڑہاتا ہے
تفسیر کبیر مین ہے کہ تمام قرآن مومنین کے لئے شفا ہی خواہ وہ امراض روحانی ہون یا جسمانی۔ روحانی
امراض یا اعتقاد باطلہ یا اخلاق مذمومہ ہین ان دونون کی اصلاح قرآن مجید سے ہوتی ہے
کیونکہ دلائل مذہب حق اور ابطال مذاہب باطلہ اور اخلاق مذمومہ کی برائی اور اخلاق
فاضلہ کی ہدایت جابجا قران مین ہے۔ اور امراض جسمانی بھی اوس کے پڑھنے سے دور ہوجاتے ہین
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ لَّمْ يَسْتَشْفِ بِالْقُرْاٰنِ فَلَا شَفَاهُ اللّٰهُ [1] یعنے
جو قرآن سے شفا نہ لیوے تو پھر خدا اوس کو صحت نہ دیوے الخ ابو سعید خدری فرماتے ہین کہ [2] چند صحاب
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر مین گئے تھے اور ایک قبیلۂ عرب مین اوترکر اون سے ضیافت چاہی

[1] من بیان کے لئے ہو اس بنا پر کہ مبین سے تقدم بیان جایز ہے (خفاجی)، [2] دیلمی (کنوز الحقایق)
[3] یہ حدیث صحیح بخاری مین متعدد جاہے لیکن فقیر نے کتاب الاجارات سے ترجمہ کیا ہے۔ اور
منتخب کنز العمال مین ہے کہ امام احمد اور صحاح ستہ نے بھی اسکی تخریج کی۔ حصن حصین مین بھی
صحاح ستہ سے ہے کہ سانپ اور بچھو کے کاٹے ہوئے پر سورۂ فاتحہ کا منتر پڑھا جائے۔ ترمذی مین ہے
کہ سات مرتبہ پڑھے ۱۲ منہ

سانپ اور بچھو کا منتر

قرآن علما کیلئے مرض جہل مومنین کیلئے مرض شک عارفین کیلئے مرض کرۂ بُعد عدم معرفت محبوبون کیلئے نار اشتیاق اور مریدون کیلئے یاس کی شفا ہی غرض جسکے
جیسے ہمارا اوسطرح اوسکے لئے شفا ہو کسنے خوب کہا ہے کتابک حولی لا یفارق مضجعی ؛ وفیھا شفاء للذی انا کاتم ۱۲

اونہونے انکار کیا۔ پھر اوس سردارِ قبیلہ کو کسی شئے نے کاٹا (سانپ یا بچھو) اون لوگون نے
اوسکا زہر دفع ہونیکے لئے بہت کچھہ کوشش کی فائدہ نہوا۔ آخر اونہونے کہا اوس جماعت کے پاس چلو
جو یہان آکے اوتری ہے شاید اونمین سے کسی کے پاس کچھہ ہو۔ جاکر کہنے لگے کہ اے لوگو ہماری سردار کو زہر
چڑھ گیا ہے ہمنے بہت کچھہ سعی کی نفع نہوا کیا تمسے کسی کے پاس کچھہ ہے ایک نے کہا ہان اللہ کی قسم مین
منتر پڑھتا ہون لیکن ہمنے تمسے دعوت چاہی تمنے ہماری دعوت نکی مین بھی منتر نہ پڑہونگا جب تک کہ
میرے لئے کچھہ مقرر نکر دو پھر اونہونے ایک [1] گلہ بکریون کا ٹھرا دیا۔ پھر وہ صاحب جاکر اَلْحَمْدُ
لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ پڑھکر اوسپر پہونکنے لگے وہ بھلا چنگا ہوکے چلنے پھرنے لگ گیا جیسا کہ اوسکو
کچھہ بھی نتھا۔ پھر جو مقرر کیا تہا اونکو دیدیا بعضون نے کہا تقسیم کر ڈالو جنہون نے منتر پڑھا تھا
اونہونے کہا ابھی تقسیم نکرنا چاہیے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوکے سب معروضہ
کرین گے پھر دیکہین حضرت کیا حکم فرماتے ہین۔ جب حضور مین حاضر ہوکر عرض کی تو آپنے اوس منتر پڑھنے
والے سے مخاطب ہوکے فرمایا۔ وَمَا یُدْرِیْکَ اَنَّھَا رُقْیَۃٌ ثُمَّ قَالَ قَدْ اَصَبْتُمْ اِقْسِمُوْا
وَاضْرِبُوْا لِیْ مَعَکُمْ سَہْمًا یعنی تجھے کیا معلوم کہ وہ سورہ فاتحہ منتر ہے پھر فرمایا تمنے بہت اچھا
کیا تقسیم کرو اور میرا بھی حصہ تمہاری حصون کے ساتھہ نکالو۔ پھر سرکارِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم
ہنسنے لگے ابوداؤد [2] ونسائی مین ہے کہ جسکی عقل بگڑ گئی ہو اوسپر تین دن صبح وشام سورہ فاتحہ دیوانہ کا علاج

[1] بعض روایات مین تیس بکریان مذکور ہین چارون اماموں کے پاس قرآن یا اسماءِ الٰہی سے منتر پڑھنا اور
اوسپر اجرت لینا جایز ہے ۱۲ [2] ابونعیم (منتخب کنز العمال)

آسانیِ ولادت

پڑھی جب ختم کری اپنی تہوک کو جمع کرکے تہوک کے حضرت بی بی عایشہ فرماتی ہین کہ قبل نزول یا بعد نزول قرآن مین سے تعویذ بناکر لٹکانے مین کچھہ مضایقہ نہین حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ آسانیِ ولادت کے لئے ایک باسن کران آیات کو لکھی۔ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ الی اخر الآیۃ وَكَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا الآیۃ وَلَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ الی اخر الآیۃ پھر دہوکر اوس حاملہ کو پلادی اور اوسکے پیٹہ اور موںہہ پر چھینٹے دیوی۔ امام سبکی فرماتی ہین کہ آیاتِ شفا کا مین نے بار ہا تجربہ کیا ہی اور وہ چھہ ہین

آیاتِ شفا

وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ۔ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ۔ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ۔ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ امام قشیری کا ایک لڑکا بیمار ہوا جسکی زندگی سی مایوسی ہوگئی تھی۔ آپنے اللہ تعالی کو خواب مین دیکہا اور اوس بچی کی حالت عرض کی تو ارشاد ہوا کہ آیاتِ شفا کو جمع کرکے اوسپر پڑھکر پہونک۔ اور

دعا برائے شفاء مریض

باسن مین لکہکر پھر دہوکر اوسکو پلا۔ انہوں نے اوسیطرح کیا اللہ پاک نے شفا عنایت فرمائی قرآن تو اللہ کا کلام ہی لیکن اوراد و ادعیہ سی بھی شفا ہوتی ہی۔ چنانچہ حدیث مین ہے

۱؎ ابن السنی (منتخب)، ۲؎ خفاجی حاشیۂ بیضاوی ۱۲ بعض نے مترجمون نے قرآن کے ترجمہ مین شفاءِ روحی کی قید بڑھائی ہی اسلئے ہمنے اس بحث کو طول دیا کہ تا نئی فیشن والے اپنی غفلت سے ہشیار ہو وین اور شراب آمیز دوائین پی کر مرنے سے بہتر ہے کہ قرآن کی آیات پیتے ہوے مرین ۳؎ ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن حبان و حاکم و ابن ابی شیبہ (حصن) ۱۲

کہ جو شخص ایسی بیمار کی عیادت کو جاکہ جسکی عمر آخر نہوئی ہو اور اوسکے پاس سات مرتبہ
اسطرح کہی اَسْأَلُ اللهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ (یعنی مین اللہ بزرگ اور پروردگار
عرش بزرگ سی سوال کرتا ہون کہ تجہی شفا دیوی) اللہ تعالی اوس بیماری سی اوسکو صحت سرفراز
فرمائیگا اور جب[1] کسیکو درد یا جسم مین کوئی شکایت ہو تو اپنا سیدھا ہاتھ اوس مقام پر رکھکر
تین بار بسم اللہ اور سات مرتبہ یون کہے اَعُوْذُ بِاللهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَ
اُحَاذِرُ یعنی اللہ اور اوسکی قدرت کی پناہ مین آیا اوس بُرائی سی کہ جسکو مین پا رہا ہون اور
جس سے کہ مین ڈر رہا ہون اور[2] اطفال کا تعویذ یہہ ہے اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ كُلِّ
شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ شَرِّ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ اور[3] عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی بچون سے
جو سمجھدار ہوتا اوسکو یہہ سکہلاتے اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَ
عِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنَ - اور جو بچے
سمجھدار نہوتے آپ اسکو ایک کاغذ مین لکھکر اونکے گلے مین ڈالتے **امام بخاری**
ادب المفرد باب مایقول الرجل اذا خدرت رجلہ مین اپنی سند سی روایت
کرتے مین خَدِرَتْ رِجْلُ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ اِذْكُرْ

علاج درد

تعویذ اطفال

---

[1] مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ (حصن)، [2] بخاری و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و بزار (حصن) ۱۲
[3] ابوداؤد و ترمذی و نسائی و حاکم (حصن حصین)

اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیْکَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی حضرت ابن عمر رضی اللّٰہ
عنہما کا پاؤن سن ہوگیا تو ایک شخص نے اون سے کہا کہ جسکو تم سب سے زیادہ محبت کرتے ہو
اوسکو یاد کرو تو اونہون نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابن السنی کی روایت مین
زیادہ ہی کہ اوسیوقت پاؤن اچھا ہوگیا ملّا علی قاری شرح شفا مین تحت حدیث لکھتے
ہین کہ قصد بہ اظہار المحبۃ فی ضمن الاستغاثۃ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
مدد چاہنے کی ضمن مین محبت کا اظہار بھی مقصود تہا۔ حضرت[1] ابن عباس رضی اللہ
عنہما سے بھی اسیطرح مروی ہے بعضی نجدیہ سست عقیدت والے گہبرا اٹھینگے کہ صحابہ اور زبان سے
غیر خدا کی یاد مگر یاد رکہین کہ زبان ہی پر موقوف نہین بلکہ صحابہ کی آنکھون مین بھی وہی نقشہ
پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پھرتا تھا ورنہ ایسی آنکھونکو پسند نہین فرماتے تھے
امام بخاری ادب المفرد باب العیادۃ من الرمد مین اپنی سند سے روایت
کرتے ہین عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ذَهَبَ بَصَرُهٗ
فَعَادُوْهُ فَقَالَ كُنْتُ اُرِيْدُهُمَا لِاَنْظُرَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ الخ
یعنی حضرت قاسم بن محمد نے کہا کہ ایک صحابی کی آنکہین جاتی رہین لوگ اونکی عیادت کو
گئے تو انہون نے کہا کہ آنکہون سے تو میری یہی غرض تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکہا کرون

[1] عن ابن السنی (حرز الثمین) ۱۲

(آپنے بعد انتقال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہہ فرمایا) بہترین روایت ہے کہ ایک صحابی نے حضرت صلی اللہ وسلم کے انتقال کی کیفیت سنکر یون دعا کی کہ یا اللہ میری آنکہونکا نور چہین لے اب مجھے پسند نہین کہ تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکہکر دوسرونکو دیکہا کرون اوسیوقت نابینا ہوگئے۔ آپکا فقیر عرض کرتا ہے ؎

ٹوٹے وہ ہاتھ جو پہونچا نہ تری قدمون تک	پہوٹے وہ آنکہہ جو تجکو نہ مری جان دیکہا

زبان اور آنکہہ تو کیا شے ہے صحابہ ہمیشہ جان فدا کرتے تھے ادب المفرد دیکہو کہ حضرت ابو طلحہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو زانو بیٹھکر اپنا تیردان پہیلا دیتے اور عرض کرتے وَجْهِي لِوَجْهِكَ الْوِقَاءُ وَنَفْسِي لِنَفْسِكَ الْفِدَاءُ یعنی میری ذات آپکی ذات کے بچانیکو حاضر ہے اور میری جان آپ پر فدا ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بارہا عرض کرتے لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ وَاَنَا فِدَاؤُكَ یعنی حاضر ہون یا رسول اللہ اور تابعدار رہون اور مین آپ پر فدا ہو جاؤن بخاری[1] مین ہے کہ بی بی ام عطیہ صحابیہ رضی اللہ عنہا جب[2] وہ نامِ مبارک لینا ہوتا تو اپنی باپ کو قربان کرتین پہر وہ نامِ مبارک اپنی زبان پر لاتین فلما قدمت ام عطیہ سألتها اسمعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قالت بابی نعم وکانت

[1] صحیح بخاری باب شہود الحائض العیدین صفحہ (۴۶) ۱۲ [2] نجدیہ موحد اگر صحابہ کے زمانے مین ہوتے تو اونکو بھی مشرک بناتے اور کہتے کہ خدا کی جان غیر خدا پر کیسی قربان کرتے ہو یہہ شرک ہے منہ ۱۲

لَا تَذْكُرُهُمْ اِلَّا قَالَتْ بِاَبِي ۵

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب	ہنوز نامِ تو گفتن کمالِ بے ادبیست

حصن حصین میں ہے کہ قضاءِ حاجت اور دفع ضرورت کے لئی اچھی طرح وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھی پھر یہہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ صلی اللہ علیہ وسلم اِنِّي اَتَوَجَّهُ بِكَ[2] اِلٰى رَبِّي فِي حَاجَتِي هٰذِهٖ لِتُقْضٰى لِي[1] اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ - یعنی یا اللہ تحقیق کہ مین تیرے سوال کرتا ہون - اور تیری طرف ساتھ وسیلے تیری نبی کی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی رحمت مین متوجہ ہوتا ہون ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم تحقیق کہ مین بتائید آپکے میری رب کی طرف متوجہ ہوتا ہون اس میری حاجت مین تا وہ میرے لئی پوری کی جای یا اللہ آنحضرت کی شفاعت میری حق مین قبول فرما ملا علی قاری شرح حصن حصین مین لکھتے ہین کہ ایک نسخہ مین بصیغہ معروف ہے یعنی لِتَقْضِيَ الحَاجَةَ لِي یعنی آپ میری حاجت روائی کیجئے معنے یہہ ہوی کہ آپ میری حاجت حاصل ہونیکے لئے سبب ہو جائے تو ایسی وقت مین اسنادِ مجازی ہے انتہی ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و حاکم اور بیہقی نے تصحیح بھی کی کہ ایک اندھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ

---

[1] ملا علی قاری شرح حصن حصین مین لکھتے ہین یا محمد التفات الیہ وتضرع لدیہ لیتوجہ بروحہ الی اللہ تعالی ویغنی السائل عما سواہ وعن التوسل الی غیر مولاہ الخ ۱۲

[2] قال الزرقانی والباء فی بک للاستعانۃ - ۱۲

میری بینائی کے لئے دعا کیجئے آپنے فرمایا اگر چاہو تو دعا کروں اور اگر چاہتے ہو تو صبر کرو
کہ یہہ تمہارے لئے بہتر ہی اونہوں نے کہا دعا فرمائے۔ آپنے فرمایا کہ اچھی طرح وضو کرکے یہہ دعا
پڑہو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الخ وہی دعاءِ سابق علامہ[1] زرقانی شرحِ مواہب مین
لکھتے ہین کہ بیہقی مین یہہ زیادتی ہی کہ فَقَامَ وَقَدْ اَبْصَرَ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
برکت سے وہ بینا ہو گیا اسیطرح امام بخاری سے تاریخ مین اور ابو نعیم اور نسائی اور طبرانی سے
بھی ثابت ہے الخ بعضے بدمذہب اس دعا کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سی مخصوص سمجھتے ہین
حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صحابہ نی اس دعا کے استعمال کا حکم فرمایا ہی چنانچہ
بیہقی اور طبرانی نے معجم کبیر مین بطرق متعددہ روایت کی کہ ایک شخص حضرت عثمان ابن
عفان رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی ایک حاجت کے لئے اکثر آیا کرتا اور آپ اوسکی طرف التفات نہ
فرماتے تھے اوسنے عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ سی ملاقات کرکے اپنی حال کی شکایت کی۔ ابن حُنیف
رضی اللہ عنہ نی فرمایا کہ وضو کرکے مسجد مین دو رکعت نماز پڑہ پھر یہہ دعا اللّٰھم انی
اسئلک الخ (دعاء گذشتہ) پڑہ۔ اوسنے اوسیطرح کرکے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے
دروازہ پر گیا دربان اوسکا ہاتھ پکڑ کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لایا آپنے اوسکو اپنے
فرش پر بٹھایا اور اوس سے حاجت پوچھکر اوسکا کام کر دیا اور فرمایا کہ جب تجھکے کوئی ضرورت

۱؎ الجزء الثانی والفصل الثانی فی زیارۃ قبرہ الشریف۔ ۱۲

پیش آئے تو ہمسے بیان کرنا۔ وہ شخص خوش ہوکر عثمان بن حنیف کے پاس آکر کہا کہ خدا تمکو اچھا بدلہ دی شاید آپنے میری مقدمی مین حضرت عثمان سے کہا تھا آپ نے کہا واللہ مین نے اون سے کچھہ نہین کہا ہان مگر مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پاس ایک اندھا حاضر ہوکر اپنی بصارت کے لئی مدد چاہی تھی آپ نے اسیطرح اوسکو ارشاد فرمایا تھا جسطرح مین نے تمسے کہا فَعَلِمْتُ مِنْهُ اَنَّ التَّوَسُّلَ بِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مُوْجِبٌ لِقَضَاءِ الْحَاجَاتِ یعنی مین نے اس سے یہہ سمجھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے مرادین پوری ہوتین ہین۔ علامۂ[1] قسطلانی فرماتے ہین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد چاہنا اور آپ کا وسیلہ لینا اور آپ کو شفیع بنانا ہر حال مین ہوا ہی آپکی پیدایش سے پہلے اور آپکے بعدِ خلقت یعنے اس زندگانی دنیا مین اور بعدِ رحلت مدتِ برزخ مین اور اٹھے بعد قیامت مین پھر ہر ایک کی دلیل بیان فرمائی ہی۔ **غرض** جیسی ایک بیہودہ فرقہ تعویذات کے اثر کا منکر ہی اوسیطرح

[1] علامۂ قسطلانی نے مواہب مین مقصد عاشر زیارت قبر شریف کے بیان مین فرمایا واعلم الاستغاثة هی طلب الغوث (الاعانة والنصر) فالمستغیث یطلب من المستغاث به ان یحصل له الغوث منه فلا فرق بین ان یعبر بلفظ الاستغاثة او التوسل او التشفع او التجوه او التوجه لانهما من الجاه والوجاهة ومعناه علو القدر والمنزلة وقد یتوسل بصاحب الجاه الی من هو اعلی منه (کالتوسل بالمصطفی الی الله، ثم ان کلا من الاستغاثة والتوسل والتشفع والتوجه بالنبی صلی الله علیه واله وسلم کما ذکره فی تحقیق النصرة ومصباح الظلام واقع فی کل حال قبل خلقه وبعد خلقه فی مدة حیاته فی الدنیا وبعد موته فی مدة البرزخ وبعد البعث فی عرصات القیمة الخ - ۱۲

ایک احمق گروہ سفلی عمل گنڈے اور ٹوٹکے اور رفال مین مصروف ہے۔ افراط و تفریط ہوگئی
اسیواسطے سردارِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خَیرُ الاُمُورِ اَوسَطُهَا سیدھا راستہ
بتلایا ہے۔ جسطرح آپنے اچھے عملون کے اثر کو ثابت فرمایا اوسیطرح آپنے برے عملون سے
ڈرایا اور فرمایا کہ جس[1] نے داغ دیا اور منتر پڑھا وہ توکّل سے خارج ہوگیا اور
فرمایا کہ جس[2] کسی نے کچھہ باندہ لیا وہ اوسی پر چھوڑ دیا گیا **حاصل کلام** قرآن
مجید جو مسلمانون کے لئے سببِ شفا و رحمت ہے کافرون کے حق مین باعثِ نقصان
و خسارت ہو جانا کوئی بعید بات نہین کیونکہ اللہ تعالیٰ کے انعامات بھی اون ظالمون کے
لئے سببِ ناشکری ہو جاتے ہین جسطرح کہ فرماتا ہے وَاِذَآ اَنعَمنَا عَلَی الاِنسَانِ ۸۳ آیت
اَعرَضَ وَنَا[3] بِجَانِبِهٖ ج وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ کَانَ یَئُوسًا[4] اور ہم جب
انسان پر نعمت بھیجتے ہین تو موُنھہ پھیر لیتا اور پہلوتہی کرتا ہے اور جب اوس کو
تکلیف پہونچتی ہے تو ناامید ہو جاتا ہے یعنی جب دولت ملتی ہے تو غرور مین آکر اللہ کو
بھول جاتا ہے اور جب دنیا نہ ملی تو وہ حزن و غم گھیر لیتا ہے کہ یادِ خدا کی فرصت نہین
ہوتی۔ غرض ہر حال مین یہہ بیچارہ اللہ سے غافل ہی رہا اور غلام کے لئے بھی

[1] امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ و حاکم (کنز العمال)، [2] امام احمد و ترمذی و حاکم (کنز العمال)
[3] ابن جریر و ابن ابی شیبہ وغیرہما عن مجاہد نایٰ بجانبہ ای تباعد منا ۱۲
والنأی البعد لیکن یہان مراد تکبر ہے (کبیر) [4] یؤسا ای شدید الیاس من رحمۃ اللہ (بیضاوی)

17-83

...قلب ہے یعنی تقدیم لام عین پر جیسے رای مین راٰ یا ناء کے معنے نہیں مین ۱۲

مالکان مجازی بھی دو طریقوں کا برتاؤ کرتے ہیں پہلی انعام واکرام سے خوش کرنا اور جو اس سے بھی
نہ مانے تو تادیب و سرزنش سے راستے پر لانا جب دونوں طریقے بھی نافع نہ ٹھہرے تو تہدیداً
آیت ۸۴ اسطرح فرماتا ہے قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ[1] فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ۟
کہو (اے پیغمبر) کہ ہر ایک اپنی طریقہ پر عمل کرتا ہے پس تمہارا رب ہی خوب جانتا ہے کہ کون سیدھی
راہ پر ہے ہر شخص ایسی طریقہ پر عمل کرتا ہے کہ جو اوس کے حال کا ہمشکل ہوتا ہے خواہ وہ ہدایت ہو
یا ضلالت یا یہ کہ اوسکی نیت سے اوسکو اعمال کا ثواب ملتا ہے جب انسان اور اوسکی جبلت کا
بیان ہوا تو اب اوس سوال کا بیان فرماتا ہے کہ جو کافروں نے روح کے متعلق حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
کیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
ساتھ چل رہا تھا جب آپکا گذر قوم یہود پر ہوا باہم کہنے لگے کہ آپ سے روح کا سوال کرو
کسی نے کہا کہ نہ کرو۔ آخر اونہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ مَا الرُّوْحُ
یعنی روح کیا ہے پھر ایک ساعت حضرت ٹھہر گئے میں نے سمجھا کہ وحی اتر رہی ہے اللہ تعالی نے
آیت ۸۵ اس آیت کو اوتارا وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ
اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ اور تم سے روح کی (کیفیت) دریافت کرتے ہیں تو کہدو کہ

---

[1] اخرج ابن جریر وابن منذر عن ابن عباس فی قوله کان یؤسا قال قنوطا وفی قوله علی شاکلته
قال ناحیته وعن الحسن علی نیته (در) زجاج نے کہا کہ شاکلہ طریقہ اور مذہب ہے کیونکہ ھذا طریق
ذو شواکل ای یتشعب منه طرق کثیرۃ کہتے ہیں ۱۲

میرے رب کی حکم سے ہی اور تمکو تہوڑا سا ہی علم دیا گیا ہی تفسیر کبیر[2] مین ہے کہ اس آیت مین جو روح کا ذکر ہی اوسمین مختلف اقوال ہین لیکن اصح[1] قول یہہ ہے کہ اوس سے مراد وہی روح کا ذکر ہی جو سبب حیات ہے اب رہا معرفت حقیقت روح ہونا[2] بڑی تعجب کی بات ہے جب اللہ تعالی کی معرفت ممکن بلکہ حاصل ہے تو روح کی کیا حقیقت اور سردار عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثنا مین تو ارشاد ہوتا ہی اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰن اور عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ اور کَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا اور قران کی یہہ صفت کہ لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ اور حضرت کی یہہ دعا کہ اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْاَشْيَاءَ كَمَا هِيَ تو اب جسکی یہہ شان پاک اور یہہ وصف مبارک ہو اوسکے لائق یہہ بات ہرگز نہین ہو سکتی کہ ایک مشہور مسئلہ مین کہدین کہ مجھے اسکا علم نہین ہمارا مختار یہہ قول ہی کہ اونہون نے روح سے سوال کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ احسن وجوہ اوسکا جواب دا فرمایا چنانچہ اونہون نے ماہیت روح سی سوال کیا تہا تو جواب ملا کہ ہان وہ موجود ہے لیکن اس اجسام و اعراض سے مغایر کیونکہ اجسام ایسی اشیاء ہین جن امتزاج اخلاط عناصر سی حادث ہوتے ہین اور روح ایسی نہین بلکہ وہ جوہر بسیط مجرد ہی صرف وہ کن فرماتی ہی ہو گئی ہی یا یہہ کہ اونہون نے پوچہا تہا کہ روح قدیم ہی یا حادث جواب ملا کہ امر رب یعنی اوسکا فعل ہے جب اوسکی ایجاد و تکوین سے ہوئی تو حادث ہوئی پھر روح کی حادث ہونے پر یہہ دوسری دلیل فرمایا کہ

---

[1] فخر الدین رازی و بغوی [2] تفسیر کبیر جزء پنجم صفحہ ۴۳۹ ، والتعجب ممن یقرأ هذه الآیات الکثیرة الخ ويروي هذه الاخبار الكثيرة ثم يقول توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم وما كان يعرف الروح وهذا من العجب

تمکو تھوڑا ساہی علم دیا گیا ہی یعنی روح مبدأ فطرت مین علوم و معارف سے خالی رہتی ہی پھر علوم و معارف حاصل کرتی ہی اور ایک حال سے دوسری حال کی طرف بدلتی رہتی ہی تو یہہ تغیر و تبدل علامتِ حدوث ہے الخ امام قشیری فرماتی ہین کہ صوفیہ افعالِ ذمیمہ اور اخلاقِ خبیثہ کو نفس[1] کہتے ہین اور وہ دو قسم پر ہین۔ ایک تو بندہ کا کسب ہے جیسی مخالفاتِ حق گناہِ کبیرہ و صغیرہ۔ اور دوسری اخلاقِ رذیلہ جیسی کبر و غضب کینہ و حسد و بدخلقی بے صبری وغیرہ اور خصوص نفس کا یہہ خیال کہ کوئی نہ کوئی کام اوسکا اچھا ہی اور وہ ضرور اوسکی قدر و منزلت کا مستحق ہی یہہ سب سے زیادہ مشکل ہی جسکو شرک خفی کہتے ہین۔ پس اسیواسطے ترکِ نفس اور ان اخلاق کا معالجہ بہت ہی دشوار ہو گیا[2]۔ اور یہہ بھی ہو سکتا ہی کہ نفس ایک لطیفہ ہی جو اس قالب مین رکھا گیا ہی اور وہی محلِ اخلاقِ مذمومہ ہے۔ جیسی اس قالب مین روح[3] محلِ اخلاقِ محمودہ ہی۔ اور ہر ایک دوسری کا مطیع ہی۔ مجموعہ کا نام انسان ہی۔ اور نفس و روح اجسامِ لطیفہ سے ہین ایسی ہی ہین جیسی ملائکہ اور شیاطین صفتِ لطافت سے موصوف ہین (اور وہ دونون لطافت

[1] نفس کا اطلاق حقیقت و ماہیت اور خون پر جیسی فقہا کہتی ہین ما لہ نفس سائلۃ اور قالب و شخص پر بھی ہوتا ہے اور کبھی جو منشا صفاتِ ذمیمہ ہوتا ہی اوسکا نام بھی نفس رکھتے ہین اور وہ سب دشمنون سے قوی دشمن ہے کیونکہ اوسکے شر سے بچنا بہت مشکل ہی۔ دیکھو جب کسی دشمن سے صلح ہوتی ہی تو انسان کو بے فکری حاصل ہو جاتی ہی اور جو نفس سے صلح کری تو نفس اوسکو ہلاک ہی کر ڈالی اسیواسطے اوسکا جہاد بھی جہادِ اکبر ہوا۔ [2] اگرچہ بھوکے پیاسے رہنا جاگنا سفر کرنا اور ریاضات وغیرہ جو قوت کو کم کرتی ہین یہہ بھی کسرِ نفس مین داخل ہین لیکن اخلاقِ مذمومہ کا معالجہ سب سے مشکل ہی [3] روح جوہر نورانی علوی ربانی ہی اور نفس ظلمانی سفلی شیطانی ہی اور قلب دونون جانب منقلب ہے پس روح طیب و طاہر اور موافقت اوسکا کام ہی اور نفس خبیث ہی مخالفت مین صبح و شام ہی۔ دل جب روح کی طرف مائل اور اوسکی صفات سے متصف ہوا تو نفس بھی ان دونون کا مطیع ہو گیا اور جو دل نفس کیجانب متوجہ ہوا تو کام اولٹا ہو گیا۔ ۱۲

مشترک ہونے سے ایک نہین ہو سکتی) اور جسطرح کہ محلِ رؤیت[۱] آنکھ اور محلِ سماعت کان سونگھنیکا محل
ناک اور چکھنی کا محل زبان ہے پھر باوجود اسکی سمیع و بصیر اور شام و ذائق وہ مجموعہ ہی جسکو انسان
کہتے ہین اسیطرح قلب و روح محلِ اوصافِ حمیدہ ہین اور نفس محلِ اوصافِ مذمومہ پھر
دیکھو تو نفس بھی اوس مجموعۂ کا ایک جزو اور قلب بھی اوسی کا ایک جزو ہی اور (باعتبار عرف کے)
حکم و اسم اوس مجموعہ کی طرف منسوب ہے اور ارواح اعیانِ لطیفہ (جوہرِ مجرد) ہین جو ان اجسام
مین ودیعت و امانت رکھی گئی ہین اللہ جل شانہ کی عادت یون جاری ہوئی ہی کہ جبتک کہ ارواح
جسم مین رہتی ہین قالب کو زندگی عنایت فرماتا ہی۔ اور حالتِ خواب مین روح کو گویا ایک قسم کی
جدائی ہوتی ہی لیکن بیدار ہوتے ہی پھر وہی پہلا علاقہ پیدا ہو جاتا ہی۔ اور انسان روح
و جسم کا نام ہی اور اسی مجموعہ سے حشر بھی ہوگا اور اسی پر ثواب و عذاب بھی ہوگا۔ اور
ارواح مخلوق ہین اور جسنے اونکو قدیم کہا اوسنے بڑی خطا کی۔ اور سر بھی شاید ایک لطیفہ ہو
جو اسی قالب مین بطورِ امانت رکھا گیا ہو۔ اور اصولِ صوفیہ سے یہہ ثابت ہوتا ہی کہ سر محلِ
مشاہدہ ہی جیساکہ ارواح محلِ محبت اور قلب[۲] محلِ معرفت ہے اور صوفیہ نے یہہ بھی کہا کہ سر وہ ہے

تقریرِ روح

تقریرِ سر

---

[۱] ہر حاسہ کو جو ایک قوت مخصوص ہے وہ باعتبار عالمِ ترکیب مقید کے ہی اور جب عارف میدانِ عالمِ اطلاق کی سیر کرتا ہے تو اوسکا اوراک ہر حاسہ کی قوتِ مخصوص کا مقید نہین رہتا۔ بلکہ کبھی ایک ہی حاسہ سے سنتا دیکھتا چکھتا اور سونگھتا ہی یا بے حاسہ کے بھی پالیتا ہے (حاشیۂ قشیری) ۱۲

[۲] علامۂ علاؤ الدین قونوی نے کہا کہ یہہ سب ایک ہی حقیقت یعنے لطیفۂ انسانیہ کے نام ہین اور اعتباراتِ مختلفہ سے یہہ اختلاف پیدا ہوتا ہے (شرح قشیری)

کہ جس پر تو مطلع ہووے۔ اور سرّ السّر وہ ہی کہ جسکی اطلاع حق کی سوا کسی کو نہووے تو صوفیہ کے
اصطلاحات مین سر روح سی الطف اور روح دل سی اشرف ہے (کیونکہ دل کا تعلق علم سی ہے
تو جب اس بات کا علم حاصل ہو چکا کہ پروردگار مہربان ہی اور اس علم پر مداومت بھی ہوئی تو
اب روح کو اوسکی محبت پیدا ہوئی۔ اسِ لئے محسن کا چاہنا روح کی طبعی خاصیت ہے پھر جب
مقام محبت مین قدم ثابت ہو گیا تو اوس محبوب کا مشاہدہ بھی ہمیشہ ہونے لگا۔ اور عالم غیب
وشہادت کی خاص خاص باتین بھی اوس پر ظاہر ہونے لگین پہلی آدمی جانتا ہی پھر چاہتا ہے
پھر مشاہدہ کرتا ہی پس افضلیت کا یہی سبب ہے کہ مشاہدہ محبت سے بلند تر ہی اور محبت علم سے
بڑھکر) اور کبھی خدا اور بندہ کے درمیان جو احوال پوشیدہ رہتی ہین اوسکو سر کہتی ہین۔
(فَمَن لَّم یَکُن بَینَہُ وَبَینَ اللہِ سِرٌّ فَھُوَ مُصِرٌّ یعنی کوئی ایک علاقہ بندہ مین اور خدا
مین ایسا ہو جو سب سے پوشیدہ ہو۔ اور جو یہہ حال نہین صاحب کمال نہین کیسی لئے کہا جسکا
دل تمام نقصانون سے پاک ہوا وہی سر سی خاص ہوا۔) مقولہ ہی صُدُورُ الاَحرارِ
قُبُورُ الاَسرارِ۔ یعنی اچھی لوگون کے سینے اسرار کی خزینے ہین۔ امام غزالی[۱] فرماتی ہین
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا[۲] کہ ابن آدم مین ایک گوشت کا ٹکڑا ہی کہ جب وہ درست ہوتا ہی سب جسم درست
ہوتا ہی اور جب وہ بگڑتا ہی تو سب جسم بگڑتا ہی اَلَا وَھِیَ القَلبُ آگاہ ہو کہ وہ دل ہی اس
حدیث سی ثابت ہو گیا کہ دل ہی اصل ہی اور وہی جسم مین حاکم او امیر ہی اور باقی سب تبعیت

۱ احیاء العلوم ۲ بخاری وغیرہ

لہذا ہم معنی قلب و روح و نفس و عقل بیان کرتی ہین - اور علما مین ایسی لوگ کم ہین جو ان الفاظ
کی معانی کا اختلاف اور اون کا مصداق جانتی ہون لفظِ اول قلب ہے اسکی دو معنی ہین
اول تو گوشت کا ٹکڑا گاؤدم جو سینی کی بائین جانب ہی اور اوسکی بیچ مین خلو ہی جسمین سیاہ خون
رہتا ہی جو منبع اور معدن روح کا ہی - اسطرح کا دل تو بہائم بلکہ مردہ مین بھی موجود ہوتا ہے
دوسری معنی دل کی یہہ ہین کہ وہ ایک لطیفۂ روحانی ربانی ہی جسکو قلبِ جسمانی سی تعلق ہی اور
یہی لطیفہ حقیقتِ انسانی کہلاتا ہی اور مدرکِ عالم - مخاطب معاتب بھی ہی اور اسی کی
بازپرس ہے اور قولِ خداوندی اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ مین اوسکی طرف
اشارہ ہی اور اس لطیفہ کو جو قلبِ جسمانی سی علاقہ ہی وہ بیان مین نہین آسکتا بلکہ کشف و
مشاہدہ کی ضرورت ہے ع ذوقِ این می نشناسی بخدا تا نچشی ؛ ہان اسقدر کہسکتی ہین کہ یہہ تعلق
ایسا ہی ہی جیسی مکین کا مکان سے یا پادشاہ کا رعیت سے - دوسرا لفظ روح ہی اسکی بھی دو
معنی ہین ایک یہہ کہ روح ایک جسمِ لطیف ہے جسکا منبع قلبِ جسمانی کا خلو ہی اور
وہانسے بذریعہ شریانون کے تمام اعضاءِ بدن مین پہیلتی ہی جیسا ایک چراغ کسی گھر مین رکھدو
اور اوس سے چارطرف روشنی پہیل جاوی - یہہ معنی روح کی اصطلاح اطبا کی ہی دوسری معنی
وہی لطیفۂ ربانی ہی جو کہ حقیقتِ قلب ہے پس قلب و روح کا ایک لطیفہ پر اطلاق ہوتا ہے
اور یہی معنی مراد ہین اس آیت شریف مین جو قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی ہی تیسرا لفظ نفس ہے

اسکی بھی دو معنی ہین اول یہہ کہ نفس انسان مین وہ شئی ہی جو قوتِ غضب اور شہوت و صفات
مذمومہ کی جامع ہی اور اسی نفس سے مجاہدہ کرنا چاہئے اسکو خوب توڑنا چاہئے اور وہی مراد اس حدیث
شریف مین بھی ہے جو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا اَعْدٰی عَدُوِّكَ[1]
نَفْسُكَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیْكَ یعنی سب مین زیادہ تیرا دشمن تیرا ہی نفس ہے جو تیری پہلو مین ہے

نفس گر کہنی مین ہوتا تو یہہ کہہ کیون ہوتا	میری پہلو ہی مین ہے دشمن جانی افسوس

دوسری معنے نفس کے وہی لطیفہ ربانی ہی جو روح و قلب کے دوسری معنے تھی اور اسی اعتبار سے وہ
حقیقتِ انسان ہے جس کے باعث وہ تمام حیوانات سے علیحدہ ہوگیا۔ اور نفس بحسبِ اختلافِ احوال
صفاتِ مختلفہ کے ساتھ موصوف ہوتا ہی۔ پس ریاضتون سے صفائی اور ذکرِ حق سے نورانیت پیدا ہو جاتی ہے
خواہشات کا اثر اور بری صفات دور ہو جاتی ہین تو اوسکو نفس مطمئنہ کہتی ہین جسکی طرف
اس آیت مین اشارہ ہی یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً
مَّرْضِیَّةً یعنی ای چین پکڑی ہوئی۔ اپنے رب کی طرف چل تو اوس سے راضی وہ تجھسے راضی
اور جب اوسکا سکون کامل نہین ہوتا مگر نفس شہوانی کو روکتا رہتا اور اوسپر اعتراض کرتا رہتا ہے
تو اوسکو نفسِ لوّامہ کہتی ہین اس لئے کہ وہ اپنی مالک کو عبادتِ مولیٰ مین قاصر پاکر ملامت کرتا ہے
اوسکا ذکر بھی خدای تعالیٰ نے فرمایا ہی لَاۤ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ اور جب نفس شہوانی کی

[1] بیہقی کتاب زہد مین وفیہ ما فیہ

روک نکری بلکہ مقتضائی شہوات اور حرکاتِ شیطانی کا مطیع و منقاد ہو جاوے تو اوسکو امّارہ
بالسوء کہتے ہین جیسا کہ فرمایا اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ یعنی ہین اپنے جی کو پاک نہین کہتا
جی تو برائی سکہاتا ہی چوتہا لفظ عقل ہے اور وہ بہی معانیِ مختلفہ مین مشترک ہی لیکن دو معنی
اوسکی یہان بیان ہوتی ہین اوّل تو یہہ کہ کبہی عقل بولتی ہین اور اوس سے مقصود علم حقائقِ اشیا کا
ہوتا ہی دوسری یہہ کہ عقل سے مراد وہ مدرِک و عالِم ہی کہ علم جسکی صفت ہے اور یہہ بہی وہی
لطیفہ ربانیہ ہی جسکا بیان اوپر ہو چکا۔ جاننا چاہیے کہ ان چارون الفاظ قلب و نفس و
روح و عقل کے مدلول جدا جدا موجود ہین یعنی قلبِ جسمانی (گوشت کا لوتہڑا) اور روح جسمانی اور نفس
شہوانی اور علوم اور پانچوین معنی یعنی لطیفہ مدرکہ انسانی وہ ان چارون لفظون مین مشترک ہی اور
قرآن و حدیث مین یہی مراد ہوتا ہے تو اس صورت مین لفظ چار ہوے اور معنی پانچ اور ہر لفظ کے
دو دو معنی ہوے اجوبۃ الغرالیہ مین فرمایا کہ روح عرض نہین کہ بدن مین حلول کری جیسا کہ سیاہی کا
حلول سیاہ چیز مین اور علم کا عالم مین ہوا کرتا ہی بلکہ وہ جوہر ہی کہ اوسمین اپنے آپکو اور اپنے
خالق کو پہچاننے کا مادہ ہے اور روح کو جسم نہین کہہ سکتی روح محلون مین حلول کرنی اور جسمونکی ساتہہ متصل ہونے سے
پاک ہی اور وہ لامکانی ہی کسیکو یہہ شبہہ نہووی کہ روح کو اللہ تعالیٰ سی تشبیہ ہوتی ہی کیونکہ

لہ علماءِ ظاہری علامہ فخر الدین رازی نے روح کی جو لامکانی ہی نکی منکر تہی اونکو یون جواب دیا ان المساواۃ فی انہ لیس بمتحیز ولا
حال فی المتحیز مساواۃ فی صفۃ سلبیۃ والمساواۃ فی الصفۃ السلبیۃ لا توجب المماثلۃ واعلم ان جماعۃ من الجہال
یظنون انہ لما کان الروح موجودا لیس بمتحیز ولا حال فی المتحیز وجب ان یکون مثلا للہ او جزءا للہ وذلک جہل
فاحش وغلط قبیح وتحقیقہ ما ذکرناہ فی ان المساواۃ فی السلوب لو اوجبت المماثلۃ لوجب القول باستواء کل المختلفات
وان کل ماہیتین مختلفتین لا بد ان یشترکا فی سلب کل ما عداہما عنہما فلتکن ہذہ الدقیقۃ معلومۃ فانہا مغلطۃ
عظیمۃ للجہال (تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ ۴۳۰)

انسان کو حی عالم سمیع بصیر قادر مرید متکلم کہتے ہین اور اللہ تعالی بھی ایسا ہی ہے حالانکہ
اسمین تشبیہ نہین ہے کیونکہ یہہ صفتین اللہ تعالی کی اخص صفات مین سے نہین ہین اسیطرح حیز مکان
اور جہت سے پاک ہونا بھی اوسکی اخص صفات مین سے نہین ہے بلکہ اللہ تعالی کی اخص صفات مین سے
قیومیت کی صفت ہے یعنی وہ بذاتِ خود موجود ہی اور اوسکے ماسوا سب اوسی کے سبب موجود ہین
بلکہ اشیا کیلئے تو بذاتِ خود عدم ہی وجود تو اون کو عاریتًا غیر کی جہت سے ہی اللہ تعالی کے لئے
وجود صفتِ ذاتی ہی عاریتًا نہین یہہ صفت یعنی قیومیت اللہ تعالی کے غیر مین نہین پائی جاتی
مِن رُّوحِی مین جو معنی نسبت کے ہین وہ اسطرح جیسے کہ آفتاب کی زبان سے نکلے اَفَضۡتُ عَلَی الۡاَرۡضِ
مِنۡ نُّوۡرِی یعنی مینے زمین پر اپنے نور کا فیضان کیا تو یہہ بات سچ ہوگی اور یہان نسبت کے معنے یہہ
ہونگے کہ جو روشنی زمین کو حاصل ہی وہ کسی نہ کسی جہت سے آفتاب کے نور کی جنس مین سے ہی اگرچہ یہہ نسبت اوسکے
بہت ہی ضعیف ہے - اور یہہ تو نے معلوم کر لیا ہی کہ روح جہت اور مکان سے پاک ہی اور تمام
اشیا کی علم اور اطلاع پانیکی اوسکو قوت ہے اور شی جسمانی مین یہہ مناسبات نہین ہوتین (پس
انہی مناسبات کی وجہ سے خدای تعالی نے روح کو اپنی طرف منسوب کیا اور مِن رُّوحِی فرمایا)
اور قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ کے یہہ معنے ہین کہ عالم دو قسم پر ہی ایک عالمِ امر اور دوسرا عالمِ
خلق جس شی کی مساحت اور اندازہ ہو سکے وہ عالمِ اجسام اور عالمِ عوارض مین سے ہی اوسکو
عالم خلق سے کہتے ہین اور یہان خلق کے معنی تقدیر و اندازہ کے ہین ایجاد و پیدا کرنیکے نہین جیسا کہ

کہتی ہین خَلَقَ الشئی ای قَدَّرَہٗ یعنی چیز کا اندازہ کیا۔ اور جس چیز کا اندازہ اور مقدار نہو اوسکو
امرِ ربّی کہتی ہین اور اوسی امرِ ربّی کہنا اُن ہی مناسبات مذکورہ کی جہت سے ہے۔ اور جو چیزین
اس جہت سے ہین خواہ ارواحِ بشری ہون یا ارواحِ ملائکہ اونکو عالَمِ امر سے کہتی ہین پس عالَمِ امر سے وہ
موجودات مراد ہین جو حس۔ خیال۔ جہات۔ مکان اور حیّز سے خارج ہین اور مقدار کی نہونیکی
وجہ سے مساحت اور اندازہ مین داخل نہین ہین اسی بات سے روح کی قدامت کا ایک فرقہ کو وہم ہوا ہے
مگر وہ اونکی جہالت ہے بلکہ روح کو غیر مخلوق اس اعتبار سے کہین گے کہ اوسکا مقدار نہین کیونکہ وہ منقسم
اور ذی اجزا اور ذی مکان نہین ہے اسکی حدوث کی دلیل طویل ہے اور اوس کے مقدمات بہت ہین
حق تو یہ ہے کہ جب نطفہ مین روح کی قبول کرنیکی استعداد ہوئی تو روح پیدا ہوئی جیسا آئینہ مین
صیقل کرنیکی وقت صورت پیدا ہوتی ہے جو شخص[1] کہتا ہے کہ قوام روح کا بغیر بدن کے نہین ہوتا اگر وہ
قبر مین جسم کی ساتھ روح کی تعلق اور پھر روح اور جسم مین مفارقت اور قیامت مین پھر تعلق ہونیکا انکار
کرے تو اوسکا انکار باطل ہے کیونکہ روح کا قوام بغیر بدن کے مشکل نہین ہے بلکہ بدن کے ساتھ اوسکا تعلق

[1] مرزا حیرت نے ترجمہ کی نقل کو یہان ختم کر دیا شاید یہ بقیہ مضمون پسند خاطر نہین آیا جسمین بعث وحشر کا ذکر ہے پھر صفحہ ۲۴۴
مقدمہ تفسیر الفرقان مین جو زہر اُگلے ہین وہ یہ ہے مِن روحی کا لفظ صاف شہادت دیتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنی
روح انسان مین پھونکی ہے پھر کیونکر خیال ہو سکتا ہے کہ ہم خدا کی روح کو فانی اور حادث کہینگے بلکہ روح کو باقی اور قدیم
نہ کہنے پر کفر لازم آتا ہے روح کا فانی یا حادث ماننا خدا کا فانی اور حادث ماننا ہے پھر لکھا کہ روح ایک کتابی امر ہے
جو بقدر محنت ہوش سنبھالنے کے بعد ہر شخص کو مل سکتی ہے سبحان اللہ اڈیٹر اخبار ابھی روح کو خدا بنایا قدیم
و غیر حادث کہا اور ابھی وہ امر کہ حاصل کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے معاذ اللہ یہ ہے غدای پاک سے
استہزا اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ - ۱۲

مشکل ہی کہ بدن سے کیونکر متعلق ہوئی حالانکہ روح عرض نہین بلکہ وہ تو جوہر بذاتِ خود (یعنی
بلا قیام بالغیر) موجود ہی اور اپنی ذات اور صفات سے اپنی خالق اور اوسکی صفات کو پہچانتی ہی
اور وہ اس پہچاننی مین کسی چیز کی اسکیطرف محتاج نہین ہے کیونکہ جن چیزون کو اوسنے پہچانا ہے وہ محسوس
نہین انسان تعلقِ بدنکی حالت مین قادر ہی کہ اپنی نفس کو تمام محسوس چیزون سے غافل کرے یہانتک کہ
آسمان اور زمین سے بھی سوا اس حالت مین اپنی ذات اور اوسکی حدوث اور خالق کیطرف اوس کے
محتاج ہونیکو جانتا ہی حالانکہ کسی محسوس چیز کا اوسکو شعور نہین ہوتا ہی سو بغیر شعور محسوسات کے اوسنے
اپنی ذات کو پہچانا۔ چنانچہ ابتدارِ تصوف مین صوفی کو ہمیشہ اللہ تعالی کا ذکر کرنا اوس حالت مین
پہونچاتا ہے کہ اوسکی ذہن مین اللہ تعالی کے سوا کسی شی محسوس اور معقول کا شعور نہین رہتا ہی۔ اور اوس
شعور کا بھی شعور نہین ہوتا بلکہ محض اللہ تعالی کیطرف مشغول ہوتا ہے کیونکہ شعور کے شعور مین بھی خدا سے
غفلت لاحق ہوتی ہی۔ پس جو حق کی معرفت کے لئے مجرد ہوا بدن اور قالب کی طرف کیون محتاج ہوگا
اور جسم سی کیون نہ بذاتِ خود مستغنی ہوگا جو حواس کا مرکب ہے اور محسوسات ہی کو دیکھتا ہی جس نے
روح کی حقیقت اور اوسکا بذاتِ خود قوام معلوم کرلیا اوسکو روح کا جسم سی الگ ہونا مشکل نہین
معلوم ہوگا۔ بلکہ روح کا جسم سی اتصال مشکل معلوم ہوگا یہانتک کہ جان لے کہ اتصال کے یہی معنی
ہین کہ جسم مین تاثیر اور تصرف اور حرکت روح ہی سے ہی۔ جیسا کہ انگلیونکی حرکت ارادہ کے حرکت دینے
معلوم کرلیتا ہی حالانکہ اوسکو یقین ہے کہ ارادہ انگلیون مین نہین ہے لیکن جسم اوسکا مسخر ہی سو اوس تسخیر کا

پیدا ہونا اور نہ زایل ہونا اور رجوع کرنا جایز ہی اور عقل انمین سے کسیکو محال نہین جانتی ۔ جایز ہے

کہ اسکی رجوع اور زوال کے لئی اسباب ملکی ور فلکی اور یقینی ہون جسکو قوت بشری احاطہ نہین کرسکتی

سو ایسی وجہ شریعت مین روح کا جسم سی الگ ہونا اور پھر عود کرنا جو وارد ہوا ہی اوسکی تصدیق

واجب ہے ۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی عوارف المعارف مین فرماتی

ہین کہ روح مین کلام کرنا بہت مشکل ہی اور چپ رہنا اہل عقل کا کام ہی حضرت جنید بغدادی نے

فرمایا کہ روح ایک شے ہی جسکو اللہ تعالیٰ نے اپنی علم سی برگزیدہ کیا اوسکو موجود سی زیادہ تعبیر کرنا جائز

نہین اور بطور تاویل کے کہسکتے ہین جیسی کلام اللہ کی تفسیر جو منقول ہی وہی بیان کرنا ضروری اور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
تاویل سو وہ عقل سی ہو سکتی ہی جسکا احتمال معنی غیر قطعی ہی اور روح کا سوال جو رسول مقبول

سی ہوا تھا اوسمین بھی کسی نے کہا کہ وہ جبریل علیہ السلام ہین کسی نے کہا وہ ایک فرشتہ ہے کسی نے کہا وہ ایک

خلقت ہے کہ عرش کے بعد سب سے بزرگتر ہی ۔ جب یہ منقول ہی تو یہ روح کے سوا ہی جو بدن مین ہے

تو اس اعتبار سی گفتگو روح مین جاری ہوگی اور ایسی وقت مین کلام ممنوع نہین اور بعضی علما کا قول ہے

کہ روح کُن سی نہین نکلی اگر کُن سی نکلتی تو اوسکی مذلت ہوتی بلکہ وہ سبحانہ تعالیٰ کے جمال اور جلال کے

تذنیب

ل قال انه من امر ربی بمعنی انه لا یحدث ولا یدخل فی الوجود الا لاجل ان الله تعالیٰ قال له کن فیکون
دل ذلک علی انه جوهر لیس من جنس الاجسام بل هو جوهر قدسی مجرد واعلم ان اکثر العارفین
المکاشفین من اصحاب الریاضات وارباب المکاشفات والمشاهدات مصرون علی
هذا القول جازمون بهذا المذهب قال الواسطی خلق الله الارواح من بین الجمال والبهاء
فلولا انه سترها السجد لها کل کافر (تفسیر کبیر جلد پنجم صفحه ۴۴۰)

درمیان ملاحظہ اشارہ کے ساتھ کلی ہے اللہ تعالیٰ نے سلام کے ساتھ اوسکو خاص کیا اور اپنی کلام
سے اوسکو حیات دی پس وہ منزلتِ کُن سے آزاد اور پاک ہے اور ابو سعید خرازؒ سے لوگون نے سوال
کیا کہ کیا روح مخلوق ہے کہا ہان اور اگر یہہ نہوتا تو ربوبیت کا اقرار نکرتی اور بعضون نے کہا کہ
وہ جوہر مخلوق ہے مگر سب مخلوقات سے لطیف تر اور سب جواہر سے انور اوسکی سبب غائب چیزین دکھلائی
دیتی ہین اوسکی باعث اہلِ حقائق کو کشف ہوتا ہے سعید بن مسیب نے حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ سے روایت
کی کہ فرمایا مومنین کی ارواح برزخ مین آسمان اور زمین کے درمیان جہان چاہتی ہین وہان جاتی ہین اور
حدیث[1] مین ہے کہ تمہارے اعمال تمہارے کنبے والون اور قرابتدارون پر جو مردے ہین پیش ہوتے ہین
اگر وہ عملِ حسنہ ہین تو وہ خوش ہوتے ہین اور اگر دوسری قسم کے ہون تو یون دعا کرتے ہین کہ الٰہی انکو
موت نہ دے جبتک کہ تو انکو ہدایت دے جیسا کہ تونے ہمکو ہدایت دی اور بعض متکلمین اسلام اسطرف گئے
ہین کہ وہ اجسامِ لطیفہ ہین کہ اجسامِ کثیفہ سے ایسی گھل مل گئی ہین جیسے پانی سبز شاخ مین گھل مل
جاتا ہے یا آگ کوئلے مین، اب مین قطعی طور سے حکم نہین کرتا بلکہ بطورِ تاویل بیان کرتا ہون واللہ
بہتر جانتا ہے کہ روحِ انسانی[2] علوی آسمانی عالمِ امر سے ہے اور روحِ حیوانی کہ بشری ہے عالمِ خلق سے ہے

[1] امام احمد اور بیہقی وغیرہ وغیرہ۔ اصل حدیث تفسیر قادری صفحہ ۳۱۲ مین ملاحظہ ہو۔۱۲ [2] روحِ انسانی انسان مین ایک لطیفہ ہے جو عالم
اور مدرک ہے روحِ حیوانی پر راکب عالمِ امر سے نازل اوسکی کنہ سمجھنے سے عقول عاجز کبھی وہ روح مجرد کبھی وہ بدن مین منطبق روحِ اعظم وہی روحِ
انسانی مظہرِ ذاتِ الٰہی بحیثیتِ ربوبیت ہے اس سبب سے وہانتک کوئی نہین جا سکتا اوسکی حقیقت کو پا نہین سکتا۔ اللہ کو ہی اوسکی کنہ معلوم۔ غیر پر اوسکی حقیقت
غیر مفہوم۔ وہی عقلِ اول اور حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور نفسِ احدی ہے اور وہی اول موجود جسکو اللہ تعالیٰ نے اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ وہی خلیفۂ
اکبر جوہرِ نورانی اوسکی جوہریت مظہرِ ذات اور اوسکی نورانیت مظہرِ علم ہے۔ باعتبار جوہریت کے نفسِ واحدہ نام اور باعتبار نورانیت کے عقلِ اول
لا کلام۔ جسطرح کہ اوسکی لیے عالمِ کبیر مین مظاہر و اسماء ہین چنانچہ عقلِ اول قلمِ اعلیٰ نور نفسِ کلیہ لوحِ محفوظ وغیرہ اسیطرح اوسکے عالمِ صغیر انسانی
مین بھی بحسب ظہورات و مراتب کی اصطلاح اہل اللہ وغیرہم مین ظہورات و اسماء ہین چنانچہ سِر۔ خفا۔ روح۔ قلب۔ کلمہ روع۔ فواد۔
صدر۔ عقل۔ نفس۔ (تعریفات سید شریف)

اور روحِ حیوانی بشری روحِ علوی کا محل اور مورد ہی اللہ تعالیٰ نی دونون مین یہہ علاقہ
پیدا فرما کے ارواحِ حیوانات کی جنس سے اوسکو علحدہ فرما دیا اور اوسکو محلِ نطق و الہام بنایا چنانچہ
فرماتا ہی وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا یعنی قسم ہی نفس کی اور جسنے
اوسکو برابر کیا پھر اوسکو اوسکی بدکاری اور پرہیزگاری کا الہام کیا۔ اور نفس جو روحِ حیوانی
آدمی کا ہی اوسکا پیدا ہونا روحِ علوی سے عالمِ امر مین ایسا ہی ہے جیسا کہ عالمِ خلق مین آدم سے حوا کا
پیدا ہونا ہی۔ اور اون دونون مین عشق و محبت اسطرح ہی کہ مفارقت سے موت آجاتی ہی اللہ تعالیٰ
فرماتا ہی وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا یعنی اوس سے اوسکی زوجہ بنائی تاکہ وہ اوس سے سکون
آرام پاوی پس آدم علیہ السلام نے حوا سے سکون و آرام پایا اور روحِ انسانی علوی نے روحِ حیوانی سے
سکون حاصل کیا اور اوسکو نفس بنا دیا اور روح نے جب نفس کے ساتھ سکون کیا تو قلب پیدا ہو گیا اور اس
قلب سے مراد وہ لطیفہ ہی جسکا محل پارۂ گوشت ہے اور یہہ پارۂ گوشت عالمِ خلق سی اور وہ لطیفہ
عالمِ امر سے ہے۔ اور قلب کا روح اور نفس سے عالمِ امر مین پیدا ہونا ایسا ہی جیسا کہ اولاد کا آدم و حوا سے
عالمِ خلق مین پیدا ہونا ہی اب قلوب مین سے ایک قلب باپ کا تابع اور اوسکی طرف مائل ہی اور ایک
قلب اوسکی جانب متوجہ ہوئی مین متردد ہی۔ اور توجہ قلب سے حکمِ سعادت اور شقاوت ہوتا ہی
اور عقل[1] روحِ علوی کا جوہر اور اوسکی زبان اور اوسکی راہ نما ہی جسنے صرف عقل سی کام لیا اور

بیان قلب

بیان عقل

[1] بعضون کے پاس محلِ عقل دماغ ہے اور بعضونکی پاس قلب۔ جب اوسکی تدبیر سرکشی مین ہوتی ہی تو محل اوسکا دماغ کہتی ہین
اور جب نیک تدبیر کرتی ہی تو مسکن اوسکا قلب کہتی ہین (عوارف) ۱۲

نورِ شرع سی مدد نہ لی وہ دنیوی زندگی مین طرح طرح سی بہرہ مند ہوا (عالیشان عمارتین بنائین
مختلف کلین نکالین تار برقی کا سلسلہ قایم کیا) ملک جو ظاہرِ کائنات ہے اوس سے چند روز فائدہ
اوٹھایا (مری بعد کچھہ بھی ہاتھہ نہ آیا) اور جس کسی نے نورِ شرع سی اپنی عقل کو روشن کیا وہ بصیرت سے
موید ہوا۔ ملکوت پیش نظر ہو گیا جو باطنِ کائنات ہے جسکا مکاشفہ اہلِ دل کو ہوتا ہی وہب بن منبہ سے
روایت ہے کہ ستر کتابون سے ثابت ہوا کہ کل مخلوق کو ابتداءِ دنیا سی آخر تک جسقدر عقل دیگئی ہے وہ
بمقابل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقل کے ایک ذرے کے مانند ہی غرض اوسکی تدبیر قلبِ نیک اور
نفسِ مطمئنہ کے لئی مثل اوس تدبیر کے ہی جسطرح کہ باپ نیک اولاد کے لئے اور شوہر زوجہ صالحہ کے لئے
کرتا ہی۔ اور اوسکی تدبیر قلبِ واژدن اور نفسِ امارہ کے لئے مثل اوس تدبیر کی ہی جو باپ اولادِ سرکش
کے لئی اور شوہر بری زوجہ کے لئی کرتا ہی پس قلب کبھی متوجہ کبھی رو گردان۔ روحِ علوی تو اِس
کوشش مین ہے کہ کسیطرح اپنی مولا کی طرف خود بھی رجوع کری اور دوسری مخلوق کو بھی اوسطرف
لیجاوی جب روح ترقی کرتی ہی تو قلب بھی اوسکی جانب متوجہ ہوتا ہے جسطرح نیک لڑکی کو باپ کی
محبت ہوتی ہی اور جب قلب متوجہ ہو گیا تو نفس جو بجای مادر ہے وہ بھی اپنی لڑکے (قلب) کا مشتاق
ہو گیا) خواہشات دور ہو گئی رغبت دنیا سی جاتی رہی اس شعر پر عمل ہوا ع

از ہر چہ بمردگی جدا خواہی شد   زان بہ کہ بزندگی جدا باشی ازو

باپ روح بیٹا قلب مان نفس سب کے سب اچھے ہو گئی گھر کا گھر درست ہو گیا) اور کبھی

نفس جو کہ والدہ ہی اپنی وضعِ جبلّی سی زمین کی طرف گرتا ہی اور عالمِ سفلی کی جانب اوسکا
میلان ہوتا ہی تو قلبِ معکوس بھی اوسی طرف متوجہ ہوجاتا ہی جیسا بچہ مادرِ زانیہ کی طرف متوجہ
ہوجاتا ہی اور والدِ کامل کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تو ایسی وقت مین والد جو روح ہی طبعی
طور پر وہ بھی لڑکی کا ساتھ دیتا ہی اور اپنی مولا کی اطاعت سے مونھہ پھراتا ہی سب گھر کا گھر
ویران و تباہ ہوجاتا ہی پس نفس و روح کا باہم مقابلہ ہی کبھی قلب کی مالک و حاکم روح
ہوجاتی ہی۔ اور کبھی خواہشاتِ نفس اوسکے قابض و متصرف ہوجاتے ہین اسی بنا پر حکم سعادت
و شقاوت ظاہر ہوتا ہی اور لطیفہ سِر گروہِ صوفیہ مین سے بعضون نے اوسکو قلب کے بعد اور
روح کی قبل سِر کہا ہی اور بعضون نے اوسکو روح کی بعد اور اوس سے اعلیٰ اور الطف گردانا ہی
اور کلام اللہ مین ذکر روح اور نفس اور اوسکی صفات اور عقل اور فواد کا ہی اور ہمنی کہین کلام اللہ
مین ذکر سِر کا اوس معنی کی ساتھہ نہین پایا جسکی طرف اشارہ کیا گیا ہی ہم کہتی ہین اور اللہ تعالےٰ
دانا تر ہی کہ وہ چیز جسکا نام سِر رکہا ہی کوئی شی مستقل بنفسہٖ نہین ہے جسکا وجود روح و نفس کی
طرح ہو ہان اسیقدر ہی کہ جب قلب روح کا ہمرنگ ہوتا ہی اور ایک وصف زاید اپنی مین حاصل کرتا ہے
تو اوسکو قلب سے صاف تر دیکھکر سِر کہتی ہین اور اسیطرح روح مین ایک ترقیِ خاص دیکھکر اوسکو
سِر کہتی ہین مختصراً الملخصاً اس بیان مین صوفیہ کی اقوال تو بہت ہین لیکن اسقدر سمجھنا چاہئی کہ عالم گو

ـــ اللہ تعالی نے فرمایا وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ۔ یعنی اور اگر ہم چاہتی تو اوسکو ساتھہ اوسکو اوٹھا لیتی لیکن وہ زمین کی طرف ٹھہرا اور اپنی خواہش کی تابعداری کی (عوارف)

کثرت سی ہین اللہ تعالی نے اس دو عالم مین اونکو حصر فرما دیا ایک عالم خلق دوسرا عالم امر فرمایا
اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ جو ظاہری حواس خمسہ سے پایا جاوے وہ عالم خلق ہے اور جو باطنی حواس سے
پایا جاوے وہ عالم امر ہے چونکہ کوئی شئے اسکی پیدائش مین واسطہ نہین ہے اور اوسکو امر کن سے اللہ تعالے
پیدا فرمایا اسلیے اوسکو عالم امر کہتے ہین اور اوسکا امر قدیم ہے اور جو امر قدیم سے ظہور مین آوے گو وہ
حادث ہے لیکن باقی رہیگا یعنی ازلی تو نہین لیکن ابدی ہے۔ اور عالم خلق کی پیدائش اشیا کی واسطے سے
ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ تو اوسکا
نام خلق رکھا گیا اور اللہ نے اوسکو فنا کے لیے پیدا کیا ہے تو اب قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ مین روح کا بیان
ہوا کہ وہ عالم امر و بقا سے ہے نہ عالم خلق و فنا سے۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معرفت روح کیسی حاصل ہوگی سچ
پوچھو تو تمام ارواح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی روح سے پیدا ہوئی ہین۔ حضرت شیخ الہند محدث دہلوی اخبار الاخیار
مین یہہ نظم تحریر فرماتے ہین ؎

خیر الوریٰ امام رسل مظہر اتم صلی اللہ علیہ وسلم	او از خدا و ہر چہ جز او منتشی از و
او جان جملہ عالم و حق جان جان شمار	حق را بغیر واسطہ ذات او مجو

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس جان عالم ہے جسنے آپکو پہچانا اوسنے اللہ کو جانا یہی معنی مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ[1]

[1] ابن حجر مکی صواعق مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ شیر خدا کا کلام بتاتی ہین امام غزالی مسائل غامضہ مین مرفوع کہتے ہین کنوز الحقائق
مین دیلمی کی طرف منسوب ہے حضرت شیخ محی الدین عربی فتوحات باب ۱۷۷ مین ھذا حدیث ثابت فرماتے ہین۔
ادب الدنیا من ماوردی کی یہہ لفظ ہین عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متی
یعرف الانسان ربہ قال اذا عرفت نفسہ ۱۲

فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کی ہین جاننا چاہیی کہ ارواح دو قسم پر ہین ایک تکلیف و عذاب مین دوسرے
ثواب و آرام مین جو معذب ہین وہ خود ہی گرفتار ہین سیر و ملاقات کیسی - اور جو آرام مین ہین وہ
جہان چاہتی ہین سیر کرتے پھرتی ہین حدیث مین ہے کہ [1] اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ فَاِذَا
مَاتَ الْمُؤْمِنُ یُخَلّٰی سَرْبُہٗ یَسْرَحُ حَیْثُ شَآءَ یعنی دنیا مسلمان کا قیدخانہ اور کافر کی بہشت ہے
جب مسلمان مرتا ہی تو اوسکی راہ کہولدی جاتی ہی کہ جہان چاہی سیر کری اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ
وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا یعنی جو لوگ اللہ و رسول کی حکم پر چلتی ہین اون کے
ساتھ ہین جنکو اللہ نے سرفراز فرمایا نبی - صدیق - شہید اور نیک بخت اور اونکی رفاقت خوب ہی
اور یہہ معیت دنیا اور برزخ اور قیامت مین ہر جگہہ ہی حدیث مین ہے [2] اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ طبرانی
وابن مردویہ سی ہے کہ ایک شخص نے [3] حضور مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ
میری نزدیک میری اہل و مال سی زیادہ محبوب ہین اور مین جب کبھی آپکو یاد کرتا ہون تو بیقرار ہو جاتا ہون
یہانتک کہ آپکا جمال مبارک آکر دیکہتا ہون مجہے میری انتقال اور آپکے وصال کا خیال آتا ہی تو سمجہتا ہو
کہ آپ جنت مین جاوینگی تو انبیا کی ساتھ رہینگی اور اگر مین جنت مین داخل ہوا بھی تو آپکو کیسی دیکھہ سکونگا
تو اللہ تعالیٰ نی آیت وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ کو اتارا اور یہہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا

[1] ابن ابی شیبہ موقوفا اور ایسکی قریب قریب امام احمد و طبرانی حاکم - ابو نعیم مرفوعاً [2] امام احمد - صحیح بخاری و مسلم
ابوداؤد و ترمذی اور نسائی (شرح شفا) [3] امام بغوی نے تفسیر مین کہا کہ اوس صحابی کا نام ثوبان تہا - ۱۲

یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ
جَنَّتِیْ یعنی ای نفسِ مطمئنہ اپنی رب کی طرف پھر چل تو اوس سے راضی وہ تجھسی راضی پھر میری بندون مین
ملجا اور میری بہشت مین داخل ہوجا۔ یہہ قول انتقال کی وقت روح کو کہا جاتا ہی یعنی اونکے
زمرہ مین داخل ہوجا اور اونکے ہمراہ رہ اور اللہ تعالیٰ نی شہدا کی حال سی خبر دی کہ یَسْتَبْشِرُوْنَ
بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِھِمْ مِنْ خَلْفِھِمْ یعنی خوش ہوتی ہین اونکی طرف سے جو پیچھی اونکے ہین اور ابھی اون سے
نہین ملے تو یہہ بعد آنیوالی بہائیونکی ملاقات کی خوشی کرنا اور باہم مبارکبادی دینا ارواح کی ملاقات کی
صریح دلیل ہی۔ خواب و کشف مین زندہ کی روح بھی مردی کی روح سی ملاقات کرتی ہی ابو عبداللہ
بن ہبیرہ نی اپنی سند سی روایت کی کہ زندونکی روحین مردونکی روحون سے خواب مین ملتی ہین مختصراً
ابن سیرین تعبیرِ منام مین لکھتی ہین کہ مردہ خواب مین زندہ کی آکر اپنا جو حال بیان کری وہ اسیطرح ہے
تعبیر کی ضرورت نہین بعضی مردی خواب مین آکر وہ حال بتاتی ہین کہ زندہ کو اوسکی خبر بھی نتھی اور
وہ خبر سچی ہوتی ہی کبھی ایسی مال کی خبر دیتا ہے جسکو اوسنے دفن کیا تہا اور اوسکے سوا کسیکو اوسکا
حال معلوم نتہا۔ اور بعضی وقت ایسی ایسی امور کی مردی اطلاع دیتی ہین کہ زندہ کو یقین تہا کہ میری
سوا اوسکو دوسرا نہین جانتا ہی چونکہ بعد انتقال علم و ادراک روح سی بعضی لوگ منکر ہین اسلئے چند حدیثین
شرحِ صدور وغیرہ سی جنمین ارواح کا بعد انتقال اہل دنیا کو دیکھنا اونکی باتین سننا اور اسی قسم کے
امور جنکا تعلق دنیا سی ہی لکھی جاتی ہین۔ **ارواح کی ملاقات کے بیان مین**

حضرت[1] رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا جبکہ مومن کی جان قبض کیجاتی ہی تو اہل رحمت
اوسکا استقبال کرتی ہین جیسا کہ تم خوشخبری دینوالی کا استقبال کرتی ہو۔ اور وہ کہتی ہین کہ اپنی
دوست کو مہلت دو تا کہ آرام لیوی کیونکہ وہ کرب شدید مین تھا۔ پھر اوس سے پوچھتی ہین کہ فلان نے
کیا کیا کیا فلان عورت نے نکاح کرلیا اگر وہ اوسکی پہلے ہی مرگیا ہے تو کہتا ہی کہ افسوس وہ تو میری پہلے ہی
مرچکا ہی وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہکر کہتی ہین کہ اُسکی مان ہاویہ کی طرف لیگئی پس بُری مان ہے
اور بُری پرورش کرنیوالی ہی (مان سی مراد شاید اوسکی اعمال ہون) اور فرمایا کہ تمھارے
اعمال تمھاری اقارب و عشائر پر جو مرگئی ہین پیش کئی جاتی ہین اگر اچھی ہین تو خوش ہوتی ہین اور
باہم مبارکبادی دیتی ہین اور کہتی ہین کہ الٰہی بیشک یہ تیرا فضل و رحمت ہے اپنی رحمت کو اوسپر
پورا کر اور اوسی پر اوسکو موت دی۔ اور گنہگار کا عمل پیش کیا جاتا ہی تو کہتی ہین الٰہی اوسے
عمل صالح کی توفیق دی جس سے تو راضی ہو اور وہ اوسکو تجھسی نزدیک کردی۔ عبید[2] بن عمیر
رضی اللہ عنہ سی روایت ہے فرمایا اگر مین اون لوگونکی ملاقات سے مایوس ہو جاؤن جو میری گھر والو نسے
مرچکی ہین تو مین اس غم کی ماری مرجاؤنگا۔ ابن ماجہ مین محمد بن المنکدر سی مروی ہے وہ کہتی ہین کہ
مین حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی پاس ایسی وقت گیا کہ آپ حالت موت مین تھے مین نے کہا اقرأ
علٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنِّی السَّلَامَ یعنی میری طرف سی حضور اقدس مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیجئے

---

[1] متعدد طرق سی ابن ابی الدنیا و طبرانی اوسط مین سعید بن منصور اپنی سنن مین و بزار و ابن ابی شیبہ کو[2] امام احمد نی زہد مین اور ابن ابی الدنیا۔ ۱۲

رسول[1] اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دو مسلمانوں کی روحیں ایک دن کی مسافت پر سے
ملاقات کرتی ہیں حالانکہ ایک نے دوسری کو کبھی نہ دیکھا تھا میت اپنے نہلانیوالی اور تجہیز و
دفن کرنیوالی کو پہچانتی ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم[2] نے فرمایا کہ میت اپنے نہلانیوالے کفن دینے والے اوٹھانیوالے
اور قبر میں اتارنیوالے کو پہچانتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم[3] نے فرمایا کہ جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور لوگ اپنے کاندھوں پر
اوٹھاتے ہیں تو اگر نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے آگے بڑھاؤ اور جو برا ہو تو کہتا ہے کہ ہائے خرابی کہاں لئے جاتے ہو
ہر شے اوسکی آواز سنتی ہے سوائے آدمی کے اگر وہ سنے تو بیہوش ہو جاوے۔ غور کا مقام ہے کسقدر صریح لفظ
صحیح حدیث کے ہیں کہ یَسْمَعُ صَوْتَهَا کُلُّ شَیْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ اب یہان کسطرح مجاز کا احتمال
نہیں ہے۔ رسول[4] اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافروں کی لاشوں پر جو بدر میں قتل ہوئے تھے تشریف فرما ہو کر فرمانے لگے
کہ اے فلان ابن فلان کیا تمنے پایا جو تمھارے رب نے تمسے سچا وعدہ کیا تھا میں نے تو پالیا جو سچا
وعدہ مجھسے اللہ تعالیٰ نے کیا تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ایسے جسموں سے کلام
فرماتے ہیں کہ جن میں روح نہیں فرمایا مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ یعنی جو کچھ میں کہہ رہا ہوں
تم کچھ اونسے زیادہ اسکو نہیں سنتے مگر اونہیں یہ طاقت نہیں کہ مجھے پلٹکر جواب دیں دفن و
تلقین کے وقت کیا کہنا چاہیے طبرانی عبد الرحمن بن علاء بن اللجلاج سے کہ اونکے والد نے اونسے

بیان تلقین

[1] امام احمد اور حکیم ترمذی نوادر الاصول میں عبد اللہ بن عمرو سے [2] امام احمد و طبرانی اوسط میں اور مروزی اور ابن مندہ ابو سعید خدری سے [3] صحیح بخاری و مسلم میں ابو سعید خدری سے [4] صحیح بخاری مسلم میں ہے ۔ ۱۲

فرمایا کہ میری بیٹی جب تو مجھی لحد مین رکھی تو بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ کہنا پھر مجھپر آہستہ[۱]
آہستہ مٹی ڈالنا پھر میری سرہانے سورۂ بقر کا شروع (مفلحون) تک اور اوسیکا خاتمہ
(اٰمَنَ الرَّسُوْلُ) پڑھنا کیونکہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہہ پڑھتی سنا ہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
کہ جب تمھارا کوئی مسلمان بھائی مری اور اوسکی قبر پر مٹی برابر کر چکو تو تمسے کوئی اوسکی سرہانے کھڑا ہو
اور فلان بن فلان کہکر پکاری پس بیشک وہ سنیگا لیکن جواب نہ دیگا دوبارہ پھر یونہین پکاری
وہ سیدھا ہو بیٹھیگا پھر تیسری بار بھی اوسیطرح کہی اب وہ کہیگا کہ ہمین ارشاد کر اللہ تجھپر
رحم کری مگر تمھین اوسکی جواب کی خبر نہین ہوتی پس اوسوقت یون کہنا چاہی[۲] اُذْکُرْ مَا
خَرَجْتَ عَلَیْہِ مِنَ الدُّنْیَا شَھَادَةَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ (سَیِّدَنَا) مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ
وَرَسُوْلُہٗ وَاَنَّکَ رَضِیْتَ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم) نَبِیًّا وَّبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا پس بیشک منکر نکیر اوسوقت ہر ایک دوسری کا ہاتھ پکڑکر کہتی ہین چلو
ہم اسکی پاس کیا بیٹھین جسی لوگ اوسکی حجت سکھا چکی اور اگر ماں کا نام یاد نہو تو حضرت حوا کی
طرف منسوب کری یا فلان ابن حوا کہی۔ ابن مندہ نی دوسری طرح ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سی روایت کی

[۱] شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمۂ مشکوٰۃ مین اسکے نیچے لکھتی ہین چون دفن کنید مرا پس بنرمی وسہولت بیندازید بر
من خاک را یعنی اندک اندک اندازند و این اشارت است بانکہ میت احساس میکند و دردناک میشود بانچہ دردناک
میشود بآن زندہ ۱۲[۲] طبرانی کبیر مین اور ابن مندہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سی ۱۲ [۳] یاد کر وہ بات
جس پر تو دنیا سی نکلا تھا اس بات کی گواہی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہین اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوسکی
بندی اور اوسکی رسول ہین اور یہہ کہ تو نی پسند کیا اللہ تعالیٰ کو پروردگار اور اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
نبی اور قران کو پیشوا ۱۲

کہ اونہون نے کہا جبکہ مین مرجاؤن اور تم مجکو دفن کر چکو تو چاہئے کہ ایک آدمی میری سرہانے کہڑا ہوکر کہی کہ ای صُدی بیٹی عجلان کے یاد کر اوس چیز کو کہ جسپر تو دنیا مین تہا گواہی اس بات کی نہین ہے کوئی معبود برحق مگر اللہ اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اللہ کے رسول ہین سعید بن منصور نے[1] راشد بن سعد اور صخرہ بن حبیب اور حکیم بن عُمیر سے روایت کی اون سب نے کہا کہ جبکہ میت کی قبر برابر کی جاوے اور لوگ چلے جائین تو مستحب سمجہا جاتا تہا کہ کوئی شخص قبر کی پاس کہڑا ہوکر اسطرح کہے یَا فُلَانُ قُلْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی اے فلان کہہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اسکو تین بار کہے یَا فُلَانُ قُلْ رَبِّیَ اللّٰہُ وَدِیْنِیَ الْاِسْلَامُ وَنَبِیِّیْ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یعنی اے فلان کہہ رب میرا اللہ ہے اور دین میرا اسلام ہے اور نبی میری محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین پہر چلا جاوے یہہ فقیر کہتا ہے کہ حضرت امام احمد[2] رضی اللہ عنہ سے تلقین بعد دفن کے متعلق سوال کیا گیا تو آپنے اوسکو مستحسن اور اچہا سمجہا اور قابل عمل جانا اس لئے ہم حنبلیون کے پاس تلقین قبر سنت اور بعد دفن بہی یون مستحب ہے[3] جب مٹی برابر ہوجاوے یا فلان ابن فلانہ تین بار کہی پہر یون کہے

[1] ابو امامہ صحابی ہے اور یہہ تینون تابعیون سے تلقین مروی ہے محدثین اس حدیث کے اور شواہد بتلاتی ہین ابن حجر مکی شرح مشکوٰۃ مین اعتضد بشواھد ین تقی بھا الی درجۃ الحسن اسیطرح علامہ ابن الصلاح نے بہی کہا اور حافظ ابن حجر نے تلخیص حبیر مین اسکی دلائل بیان فرمائی ہین کہ ضیاء مقدسی نے کتاب الاحکام مین اور دوسری محدثین نے بہی اسکی تخریج کی ہے مختصر تذکرہ قرطبی صفحہ ۳۱ مین ہے کہ شیبہ بن ابی شیبہ فرماتی ہین کہ میری والدہ نے مجہے وصیت کی تہی کہ بعد دفن مین اونکی قبر کے پاس کہڑی ہوکر اسطرح کہون کہ اے ام شیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہو غرض اوسیطرح جب کر چکی تو خواب مین آکر فرماتی ہین کہ اگر تم لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے میری مدد نکرتے تو قریب تہا کہ مین ہلاک ہوجاتی پس اے بہائیو جب تم کسی مسلمان بہائی کے دفن مین شریک ہو تو مٹی برابر ہوئے بعد اسطرح کہدو کہ اے فلان ابن فلان کہہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ یا یون کہہ اللّٰہُ رَبِّیْ وَالْاِسْلَامُ دِیْنِیْ وَمُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَسُوْلِیْ اوسوقت عذر وحیلہ مت کرو کہ ہمین تلقین بہت نہین آتی ان تین کلمون کا یاد کر لینا آسان ہے انتہی۔ [2] کتاب الروح لابن القیم صفحہ ۱۷ [3] نیل المآرب شرح دلیل الطالب صفحہ ۶۷

اُذْكُرْ مَا خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ
وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّكَ رَضِيْتَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم نَبِيًّا وَّبِالْقُرْاٰنِ
اِمَامًا وَّبِالْكَعْبَةِ قِبْلَةً وَّبِالْمُؤْمِنِيْنَ اِخْوَانًا وَّاَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَّاَنَّ النَّارَ حَقٌّ
وَّاَنَّ الْبَعْثَ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ
حنفیہ کے پاس بھی تلقین بعد دفن جائز بلکہ بہتر ہی اسواسطی بعضون نے کہا کہ لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ[ل] کے
حقیقی معنی یہی ہین یعنے بعد دفن تلقین کرنی چاہئی اور یہی اہل سنت جماعت کی طرف منسوب ہے
اور اسکا خلاف یعنی تلقین نہ کرنا معتزلہ کا مذہب ہے اور بعضون نے کہا نہ اوسکا حکم کرے نہ اوس سے
منع کرے اور بیشک لفظ موتیٰ کو اپنی حقیقت پر ہی رکھنا چاہئی مگر یہہ کہ کوئی دلیل قائم ہو تو
اوس وقت اوسکو معین کرنا واجب ہوگا اور یہہ سوال کہ مقصود تلقین سے شیطان سے بچنا ہی اور بعد موت

[ل] لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ شَهَادَةَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سوای صحیح بخاری کے صحاح ستہ مین حدیث موجود ہے قریب موت تو
تلقین بالاجماع مستحب ہی لیکن بعد دفن بعضون کو کلام ہی کہتے ہین کہ تلقین کی حدیث ضعیف ہے اگر فرضاً حدیث ضعیف
بھی ہو تو فضائل اعمال مین ضعیف حدیث پر عمل ہوتا ہی علاوہ یہہ کہ اس صحیح حدیث لَقِّنُوْا سی جب علما نے استدلال
کیا ہی تو اب منکرین اس حقیقی معنوں سے کیون انکار کرتے ہین مجمع البحار مین ہے وَلَا يَبْعُدُ حَمْلُهٗ عَلَى التَّلْقِيْنِ
بعد الدفن واستحبه اكثر الشافعية الخ حالانکہ اون منکرون کا امام ابن القیم کتاب الروح صفحہ [illegible] مین
یون لکھتا ہی ویدل علی ھذا ایضا ما جری علیہ عمل الناس قدیما والی الاٰن من تلقین المیت
فی قبرہ ولولا انہ یسمع ذلک وینتفع بہ لم یکن فیہ فائدۃ وکان عبثا پھر حدیث طبرانی کو بیان
کرکے لکھا کہ اگرچہ وہ ثابت نہو تو بھی اتصال عمل کا ساتھہ تلقین تمام امصار واعصار مین بدون انکار کے اوس پر
عمل کرنے کیلئے کافی ہی اللہ تعالیٰ نے کبھی یہہ عادت جاری نہین کی کہ جو امت مشارق ومغارب مین پھیل جاوی
اور وہ ساری امتون سے عقل مین زیادہ اور معارف مین بڑہی ہوئی ہو اور وہ امت ایسی شخص کے خطاب کرنے پر
اتفاق کرے جو کہ نہ سنے نہ عقل رکہے اور اس خطاب کو اچھا سمجھے اور اس امت مین سے کوئی اوسکا انکار نکرے بلکہ اول آخر کے لئے
طریقہ مقرر کرجاوے اور اوسمین پچھلا پہلے کی پیروی کرے انتہی ۱۲

کیا فائدہ اوسکا یہہ جواب ہے کہ سوال (منکر ونکیر) کی وقت دل کو استقامت ہوتی ہی اس لئے
اوسکی ضرورت ہے ہان اب ایسی وقت مین قربِ موت جو تلقین کی جاتی ہی اوسکی لئے کوئی اور
دلیل ہونی چاہئے چنانچہ کمال الدین ابن الہمام فتح القدیر صفحہ ۲۸۲ مین تحریر فرماتی ہین
وَاَمَّا التَّلْقِیْنُ بَعْدَ الْمَوْتِ وَهُوَ فِی الْقَبْرِ فَقِیْلَ یُفْعَلُ لِحَقِیْقَةِ مَا رَوَیْنَا وَنُسِبَ
اِلٰی اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَخِلَافُهٗ اِلَی الْمُعْتَزِلَةِ وَقِیْلَ لَا یُؤْمَرُ بِهٖ وَلَا
یُنْهٰی عَنْهُ وَلَا شَكَّ اَنَّ اللَّفْظَ لَا یَجُوْزُ اِخْرَاجُهٗ عَنْ حَقِیْقَتِهٖ اِلَّا بِدَلِیْلٍ
فَیَجِبُ تَعْیِیْنُهٗ وَالْاِحْتِیَاجُ اِلَیْهِ فِیْ حَقِّ التَّذْکِیْرِ لِتَثْبِیْتِ الْجَنَانِ وَعَلٰی کُلِّ
حَالٍ یُحْتَاجُ اِلٰی دَلِیْلٍ آخَرَ فِی التَّلْقِیْنِ حَالَةَ الْاِحْتِضَارِ الخ مختصرًا ملخصًا
علامہ ابن نجیم بحر الرائق جلد دوم صفحہ ۱۰۴ مین تحریر فرماتے ہین کہ قربِ موت تلقین کرنیکے لئے یہہ حدیث
صحیح دلیل ہی کہ جسکا[1] آخر کلام لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ہو تو وہ جنت مین داخل ہوگا اور
لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ کی حدیث سے استدلال کی ضرورت نہین کیونکہ اوسکی حقیقی معنی تلقین بعد موت کے
ہین اور اسمین اختلاف ہے اور یہہ کہنا کہ مجاز بطور تَسْمِیَةً لِلشَّیْءِ بِاِسْمِ مَا یَؤُلُ اِلَیْهِ ہی یہہ ایسا
قول ہی کہ جسپر کوئی دلیل نہین اسلئے کہ حقیقت اصل ہی اور محقق نے فتح القدیر مین اسکا رد
بسیط طور سی کیا ہی انتہی اور قاضی خان[2] مین ہے کہ اِنْ کَانَ التَّلْقِیْنُ لَا یَنْفَعُ لَا

---

[1] اخرجه الامام احمد کذا فی نیل الاوطار وابن حبان وغیرہ (عینی شرح هدایہ) [2] عینی شرح هدایہ

یضرّ ایضاً فیجوز یعنی تلقین اگر نفع نہین دیتی ہی تو ضرر بھی نہین دیتی پس جایز ہوگی محقق ابن عابدین نے رد المحتار جلد اوّل صفحہ ۲۲۸ مین بیان فرمایا کہ معراج مین تلقین بعد دفن نہ کرنا لکھی پھر یون لکھا کہ خبازیہ ور کافی[1] مین شیخ زاہد صفّاری سے منقول ہی کہ یہہ کلام معتزلہ کے قول پر مبنی ہی کیونکہ بعد موت پھر زندہ ہونا اوس فرقہ کے پاس محال ہی لیکن اہل سنت کے پاس حدیث لَقِّنُوا مَوْتَاکُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی سکھاؤ تم مردون کو تمھارے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اپنی حقیقت پر محمول ہی اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ اونکو زندہ کرتا ہی جسطرح کہ حدیثون مین آیا ہی اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہی کہ آپنے بعد دفن تلقین کا حکم فرمایا جیسے یون کہی یَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ اُذْکُرْ دِیْنَکَ الَّذِیْ کُنْتَ عَلَیْهِ مِنْ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَّالنَّارَ حَقٌّ وَّاَنَّ الْبَعْثَ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ وَاَنَّکَ رَضِیْتَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَبِیًّا وَّبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا وَّبِالْکَعْبَةِ قِبْلَةً وَّبِالْمُؤْمِنِیْنَ اِخْوَانًا انتہی مگر شرح منیہ مین لکھا ہی کہ جمہور اوس سے مجاز مراد لیتے ہین لیکن تلقین بعد دفن سے منع نکرنا چاہئے کیونکہ اوسمین کسی قسم کا ضرر نہین بلکہ اون مین نفع وفائدہ ہی اسواسطے کہ میت کو ذکر سے انس و اطمینان حاصل ہوتا ہی جسطرح سے حدیثون مین

[1] کافی وہ معتبر کتاب ہے کہ نقل مذہب مین معتمد ہے علامہ ابن عابدین رد المحتار جلد اوّل صفحہ ۔۔ مین تحریر فرماتے ہین واعلم ان من کتب مسائل الاصول کتاب الکافی للحاکم الشهید وهو کتاب معتمد فی نقل المذهب شرحه جماعة من المشایخ منهم الامام شمس الائمة السرخسی وهو المشهور بمبسوط السرخسی قال العلامة الطرسوسی مبسوط السرخسی لا یعمل بما یخالفه ولا یرکن الا الیه

آیا ہی الخ انتہی یہہ فقیر کہتا ہی کہ معراج مین ظاہر روایت کیطرف عدمِ تلقین کو منسوب کرکی پھر اوسکا
حاکم شہید سی کافی مین معتزلہ کی طرف منسوب کرنا اوسکی عدمِ صحتِ نقل کی دلیل ہے
اسیواسطی فتاوی عالمگیری مین اوس روایت کو لکھکر لکھدیا کہ تلقین پر ہم عمل کرتے ہین
موت کے وقت بھی اور دفن کے وقت بھی اسیطرح قنیہ اور مضمرات مین ہے نحن نعمل کہنا علامت
افتا ہی لہذا ہم مسلمان بہائیونکو چاہیے کہ تلقین سے مردی کو فائدہ پہونچائین نہ
یہہ کہ غیرونکو تلقین سے منع کرین۔ یہہ انکارِ تلقین منکرینِ سماعِ موتی کے ساتھ چلے مین اوس زمانے
مین معتزلہ تھی اس زمانہ مین نجدیہ ہین۔ ایسی وقت مین تو انکا خلاف ہی ضرور ہی جسکی
تائید مین احادیث و اقوالِ فقہا بھی موجود ہین شافعیہ کے پاس بھی تلقین بعد دفن
مستحب ہے **بیانِ آزمائشِ قبر برزخ اور سوالِ منکر و نکیر** براء بن عازب رضی اللہ عنہ [2]
سی روایت ہے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب فرشتی اچھی روح کو قبض کرکی ساتوین آسمان پر
لیجاتی ہین تو اللہ عزوجل فرماتا ہی کہ میری بندہ کا نام علیین مین لکھو اور اوسکو زمین کی
طرف واپس لیجاؤ اسلیے کہ مین نے اوسی زمین سے اونکو پیدا کیا اور اوسیمین اونکو پھر لیجاؤنگا

---

[1] ... ۱۲-
[2] امام احمد نے روایت کی ابوداؤد نے اپنی سنن مین حاکم نے مستدرک مین ابن ابی شیبہ نے مصنف مین بیہقی نے عذابِ قبر مین طیالسی و عبد بن حمید نے اپنی مسند وغیرہ مین ہناد بن سری کی زہد مین ابن ابی حاتم و ابن جریر وغیرہم صحیح طریقوں سے ۔ ۱۲

[2] امام احمد نے روایت کی ابوداؤد نے اپنی سنن مین حاکم نے مستدرک مین ابن ابی شیبہ نے مصنف مین بیہقی نے کتاب عذابِ قبر مین طیالسی و عبد بن حمید نے اپنی مسند وغیرہ ہناد بن سری کی زہد مین ابن ابی حاتم و ابن جریر وغیرہم صحیح طریقون سے ۔ ۱۲

آیا ہی الخ انتہی یہہ فقیر کہتا ہی کہ معراج مین ظاہر روایت کیطرف عدم تلقین کو منسوب کرکی پہر اوسکا حاکم شہید سی کافی مین معتزلہ کی طرف منسوب کرنا اوسکی عدم صحت نقل کی دلیل ہے اسیواسطی فتاوی عالمگیری مین اوس روایت کو لکہکر لکہدیا کہ تلقین پر ہم عمل کرتے ہین موت کے وقت بہی اور دفن کے وقت بہی اسیطرح قنیہ اور مضمرات مین ہے نَحْنُ نَعْمَلُ کہنا علامت افتا ہی لہذا ہم مسلمان بہائیونکو چاہئیے کہ تلقین سے مردی کو فائدہ پہونچائین نہ یہہ کہ غیر دنکو تلقین سے منع کرین۔ یہہ انکار تلقین منکرین سماع موتی کے سبب چلے مین اوس زمانے مین معتزلہ تھے اس زمانہ مین نجدیہ ہین۔ ایسی وقت مین تو انکا خلاف ہی ضرور ہی جسکی تائید مین احادیث واقوال فقہا بہی موجود ہین شافعیہ[1] کے پاس بہی تلقین بعد دفن مستحب ہے

بیانِ آزمایش قبر برزخ اور سوالِ منکر و نکیر

براء[2] بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب فرشتے اچھی روح کو قبض کرکی ساتوین آسمان پر لیجاتی ہین تو اللہ عزوجل فرماتا ہی کہ میری بندہ کا نام علیین مین لکہو اور اوسکو زمین کی طرف واپس لیجاؤ اسلیے کہ مین نے اوسی مین سے اونکو پیدا کیا اور اوسیمین اونکو پہر لیجاؤنگا

سوال منکر و نکیر

---

[1] والا مرکذلک ... وغیرہ ۔ ۱۲

[2] امام احمد نے روایت کی ابو داؤد نے اپنی سنن مین حاکم نے مستدرک مین ابن ابی شیبہ نے مصنف مین بیہقی نے عذاب قبر مین طیالسی عبد بن حمید نے اپنی مسند وغیرہ مین ہناد بن سری نے زہد مین ابن ابی حاتم وابن جریر وغیرہم صحیح طریقوں سے ۔ ۱۲

[2] امام احمد نے روایت کی ابو داؤد نے اپنی سنن مین حاکم نے مستدرک مین ابن ابی شیبہ نے مصنف مین بیہقی نے کتاب عذاب قبر مین طیالسی عبد بن حمید نے اپنی مسند وغیرہ مین ہناد بن سری نے زہد مین ابن ابی حاتم وابن جریر وغیرہم صحیح طریقوں سے ۔ ۱۲

آتی ہین پہر اوسکو بٹہا کر پوچہتی ہین الخ حضرت جلال الدین سیوطی نی شرح الصدور
اور درِ منثور مین ستر حدیثون کو ستائیس ۲۷ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے نقل فرمایا اور لکہا ہین فرمایا
کہ آزمایشِ قبر اور سوالِ منکر و نکیر مین اسقدر حدیثین ہین جو تواتر کو پہونچگئین ہین
اور باتفاقِ اہلِ سنت عذابِ قبر حق ہی فقیر کہتا ہی کہ قرآن مجید مین بہی عذاب
قبر کا ذکر متعدد جا ہوا ہی ذرا حاشیہ ملاحظہ ہو بعض زندیق دہلی عذابِ قبر کا انکار کرتے ہین

سلہ اللہ تعالی نے انسان کے لئے تین گہر مقرر فرمائے ہین ایک دارِ دنیا دوسرا برزخ تیسرا دار القرار دنیا تو یہی
جس مین رہتے بستے ہین برزخ کہتے ہین پردے کو جو درمیان دو شی کے حائل ہو مراد اوس سے وہ زمانہ ہی
جو مرنے سے لیکر قیامت تک ہی یعنی عالمِ قبر اور دار القرار وہ جنت ہی یا نار اسکی بعد پہر کوئی اور گہر نہین ۱۲
سلہ جواب اجمالی یہہ ہی کہ اللہ سبحانہ نے اپنے رسول رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی طرف دو قسم
کی وحی نازل فرمائی اور اون دونون پر ایمان لانا واجب فرمایا ایک کتاب دوسری حکمت چنانچہ
اللہ تعالی نے فرمایا وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ - وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ - وَاذْكُرْنَ
مَا يُتْلٰى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ان تینون آیتون مین باتفاقِ سلف حکمت سی مراد
سنت ہی جسکی خبر رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے دی گئی ہی اوسپر ایمان اور اوسکی
تصدیق ویسی ہی جو وارد ہوئی ہی واجب ہی - یہہ وہ اصل ہے کہ اس پر سب اہلِ اسلام کا اتفاق ہے -
حدیثون کا وہی انکار کریگا جو اہلِ سنت سے خارج ہوگیا ہی خود حضور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ارشاد
فرمایا ہے کہ خبردار ہو کہ بیشک مین کتاب دیا گیا ہون اور مثل اوسکی ساتھ اوسکے الحدیث پس کتاب
اور سنت ایک دوسرے کی بہائی بہن ہین دونون سے بہی استدلال کیا جاتا ہی - تو اب حدیث
کو ماننا قرآن سے ثابت ہوگیا تو اوسپر عمل کرنا بہی ضرور ہے جواب تفصیلی یہہ ہی کہ نعیم برزخ اور
اوسکی عذاب مین چند آیتین قرآن مین مذکور ہین (۱) وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً
ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سی اسکی تفسیر مرفوعًا مروی ہی فرمایا
کہ معیشتِ ضنک عذابِ قبر ہے - اسکو سعید بن منصور نے اور مسدد نے اپنی مسند مین اور عبد بن حمید و ابن
جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے اور صحیح کہا ہی اور بیہقی نے عذابِ قبر مین اور اسکی مثل ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ سی مرفوعًا مروی ہی جسکو بزار و ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے (۲) وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ قرطبی فرماتے ہین کہ یہہ عذابِ قبر ہے اس لئے کہ اللہ تعالی نے اسکا ذکر اس قول کے

لیکن یہہ نہین سمجھتی کہ بصر کا ادراک ایک ایسی چیز ہے کہ اوسکا پیدا کرنیوالا خاص حقتعالی
ہی ہی آدمی کو اوس مین کسی طرح کا دخل و اختیار نہین جب کبھی چاہتا ہی تو اوس

پیدا کیا ہی فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ اور یہہ دن وہی آخر دن ہے
ایام دنیا سے پس یہہ دال ہے اس بات پر کہ وہ عذاب کہ جس مین وہین عذاب قبر ہے اس لئے
فرمایا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ - کیونکہ وہ غیب ہی (۳) زر بن حبیش نے حضرت امیر المومنین
علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا عذاب قبر مین یہہ آیت اتری اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى
زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ - یعنے قبور مین حضرت ابن عباس نے اسکی تفسیر مین فرمایا کہ
ہرگز یون نہین قریب ہے کہ تم جان لوگے یعنی جو عذاب کہ قبر مین تمپر نازل ہوگا پھر ہرگز یون نہین قریب ہے
کہ تم جان لوگے یعنی آخرت مین جبکہ تمپر نازل ہوگا یہہ تکرار دو حالتون کے لئے ہوئی اول قبر مین دوسرا
آخرت مین (۴) وَلَوْ تَرٰى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْٓا
اَنْفُسَكُمْ ط اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ
عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ - یہہ ظالمون کو موت کے وقت خطاب ہوتا ہی اور فرشتے راست گو ہین اور
اُنہون نے اس بات کی خبر دی ہے کہ وہ اسوقت ذلت کا عذاب دئے جاینگے سو اگر یہہ عذاب
تا انقضاء دنیا اوسنے تاخیر کیا جائے تو یہہ صحیح ہوگا کہ اوسنے اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ کہین یعنی تم آج کے
دن جزا دئے جاؤگے (۵) فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ
اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ
نزول اس آیت کا اگرچہ آل فرعون کے حق مین ہی مگر جو لوگ کہ کافر ہین اونکا حکم بھی مثل انہین کے
ہی کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا قرطبی فرماتے ہین کہ یہہ برزخ کا عذاب یعنی عذاب
قبر ہے - زمخشری نے کہا کہ اس آیت سے عذاب قبر پر استدلال کیا جاتا ہی - ابن ابی شیبہ و بخاری
و مسلم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبکہ
کوئی شخص تم مین سے مرجاتا ہی تو اوسپر ٹھکانا صبح و شام پیش کیا جاتا ہے اگر وہ اہل جنت سے ہی
تو اہل جنت سے اور جو وہ اہل نار سے ہے تو اہل نار سے کہا جاتا ہے کہ یہہ تیرا ٹھکانا ہی یہانتک کہ
تجھے قیامت کے دن اللہ تعالی اپنی طرف اٹھائیگا - ابن مردویہ نے اتنا اور زیادہ کیا کہ پھر یہہ
آیت پڑہی اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا الخ اس آیت مین عذاب دارین یعنی دار برزخ اور
دار القرار کا صریح ذکر فرمایا اب کسی طرح غیر کا احتمال باقی نہین رہا (۶) يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ - یعنی اللہ تعالی اون لوگون کو جو قول
ثابت پر ایمان لائے دنیوی زندگی مین اور آخرت مین بھی ثابت رکہتا ہی مسلم نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ

ادراک کو زید کے لئے پیدا کر دیتا ہی عمرو کے لئے نہین مثلاً کبھی بہت لوگون کو
تہوڑے کر دکہاتا ہی اور تہوڑون کو بہت جیسا کہ خود کلام پاک مین ارشاد فرماتا ہے
وَاِذْ یُرِیْکُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَیْتُمْ فِیْٓ اَعْیُنِکُمْ قَلِیْلًا وَّیُقَلِّلُکُمْ فِیْٓ اَعْیُنِهِمْ لِیَقْضِیَ اللّٰهُ
اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ابن ابی شیبہ وغیرہ نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی
کہ کفار بدر کے دن ہماری آنکہون مین تہوڑے کر دئے گئے تہے چنانچہ ایک آدمی میرے
بازو تہا مین نے اوس سے کہا کہ بہ تو ستر آدمی نظر آتے ہین اوس نے کہا نہین بلکہ وہ سو ہین
یہانتک کہ ہمنے ایک آدمی کو اونمین سے پکڑ کے اوس سے پوچھا اوس نے کہا کہ ہم ہزار تہے
انتہی بلکہ بدر کے دن تو شیطان نے فرشتون کو لڑتے ہوئے دیکہا اور مشرکون نے اونکو نہ دیکہا

بقیہ حاشیہ ۔ روایت کی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہہ آیت عذاب قبر مین اتری ہے
اوس سے کہا جاتا ہی کہ تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہی میرا رب اللہ ہے اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہین پس یہہ قول ہے اللہ تعالی کا یُثَبِّتُ اللّٰهُ الخ ۔ دنیا مین ثابت رکہنے سے یہہ مراد ہی کہ مؤمنین
کلمۂ توحید پر مقیم رہتے ہین ۔ فتنۂ دین کے وقت کسی طرح کا تزلزل اونکو نہین ہوتا ہی گو وہ آگ ہی
مین کیون نہ ڈال دئے جائین اور کفار و مبتدعین کے شبہون سے کسی طرح کا شک اونکے دلون مین
نہین آتا اگرچہ جان و مال کی آفت ہی مین کیون نہ مبتلا ہو جائین ۔ آخرت مین ثابت رکہنے کا
یہہ مطلب ہی کہ قبر مین منکر و نکیر کے سوال کے وقت بتائید الہی و برکت رسالت پناہی جہٹ پٹ
بے دہڑک جواب باصواب دیدیتے ہین ذرا بہی توقف نہین کرتے نہ اونکی زبان لڑکہڑاتی ہے
نہ اونکے دلون مین کسیطرح کی دہشت سماتی ہے اسی طرح مواقف حشر و نشر مین بہی احوال قیامت سے نہ ڈرینگے
اور آیتین بہی ہین مثلاً وَلَنُذِیْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰی دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَکْبَرِ الخ
فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ الخ ۔ یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ الخ ۔ رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ
وَاَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ الخ وغیر ذلک عمدۃ القاری و کتاب الروح وغیرہ مین ابسط بیان ہی یہہ مختصر
تفسیر طویل ہو جاتی ہی اور بہت دہرم کو شاید جب بہی فائدہ نہ ہو ۔ اگر در خانہ کس است یک حرف بس است

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا وَاِذْ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ اِلیٰ قولہ اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ ابن جریر و بیہقی محدثین نے اس میں حدیثیں مروی ہیں۔ پس معلوم ہوگیا کہ بصر کا ادراک مخلوق خدا ہی تعالیٰ ہی جسکو چاہتا دیتا ہے جس سے چاہتا ہی روک لیتا ہی امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ عذاب قبر وغیرہ اس جہت سے ہمکو نہیں معلوم ہوتا کہ اس آنکھ میں لیاقت ان صورتوں کے دیکھنے کی نہیں آتی کیونکہ یہ باتیں اور دوسری جو آخرت سے متعلق ہیں وہ سب عالم ملکوت کی چیزیں ہیں جسم ظاہر کو نظر نہیں آتیں دیکھو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضرت جبریل علیہ السلام کے اوترنے کیوقت اونکے پاس حاضر ہوتے تھے حالانکہ اونکو دیکھتے نہ تھے اور اوسپر بھی اونکا ایمان تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونکو دیکھتے ہیں۔ اگر ہمکو اس پر ایمان

سلہ احیاء میں موت کی حقیقت میں فرمایا واضح ہو کہ لوگ موت کی حقیقت کے بیان میں جہوٹے گمان اور خیالات کر کے اونکی غلطی پر ہیں مثلاً بعض گمان کرتے ہیں کہ موت نیست ہو جانا ہی نہ حشر ہوگا نہ نشر نہ ثواب ہی نہ عذاب۔ انسان کی موت ایسی ہی ہی جیسی اور حیوانات کی یا سوکھی گہانس کی یہہ رای ملحدین اور اون لوگونکی ہی جو اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان نہیں لاتے۔ اور بعض یہہ گمان کرتے ہیں کہ موت سے آدمی نیست ہو جاتا ہی مگر قبر سے لیکر حشر تک نہ کسی عذاب سے درد پاتا ہی نہ ثواب سے راحت اور بعض یہہ کہتے ہیں کہ روح باقی رہتی ہی موت سے نیست نہیں ہوتی اور ثواب عذاب روحون کو ہی ہی جسمون کو نہیں اور جسم ہرگز نہ اوٹہائے جاوینگے نہ پہر سے زندہ ہونگے اور یہہ سب اقوال گمان خراب اور حق سے پہرے ہوئے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر ایک گڑہا ہی آگ کے گڑہون میں سے یا ایک باغ ہی جنت کے باغون میں سے (رواہ ترمذی) یہہ حدیث اور اسکی جیسی بہت سی حدیثیں آئی ہیں نص صریح ہیں اس باب میں کہ موت کے معنی صرف حال بدل جانیکے ہیں اور میت کو واسطے جو کچھہ سعادت و شقاوت ہونے کو ہوتی ہی وہ مرتے ہی بلا تاخیر ہو جایا کرتی ہی۔ صرف بعض قسم کے عذاب و ثواب البتہ پیچھے رہتے ہیں انتہی۔ ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں کہ اہل سنت کے پاس عذاب میت کی لئے اس جسم کا ہونا شرط نہیں بلکہ اگر میت کی اجزا متفرق بھی ہو جائیں پہچانی نہ جائیں مٹی میں مٹی ہو جائیں تو اوسی اجزا میں اللہ تعالیٰ حیات عنایت فرما کر عذاب کرتا ہی وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی ذٰلِکَ لَقَدِیْرٌ ۱۲

نہو تو اوّل اصل ایمان فرشتون اور وحی پر درست کرنا ضروری ہی اور اگر اوس پر ایمان
رکہتی ہو اور جایز جانتی ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک چیز کو دیکہہ سکتی ہین جسکو اونکی امت نہین دیکہہ سکتی
تو یہہ باتین مُردہ کی حق مین کیون نہین جایز ہین جسطرح فرشتہ آدمیون اور حیوانونکے مشابہ نہین
اسیطرح سانپ بچہو مردی کی قبر مین کے دنیا کی سانپ بچہو جیسی نہین انکی جنس اور ہی ہے وہ اور ہی
حس سے معلوم ہوا کرتے ہین الخ اگر اللہ تعالی عذاب قبر سب کو دکہلا دیتا تو تکلیف کی
حکمت اور ایمان بالغیب جاتا رہتا یہہ بہی اوسکی رحمت ہے کہ دنیا مین بہی ایک اوسکا نمونہ سب کو
دکہلایا جاتا ہی کہ کبہی خواب دیکہتا ہی کہ مجہی سانپ یا بچہو کاٹتا ہی اور اوسکو اوسکا درد بہی ہوتا ہے
اور اُٹہی بعد اوسکا اثر بہی نظر آتا ہی لیکن جاگنے والونکو اوسکا اطراف کچہہ بہی نظر نہین آتا اور
کبہی کہاتا پیتا ہی اُٹہی بعد اوسکا مزہ موضع مین باقی رہتا ہی اور بہوک پیاس جاتی رہتی ہے
اور اوس سے بڑہکر تعجب ہے ہی کوئی شخص نیند مین کہڑا ہوکر مارتا پکڑتا ہی گویا بیدار ہی حالانکہ
وہ سو رہا ہی اور اوسکو کچہہ بہی خبر اسکی نہین ہوتی ہے۔ بات یہہ ہی کہ روح پر یہہ حکم جاری ہوتا ہے
تو روح خارجی طور سے بدن سے استعانت لیتی ہی۔ اور جو پوری طور سے بدلیتی تو بیدار ہو جاتا
جب روح کا عذاب و ثواب بطریق تبعیت جسم کو خواب مین پہونچتا ہی تو برزخ مین بطریق اولٰی

ف۱ اللہ تعالی برزخ کی احکام کو روحون پر رکہا ہی اور بدنون کو اونکا تابع کیا ہی جسطرح دنیا مین روحین بدنونکی تابع مین ور جسمونکی ایذا سے
ایذا پاتی ہین ور اونکی راحت سی لذت لیتی ہین اور جسم ہی نعیم و عذاب کا کام کرتا ہی اسیطرح برزخ مین جسم روحون کی نعیم و عذاب مین تابع
ہے اور وہان ارواح ہی مباشر نعیم و عذاب کے ہوتی ہین پس یہان بدن ظاہر اور روحین پوشیدہ ہین ور بدن ارواح کی لئی مثل قبور
ہین اور وہان روحین ظاہر اور بدن اپنی قبور مین پوشیدہ ہین خلاصہ یہہ کہ احکام برزخ کی ارواح پر جاری ہوتی ہین پہر نعیما و
عذابا اونکی بدن یا بدن کی اجزا کی طرف سرایت کرتی ہین جیسی کہ احکام دنیا بدنون پر جاری ہوتی ہین پہر بہ لحاظ ثواب عذاب اپنی روحونکی
طرف سرایت کرتے ہین۔ اسکو خوب یاد رکہو یہہ بہت سی اعتراضونکو دفع کردیگا۔ ۱۲

ہونا چاہئی کیونکہ وہان تجرّدِ روح اِس سے بڑھکر ہی حالانکہ جسم سی بھی ایک قسم کا تعلق ہے
جب قیامت ہوگی وجسمونکا حشر ہوگا اور لوگ اپنی قبرونسی نکل کھڑی ہونگی اب ایسی وقت مین
عذاب و ثواب جسم و روح دونون پر برابر ہوگا ۔ یہی مسلک ہی صوفیۂ کرام کا بھی جسطرح
سابق مین امام قشیری سے ثابت کیا گیا ۔ آج کل کے بعض صوفیانِ خام وملحدین نافرجام خوابِ
غفلت سے بیدار ہووین اور سلف کی پیروی کرین اور جب یقیناً معلوم ہوچکا کہ بندی پر مرنیکے
بعد سخت عذاب یا آسایشِ جاودانی ہوگی تو چاہئی کہ اوسکی تدبیر کرین ۔ اور کیفیت عذاب و
ثواب مین گفتگو کرنی اور اونکی تفصیل معلوم کرنی محض فضول و تضیعِ اوقات ہے ۔ عاصی محمد عمر عفا اللہ عنہ
ناظرین تفسیر سی عرض کرتا ہی کہ گو بحث طویل ہوئی لیکن آج کل کی دہریّت کی لحاظ سی بہت کچھ
نقل کیا گیا خداوندِ عالم ہمکو اور ہماری احباب کو عذابِ قبر سی بچاوی ۔ اور معیتِ اقدامِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
دنیا مین قبر مین حشر مین ہر جگہ عنایت فرمائی وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ ۔ وَبِالْاِجَابَةِ جَدِيْرٌ ۔ بیان مین احوال مردون کے قبور مین کہ وہ
وہان نماز اور قرآن پڑہتی ہین خوش و خرم باہم ملاقات کرتے ہین صحیح مسلم
اور بہت سی حدیث کی کتابونمین متعدد صحابہ سی مروی ہی کہ شب معراج مین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
گذر موسیٰ علیہ السلام پر ہوا اور وہ اپنی قبر مین کھڑی ہوئی نماز پڑہتی تھی ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انبیا علیہم السلام

مردون کا قبور مین نماز و قرآن پڑھنا

ﻪ ابو یعلی و بیہقی و ابنِ مندہ ۔ ۱۲

اپنی قبرون مین نماز پڑھتے مین ابو نعیم نے جبیر سے روایت کی انہونے کہا کہ قسم ہے اوسکی کہ سوا اوسکے اور کوئی معبود نہین کہ مینے ثابت بنانی رضی اللہ عنہ کو اونکی لحد مین رکھا اور میرے ہمراہ حمید طویل بھی تھے جب ہمنے اونپر اینٹون کو برابر کیا تو ایک اینٹ گر پڑی ناگاہ وہ اپنی قبر مین نماز پڑھ رہے تھے چونکہ آپ اپنی دعا مین کہا کرتے تھے کہ الٰہی اگر تو نے کسیکو اوسکی قبر مین نماز عطا کی ہو تو مجھے بھی عنایت فرما سو اللہ تعالیٰ ایسا نہین ہے کہ اونکی دعا کو رد فرمائے ایک روایت مین ہے کہ جب ہم طرف قبر ثابت بنانی کے گذرتے تھے تو ہم قرائت قرآن سنتے تھے ابو حماد جو معتبر اور پرہیزگار آدمی ہین فرماتے ہین کہ مین جمعہ کے دن دوپہر کے وقت قبرستان مین داخل ہوا جس قبر پر میرا گذر ہوتا اوس سے مین قرائت قرآن سماعت کرتا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ بعض صحابِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک قبر پر اپنا خیمہ نصب کیا اور اونکو گمان نہ تھا کہ وہ قبر ہو یکایک اوسمین ایک شخص سورہ ملک (سورہ تبارک) پڑھ رہا تھا یہانتک کہ اوسکو ختم کیا پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اس واقعہ کی خبر دی تو آپنے فرمایا وہ مانعہ وہ منجیہ ہے عذاب قبر سے اوسکو نجات دیتا ہے نسائی مین ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جس کسی نے

۱؎ اخرجہ ابن جریر فی تہذیب الآثار و ابو نعیم ۱۲ ۲؎ اخرجہ ابن مندہ ۱۲ ۳؎ اخرجہ الترمذی و حسّنہ و الحاکم و البیہقی ابو قاسم سعدی کتاب الروح مین فرمایا کہ اسکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تصدیق ہوگئی کہ مردہ اپنی قبر مین پڑھتا ہے اسلیئے کہ عبداللہ نے آپ کو اسکی خبر دی اور آپنے اوسکی تصدیق فرمائی۔ امام کمال الدین زملکانی نے فرمایا کہ جبکہ کرامت الٰہی اولیا کے لئے یہہ ہوئی کہ وہ قبر مین طاعت و عبادت پر قادر رہتے ہین تو انبیا علیہم السلام تو بطریق اولیٰ قادر ہونگے۔ اور اور روایات اسی قسم کے حافظ ابن رجب و حافظ ابو بکر خطیب و ابن مندہ اور حاکم و نسائی و بیہقی و غیرہم سے مین اصل شرح الصدور دیکھو ۱۲

بیان زیارت قبور

تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ کو ہر رات پڑہا تو اللہ تعالیٰ السبب اوسکی عذاب قبر سے
اوسکو بچاویگا اور ہم زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین اوسکا نام مانعہ رکہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [1] نے فرمایا جبکہ
تم مین سے کوئی اپنی بھائی کا والی ہو تو اوسکو اچھا کفن دے۔ کیونکہ وہ اپنی قبرونمین ایک دوسرکی
زیارت کرتے ہین **بیان مین زیارتِ قبور کے اور مُردی اپنی زیارت**
کرنیوالونکو جانتے دیکھتے سلام کا جواب دیتے اونسے اُنست پاتی ہین صحیح مسلم مین
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبرستانکی طرف نکلے اور فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ
مُؤْمِنِیْنَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ **نسائی و ابن ماجہ** نے بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی
کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکو سکہلایا کہ جب قبرستان کی طرف نکلین تو یون کہین اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ
اَہْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ اَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ
وَنَحْنُ لَکُمْ تَبَعٌ اَسْاَلُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ **مسلم** نے حضرت ام المومنین بی بی عائشہ
رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ مین نے عرض کی کہ اونکی لئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسطرح کہون۔ فرمایا
اسطرح کہو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَہْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَیَرْحَمُ اللّٰہُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ

[1] اخرجہ الترمذی وابن ماجہ ومحمد بن یحیی الہمدانی فی صحیحہ وابن ابی الدنیا والبیہقی فی شعب الایمان علما نے فرمایا کہ مراد اچھا کفن دینے سے بیاض ونظافت ہے گران قیمتی کی ضرورت نہین بلکہ اوس سے ممانعت آئی ہے۔ ۱۲
ابن ابی الدنیا اور ابن الجوزی نے اپنی سند سے روایت کی جسکا خلاصہ یہہ ہے کہ بعضی مردون کا کفن ناقص ہونے سے خواب مین نہین آئے اور پھر بعد مین جو بعضے لوگ مرے اونکے کفن مین اون سابقین کا کفن رکھدیا تو وہ کفن پہنکر خواب مین آگئے۔ ۱۲

مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ ترمذی وبیہقی و ابن ابی شیبہ وغیرہم متعدد صحابہ سے اہلِ قبور پر سلام کرنیکی روایتیں ثابت فرماتے ہیں (۱) ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی اپنے بھائی کے قبر کی زیارت کرتا ہے اور اوسکے پاس بیٹھتا ہے وہ انس پاتا ہے اور اوسپر رد کرتا ہے یعنی سلام کا جواب دیتا ہے (۲) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جسوقت آدمی کسی قبر پر گذرتا ہے جسکو پہچانتا تھا اوسپر سلام کرتا ہے تو وہ اوسکو سلام کا جواب دیتا ہے اور پہچانتا ہے اور جب کسی قبر پر گذرتا ہے جسکو نہیں پہچانتا تھا پھر اوسپر سلام کرتا ہے تو وہ بھی اوسکو سلام کا جواب دیتا ہے امام احمد و حاکم نے ام المومنین بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ آپ فرماتی ہیں كُنْتُ اَدْخُلُ الْبَيْتَ فَاَضَعُ ثَوْبِيْ وَاَقُوْلُ اِنَّمَا هُوَ اَبِيْ وَزَوْجِيْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ مَا دَخَلْتُهُ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِيْ حَيَاءً مِنْ عُمَرَ یعنی جب میں گھر میں جاتی تو اپنا کپڑا رکھدیتی اور کہتی کہ وہ تو میرے باپ اور خاوند ہیں (یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم) جب اونکے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو میں اوس گھر میں داخل ہوئی مگر میرے کپڑے مجھپر کسے بندھے ہوتے تھے بسبب حیا کے عمر رضی اللہ عنہ سے (۳) عطاف رضی اللہ عنہ نے اپنی خالہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ میں نے قبور شہدا کی زیارت کی۔

---

(۱) اخرجہ ابن ابی الدنیا فی کتاب القبور ۱۲ (۲) اخرجہ ابن ابی الدنیا والبیہقی فی شعب الایمان اسکے قریب قریب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعًا مروی ہے جسکو علامہ ابن عبد البر نے استذکار و تمہید میں روایت کی اور عبد الحق نے تصحیح کی شرح الصدور ملاحظہ ہو۔
(۳) اخرجہ الحاکم وصححہ والبیہقی فی الدلائل ۔ ۱۲

اور اونہر سلام کیا تو جواب سلام کو سنا اور کہا کہ ہم تمکو پہچانتی ہین جیسی بعض ہماری بعض کو پہچانتے ہین یہہ سنکر میری رنگت متغیر ہو گئی ایک روایت مین ہے[1] کہ اوس بی بی نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک سے بھی جواب سلام کو سنا مختصراً حکایت[2] ایک شہید نے بعدِ موت اپنی

[1] اخرجہ ابن ابی الدنیا فی کتاب من عاش بعد الموت والبیہقی فی الدلائل حکایت سعید بن مسیب فرماتی ہین کہ ہم ہمراہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مقابرِ مدینہ مین داخل ہوئی آپ نے ندا کی یا اَھْلَ الْقُبُوْرِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ تم ہمکو اپنی خبر بتاتی ہو یا چاہتی ہو کہ ہم تمکو خبر دین سعید کہتی ہین ہمنے ایک آواز سنی وَعَلَیْکَ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ تم ہمکو خبر دو جو کچھہ ہماری بعد ہوا ہو حضرت امیر نے فرمایا کہ تمہاری بی بیون کا تو نکاح ہو گیا اور تمہاری مال بٹ گئی اور اولاد یتیمون کی گروہ مین ہو گئی اور مکان جسکو تمنی تعمیر کیا تہا اوس مین تمہاری دشمن بس گئے ہماری پاس کی خبرین تو یہہ ہین اب تمہاری پاس کی کیا خبر ہے ایک مردہ نے عرض کی کہ کفن پارہ پارہ ہو گئے اور بال جہڑ گئے کہالین ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے آنکہین بہہ کر گالون پر آ گئین نتہنون سے پیپ اور گندا پانی بہہ رہا ہو اور جو ہمنے آگے بہیجا اوسکو پایا اور جو پیچہے چہوڑا اوسکا نقصان کیا وَنَحْنُ مُرْتَھَنُوْنَ بِالْاَعْمَالِ اور ہم اپنی اعمال مین گرو مین اخرجہ الحاکم فی تاریخ نیشاپور والبیہقی وغیرہما اسیکی قریب قریب ابن ابی الدنیا کی کتاب القبور مین امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی حکایت شیخ ابو سعید خراز رضی اللہ عنہ فرماتی ہین کہ مین مکہ معظمہ مین باب بنی شیبہ کے پاس ایک جوان کو مرا ہوا دیکہا جب مین نے اوسکی طرف نظر کی تو اوس نے تبسم کیا اور مجہسے کہا کہ اے ابو سعید کیا تو نہ جانا کہ احبا احیا ہین گو وہ مر گئے وَاِنَّمَا یُنْقَلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ وہ تو ایک گہر سے دوسری گہر کی طرف نقل کرتے ہین حکایت شیخ علی رودباری فرماتی ہین کہ مین نے ایک فقیر کو لحد مین رکہا جب اوسکا کفن سرہانے سے کہولا اوسکا منہ مٹی پر رکہا تاکہ اللہ اوسکی غربت پر رحم کری تو اوس نے اپنی دونو آنکہین کہولدین اور مجہسے کہا کہ اوسکے سامنے مجہے ذلیل کرتی جس نے مجہے ناز و نعمت سے پرورش کیا ہی مین نے کہا یا سیدی اَحَیَاۃٌ بَعْدَ الْمَوْتِ کیا مرنے کے بعد زندگی ہے کہا ہان مین زندہ ہون اور ہر محب اللہ کا زندہ ہی اور مین قیامت کو شہرِ راہنی جاہ سے تیری مدد کرونگا امام قشیری نے ان دو حکایتون کو اپنی مشہور رسالہ مین بیان فرمایا اسکی سوا بعدِ موت کلام کرنیکی اور حکایتین بہی نقل کی ہین حکایت کلام زید بن خارجہ انصاری رضی اللہ عنہ بعدِ موت کو بیہقی نے دلائل النبوۃ مین ذکر فرمایا اور کہا کہ اسناد صحیح ہی اور اوسکے لئے شواہد ہین فاذا الصوت من تحت الثیاب فکشفنا عن وجہہ فقال ھذا احمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلامٌ علیکَ یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ثم قال ابو بکر ن الصدیق خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ ابن عساکر کی طویل حدیث مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبر پر جا کر یون کہنا یَا فُلَانُ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ اوس جوان کی قبر مین سے جواب دیا یا عمر قد اعطانیہما ربی فی الجنۃ مرتین یعنی اے عمر رضی اللہ عنہ مجہے میری رب نے یہہ نعمت جنت مین دو بار عطا فرمائی الخ کلام تام

کلام حضرت علی رضی اللہ عنہ

بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ بعد موت اخرجہ البخاری فی تاریخہ وابن عساکر [2] اخرجہ ابن ابی الدنیا عن طویۃ عن طلحہ عن سعید القرشی ۱۲

دوست کی مدد کی اور اوسکے دشمن کے قتل مین شریک ہوا مختصراً اس بیان مین کہ جتنی
طرح کی ایذا ہی اوس سبب سے میت ایذا پاتا ہی قبرون کو روندنا یا اوس پر
بول و براز کرنا منع ہی حضرت[1] ام المؤمنین بی بی عایشہ رضی اللہ عنہا فرماتی
ہین کہ میت کو اوسکی قبر مین وہ چیز ایذا دیتی ہی جو اوسکو اوسکے گھر مین ایذا دیتی ہی[2] عقبہ
رضی اللہ عنہ بن عامر صحابی فرماتے ہین کہ مجھے آگ پر یا تلوار پر چلنا گو وہ میری پاؤن کو کاٹے بہتر معلوم
ہوتا ہی اس سے کہ مین کسی مسلمان کی قبر پر چلون اور مین قبرونمین قضای حاجت کرون
یا درمیان بازار کے اور لوگ دیکھتے ہون یہہ دونون برابر معلوم ہوتی ہین[3] سلیم ابن عتر رضی اللہ عنہ کا
گذر ایک قبرستان پر ہوا اور پیشاب کا غلبہ اونپر ہوا اور وہ روکے ہوئے تھے کسی نے کہا اگر آپ
اتر کر پیشاب کر لیتے تو اچھا تھا فرمایا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَسْتَحْیِی الْاَمْوَاتَ کَمَا
اَسْتَحْیِیْ مِنَ الْاَحْیَاءِ یعنی اللہ کی قسم مین بیشک مردون سے اوسیطرح شرماتا ہون جسطرح کہ
زندون سے شرم کرتا ہون[4] عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھکو ایک قبر پر بیٹھا ہوا
دیکھکر فرمایا ای صاحبِ قبر قبر پرسے اوتر لَا تُؤْذِیْ صَاحِبَ الْقَبْرِ وَلَا یُؤْذِیْکَ یعنی
صاحبِ قبر کو ایذا مت دے وہ تجھے ایذا نہین دیتا ہی[5] ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کسی نے قبر پر پاؤن رکھنا اور
اوسکو روندنے کا مسئلہ پوچھا فرمایا کَمَا اَکْرَہُ اَذَی الْمُؤْمِنِ فِیْ حَیٰوتِہٖ فَاِنِّیْ اَکْرَہُ اَذَاہُ

[1] اخرجہ الدیلمی [2] اخرجہ ابن ابی شیبہ والحاکم و اخرجہ ابن ماجہ من حدیث مرفوعاً ۱۲ [3] اخرج ابن ابی الدنیا
فی کتاب القبور [4] اخرج الطبرانی والحاکم و ابن مندہ ۱۲ [5] اخرجہ سعید بن منصور [illegible] مین ہی امام مالک

وامام احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ و عبد الرزاق و سعید بن منصور و ابن حبان و دارقطنی ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا
سے روایت ہی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کسر عظم المیت ککسرہ حیا [illegible] مردہ کی ہڈی توڑنی

بعد موتہ جیسی مین مومن کی حیات مین اوسکی ایذا کو ناپسند کرتا ہون بعد موت بھی اوسیطرح مکروہ جانتا ہون ابن ابی شیبہ نے بھی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسیطرح روایت کی اَذَی الْمُؤْمِنِ فِی مَوْتِہٖ کَاَذَاہُ فِی حَیٰوتِہٖ مسلمان کو بعد موت ایذا دینی اسطرح ہی جیسی زندگی مین اوسے تکلیف پہونچانی ہی قاسم بن مخیمرہ (تابعی) فرماتے ہین کہ اگر مین گرم کی ہوئی بھال پر پاؤن رکھون کہ میرے قدم سے پار ہوجائے تو یہہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہی کہ کسی قبر پر پاؤن رکھون ایک آدمی نے کسی قبر پر پاؤن رکھا اور وہ بیدار تھا قبر سے آواز سنی اِلَیْکَ عَنِّیْ یَا رَجُلُ لَا تُؤْذِیْنِیْ کہ اے شخص میرے پاس سے دور ہوجا اور مجھے ایذا مت دے انتہی فقیر عرض کرتا ہی یہہ تمام حدیثین شرح صدور سے نقل کی گئین جس مین طبقۂ اولیٰ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث بھی موجود ہین پورا بیان جسکو دیکھنا ہو اصل کتاب مین دیکھے علمائے عقاید کی مشہور کتابون مین تصریح فرمائی کہ معتزلہ وغیرہم کے پاس یہہ بدن شرطِ ادراک ہی اسلیے اونکے مذہب مین جب آلات بدنی نرہے ادراکِ جزئیات بھی نہ ہا اور ہم اہلِ سنت کے پاس ادراک باقی رہتا ہی۔ قواعدِ اسلام اسی کی تائید کرتے ہین یہی وجہ ہی کہ قبورِ ابرار کی زیارت اور ارواحِ اولیا سے استعانت نفع دیتی ہی مقاصد اور اوسکی شرح مین ہی اِنَّہٗ عِنْدَ الْمُعْتَزِلَۃِ وَغَیْرِھِمْ اَلْبِنْیَۃُ الْمَخْصُوْصَۃُ شَرْطٌ فِی الْاِدْرَاکِ

ل اخرجہ ابن مندہ ۱۲

فَعِنْدَهُمْ لَا يَبْقَى اِدْرَاكُ الْجُزْئِيَّاتِ عِنْدَ فَقْدِ الْاٰلَاتِ وَعِنْدَنَا يَبْقَى
وَهُوَ الظَّاهِرُ مِنْ قَوَاعِدِ الْاِسْلَامِ وَلِهٰذَا يَنْتَفِعُ بِزِيَارَةِ قُبُوْرِ الْاَبْرَارِ
وَالْاِسْتِعَانَةُ مِنْ نُفُوْسِ الْاَخْيَارِ الخ صحیح بخاری[1] میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فرمایا جب کوئی تم میں سے التحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ کہتا ہے تو
ہر نیک بندے کو خواہ وہ آسمان میں ہو یا زمین میں اوسکا سلام پہونچ جاتا ہے فَاِذَا قَالَهَا
اَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ لِلّٰهِ فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ صَالِحٍ الخ ملخصاً حضرت شیخ ہند فرماتے ہیں
بالجملہ کتاب وسنت مملو ومشحون اند باخبار وآثار کہ دلالت میکند بر وجود علم مر موتی را
بدنیا واہلِ آن پس منکر نشود آنرا مگر جاہل باخبار ومنکرِ دین[2] جب یہ فرمایا کہ تمکو تھوڑا
سا ہی علم دیا گیا ہے اس لئے ارشاد ہوتا ہے کہ اوس علمِ قلیل کو بھی ہم چاہیں تو تمسے لے
سکتے ہیں باین طور کہ لوحِ دل سے حفظ کو بھلا دیں کچھ بھی یاد نہ رہے چنانچہ فرماتا ہے

---

[1] بخاری مطبوعہ سید الاخبار دہلی باب الدّعاء فی الصلوٰۃ صفحہ ۹۳۶ - [2] منکرین جب احادیث صحیحہ کو دیکھکر گھبراتے ہیں تو قرآن عظیم کو احادیث رسول کریم کے مقابل لاتے ہیں - اور فائدہ لکھکر جسطرح دل میں آئے معنی بنانے میں پھر اتراتے بغلیں بجاتے ہیں - سورہ روم میں فرمایا وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ۝ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ - بعینہ اسیطرح اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ سے لیکر آخر تک سورہ نمل میں ہے اور سورہ فاطر میں فرمایا اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝ وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۝ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۝ وَمَا يَسْتَوِى الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ ۝ سیاقِ آیات سے ظاہر ہے کہ زندی کا فر تمھارا کلام حق نہیں سنتے تمھاری بات

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَیْنَا 7-86
وَكِیْلًا ۝ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَیْكَ كَبِیْرًا ۝ اور 7-87

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اگر ہم چاہین تو جو کچھ ہمنے تمہاری طرف وحی کی ہے اوسکو لیجاوین توپھر تم اپنی جانب سے اوسکی لانیکی لئیے ہمارے پر کوئی ذمہ لینیوالا نہ پاؤگے مگر تمہارے رب کی رحمت (کیونکہ) بیشک اوسکا فضل تمپر بہت ہی بڑا ہے۔ یعنے اگر ہم قرآن کو لیجائین تو کوئی دوسرا شخص اوسکو واپس لانیکا ذمہ نہ لیگا لیکن ہماری رحمت اوسکو جانے ہی ندیگی اس لئیے کہ ہمارا فضل وکرم بھی تو تمپر بہت ہی بڑا ہے چنانچہ ہمنے تمکو سب کا سردار بنایا۔ مقامِ محمود سے سرفراز فرمایا۔ تمپر نبوت کو ختم کیا۔ غرض یہ ہے کہ کونسی نعمت ہے جو ہمنے تمکو ندیا ۵

جز خدا نشناخت کس قدرِ تو زانکہ	کس خدا را ہمچو تو نشناختہ

بقیہ حاشیہ۔ نہین مانتے۔ تفسیر ابن کثیر مین ہے کہ احیاء سے مومنین مراد ہین اور اموات سے کافرین جیسے دوسری جاے فرمایا اَوَمَنْ كَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ الخ افسوس ہے ان منکرین پر کہ باوجود اس تصریحات کے بے محل اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى کہدیتے ہین حالانکہ صحیح مسلم مین مذکور ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقتولانِ بدر کو پکارنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی تھی کہ اللہ تعالی فرماتا ہے اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى تو حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اوسکی قسم جسکے ہاتھ مین میری جان ہے کہ تم اون سے بڑھکے نہین سنتے لیکن وہ جواب نہین دیسکتے ملخصاً۔ بہتر ہوگا کہ وہ حدیث ہم بعینہ نقل کردین در منثور جلد پنجم صفحہ ۱۵۷۔ اخرج مسلم وابن مردویہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک قتلی بدر ایاما حتی جیفوا ثم اتاهم فقام ینادیهم فقال یا امیة بن خلف یا اباجهل بن هشام یا عتبة بن ربیعة هل وجدتم ما وعد ربکم حقا فسمع عمر رضی اللہ عنہ صوته فجاء فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنادیهم بعد ثلاث وهل یسمعون یقول اللہ انك لا تسمع الموتی فقال والذی نفسی بیدہ ما انتم باسمع منهم ولکنهم لا یطیقون ان یجیبوا۔ مقتولان بدر کو ندا کرنے کی حدیث امام احمد وبخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی ابوطلحہ سے بھی

صحیح بخاری صفحہ ۶۴۲ عَنْ اَبِی سَعِیْدِ بْنِ الْمُعَلّٰی قَالَ کُنْتُ اُصَلِّی فِی الْمَسْجِدِ فَدَعَانِی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَلَمْ اُجِبْہُ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّی کُنْتُ اُصَلِّی فَقَالَ اَلَمْ یَقُلِ اللّٰہُ اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ الخ یعنی حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتی ہین کہ مین مسجد مین نماز پڑھ رہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجکو پکارا تو مین نے آپکو جواب نہ دیا پھر مین نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین نماز پڑھ رہا تھا آپ نے فرمایا کیا اللہ تعالی نے ارشاد نہین فرمایا اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ یعنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دو جب تمکو پکارین علامہ عینی فرماتی ہین کہ جواب دینا واجب ہے اور نماز نہین ٹوٹتی وَجَبَ الْاِجَابَۃُ وَلَا تَبْطُلُ الصَّلٰوۃُ سبحان اللہ یہ ہی اللہ کا فضل کہ نماز مین روبرو خدا کی کھڑا ہو لیکن اوسوقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دینا واجب اونکا فقیر عرض کرتا ہے ؎

کیا کہین آگے خدا کا نام ہے		اللہ اللہ ہے بڑی شان رسول صلی اللہ علیہ وسلم

جب یہہ بیان فرمایا کہ اگر قرآن کو ہم لیجاوین تو تمہارے رب کی ہی رحمت اوسکو واپس لائیگی ورنہ دوسرے کی کیا مجال ہے نہ لا واپس لاسکتے نہ اوسطرح

بقیہ حاشیہ — روایت کرتے ہین صفحہ ۵۰ ا جلد پنجم درمنثور دیکھو اور آیت مین اگر بالفرض مردے ہی مراد لین تو نفی اسماع ہی نہ نفی سماع یا وہ سماع مراد ہے جو عرف مین نافع سماع یعنی سماع گوش تک ہوکا پہنچتا ہے۔ اور فقہا کے کلام بعض صورت مین بھی یہی مراد ہے اسکی تفصیل کے لئے صفحہ ۸ حاشیہ تفسیر قادری اور حیات الموات فی سماع الاموات دیکھو ۱۲

نبا سکتی کیونکہ وہ تو معجزہ ہی اس لئے ارشاد ہوتا ہی قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ
وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ 17-88
بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا[1] ۝ کہو (ای نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اگر انس و جن اس بات پر جمع ہو جائین
کہ ایسا قرآن لائین تو ہرگز ایسا قرآن نہ لا سکینگی اگرچہ ایک دوسری کا مددگار بھی
ہو وی کیا خدا کا کلام بندونکی بات چیت سی مل جائیگا۔ کیا مخلوق کی بول چال مین
کلام خالق کا مزا آئیگا۔ کافر جان پر کھیلی۔ پر ایک سورہ نہ بنا سکی۔ پادریون نے
بہت کچھ دین حق کی بگاڑنے مین کوشش کی۔ پر کوئی صورت بن نہ آئی۔ کہ
قرآن مجید کی طرح ایک ہی سورت بن جاتی جتنی انبیا علیہم السلام سی معجزی ظاہر
ہوی۔ وہ اونہین کی زمانے تک رہی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اونہین کے ہمراہ گیا۔
حضرت مسیح علیہ السلام کی برکت سی جن مریضون نے صحت پائی۔ پھر اوسی زمانے مین اونکو بھی موت
آئی۔ لیکن یہہ قرآن عظیم ہماری نبی کریم کا زندہ معجزہ ہی۔ جو قیامت تک پایندہ ہے
دیکھو تو اس مختصر کتاب مین ہر ایک مضمون و معنی تفصیل وار ہی اس لئے ارشاد پروردگار ہے
وَلَقَدْ صَرَّفْنَا[2] لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا 17-89
كُفُوْرًا ۝ اور البتہ ہمنی لوگونکی لئی اس قرآن مین ہر ایک مثال پھیر پھیر کر بیان کردی ہے

[1] الظهير المعين والمظاهرة المعاونة والتظاهر التعاون واستظهر به استعان به
(مختار الصحاح) [2] صحیح بخاری مین ہے صرّفنا وجّہنا ۱۲

پھر بھی اکثر آدمی بے انکار کئی نہین رہتی۔ جب موافق دعوی رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اعجاز قرآنی دلیل بنائی گئی۔ اور کافرون پر حجت ثابت اور اونکی مغلوبی ظاہر ہوگئی اور ثبوتِ نبوت مین کوئی شک نرہا تو انہونے مکروحیلہ اور سرکشی عنادسے چھہ معجزے طلب کیے۔ پہلا معجزہ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا لہ اور انہونے کہا کہ ہم تمپر ہرگز ایمان نہ لائینگے جبتک کہ تم ہماری لئے زمین سے کوئی چشمہ بہا نکالو يَنْبُوْعٌ وہ چشمہ کہ جسکا پانی نہ سوکھے دوسرا معجزہ اسطرح طلب کیا اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۙ یا تمھاری لئے کھجورون اور انگورونکا ایک باغ ہو پس تم اوسکی درمیان سے نہرین بہا نکالو گویا کافر کہتی ہین کہ ہماری لئے نہین تو آپ اپنی ہی لئے چشمے نکالئے اور اس مکہ کے پہاڑون کو ایک طرف کر دیجیے تیسرا اور چوتھا معجزہ اسطرح چاہا اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۙ یا تم اپنی زعم کی موافق ہمپر آسمانونکو ٹکڑے ٹکڑے کرکے گرادو یا اللہ کو اور فرشتون کو روبرو لاؤ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکو ڈرایا تھا کہ کہین آسمان

لہ اخرج ابن ابی شیبہ وابن جریر وابن المنذر عن مجاھد فی قولہ ینبوعا قال عیونا ۱۲ لہ اخرج ابن جریر وغیرہ فی حدیث طویل عن ابن عباس رضی اللہ عنہما (در) سہ اخرج ابن جریر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کسفا قال قطعًا (در) وھی جمع کسفۃ کقطعۃ وقطع لفظًا ومعنًی وھو منصوب علی الحال فی القراءتین۔ ۱۲ سہ ابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قبیلا قال عیانا (در) ۱۲ مقابلا کوضیع بمعنی مراضع او کفیلا بما تقول وھو حال من اللہ وحال الملا ئکۃ محذوفۃ لدلالۃ ھذا علیہ ای والملائکۃ قبیلا۔ صحیح بخاری مین ہے قبیلا معاینۃ۔

۹۰ تُفَجِّرَ نافع وابن کثیر وابو عمرو وابن عامر ساتھ ضمّ تا اور فتح فا اور کسر جیم ساتھ تشدید کے باب تفعیل سے اگرچہ ینبوع واحد ہے لیکن کثرت انفجار کے لحاظ سے اسطرح کہنا حسن ہے جیسا ضرّبت زیدًا کہتے ہین جب ضرب کی کثرت ہو

۹۱

۹۲ كِسَفًا ابن کثیر وابو عمرو وحمزہ وکسائی ساتھ سکون سین کے یا تو ساکن ہے بلحاظ تخفیف کے یا فعل بمعنی مفعول یعنے مقطوع کے جیسے طحن بمعنی مطحون کے ۱۲

تمپر پارہ پارہ ہوکر نہ گرجاوے چنانچہ وہ وعید یہہ ہی اَوْ تُسْقِطَ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ الخ
تو اب وہ اوسی کے طالب ہین اور خدا تعالی کو اور فرشتونکو بھی ہمارے سامنے لاؤ تا وہ گواہی
دیوین کہ تم نبی سچے ہو چنانچہ اسیطرح ہی لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا
پانچوین چھٹے معجزہ کی اسطرح درخوست کی اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ [۱]
اَوْ تَرْقٰى فِى السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ ع
قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ یا تمھارے لئے سونیکا ایک گھر ہو
یا تم آسمان مین چڑھ ہو- اور ہم تمھارے چڑھنے پر بھی ایمان نہ لاوینگے جبتک کہ تم ایک کتاب ہمپر
اوتار لاؤ جسکو ہم پڑھ لین کہدو اے نبی کہ میرا پروردگار پاک ہے مین تو ایک آدمی رسول ہی ہون یعنی جسکا ہم پڑھین
وہ ایسی کتاب ہو کہ اوسمین رب العالمین پاس سے یہہ لکہا ہو کہ الیٰ فلان بن فلان
اور اسیطرح ہر ایک شخص کے پاس ایک ایک نامہ اوسکے سرہانے دہرا ہو جسکو وہ پڑھ بھی لیا کرے
جاننا چاہئے کہ یہہ ایسی درخوست تھی کہ آنحضرت ہر ایک کافر کو رسول اور صاحب
کتاب بنادین ورنہ بغیر اسکے ہم تمھارے آسمان پر چڑھ جانیکے بعد بھی تمپر ایمان نہ لاوینگے تو آپکو
حکم ہوا کہ اونسے کہدو کہ مین خود بشر رسول ہون پھر دوسرے بندونکو اور خاصکر ناپاک وجودونکو
کیسے رسول بنا سکتا ہون ہان رسول کا یہہ کام ہے نہ معجزہ دکہلانا تو یہہ قرآن عظیم کیا کم

تُنَزِّلَ الف ۹۳
تُنَزِّلَ سکون نون کے زاء بے تخفیف کے باب افعال سے ۱۲
قَالَ ابو عمرو ساتھہ ابن کثیر و ابن عامر ساتھہ الف ساکن صیغہ ماضی معروف یعنی حضرت نے فرمایا ۱۲

[۱] ابن جریر عن ابن عباس من زخرف قال من ذهب ۱۲ ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم عن مجاهد ۔ ۱۲

معجزہ ہی اور اسکی سوائی بھی بہت سی معجزات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکہلائی پھر اسکی بعد بھی اور
معجزات کی درخوست کرنا بی ضرورت ہے اور اونکی عناد وسرکشی پر دلالت کرتا ہی ورنہ
نبی کی صداقت کی لئی تواتر معجزات شرط نہین ور جو ایسا ہی ہوگا تو یکی بعد دیگرے
معجزات طلب کرتی ہی جائینگی پھر اوسکی حد ہی نہین کہ جس سے معاندین کا جھگڑا تو ٹے
لیکن ازلی شقی تو فرشتی اترنی اور مردی بات کرنیکی بعد بھی ایمان نہ لائینگی چنانچہ ولو
اَنَّنَا نَزَّلْنَا اِلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ الخ وغیرہ آیات مین تفصیل سی بیان ہے جب آنحضرت کو
بشر رسول ہون کہنی کا حکم فرمایا تو اسپر جو کافر شبہہ پیدا کرتے تھے اوسکا بیان فرماتا ہے

٩٤ آیت وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ
اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ اور لوگونکی پاس ہدایت آئی پر بھی اونکو ایمان لانی سے اسی بات نے
روکا کہ انہون نے کہا کہ کیا اللہ نے آدمی کو رسول بناکر بھیجا ہی۔ اسکا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

٩٥ آیت اسطرح تعلیم فرماتا ہی قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ
لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝ کہو (ای نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اگر زمین پر فرشتے
اطمینان سی چلتی پھرتی ہوتی تو ہم اونپر آسمان سی فرشتہ کو ہی رسول بناکر بھیجتی کیونکہ
ہر ایک جنس کا رسول اوسی جنس سے ہونا چاہی کہ اوسی سی زیادہ انست و الفت ہوگی
اور وہی ساری باتونکو اونکی خوب جانیگا۔ اور اگر فرشتی بھی آتی تو انسان کی صورت مین ہی آتی

آ تا کہ اونکو نظر آوین تو پھر بھی وہی شبہہ ہوتا کہ کیا جانی یہہ کون ہی چنانچہ دوسری
جای فرمایا وَلَو جَعَلنٰہُ مَلَکًا لَّجَعَلنٰہُ رَجُلًا وَّلَلَبَسنَا عَلَیہِم مَّا یَلبِسُونَ
آیت ۹۶ پھر اللہ پاک نی ایک دوسرا جواب ارشاد فرمایا قُل کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیدًا بَینِی
وَبَینَکُم ط اِنَّہٗ کَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیرًا بَصِیرًا ۝ کہو میری اور تمھاری درمیان
گواہی کو اللہ بس کرتا ہی بیشک وہ اپنی بندونکو خوب جانتا دیکھتا ہی یعنی اللہ تعالی گواہ ہے
کہ مینے اپنی رسالت پر حسب دعوی معجزی دکھلائی اب تمھاری یہہ ہٹ دہرمی کہ فرشتہ
رسول ہونا تھا قابل التفات نہین پھر آخر آیت مین تہدیدًا فرمایا کہ ہم تمھاری ظاہر
باطن کو جانتی ہین کہ تمھاری دلونمین یہہ جو انکار رسالت ہے صرف حسد و حب جاہ وریا سے ہے
المہتدی نافع اور ابو عمرو ساتھ اظہار یاء ساکن کے حالت وصل مین اب اوس تہدید کو بطور تفصیل بیان فرماتا ہی وَمَن یَّہدِ اللّٰہُ فَہُوَ المُہتَدِ ج
وَمَن یُّضلِل فَلَن تَجِدَ لَہُم اَولِیَآءَ مِن دُونِہٖ ط وَنَحشُرُہُم یَومَ القِیٰمَۃِ
آیت ۹۷ عَلٰی وُجُوہِہِم عُمیًا وَّبُکمًا وَّصُمًّا ط مَاْوٰہُم جَہَنَّمُ ط کُلَّمَا خَبَت زِدنٰہُم
نصف سَعِیرًا ۝ اور جسکو اللہ ہدایت دی سو وہی ہدایت پاتا ہی۔ اور جسکو وہ گمراہ کری
تو پھر تم (ای پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) اوس (خدا) کی سوا اونکا کوئی دوست نپاؤگی۔ اور ہم اونکو
قیامت کے دن اندہی گونگی بہری کرکے منہہ کی بل اٹھاینگی۔ اونکی جگہہ دوزخ ہی جب
بجھنی لگیگی ہم اوسپر اور بھڑکا دینگی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے عرض کی ۵۲

۵۲ الامام احمد والبخاری ومسلم والنسائی وغیرہم ۔ ۱۲

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگ موںھہ کی بل کیونکر چل سکینگی۔ فرمایا جسنے پاؤنکی بل چلایا کیا وہ موںھ کے بل چلانی پر قادر نہین حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ[1] نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ قیامت مین تین طور سی چلینگے ایک پا پیادہ دوم سوار ہوکر سوم موںھہ کے بل اٹھ ایک روایت[2] مین تیسری گروہ کا اسطرح بیان ہے وَ فَوۡجٌ تَسۡحَبُهُمُ الۡمَلَائِكَةُ عَلٰى وُجُوۡهِهِمۡ یعنی فرشتے اونکو موںھہ کی بل کھینچینگے۔ چونکہ کافرونکی روحونکو دنیا اور اوسکی لذات سے سخت تعلق ہی اور اونکی قلوب اوسیطرف متوجہ ہین اور عالم انوار و دربار الٰہی سی تو کچھہ بھی تعلق نتھا اسلئے اونکا حشر بھی موںھہ کے بل ہوگا۔ ہم تو قیامت کے متعلق جو کچھہ حضرت صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم سی ثابت ہوا ہی اوسپر ایمان لاتی ہین۔ لیکن چونکہ یہہ آدمی کی طبعی بات ہے کہ جس چیزسی مانوس نہین ہوتا اوسکا انکار کرتا ہی مثلاً اگر آدمی سانپ کو پیٹ کے بل نہایت تیزی سی چلتا نہ دیکھی تو بھی کہی کہ بدون پاؤن کے رفتار نہین ہوسکتی۔ اور جس نے پاؤن چلتی کسیکو ندیکھا ہو وہ پاؤن سی چلنی کو بھی دشوار جانیگا اسی سبب سے آدمی کو چاہیے کہ قیامت کے عجائبات سی جو بات کہ قیاس سے مخالف ہو اوسکا انکار نکری۔ اسلئے اگر بالفرض دنیا کی عجائبات اوسکی مشاہدی مین نگذری ہون اور پھر دفعتہً اوسکی دیکھنی مین آوین تو اونکا بھی انکار کرنے لگتا ہی حالانکہ واقعی بات ہوتی ہی اسیطرح قیامت کے عجائبات کو جاننا چاہیے

---

(1) ابو داود والترمذی وحسنہ وغیرہما (2) الامام احمد والنسائی وغیرہما (۲)

اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر بات مین سچا ماننا چاہیے - ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہین اندہے یعنی ایسی چیز
نہ دیکہینگے جس سے اونکو خوشی حاصل ہو - گونگے یعنی کوئی کلام حجت و دلیل کا نہ کہہ سکینگے بہرے یعنی
ایسی بات نہ سنینگے جو اونہین خوش کرے - اور فرمایا کہ آگ بجہنے کے یہہ معنی ہین کہ جب آتش دوزخ
اونکو جلا دیگی اور کچہہ بہی باقی نرہیگا (تو گویا اونکے حق مین یہہ بجہنا ہے) تو پہر نیا گوشت
پوست دیا جائیگا پہر وہی اوسکی تیزی ہوگی جب انہون نے فنا کے بعد اعادہ کو جہٹلایا
تو اللہ تعالیٰ نے یہہ سزا دی کہ وہ ہمیشہ اعادہ اور فنا مین ہین یعنی جیسی عمل اوسی جنس کی
جزا چنانچہ اسی طرف اشارہ فرماتا ہے ذَالِکَ جَزَآؤُھُم بِاَنَّھُم کَفَرُوا بِاٰیٰتِنَا وَقَالُوٓا 17-9
ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبعُوثُونَ خَلقًا جَدِیدًا ۝ یہہ اونکی سزا اس سبب سے
ہے کہ انہون نے ہماری نشانیون سے انکار کیا - اور کہا کہ جب ہم ہڈیان اور چورا ہو جاینگے
تو کیا ہم از سر نو پیدا کر کے اوٹہائے جائینگے - یہہ ذکا جاہلانہ سوال تہا اوسکو اسطرح رد
فرماتا ہے اَوَلَم یَرَوا اَنَّ اللّٰہَ الَّذِی خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضَ قَادِرٌ 17-9
عَلٰٓی اَن یَّخلُقَ مِثلَھُم وَجَعَلَ لَھُم اَجَلًا لَّا رَیبَ فِیہِ ط فَاَبَی الظّٰلِمُونَ
اِلَّا کُفُورًا ۝ کیا انہون نے نہین دیکہا کہ جس اللہ نے آسمانون اور زمین کو پیدا کیا ہے وہ اونہین سے

[1] ابن جریر و ابن ابی حاتم [2] ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم (درمنثور) [3] اونکو دوبارہ پیدا کر سکنے کو لفظ مثل سے تعبیر فرمایا جیسا متکلمین کہتے ہین الاعادۃ مثل الابتداء یا یہہ کہ دوسری مخلوق ہم ایسی پیدا کر سکتے ہین تو انکا پیدا کرنا کونسی بڑی بات ہے واللہ اعلم کہا کہ پہلا قول ماقبل کے لحاظ سے مشابہ تر ہے (کبیر) فقیر نے اسی کا ترجمہ کیا ۱۲

دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہی۔ اور اونکے لئے ایک وقت مقرر کیا ہی جسمین کوئی شک نہین

پھر بھی ظالم لوگ انکار کئے بغیر نہین رہے یعنی جسنے بلا مادہ کے آسمان و زمین کو پیدا کیا وہ اس بات پر قادر ہی کہ

پرانی شئے کو پھر نئی خلقت عنایت فرماوے اور اونکے اوٹھنے کے لئے ایک مدت مقرر ہی جو بیان ہو چکی ہے

جب اپنے انعامات آسمان و زمین کا پیدا کرنا کہ جس سے ہزارون طرح کے فائدہ حاصل ہوتے ہین بیان فرمایا

اور کافرونکی ناشکری و انکار کا ذکر ہوا تو اپنی کریمی کے بعد اونکی بخالت کا حال اسطرح فرماتا ہے

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ[1]ط

ع ١١ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝ کہدے اے نبی، اگر میرے رب کی رحمت کے خزانے تمھارے ہاتھ

مین ہوتے تو تم اوسوقت خرچ ہوجانے کے ڈر سے بند کرکے رکھتے اور انسان بڑا ہی بخیل ہی کیونکہ نفس امارہ مین

جبلی بخیلی ہے۔ دنیا جمع کرنے کا شوق۔ اور جو مال ہو تو دوسرونکو دینا شاق۔ یہ سب اسی سبب سے ہے

کہ دنیا کی فنا اچھی طرح ذہن نشین نہ ہوئی۔ اللہ کی ملاقات کے ولولے دل مین نہ اوٹھے۔ اور جو کا ملٹ ہو

اور روح مشتاق حق ہو تو مال کیا شئے ہے جان پر نبتی ہے ؎

کان ورم دادن سخی را لایق است | جان فدا کردن سزائے عاشق است

وہی نفس امارہ مطمئنہ ہوجاتا ہے۔ اور یہ رباعی گاتا ہے۔

تجھکو جو جانے اوسکو جان سے کیا کام | فرزند و عیال و خانمان سے کیا کام
دیوانہ بناکے دو جہان دیتا ہے | دیوانے کو تیرے دو جہان سے کیا کام

[1] ابن جریر وابن المنذر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما الانفاق قال الفقر وقتورا قال بخیلا ۱۲ قتر علی عیالہ
ای ضیّق علیہم فی النفقة وبابہ ضرب ودخل وقتّر تقتیرا واقتر ایضا ثلاث لغات واقتر الرجل افتقر (مختار)

صحیح بخاری مین ہے انفق الرجل املق ونفق الشی ذہب قتورا مقترا

جب کافرونکو جوابات دی گئے تو اب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینی کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ جو فرعون سے ہوا ذکر فرمایا کہ جیسے آپ کو
جھٹلانے ہیں اسیطرح وہ حضرت موسیٰ کو بھی جھٹلا چکے ہیں آپ سید الانبیا ہیں آپکی جھٹلانیوالی قوم بھی خراب ہوگی اور
اونکا بھی جواب ہے کہ کہا تھا فرشتہ رسول کیوں نہ ہوا دیکھو حضرت موسیٰ ایسے رسول گذر چکے ہیں اور
اونکا بھی جواب ہے کہ تم نے اور سرکشی سے معجزہ طلب کرتی ہو آپ سے ہم نہیں کہا اسی لیے موسیٰ علیہ السلام کو

آیت ۱۰۱ تسل

نو معجزے ظاہر و باہر دی تھے جیسا فرماتا ہے وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِیْٓ

اِسْرَآءِیْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا ۝ اور البتہ ہم نے

ابن کثیر و کسائی سا نقد فتح سین بغیر ہمزہ کے

موسیٰ کو نو ظاہر معجزے دی پھر اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسرائیل سے پوچھو کہ جب موسیٰ اونکے پاس آئے تو فرعون نے
کہا کہ ای موسیٰ میں تو تجھے جادو کیا ہوا جانتا ہوں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نو ظاہر معجزے یہ ہیں
ید بیضا، عصا، طوفان، ٹڈی، جوئیں، مینڈکیں، خون، برسوں تک خشک سالی، میووں کا کم ہونا
ایک دوسری جگہ عصا اور ید بیضا ذکر فرماکر فرمایا فِیْ تِسْعِ اٰیٰتٍ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ الخ اور باقی
سات معجزونکو سورہ اعراف میں بیان فرمایا اور اوسی سورہ میں ہے وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰیَةٍ
لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ ۝ یعنی اور فرعون کے لوگوں نے موسیٰ سے کہا کہ تم کوئی
معجزہ بھی ہمارے سامنے لاؤ اور اوسکے ذریعہ سے تم ہم پر اپنا جادو چلاؤ پھر بھی دیکھو کہ ہم تو تم پر ایمان لانیوالے نہیں ہیں

ل الظن معنی دف وقد یوضع موضع العلم (مختار) ۲ اخرج عبد الرزاق وسعید بن منصور وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم من طرق (دمں) ترمذی وغیرہ نے صفوان بن عسال سے روایت کی کہ دو یہودیوں نے حضرت رسالت پناہ سے
ان نشانیونکو پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ شرک اور زنا اور خون ناحق اور اسراف اور جادو نکرو اور کسی بیگناہ کی چغلی حاکم کے پاس نکرو تا وہ اوسکو
مار ڈالے اور سود نہ کھاؤ اور پارسا عورت کو تہمت لگانے سے دور رہو اور جہاد سے نہ بھاگو شنبہ کی تعظیم کیا کرو اور تم یہود پر تمہارے
واسطے خاص کر کے شنبہ میں تجاوز نکرو لیں ان دونوں یہودیوں نے آپکے ہاتھ اور پاؤں چومے اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نبی ہیں الخ

الحاصل ذکر کیا اوس حدیث کو ... جو شاید یہود ... تھی ... یہودی تھا اور توریت میں اسیطرح مذکور ہے ... اوسکی ... علامت اور سبطرح بیان
فرمایا لیکن ابن کثیر ... فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن سلمہ ہے جنکی حفظ میں کلام ہے ... کلمات توریت کی وصیتیں ہیں اور تم
الزام فرعون سے ... تعلق ... اور شاید یہودیوں نے کلمات عشرہ کی تفسیر پوچھی تھی راوی نے ... آیات ... کلمات عشرہ تسع آیات ... الخ

اگرچہ موسیٰ علیہ السلام کو مصر سے نکلے بعد دوسرے معجزات بھی دیے گئے جیسے عصا سے پتھر کو مار کے پانی نکالنا
ابر کا سایہ کرنا من وسلویٰ کا اترنا۔ وغیر ذلک لیکن یہاں وہی نو معجزے مراد ہیں جسکو فرعون
اور اوسکی قوم نے اہل مصر سے دیکھا تھا۔ اور وہ اونپر الزام تام تھا اسی سبب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے

فرمایا قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
بَصَآئِرَ ج وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا۝ کہا البتہ تو جان چکا ہے کہ آسمانوں
اور زمین کے ربنے ہی ان (معجزات) کو دلیل کے لئے اوتارا ہے۔ اور میں تو بیشک اے فرعون
تجھکو ہلاک ہوا جانتا ہوں۔ یعنی البتہ اے فرعون تو نے اپنے دل میں جان لیا ہے اور عناد
وسرکشی سے انکار کرتا ہے غرض یہہ معجزات دیکھکر ایمان تو نہ لایا بلکہ اوسکا ارادہ ہی جسطرح
فرمان بالتعیابی فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا۝
وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ
وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا۝ پھر (فرعون نے) چاہا کہ اونکو زمین سے نکالدے تو
ہمنے اوسکو اور اسکے سب ساتھ والوں کو ڈبا دیا۔ اور اوس (فرعون) کے بعد ہمنے بنی اسرائیل سے
کہا کہ تم زمین میں رہو پھر جب آخرت کا وعدہ آئیگا ہم تمکو سمیٹ کر لے آئینگے۔ فرعون کا ارادہ تھا

لہ مثبورا قال مجاهد هالكا (ابن کثیر) تبکے معنی مطلق پھیرنے کے ہیں اور یہاں قرینہ مقام سے مصروف
عن الخیر مطبوع علی الشر کے ہیں ۱۲ ؎ ابن جریر وابن المنذر عن ابن عباس اور آپنے یہہ آیت پڑہی
وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ (در) ؎ یستفزهم ای یخرجهم (بغوی)

ابن ر ۱۰۲/۶

عَلِمْتُ
کسائی بصیغہ
متکلم یعنی میں تو
خوب جان چکا ہوں
کہ یہہ معجزات اللہ کے
پاس سے آئے ہیں اور
جو تو نادانی سے
اقرار نہ کریگا تو
ہلاک ہوگا۔

؎ ابن جریر من طریق العوفی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ لفیفا جمیعا (در) ۱۲ [illegible]

کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصر سی نکالی لیکن اللہ تعالیٰ نے اوسیکو ہلاک کیا اور دریا رنیل مین معہ لشکر ڈبو دیا چاہ کندہ را چاہ درپیش کی مثل صادق آئی - وَلَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّیُٔ اِلَّا بِاَھْلِہٖ کا ظہور ہوا - آخرت کے وعدہ سی مراد قیامت ہے - امام بغوی نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آنا ہی جو قریب قیامت ہے اور لوگ مختلف سب اکٹھا ہو جائینگی جب وعدۂ آخرت کا ذکر ہوا اور قرآن مین قطعی طور سی اوسکا بیان ہی اس لئے قرآن کی عظمت و حقیت اسطرح ارشاد فرماتا ہی وَبِالْحَقِّ [1] اَنْزَلْنٰہُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ط وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ٥ اور ہمنے اس (قرآن) کو سچائی سے ہی اُتارا اور سچائی سی اُترا - اور ہمنے تو (ای پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) تمکو خوشخبری دینے اور ڈرانے کے لئی ہی بہیجا ہی - بالحق [2] سی مراد اللہ تعالیٰ ہے یعنے اپنی صفت پر اوس قرآن کو اُتارا - جو تنزیہ سی تشبیہ مین جلوہ گر ہوا حکایت [3] محمد بن سماک بیمار ہوی تو آپکے قارورہ کو کوئی شخص نصرانی ڈاکٹر کے پاس لیگیا - راہ مین ایک بزرگ نے حال دریافت کرکے فرمایا کہ خدا کے دوست کے کام مین دشمن خدا سی مدد لیتی ہو - ابن سماک سی کہو کہ جس جای درد ہی وہان ہاتھ رکھکر وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰہُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ پڑہو - یہہ کہکر

[1] عامل پر تقدیم جار مجرور حصر کے لئے ہی اور جار مجرور ضمیر مفعول سی حال ہی ١٢ [2] تفسیر کبیر مین ہی کہ نزل بالحق مانند نزل بزید کی ہے (یعنی با ظرفیت کی لئے ہے) تو اس تقدیر پر حق سی مراد محمد صلی اللہ علیہ آلہ وسلم ہین کیونکہ قرآن آپ پر ہی اترا ہے فقیر کہتا ہی حق بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے نامون مین سے ایک نام ہی - حضرت شیخ اکبر فرماتی ہین کہ جب مقام فنا مین بشریت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بکلی زائل ہو گئی تو فرق ثانی دیا گیا تا محل وجودی رہی تو یہہ انزال قرآن بِالْحَقِّ مِنَ الْحَقِّ عَلَی الْحَقِّ ہی مختصراً [3] مدارک فقیر عرض کرتا ہی کہ طبقات کبریٰ مین بھی ہی - بہتر ہوگا کہ ہم بھی ہر درد کے لئے پڑہا کرین - ١٢

نظر سے غائب ہوگئے۔ سب حال آکر حضرت سے بیان کیا۔ آپنے اوسیطرح ہاتھ رکھکر پڑھا اور اوسیوقت شفا ہوئی اور فرمایا کہ وہ خضر تھے۔ جب قرآن کی نزول کا ذکر آیا تو اوسکی متفرق اُتارنیکی حکمت

اسطرح بیان فرمایا وَقُرْاٰنًا[1] فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ[2] وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا۝

اور ہمنے قرآن کو متفرق بھیجا کہ تم لوگونکی سامنے ٹھہر ٹھہر کے پڑھین۔ اور ہمنے اوسکو اُتار تے اُتار اُتارا۔ ابن عباس[3] رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ بندونکی حسب سوال اور موافق اعمال کلام الٰہی اترا جب[4] وہ کوئی نئی بات نکالتی جواب تازہ اونکو عنایت فرماتا یعنی کسی سے جا تو اونکی سوال کا جواب دیتے کہین اونکی قول و فعل پر انکار ہے۔ کہین ایک حکم فرمایا جب اوسکی مدت ختم ہوگئی تو پھر دوسرا حکم نازل فرمایا جسکو ناسخ منسوخ کہتے ہین اور یہہ ایک دفعہ مین کب سطور ہوتا۔ اور ایک حکمت یہہ تھی کہ دوسرے نبیونکی سب کتابین مجموعی طور سے ایک ہی دفعہ اترین اور اسیواسطے اون کے اُمتیونکو اُسکا قبول کرنا مشکل ہوتا تھا حتی کہ توراۃ کے قبول کرنیکے لئے جب پہاڑ یہودیون پر سایہ افگن ہوا تو اوسوقت اونہونے قبول کیا کیونکہ مجموعی طور سے بہت سے فرایض و مناہی کا قبول کرلینا اور اوسپر عمل کرنا اکثر لوگونکو شاق ہوتا اور گران گذرتا ہے طبعتین نفرت کرتی ہین اور قرآن مجید کی تھوڑا تھوڑا اترنے سے قبول کرنا سہل اور حفظ بھی آسان ہوا۔

[1] قُرْاٰنًا منصوب ہے فرقنا سے بنابر اشتغال [2] المکث اللبث والانتظار والاسم المکث بضم المیم وکسرھا وتمکث تلبث (مختار الصحاح) [3] طبرانی وبزار (اتقان) ۱۲
[4] ابن ابی حاتم (اتقان)

ام المومنین بی بی عایشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ پہلی پہل وہ سورہ مفصل اترا جسمین ذکر جنت و
نار تہا جب لوگ اسلام مین داخل ہوگئی تو پھر احکام حلال و حرام اترنے لگی اگر پہلی ہی یہہ حکم
ہوتا کہ شراب نہ پیو تو کہتی کہ ہم شراب ہرگز نہ چہوڑینگی اور جو نازل ہوتا کہ زنا نہ کرو تو کہتی کہ ہم
ہرگز زنا سی باز نہ آئینگی۔ انتہی قرآن مین ایک دوسری جا ایک دفعہ نہ اترنیکا اعتراض
اسطرح مذکور ہی وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْہِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَۃً وَّاحِدَۃً یعنی
کافرونے کہا کہ سب قرآن آپ پر ایک ہی دفعہ کیون نہین اُتارا گیا تو اوسکا جواب عنایت
فرماتا ہی کَذٰلِکَ لِنُثَبِّتَ بِہٖ فُؤَادَکَ ط یعنی ہمنی جدا جدا اسواسطی اوتارا کہ تا (ای نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے
دل کو تقویت دیوین حکمت یہہ ہی کہ جب وحی ہر حادثہ کی موافق بار بار آتی جائیگی۔ اور مقرب
فرشتہ کو حکم ہوتا جائیگا کہ ہمارے حبیب کے پاس جاؤ اور یہہ ہمارا پیغام پہنچاؤ تو محبوب حقیقی کے
پاس سے قاصد کا بار بار آنا جو لطف و مزا دیگا اور دل کو جو فرحت حاصل ہوگی اوسکا بیان
غیر ممکن ہے۔ لیکن اس لطف کو کچھ تہوڑا وہ جانتی ہین جنکو الہام کا کچھ ذائقہ ملا ہی۔ اور
میراث محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سی حصہ عنایت ہوا ہی ع ذوق این می نشناسی بخدا تا نچشی۔ یہی سبب تہا کہ
جب رمضان مبارک مین جبریل علیہ السلام کی کثرت سے آمد و رفت ہوتی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
سخاوت بھی ترقی پر ہوتی۔ صحیح بخاری دیکھو۔ اجود ما یکون فی رمضان کی معنی سمجھو

؎ صحیح بخاری

جب بہ دفعات نزول قرآن مین یہہ یہہ حکمتین تہین پہر بہی کافر ایمان نہ لائی اس لیے
اونکو بطور تہدید فرماتا ہی قُلۡ اٰمِنُوۡا بِہٖۤ اَوۡ لَا تُؤۡمِنُوۡا ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ
(سجدہ) مِنۡ قَبۡلِہٖۤ اِذَا یُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ یَخِرُّوۡنَ لِلۡاَذۡقَانِ سُجَّدًا ۙ وَّ یَقُوۡلُوۡنَ سُبۡحٰنَ
رَبِّنَاۤ اِنۡ کَانَ وَعۡدُ رَبِّنَا لَمَفۡعُوۡلًا ۙ وَ یَخِرُّوۡنَ لِلۡاَذۡقَانِ یَبۡکُوۡنَ
وَ یَزِیۡدُہُمۡ خُشُوۡعًا ۩ کہو (ای پیغمبر) تم اوسپہ ایمان لاؤ یا نہ لاؤ۔ اور بیشک اس
(قرآن) سی پہلی جنکو علم دیا گیا ہی جب اونکی پاس پڑہا جاتا ہی تو منہہ کے بل سجدہ مین گر پڑتے
ہین۔ اور کہتی لگتی ہین ہمارا رب پاک ہی تحقیق ہماری رب کا وعدہ ہونیوالا ہی۔ اور
روتی ہوئے منہہ کے بل (سجدہ مین) گر پڑتی ہین اور اونکو اوس سی عاجزی زیادہ
ہوتی ہی۔ یعنی قرآن پر تمہاری ایمان لانی سے کچہہ اوسکا کمال زیادہ نہین ہو جاتا اور نہ لانے سے

الرکوع ۱۰۷ / ۱۰۹

ﮯ للاذقان الوجوہ (صحیح بخاری) والاذقان الوجوہ علی سبیل التعبیر عن الکل بالجزء مجازا ہے
دو بار منہہ کے بل گر پڑنا بسبب اختلاف حال کے ہی پہلا وقت انجاز وعدہ ہی دوسرا بعد انجاز۔ یا پہلا حال تعظیم مین دوسرا حالت گریہ مین یا
اختلاف سبب ہی کہ پہلا شکر کے لئی دوسرا تاثیر موعظت کیواسطی (خفاجی)، علم معرفت جنکو قبل کون دیگئی جو ارواح سامع للحق من الحق بلاواسطہ
وحجاب تہین اب تفس احتجاب مقید ہین اور جب قران کی آیتین پڑہی جاتی ہین تو اللہ کی محبت سی بیقرار ہو جاتی ہین اور پہر خطاب الہی سے
لذت اوٹہاتی ہین۔ خضوع وخشوع اسقدر ہوتا ہی کہ اپنا وجود نذر کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہین اور یہہ اشعار زبان پر لاتی ہین ؎
دل تو مین دے ہی چکا جان ہی جانا باقی ؛ اوسکی بہی دینی کا ارمان ہی جانان باقی ؛ یہہ تو ممکن نہین چہوڑ دون جو تیرا خیال ؛
جبتلک تن مین مری جان ہی جانا باقی ؛ جب کوئی حیلہ بن نہین آتا ہی تو اونکی مراکب جو اجسام ہین اپنا منہہ مٹی پر رکہدیتی ہین
اور اوسکی عظمت وجبروت کا مشاہدہ کرکے سجدہ مین گر پڑتے ہین اور کہتی ہین کہ ہمارا پروردگار پاک ہی اوسوقت اجلال جلالی اور بڑہ جاتا
ہی اسلیے گریہ وزاری اور خوف بہی زیادہ ہوتا ہی تو منہہ کے بل گرے ہوی روتی ہین اور خشوع وخضوع اونکا زیادہ ہو جاتا ہی شوق دیدار
الہی مین آنسوؤن کا تار بندہ جاتا ہی ؎ ازان گریانست چشم من کہ از لوح وجود خود؛ بشویم نقش خویش وصورت آن یار بر بندم؛
کوئی ہجر مین شوق وصال کے لئی آنسوؤن سی منہہ دہوتا ہی کوئی وصال مین ہجر کے خوف سی روتا ہی ؎ ان ثقیلہ سی مخفف ہی ۱۲

کچھہ نقصان نہین ہوتا اور جنکو قبل اُترنے قرآن کی علم دیا گیا ہی یعنی[1] جنہون نے کہ آسمانی کتابین پڑھی ہین اور نبوت کی نشانیان معلوم کرچکی ہین جیسی ابنِ سلام اور جو یہود اونکے تابع ہوی اور نجاشی اور اونکی اصحاب نصاری سی جب قرآن سنتی ہین تو ٹھوڑیونکی بل یعنی منھہ کی بل سجدہ مین گر پڑتی ہین یعنی تم چند جاہل ایمان نہ لائی تو کیا ہوا تمسے بہتر اور تمھاری علما ایمان لاچکی سجدہ مین ٹھوڑی کا ذکر اس سبب سی ہی کہ اوّل جو چیز کہ سجدہ کرنیوالیکی چہرہ سی زمین کی طرف نزدیک ہوتی ہی ٹھوڑی ہی اور کہنی لگتی ہین کہ ہمارا رب پاک ہی وعدہ خلافی کرنیسی بیشک ہماری رب کا وعدہ ہونیوالا ہی یعنی ضرور وفا ہوگا۔ وعدہ سی وہ بشارت مراد ہی جو کتبِ مُنزّلہ مین حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے آنیکی اور آپ پر قرآن نازل ہونیکی تھی اسیواسطی پہلا سجدہ شکر کا کیا اور جب قرآن کو سنا اور اوسکی نصیحتونکا اثر ہوا تو روتی ہوئے پھر منھہ کے بل گر پڑتی ہین اور قرآن مجید کا سننا اونکی لئی عاجزی اور فروتنی کو بڑھاتا ہی۔ اسی سبب سے بی اختیار رونا آتا ہے [2] عبد الاعلی تیمی فرماتی ہین کہ جس علم سی رونا نہ آئی وہ علم اوس عالم کو نفع بھی نہ دیگا کیونکہ اللہ نے اہلِ علم کی صفت وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ ہی یعنی عالم لوگ روتی ہوئی منھہ کے بل گر گئے

حجتِ زندہ دلی دیدہ گریان باشد		شاہدِ مردگی دل لبِ خندان باشد

[3] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ

[1] ابن جریر عن مجاہد ھم ناس من اہل الکتب حین سمعوا ما انزل اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم (در منثور)
[2] ابن ابی شیبہ و ابن جریر وغیرہما [3] ترمذی و نسائی ۱۲

فِی الضَّرعِ الخ یعنی آگ مین وہ شخص داخل نہوگا جو اللہ کی خوف سی رویا ہیہ کہ دودہ تہن مین
واپس جاوی۔ یعنی جیسی یہہ محال اسیطرح وہ بھی محال جب خشوع کا ذکر ہوا اب خشوع کے
ثبات و ترقی کی لئی کیفیتِ دعا تعلیم فرماتا ہی قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط اَیًّا مَّا 11
تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ج وَلَا تَجْہَرْ بِصَلَاتِکَ وَلَا تُخَافِتْ بِہَا وَابْتَغِ
بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا ۝ کہہ دا ای پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اللہ (کہکر) پکارو یا رحمٰن (کہکر) جس (نام سی)
پکاروگی سو اوسکی سب نام بہت ہی اچھی ہین اور تم اپنی نماز نہ پکار کے (بلند آواز سی) پڑہو اور
نہ چپکی سی (بلکہ) درمیانی طریقہ اختیار کرو امام غزالی فرماتی ہین کہ کمالِ عبد اور اوسکی سعادت
یہہ ہی کہ متخلق با خلاق اللہ ہووی اور تجلّی معانی صفات و اسماسی جسقدر ہوسکی متصف ہووی
اور جو صرف اللہ کی نامونکو سنکے بس کرتا ہی وہ جانورونسی مشابہ ہی کیونکہ اونکو بھی سماعت کے
لئی کان ہین۔ اور جو اونکی معنی لغت سی سمجھتا ہی تو صرف اوسکو عربیت حاصل ہوئی جس مین
ادیبِ لغوی اور غبی بدوی برابر ہین اور جو اعتقاد اون نامونکی معانی کی ثبوت کا اللہ کیلئی
کیلئی بغیر کشف کے رکھتا ہی تو صرف تصدیق حاصل ہوئی اور یہہ وہ رتبہ ہی جس مین عامی بھی

سلہ دعا ر دونون جای بمعنی تسمیہ یعنی نام رکہنی کے معنی ہین اور وہ متعدی بدو مفعول ہی ایک لسبب استغنا کی ضمیر مقدر ہی یعنی تدعوہ اور دوسرا اَیًّا ہی اور لفظ اَوْ اباحت کی لئی ہی یعنی جمع بین المتعاطفین یا اقتصار علی احدہما۔ اور اَیًّا اسم شرط تَدْعُوا سی منصوب اور اوسکا جازم بھی وجہت سی عامل و معمول ہی۔ اور اوسکا مضاف الیہ محذوف جسکی عوض اَیًّا کو تنوین آئی ہی۔ تقدیر یون ہی اَیَّ ہٰذین الاسمین اور مَا حرفِ زاید تاکید کی لئی اور بعضون نے کہا کہ اسم شرط موکد بہ ہی اور جملہ فَلَہُ الْاَسْمَآءُ کا جواب شرط ہی۔ اور ضمیر لہ مسمّٰی کی طرف راجع۔ اس لئی کہ مفہوم کلام اور قرینۂ عقلیہ سی ثابت کہ اسما مسمّٰی کے ہی ہوتی ہین۔ اور اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَھُوَ حَسَنٌ کی عوض فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی مبالغہ کی لئی فرمایا جب اوسکی سب نام اچھی ہین تو یہہ دونون نام بھی اچھی ہی ہین

حسن اسما کی یہہ معنی کہ ان نامونمین جلال و اکرام کی صفات بالاستقلال ہین سلہ حُسْنٰی مؤنث ہی احسن کا جو افعل التفضیل ہی (قاموس)
سلہ خفت بمعنی اسرّ واخفٰی وخافت مخافتۃً بمعنًی (خفاجی) سلہ ابن جریر و ابن المنذر عن مجاہد اَیًّا مَّا تَدْعُوا قال باسمین من سمائہ (در)

شریک ہی بلکہ اگر ایک لڑکی کو سمجہا دو تو وہ بہی ان معانی پر اعتقاد رکہسکتا ہی۔ اور یہی درجہ اکثر علما کا ہی اب غیرونکا کیا کہنا۔ ہان ان علما کی بزرگی اون پر ہی جو ان تین درجون مین اونکا شریک نہین ہے لیکن باعتبار پوری کمال کے یہہ بہی نقصان ہی حسنات الابرار سیئات المقربین کا حال ہی۔ مقربونکو ان ناموںکی معانی بطورِ کشف و مشاہدہ حاصل ہوتے ہین جسمین کوئی شک و شبہہ نہین رہتا پوری طور سی یقین ہو جاتا ہی اور اس مین اور اوس اعتقاد مین جو باپ اور اوستاد سی بطور تقلید سیکہا تہا گو دلائلِ کلامیہ سی ہی سیکہا ہو بہت ہی بڑا فرق ہی۔ اور دوسری بات یہہ ہی کہ جب اونکو صفاتِ جمال کا کشف ہوتا ہی اور اوس صفت کی عظمت اونکی دل مین سما جاتی ہی تو ایک شوق و عشق اوس صفتِ کمال کے حاصل کرنیکا پیدا ہوتا ہی تو جسقدر ممکن ہو اوسسے حصہ لیتی ہین اور اللہ سی قربِ منزلت حاصل کرتے ہین۔ اور یہہ شوق نہ پیدا ہونیکی دو سبب ہین ایک تو ضعفِ یقین ہی کہ اوس وصف معلوم کو اوصافِ جلال و کمال سی جسطرح سمجہنا چاہئی تہا نہین سمجہا یا یہہ کہ دل کو دوسرا شوق گہیر لیتا ہی کہ اپنی محبوبِ حقیقی کی طرف متوجہ ہونی نہین دیتا۔ اوسکی مثال یون سمجہو کہ ایک شاگرد رشید اپنی اوستاد کا کمالِ علم دیکہتا ہی تو اوسکی اقتدا کرکے چاہتا ہی کہ اوسسے مشابہ ہو جاؤن لیکن اگر اوسوقت اوسکو فاقہ کشی کی نوبت ہو تو وہ اوس طرف متوجہ ہونی نہیگی تو اسیطرح جو صفاتِ الٰہی کی سیر کرنیوالا ہی اوسکو چاہئی کہ اپنی دل کو ماسوی اللہ کے

ارادہ سی خالی رکھی کیونکہ معرفت تخم شوق ہی لیکن یہہ تخم وہین جھاڑ ہوگا اور پہولیگا پھلیگا
جو دل کہ خواہشات سی خالی ہو ورنہ وہ تخم کارآمد نہوگا۔ اسی سبب سے غرض اون متقربون کی بھی
ہوتی ہی کہ جسقدر ہوسکی اپنی آئینۂ دل کو صاف کیجیی اور اون صفات سی جنکی امکان متصف
ہونیکی کوشش کیجیی تا اون محاسن سے مزین ہوکر بندہ ربانی ہو یعنی خدا سی قریب ہوجا الخ[1]
شانِ نزول اسطرح ہی کہ ایک[2] مشرک نی انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سی سنا کہ آپ سجدہ مین یا رحمٰن یا رحیم فرماتے
مین کہنی لگا کہ زعم تو یہہ کہ ایک کو پکارتے مین پھر یہہ دو کو کسطرح پکارتی مین تو قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ الخ اتری
رسول[3] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مین پوشیدہ تھی جب نماز صحابہ کو قرآن بلند آواز سی قرأت فرماتی مشرکین سنکر
قرآن کو اوتارنیوالی اور لانیوالی کو بُرا کہتی تو یہہ اُتری وَلَا تَجْهَرْ الخ یعنی نہ اسقدر بلند کرو کہ
مشرکین سنکر بُرا کہین نہ اسقدر پست کرو کہ صحابہ کو نہ سنا سکو رسول[4] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے
فرمایا کہ مین تمھاری طرف سی گذرا اور تم پست آواز سے قرآن پڑہ رہی تھی۔ آپنے عرض کی کہ جس سے
مناجات تھی اوسکو مین نے سنا دیا۔ فرمایا اِرْفَعْ قَلِیْلًا یعنی تھوڑی آواز بلند کرو اور عمر فاروق
رضی اللہ عنہ سی فرمایا کہ مین تمھاری طرف سے گیا اور تم آواز بلند کرکے پڑہ رہی تھی عرض کی کہ
اونگھنی والونکو بیدار کرتا ہون اور شیطان کو دور۔ فرمایا اِخْفِضْ قَلِیْلًا یعنی کچھ آواز کو

---

[1] انشاء اللہ اگر خدا چاہی تو سورۂ طٰہٰ مین ہر اک نام خدا کے معنی اور اوس سی بندہ کا کیا حظ ہی پوری طور سے لکھی جاینگی ۱۲ [2] عن مکحول وکذا عن ابن عباس (ابن جریر) ۱۲ [3] امام احمد و بخاری ومسلم و ترمذی ونسائی [4] ترمذی۔ ۱۲

پست کرو فقیر کہتا ہی کہ ذکر مین بھی دو گروہ ہوگئے۔ کوئی سِرّی کو بہتر جانتا ہی کوئی جہری کو لیکن نہ اسقدر جہر ہو جو چلانی کی قریب ہوجاے ہان بے اختیاری ہو جاے اور خشوع و خضوع بھی حاصل ہوتا ہی تو مضائقہ نہین لیکن اگر نیت مین ریا کا دخل ہو تو آہستہ ہی چاہئیے مسئلہ[1] جہر کا ادنی درجہ غیر کو سناتا ہی۔ اور سِر کا ادنی درجہ اپنی ذات کو سناتا ہی یہی قول معتمد اور ماخوذ ہی۔ اور بعضون نے کہا کہ جہر کا ادنی درجہ اپنی کو سناتا ہی اور آہستگی کا کمتر درجہ حروف کی تصحیح ہی لیکن یہ قول ضعیف ہے ہم اکثر لوگ صرف ہونٹھ ہلانی پر کفایت کرتی اور سورہ ختم ہونیکی ذہن مین رہتی ہین بلکہ ہ حروف ادا کرین جو اپنی کانون تک اوسکی آواز آئی۔ تا نمازِ سرّی صحیح ہو جائے جب اپنے اسماء پاک سے پکارنیکا ہمکو حکم فرما چکا تو اس مین اشارہ ہی کہ وہ ہر وقت ہمکو انعاماتِ بےغایات دیگا اور ہماری ہر بگڑی بنائیگا تو اب اس نعمتِ عظمیٰ پر حمد کرنیکا اسطرح حکم فرماتا ہی وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا

وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا۠ ع ۱۲ ۱۱ ۱۲

اور کہو تمامی تعریف اللہ ہی کی لئی ہی جو اولاد نہین رکھتا۔ اور نہ حکومت مین کوئی اوس کا شریک ہی۔ اور نہ ذلت مین اوسکا کوئی مددگار ہی۔ اور تعظیم کرو اوسکی بہت ہی تعظیم روایت[2] ہی کہ جب کوئی لڑکا اولادِ عبد المطلب سے بات کرنے لگتا تو رسول اللہ اوسکو یہ آیت سکھاتے

[1] تفسیر احمدی و ردالمحتار ۱۲ [2] ابن ابی شیبہ و عبد الرزاق وغیرہما خفاجی ۱

یعنی افراد و جنس حمد اللہ ہی کی لئی ہی کیونکہ الوہیت خود مقتضی حمد ہی اس لئیکہ وہ کامل الذات منفرد بالایجاد مُنعِم علی الاطلاق ہی نہ اوسکو کوئی ولد ہی کہ سبب بخل ہو۔ اور نہ اوسکو کوئی شریک ہی کہ مانع تصرف ہو کیونکہ وہ مانع یا فوق ہوگا یا کم یا برابر لہذا اُنکی نفی بطور ترقی و عروج کے ہوئی ہی یعنی نہ بیٹا ہی نہ شریک نہ مددگار بلکہ وہی بے غرض فیاض مطلق ہی سبکو پالتا پرورش کرتا ہی۔ کبریا اوسکی ردا اور عظمت اوسکی ازار ہی۔ لہذا ہم عاجزونکا وظیفہ اللہ اکبر ہر بار ہی۔ آی میری پروردگار آج مبارک رات شب برات میں یہ سورہ پاک کی تفسیر ختم ہوتی ہی۔ اس قرآن عظیم کی طفیل اور جسپر یہ اترا ہی اوس نبی کریم کی طفیل ہم سب کے گناہونکو معاف فرما۔ خصوص اس تفسیر میں جو کچھ مجھسی خطا ہوئی ہو مجھ سی مواخذہ نکر اور قبول فرما میں تیرا بندہ ہون تیری نبی جو سید الانبیا ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اونکا غلام ہون تیری ولی جو سید الاولیا ہیں رضی اللہ عنہ اونکا خادم ہون میری بندگی غلامی خادمی صحیح کرکے اپنی پاس بلا۔ سچا کرکے دنیا سی اٹھا تیری بعضی بندے مجھی اچھا گمان کرتے ہیں مجھے اونکی گمان کے مطابق کردی۔ ہم سب کے دلونکو سرشار محبت کر دی۔ اور بعضی مجھی یقیناً برا سمجھتی ہیں وہ جھوٹے ہوجائیں سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلَی غَضَبِیْ کا ظہور دیکھکر شرمائیں۔ اگرچہ میری نسبت میں بہت سے بھلے لوگون سے زیادہ دوسری ہی سچی ہیں لیکن اگر تیرا فضل و کرم ہو تو سب سے اچھے ہیں میری دوست دشمن سبکو بخش دے ہم سب قیامت میں اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ہون کوئی کسی سے بدلہ نہ لے ۵

إِنْ تَغْفِرِ اللّٰهُمَّ فَاغْفِرْ جَمًّا — وَأَيُّ عَبْدٍ لَكَ لَا أَلَمَّا

گر بخشتا ہو تو یارب سب کو بخش — کون ہی وہ بندہ جو عاصی نہیں

(سورۂ کہف مکی ہی[1] اسکی ایکسو دس یا گیارہ آیتین ہین)

رسول اللہ[2] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی دس آیتین ابتداء سورۂ کہف کی حفظ کرے وہ فتنۂ دجال سے محفوظ رہیگا - نبی کریم[3] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی دس آیتین آخر سورۂ کہف کی پڑھے فتنۂ دجال سے بچایا جائیگا - نبی کریم[4] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے روز جمعہ سورۂ کہف کو پڑھا اوس کے لئے مابین دو جمعون کے نور روشن ہوگا -

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۜ ؕ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۙ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۙ

وَيَبْشُرُ حمزہ وکسائی نے ساتھ فتح یا اور سکون با اور ضم شین کے باب نصر ینصر سے معنی وہی ہین[2]

تمامی تعریف اللہ ہی کو لئی ہی جسنے اپنی بندی (سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم) پر کتاب اتاری اور اوسمین کوئی کجی نرکھی

[1] اخرج النحاس فی ناسخہ ابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال نزلت سورۃ الکھف بمکہ (در) اختار الدانی انہا مکیۃ کلہا وفی عددہا خلاف عند الدانی فقیل مائۃ وعشرۃ و

قیل احدی عشرۃ و (خفاجی)

اوسکو دیدیا، کیا تاکہ اپنی نزدیک کے سخت عذاب سے کافرونکو ڈراوے اور اُن ایمانداروںکو

جو نیکیاں کرتے ہین اس بات کی خوشخبری سناوے کہ انکی لیے اچھا بدلہ (بہشت) ہے اوس مین وہ ہمیشہ

رہینگے۔ سورۂ بنی اسرائیل کو تسبیح سے اور اس سورہ کو تحمید سے شروع فرمانے مین یہہ نکتہ ہے

کہ تسبیح جہان آتی ہے تو تحمید کے قبل آتی ہے چنانچہ سبحان اللہ والحمد للہ کہا جاتا ہے اور اس طرف بھی

اشارہ ہے کہ معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلیے درجۂ کمال تھا اور کتاب آپ پر نازل فرمانا درجۂ تکمیل ہے کہ جس سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی آدم کو بہیمیت کی پستی سے ملکیت کی بلندی تک پہونچا دیا یہہ درجۂ ثانی درجۂ

اولی سے اکمل ہے۔ اور یہہ بھی نکتہ ہے کہ جب حضرت کو کامل و مکمل کرکے ہماری تکمیل کو بھیجا تو اس لیے

اوس انعام کے مقابلہ مین ہمکو اپنی حمد کی تعلیم فرمایا اور اس سورہ کو الحمد للہ سے شروع فرمایا اور

اسی سبب سے کتاب کے بھی دو وصف ذکر فرمائے اول وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا یہہ قرآن کے کمال ذاتی کی

طرف اشارہ ہے جسکے نہ لفظون مین خلل ہے نہ معنی مین تناقض دوم قَيِّمًا[۱] جسمین غیر کی کامل کرنیکی طرف اشارہ ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۶ — [۱] امام احمد و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و بیہقی وغیرہم (درمنثور) [۲] امام احمد و مسلم و نسائی (ابن کثیر و درمنثور) [۳] بیہقی و حاکم اور حاکم نے تصحیح بھی کی (ابن کثیر و درمنثور) یعنی اسقدر زمانہ تک وہہ روشنی یا اوس کے دل مین ہوگی یا قبر مین یا روز حشر صراط پر [۴] ابن منذر عن الضحاک قیمًا قال مستقیمًا (درمنثور) اور مضمر سے منصوب ہے کہ تقدیر جعلہ قیمًا ہے کیونکہ بعض کے پاس قیمًا نیت تاخیر مین اور ولم یجعل لہ عوجًا اعتراض ہے حال نہین تقدیر یون ہے انزل علی عبدہ الکتٰب قَيِّمًا وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا۔ طبرانی بھی حضرت ابن عباس سے اسی طرح روایت کی فائدہ حضرت ابن عباس جہان نظم قرآن مین جملہ معترضہ واقع ہوتا ہے اوسکو مقدم مؤخر بتاتے ہین وروجہ اوسکی یہہ ہے کہ جملہ معترضہ درمیان ایسے دو لفظونکے جو باہم ربط رکھتے ہین واقع ہوتا ہے اور وہ جملہ درمیان ہے ان دو لفظونکے بالقوت خارج ہے تو جب قیمًا استقامت ذاتی کا فائدہ دیتا ہے یا بسبب صفت مشبہ ہونیکے یا صیغہ مبالغہ کے اور جو شئے ایسی ہوتی ہے اوسمین دلی کجی کا وہم ہوتا کیونکہ بہت سے ظاہر مین مستقیم مین در دلی کجی سے درحقیقت خالی نہین ہوتا اسواسطے ولم یجعل الی آخرہ فرمایا اور اہتمام کے لیے اسکو پہلے لایا دسمین) اب فخر الدین رازی کا اعتراض بھی مرتفع ہوگیا [۵] ای لینذر الذین کفروا عذابًا شدیدًا۔ اگرچہ انذار متعدی بدو مفعول ہوتا ہے لیکن یہان مفعول دل محذوف ہے بسبب دلالت قرینہ کے اور ایک مفعول پر کفایت کی گئی۔ اخرج ابن ابی حاتم عن السدی بأسًا قال عذابًا۔ اخرج ابن ابی حاتم عن قتادہ من لدنہ ای من عندہ ۱۲ ابن ابی حاتم عن السدی اجرًا حسنًا یعنی الجنۃ ۱۲ (درمنثور)

کیونکہ قیّم اوسی شخص کو کہتے ہین کہ دوسرونکی مصلحتونکا کفیل ہووے جب اِس کتاب کو صفات مذکورہ سے موصوف فرمایا۔ بعد جسکے لئے کہ کتاب کو اُتارا اوسکا بیان فرماتا ہے وہ دو امر ہین پہلے ڈرانا اسلئے لِیُنْذِرَ الخ ارشاد کیا۔ دوسرے خوشخبری دینا ہے چنانچہ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الخ فرمایا۔ چونکہ دفع ضرر اہل عقل کے پاس اہم ہے اسلئے ڈرانے کو خوشخبری پر مقدم لایا بعضے کہتے ہین کہ ضمیر لہ کی عبد کی طرف راجع ہے۔ پس یہہ معنی ہوے کہ اپنے بندے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر کی طرف میلان نہ دیا اور اونکو سب احوال مین مستقیم کر دیا اور آپ ہی کے ذریعے تمام جہان کو منور فرمایا۔ ڈرانا اور بشارت دینا بھی آپکا کام ہے جب عام کافرونکے ڈرانیکا ذکر آیا تو خاص کافر جو کفر مین

8-4 اشد ہین خدا کیلئے اولاد ٹھیراتے ہین اونکے ڈرانیکا بیان اسطرح فرمایا وَیُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا ۝ اور جنہون نے کہا کہ اللہ بیٹا رکہتا ہے اونکو بھی ڈراوے معاذ اللہ جنہون نے اللہ تعالیٰ کے واسطے اولاد ثابت کی وہ تین گروہ ہین[۲]۔ کفار عرب نے کہا کہ فرشتے خدا کی بیٹیان ہین اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور اسیطرح یہود بھی حضرت عزیر علیہ السلام کی

8-5 نسبت ابتک یہی اعتقاد رکہتے ہین پھر اونکی جہالت کو اسطرح بیان فرماتا ہے مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝ اونکو اور اونکے باپ دادا کو اس بات کی کچھ بھی خبر نہین بہت بڑی بات ہے

[۲] معلوم ہوا باسناد جید اخرجہ ابن ابی حاتم عن السدی ہم الیہود والنصاریٰ (درمنثور)

جو اونکی منھہ سی نکلتی ہی وہ بالکل جھوٹ ہی کہتی ہین اس آیت مین اونہین عتاب ہین ایک تو یہہ کہ
نہ اونکو علم ہی نہ اونکی باپ دادا کو یعنی یقینی بات نہین صرف بناوٹ ہی دوسرا یہہ کہ بڑی
بات منھہ سی نکال رہی ہین تیسرا جھوٹ بکتی ہین اور جھوٹ بھی ایسی کہ آسمان و زمین شق
ہونیکی قریب ہو جاوین اور پہاڑ ہل جاوین چنانچہ ایکجا فرمایا۔ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ
مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا حضرت[1]
ابن عباس رضی اللہ عنہم سی مروی ہے کہ کافرونکی انکار سی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت غم مین ڈالا اللہ تعالی[2]
نی آپکی تسلی کے لئی اس آیت کو اتارا۔ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا
بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائینگی تو پھر کیا تم شدت غم سے
انکی پیچھی اپنی جان دوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت آرزو تھی اور اس بات کا نہایت
غم رہتا تہا کہ کسی طرح یہہ قوم اس کفر سی باز آوی اور قرآن پر ایمان لاوی اس لئے اسطرح تسلی
دیتا ہی کہ اگر قرآن پر ایمان نہ لاوین تو آپ اسقدر غم نہ کہائی اور اونکی پیچھی اپنی جان برباد نہ کیجیے
فقیر عرض کرتا ہی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ وسلم علیک جب آپکا کافرون کے ساتھہ یہہ معاملہ اور شفقت و رحمت

[1] ابن مردویہ [2] ابن جریر و ابن المنذر عن ابن عباس باخع نفسك قال قاتل نفسك
فی البخاری باخع مهلك و اخرج ابن ابی حاتم عن السدی بهذا الحديث قال القرآن
اسفا قال حزنا و قال مجاهد اسفا قال جزعا اخرجه عبد الرزاق و ابن المنذر
و المعنى متقارب ۱۲ اسفا منصوب بنا بر مصدریت ہے کلام ماقبل یاسف کے معنون پر
دال ہے یا مفعول لہ ہے (کبیر)

مہربانی ہی کہ اونکی اسلام کے لئے اپنی جان تک دریغ نہین فرماتی او ہم گنہگار تو آپکی غلامون مین داخل ہوچکی ہین۔ ہماری گناہون کی لئی اپنی ربّ غفور سی درخوست کیجی کہ گناہ بخش دی جائین دونون عالم مین رسوائی نہو۔ جہان مین آپکی ساتھ رہین ۵

چشمِ رحمت بکشا سوئی من انداز نظر	اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

بعد آپ کی تسلی کی زیادتی اطمینانِ خاطر کے لئی اسطرف اشارہ فرماتا ہی کہ اگر ہم چاہتی تو سبکو ہدایت دیسکتی لیکن ہمکو تو دنیوی زینتین پیدا کرکے آزمایش منظور ہی چنانچہ فرمایا اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ جو کچھہ زمین پے بیشک ہمنے اوسکو زمین کی رونق بنایا ہی تاکہ ہم اونکی آزمایش کرین کہ انمین سے کون اچھی کام کرتا ہی۔ زینتِ زمین موالیدِ ثلاثہ مین یعنی معادن و نبات و حیوان اور اشرف انواعِ حیوان انسان ہی۔ لہذا انسان بھی ایک دوسرے کی لئی زینت مین اب سب مین اچھی کام والا وہی جو نہ اموال پر فریفتہ ہوا نہ اولاد و ازواج پر بلکہ دنیا سی توشۂ آخرت لینی پر کفایت کی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتی ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نی یہہ آیت پڑھی تو مین نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱ امتحان و ابتلاء کی یہہ معنی کہ اونکی ساتھہ اسطرح معاملہ فرماتا ہی کہ اگر اوسکی غیر سی یہہ معاملہ صادر ہووی تو بر سبیل ابتلاء و امتحان ہی ہوگا اور اللہ تعالی تو ازل سی ابد تک جمیع جزئیات کا عالم ہی لِنَبْلُوَهُمْ مین لام غرض نہین ہی بلکہ لام عاقبت ہی کیونکہ تعلیل بالغرض تو اوسکی حق مین صحیح ہی جسکو وہ غرض اوسی واسطہ سی حاصل ہو اور بے واسطہ کے حاصل نہو نا مقتضی عجز کا ہی اور یہہ مجبوری خدا کی لئے محال ہی (کبیر) ۲ ابن جریر و ابن منذر وغیرہما عن مجاہد قال ما علیها من شیء و ابن منذر و ابن مردویہ من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس زینة لها قال الرجال (در) ۳ ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ اور حاکم تاریخ مین جو کچھہ زمین پر ہی بیشک ہمنے اوسکو زمین کی رونق بنایا

یعنی آیاتِ سفلی معادن و نبات و حیوان ان سب پر انوار صفاتِ الٰہی چمکتے ہین تا عارفین انوار جلال و جمال کو ادسمین دیکھین اس سی بڑھکر اور زینت کیا ہوگی لیکن جو غافل ہی اوسکا امتحان ہی کہ اچھی کام کرتا ہی ظاہری زینت کو چھوڑکر زینت دینی والی کی طرف متوجہ ہوتا ہی یا ظاہر پرست ۱۲

* یعنی زینت زمین اور دنیا اللہ کی ہوسکتی ہین اور خوش اونکی آرائش ... اون سے ادب ... اور ... خدمت ... ۱۲

اسکی کیا معنی ہین فرمایا کہ وہ تمکو آزماتا ہی کہ تمسی بڑا عقلمند بڑا متقی بہت ھی اللہ کی عبادت
مین سرگرم کون ہے۔ اور بہشت[1] بھی بڑا دنیا کا تارک وزاہد کون ہی پھر دنیوی آرایش بھی زینت
18-8 چندروزہ ہی جسطرح ارشاد فرماتا ہی وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ٥

اور جو کچھہ کہ زمین پر ھی البتہ ہم اوسکو بے زراعت صاف میدان کرنیوالی ہین جب
قدرت کا بیان آیا کہ ہم زمین کو زینت دیکر پھر اوسکو صاف میدان کردینگی تو جب ہم قادر
ہوی تو پھر ایک جماعت کو تین سو نو برس تک سُلا کر اونکی حفاظت کرتے رہین تو کب ہماری
-9 -10 قدرت سے بعید ہی چنانچہ اول اوس قصہ کو مجملاً اسطرح بیان فرماتا ہی۔ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ
اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ٥ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ
اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ٥
18-12 فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ٥ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ
ع ۱۴ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ٥ کیا تو اصحابِ کہف اور نوشتہ کو خیال کرتا ہی کہ ہمارے
نشانیون سی عجیب تھے۔ جب چند جوان غار مین جا بیٹھی پھر کہنی لگی ای ہمارے رب اپنی پاس سے ہمکو رحمت دی اور

[1] ابن ابی حاتم حسن البصری اور سفیان ثوری سے (در) [2] ابن ابی شیبہ ابن المنذر وابن ابی حاتم عن قتادہ
قال الصعید التراب والجرز التی لیس فیہا زرع وابن جریر عن ابن عباس یہلک کل شئ علیہا
ویبید [3] الکہف الفتح فی الجبل والرقیم الکتاب وقال سعید عن ابن عباس الرقیم اللوح من
رصاص کتب عاملہم اسماءھم ثم طرحہ فی خزانتہ (بخاری) جو کشادہ ہو تو کہف ہی اور
چھوٹا ہو تو غار (کبیر) [4] ابن المنذر عن ابن جریج ای لقد ناھم (در)

ہمارا کام اچھا ہیا۔ پھر ہمنی اونکو اوٹھایا تاکہ معلوم کرین[1] کہ دونون جماعتون[2] سی کس نے اپنی رہنی کی مدت یاد رکھی[3] ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قریش نے نضر بن حارث اور عقبہ ابن ابی مُعیط کو مدینہ مین علمائی یہود کی پاس بھیجا اور کہا کہ اونسی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال پوچھو اور آپکے اوصاف بیان کرو کیونکہ وہ پہلی کتاب الٰہی[4] رکھتے ہین اونکی پاس وہ علم انبیاء علیہم السلام ہی جو ہماری پاس نہین ہے غرض ان دونون نے وہان جاکر یہود سے اوسیطرح بیان کیا تو انہون نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سی تین باتین پوچھو اگر انہون نے بیان کردیا تو سمجھو کہ وہ نبی ہین ورنہ جھوٹے ہین (اول) یہہ کہ وہ چند جوان جو (غار مین چھپے اور) گم ہوگئے اونکا قصہ کیا ہی کیونکہ وہ ایک نادر قصہ ہی (دوم) وہ شخص کون تھا جو شرق و غرب کا مالک ہوگیا تھا یعنی ذوالقرنین (سوم) روح کی حقیقت پوچھو چنانچہ وہ دونون اگر قریش کے مشورہ سی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی سوال کیا الخ روح کا بیان تو گذر چکا ذوالقرنین کا

---

[1] فائدہ جہان قرآن مین اشیاء کی ساتھ علم الٰہی کا ذکر ہی وہان بعضی لوازم علم سی جو مناسب موقع ہو کنایہ سمجھنا چاہئے کبھی مجازات سی کنایہ جیسے اس آیت مین وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ یعنی ہم بدلہ دینگے متبع کو ثواب۔ منقلب کو عذاب اور جہان اونکی ظہور امر سی کنایہ ہے تا از دیاد ایمان سی قلوب مومنین کو اطمینان ہو۔ اور حجت منکرین منقطع ہو (خفاجی) [2] یا تو اصحاب کہف مختلف ہوے یا اونکے غیر وتہمین اختلاف پڑا [3] یہہ احصیٰ کا ترجمہ ہی جو فعل ماضی معنی مین ضبط کے اور ای کی مبتدا۔ احصیٰ اوسکی خبر امداً اوسکا مفعول۔ لما لبثوا حال ہی امداً سی گو نکرہ ہی لیکن بسبب تقدم جایز۔ یعنی ضبط امد للزمان لبثہم (بیضاوی وخفاجی) [4] ابن اسحٰق وابن جریر وابن المنذر وابو نعیم والبیہقی کلاہما فی الدلائل [5] بعضون نے کہا کہ وہ حواری پاک عقیدہ تھے لیکن ابن کثیر اپنی تفسیر مین لکھتے ہین کہ ظاہر یہہ ہی وہ نصرانیونکی پہلی ہین۔ کیونکہ اگر نصرانی ہوتے تو یہود اونکا قصہ یاد رکھنے مین اسطرح کوشش نکرتے انکو اون سے عداوت ہی۔ اور اس حدیث ابن عباس سے ظاہر ہے کہ یہہ قصہ اہل کتاب کی کتب مین محفوظ تھا اور یہہ تو دین نصرانیت سے پہلے ہی ہے ۱۲

قصہ آخر سورہ مین بیان ہوگا - اصحابِ کہف کا ان آیات مین بیان ہی - اَمْ[1] حَسِبْتَ
اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ[2] الخ بلکہ کیا (ای مخاطب) تونی یہہ سمجھا کہ اصحابِ کہف کا قصہ
ہماری نشانیون سے زیادہ عجیب ہے ہرگز ہماری نشانیون سے زیادہ تر عجیب نہین ہے یعنی اگرچہ
اصحابِ کہف کا قصہ جسکو معرفت قدرتِ الٰہی نہین عجیب ہی کیونکہ انسان جس شے کو نہین
پہچانتا ہی وہان متعجب ہوجاتا ہی - لیکن بہ نسبت قدرتِ الٰہیہ یہہ قصہ اوس قدر عجیب[3] نہین
روایت[4] ہی کہ جب سید الشہدا سیدنا امام حسین علی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر
مبارک دمشق مین لیگئی تو ایک شخص قریب مین سورۂ کہف پڑھتا تہا اور جب اِس آیت پر
پہونچا اَمْ حَسِبْتَ الآیہ تو سر مبارک اسطرح گویا ہوا قَتْلِیْ اَعْجَبُ مِنْ ذَالِکَ

---

[1] بل اَحَسِبْتَ یعنی ام منقطعہ ہی بل اضرابیہ انتقالیہ اور ہمزۂ استفہامیہ دونون مقدر ہین اور ہمزہ انکاری کا معنی مین نفی کے ہی (خفاجی) ۱۲ [2] رقیم یا تو پہاڑ کا نام یا وادی کا کہ جسمین انکا غار ہی یا کتے کا یا لوح سیسے کی یا پتھر کی جسمین انکی نام لکہکر در غار پر یا خزانہ مین رکہدی گئی اس قول آخر کو بغوی نے کہا کہ سب قولون سے ظاہر تر ہے - اکثر مفسرین متفق ہین اس لئے لوح سے ترجمہ کیا گیا اور بعضون نے کہا کہ اصحاب رقیم ایک دوسری قوم ہی چنانچہ در منثور مین ابن منذر وطبرانی وغیرہما سے ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اصحاب رقیم تین آدمی تھی جو غار مین داخل ہوے اور پہاڑ پر سی ایک پتھر گرا جس سے غار کا منہ بند ہوگیا پھر ہر ایک نے ایک نیک کام کو اپنا وسیلہ بنایا کہ خداوندا اسکی برکت سے ہمین نجات دے جیسے مزدور کی پوری مزدوری دینا - زنا سے اپنے کو روکنا اور والدین کے ساتھہ نیکی سے پیش آنا جب ایسی کامونکے وسیلے سے اُنہون نے نجات طلب کی حق سبحانہ تعالیٰ نے دعا انکی قبول فرمائی اور وہ پتھر غار پر سے دور ہوگیا اور اُنہون نے خلاصی پائی ملخصاً مختصراً ان تین آدمیون کا قصہ صحیحین مین بھی ہے لیکن اوسمین اصحاب رقیم کا ذکر نہین اس حدیث سے توسل ثابت ہوتا ہی کیونکہ توسل اعمال سے جو اعراض ہین ثابت ہوا تو ذوات متبرکہ سے بطریق اولیٰ ثابت ہوگا
[3] ابن المنذر وابن ابی حاتم عن مجاہد (در)
[4] ابن خالویہ وابن عساکر

یعنی میرا ماجرا قصۂ اصحابِ کہف سے زیادہ تر عجیب غریب ہے آپ اپنے محبوب کے
سامنے اپنے دوستوں کا قصہ جنہوں نے اوس کے لئے گھر دار مال و متاع و اولاد و اقارب چھوڑ
غار میں آکے بیٹھے۔ عشق نے جنکو دیوانہ بنایا شوق نے جنکو غار میں لاکر سلایا تفصیل سے
13 بیان فرماتا ہے۔ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ
14 وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۝ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ
15 وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ۝ هٰۤؤُلَآءِ
قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ
3-16 اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا
اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ
17 مِّرْفَقًا ۝ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ

مِرْفَقًا نافع وابن عامر فتح میم و کسر فا سے، دونوں لغتیں ہیں، جسے کہا، نفع کے، دونوں ایک ہی معنی ہیں وہ ما ہے جس سے نفع حاصل کیا جائے وغیرہ ۱۲

تَزٰوَرُ نافع وابن کثیر وابوعمرو ساتھ تشدید زای کے۔ اصل میں تتزاور تھا تا کو زای میں ادغام ہوا باب تفاعل سے اور حمزہ کوفیون کے پاس تا مضارع محذوف ہے ۱۲

لہ ھو استعارۃ من الربط بمعنی الشد المعروف فشبہ القلب المطمئن لامر بالحیوان المربوط فی محل۔ واذ متعلقۃ بربطنا (خفاجی) بعض مشایخوں نے اس آیت سے حرکتِ واجدین پر وقت سماع وذکر استدلال کیا ہے کیونکہ جب قلوب ملکوت و محل قدس سے مربوط ہوتے ہیں تو انواع ذکر اور فنونِ سماع قلوب پر آتے ہیں تو حرکت دیتے ہیں چنانچہ اسکی اصل وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا ہے ۱۲ واخرج ابن ابی حاتم عن قتادہ وربطنا علی قلوبهم قال بالایمان وشططا قال کذبا (در) وشططا بمعنی بُعْدًا ای بعیدا عن الحق ۱۲ وھؤلاء مبتدأ قومنا عطف بیان اتخذ واخبرہ وھو اخبار فی معنی انکار لولا ھلا وما یعبدون عطف علی الضمیر المنصوب ای واذ اعتزلتم القوم ومعبودھم الا اللہ ینشر یبسط مرفقا فھو اسم آلۃ من الرفق من قولھم ارتفقت بہ بمعنی انتفعت (بیضاوی وخفاجی) سہ ذات الیمین یعنی جہتہ ذات الیمین اصل یہ ہے کہ ذات صفت ہے موصوف کے قایم مقام ہے کیونکہ وہ تانیث ذو ہے جیسا کہ رجل ذو مال وامرأۃ ذات مال (کبیر)

وَاِذَا غَرَبَتۡ تَّقۡرِضُهُمۡ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمۡ فِیۡ فَجۡوَةٍ[1] مِّنۡهُ ؕ ذٰلِكَ مِنۡ
اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنۡ يَّهۡدِ اللّٰهُ فَهُوَ الۡمُهۡتَدِ ج وَمَنۡ يُّضۡلِلۡ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا
مُّرۡشِدًا ۝ (ای پیغمبر) ہم اونکی صحیح خبر تمسے بیان کرتی ہین تحقیق کہ وہ چند جوان تھی جوانپنے
رب پر ایمان لائے اور ہمنے انکو زیادہ ہدایت دی - اور اونکی دلونکو مضبوط کر دیا تھا جب
کھڑی ہوی تو کہنی لگی کہ ہمارا پروردگار تو آسمانون اور زمین کا پروردگار ہی ہم تو اوسکے سوا کسی
معبود کو نہ پکارینگی (اور جو پکارین تو) اوسوقت ہمنے (اللہ کی قسم) جھوٹی بات کہی (پھر آپسمین
کہا) ہماری اس قوم نے خدا کے سوا اور معبود بنا رکھی ہین اونپر کوئی کھلی دلیل کیون نہین لاتے
سو اوس سے زیادہ کون ظالم ہی جسنے اللہ پر جھوٹ باندھا ہی - جب تمنے اون سے اور اونکی
معبودون سے جو اللہ کے سوا ہین کنارہ پکڑا تو غار مین جا بیٹھو تمہارا رب اپنی رحمت کو تمپر پھیلادیگا
اور تمہارا کام بنا دیگا - اور (ای دیکھنے والی) تو دیکھیگا کہ جب آفتاب نکلتا ہی تو اونکی غار کے
سیدھی طرف سے بچکی جاتا ہی اور جب ڈوبتا ہی تو اونکی بائین جانب سے کتراتی جاتا ہی (یعنی اونپر دھوپ
نہین آتی) اور وہ اوس (غار) کے میدانمین ہین (جہان ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا آتی ہی تنگی
نہین ہی) یہہ اللہ کی نشانیون سے ہی اللہ جسکو ہدایت دی وہی ہدایت پاتا ہی اور جسکو گمراہ
کری تو پھر تو اوسکی لئے کوئی رفیق مرشد (راہ بتانیوالا) نپائیگا بعضون نے کہا کہ غار کا دروازہ

[1] الفجوة الساحة الواسعة وجمعها فجوات ومنه الحديث فاذا وجد فجوة نص ۱۲

المهتدی
نافع وابوعمرو حالت وصل مین ساتھہ یا کے ساکن کے ۱۲

شمالی تہا اسلئے دہوپ نہین آتی تہی راجح قول یہہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نی اونکو دہوپ سے بچایا ورنہ وہ عادی نہ تہا چنانچہ ذٰلِکَ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ سی یہی مناسب ہے۔ جب اصحاب کہف عقیدۂ کفر مین اپنی قوم سی جدا ہوئی تو اوسیطرح اپنی جسمونسی بھی علیحدہ ہوئی اور غار مین گئی تو اللہ تعالےٰ نی دہوپ سے بچالیا اور اونکو وہان آرام سی سُلادیا چنانچہ اب اونکی سونیکی کیفیت بیان فرماتے ہے

8-18 وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۭ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ۔ اور تو اے دیکہنی والی جب دیکہیگا) اونکو جاگتی ہوئی خیال کریگا حالانکہ وہ سوتی ہین اور ہم اونکو سیدہی اور بائین جانب پلٹاتی ہین اور اونکا کُتّا دروازی پر اپنی دونون بازو پھیلا رہا ہی۔ اور اگر تو اونکو جہانک دیکہیگا تو بھاگ کر اونسی منہہ پہیرلیگا اور اونسی خوفناک ہو جائیگا۔ کہتی ہین کہ سونیمین اونکی آنکہین کھلی رہ گئی ہین اسلئے دیکہنی والا خیال کریگا کہ بیدار ہین کعبِ[2] احبار رضی اللہ عنہ فرماتی ہین کہ اصحاب کہف کا ایک کُتّی پر سی گذر ہوا تو اونکی ساتھہ ہولیا۔ اُنہون نے اوسکو بہت جہڑ کا وہ واپس جاتا اور پہر آتا آخر اوس نے کہا کہ

تَحْسِبُهُمْ بہ کسر سین نافع وابن کثیر و ابوعمرو وکسائی۔

لَمُلِّئْتَ بہ تشدید لام ثانی نافع ابن کثیر

رُعُبًا بضم عین ابن عامر وکسائی

[1] اَیْقَاظ جمع یقظ بضم القاف او بکسرہا وھو ضد للراقد اور نُقَلِّبُهُم مین جو تشدید ہے وہ کثرت تقلب پر دال ہے اور مضارع ہی استمرار تجددی پر دلالت کرتی ہی رُقُود جمع راقد ہی۔ یہہ پلٹانا بہ لحاظ عادت ہی جیسے کہ ابن عباس سے مروی ہی ورنہ بے تقلیب بھی حفظ اجساد داخل قدرت خداوندی ہی اخرج ابن جریر وابن المنذر عن ابن عباس بِالْوَصِيْدِ قال بالباب دروازہ سی مراد محلِ عبور ہی۔ باسط حکایت حال ماضی ہی اسلئے اسم فاعل عامل ہے فِرَارًا مصدر کیونکہ تولیہ کی ایک نوع ہی یا مفعول لہ یا حال ہی۔ [2] محمد ابن اسحاق ۔ ۱۲

مجھسی مت ڈرو مین اللہ کے دوستونکو چاہتا ہون آپ لوگ آرام فرمائین مین آپکی حفاظت کیلئے
لئے حاضر ہون سُبْحَانَ اللہ کتے کو بھی اونکی برکات حاصل ہوئے قرآن مین بھی اوسکا ذکر
و بیان ہے اسیواسطے کہتی ہین ع صحبتِ صالح ترا صالح کند[1] حسن بصری فرماتی ہین کہ
اونکی کتے کا نام قطمیر ہے۔ کتے کے باہر بیٹھنے مین یہہ حکمت تھی کہ جس گھر مین کتا ہو وہان
رحمت کے فرشتے نہین آتی جسطرح صحیح حدیث مین آیا ہے تصویر کا بھی یہی حال ہے بخاری
مین حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو شخص کتا پالے نہ شکاری نہ جانورونکی حفاظت
کرنیوالا ہو تو ہر روز دو قیراط اوسکی عمل سے کم ہوتے ہین۔ جب اسقدر اونکو سلانا
قدرت کی ایک نشانی تھی تو یہان سے اونکے اٹھانیکا بیان وہ بھی ایک امرِ قدرت ہے

ارشاد فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ط قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ
لَبِثْتُمْ ط قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ط قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ فَابْعَثُوْٓا
اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى[2] طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ
بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ[3] وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۝ اِنَّهُمْ 18-20

بِوَرِقِكُمْ سکون راسے جس سے را بھی مفخم ہوگا ابو عمرو وشعبہ وحمزہ ۱۲۵

[1] ابن ابی حاتم [2] ابن ابی شیبہ ابن المنذر عن ابن عباس ازکیٰ طعاما یعنی اطہر لانہم کانوا یذبحون الخنازیر [3] ولیختف کل ما یقدر علیہ (ابن کثیر) تلطفت بفلان احتلت لہ حتی اطلعت علی اسرارہ (اساس البلاغہ) فائدہ بعض قراء فرماتی ہین کہ قرآن کے کئی طرح پر نصف ہین باعتبار حروف کے تو سورۂ کہف مین نکرا پر ہے اور نکرا کا کاف دوسرے نصف کا ہے اور بعضے کہتے ہین ولیتلطف کی فا پر ہے۔ اور باعتبار کلمات کے سورۂ حج مین والجلود پر ہے اور ولہم مقامع دوسرے نصف مین ہے اور آیات کے اعتبار سے سورۂ شعرا مین یافکون پر ہے اور فالقی السحرۃ دوسرے نصف مین ہے اور باعتبار سور تونکے سورۂ حدید کے آخر پر ہے اور سورۂ مجادلہ سے دوسرا نصف ہے۔ (اتقان)

اِنْ یَّظْهَرُوْا عَلَیْكُمْ یَرْجُمُوْكُمْ اَوْ یُعِیْدُوْكُمْ فِیْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْۤا اِذًا اَبَدًا ۝

اور ایسا ہی ہمنی اونکو اوٹھا دیا تاکہ آپسمین ایک دوسری سی پوچھہ لین۔ اونمین سی ایک نی
کہا کہ تم کتنی دیر ٹھہری انہون نی کہا کہ ہم ایکدن یا ایکدن سی کچھہ کم ٹھہری۔ بولی جسقدر تم ٹھہری
اوسکو تمھارا رب ہی خوب جانتا ہی۔ پھر اپنی مین سی کسی ایک کو یہہ اپنا روپیہ دیکر شہر کی
طرف بھیجو۔ پھر وہ دیکھی کسکی پاس اچھا کہانا ہی سو اوسمین سی کہانا تمھاری پاس لیکی آئی اور
چُپاچُپا جائے اور کسیکو تمھاری حال سی آگاہ نکری۔ (کیونکہ) بیشک وہ لوگ اگر تمھاری
خبر پائینگی تو سنگسار کرینگی یا تمکو اپنی دین مین پھر پلٹا لینگی اور ایسا ہوا تو پھر نجات نہوگی
اور یہہ جگانا اسلئی تھا کہ تا اونکا یقین کمالِ قدرتِ الہی پر زیادہ ہوجائی اور رہنی کی مدت
مین اس سببسی اختلاف ہوا چونکہ غار مین تھی آفتاب پیشِ نظر نتھا اور نیند سی جاگا ہوا
آدمی جسکی آنکھون مین نیند بھری ہو وہ کب اپنی سونیکا ٹھیک اندازہ کرسکتا ہی غرض
جسطرح اللہ تعالیٰ نے اونکو غار مین آرام سی سُلایا پھر اُٹھایا دشمنون سے اونکو بچایا اسمین بہت
کچھہ حکمتین تھین اوسیطرح اب اونکی حال سی غیرونکو بھی مطلع فرماتا ہی وَكَذٰلِكَ

اَعْثَرْنَا[1] عَلَیْهِمْ لِیَعْلَمُوْۤا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَیْبَ فِیْهَا ۚ

اِذْ یَتَنَازَعُوْنَ بَیْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَیْهِمْ بُنْیَانًا ؕ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ

[1] ابن ابی حاتم عن ابن عباس اعثرنا قال اطلعنا (در منثور)

بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِیْنَ غَلَبُوْا عَلٰۤی اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْهِمْ مَّسْجِدًا ۲۱ اور

ایسیطرح ہمنے لوگونکو انکی حال پر خبردار کردیا تاکہ وہ جانین کہ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے

اور قیامت (آنے) مین کچھہ بھی شک نہین (اور یہہ اطلاع ایسی وقت ہوئی کہ) جب لوگ

آپسمین اپنے (دینی) کام کی لئی جھگڑتے تھی پھر انہونے کہا اُن (کے غار) پر ایک عمارت بناؤ

انکا رب انکا حال خوب جانتا ہی جو (لوگ) انکی کام کا اختیار رکھتی تھی انہونے کہا البتہ

ہم اُن (کے غار) پر مسجد[۱] بنائینگی۔ کہتی ہین کہ اوس زمانہ کی لوگونکو مرکے اُٹھنے اور قیامت

مین شک پیدا ہوا تھا اس لئے جھگڑا[۲] کرتے تھی اور عکرمہ[۳] فرماتی ہین کہ ایک جماعت اونمین سے

کہتی تھی کہ ارواح سی حشر ہوگا نہ اجسام سی تو اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو ایسی ہی وقت

مین اُٹھایا تا منکرون پر حجت قایم ہو جای پھر جھگڑے کا موقع باقی نرہی۔ ابن[۴]

عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اصحاب کہف ظالم پادشاہ کی زمانہ مین تھی یہہ جوان لوگ جس شہر

مین تھی وہان بُت پرستی بہت پھیل گئی تھی ایک ایک کرکے سب شہر سی نکل گئی اور اللہ نے

انکو ایکجا اکٹھا کردیا۔ لیکن ہر ایک اپنی مطلب کو دوسرے سے چھپایا تا آخر عہد و قرار کے بعد یہہ

---

[۱] اس سی قبور صلحا کے پاس مسجد بنانیکا جواز نکلتا ہی (خفاجی)، ملا علی قاری مرقاۃ مین لکھتی ہین کہ تا اوس بزرگ کی روح کی برکات اوس مصلی پر عائد ہون [۲] یا یہہ مراد کہ جب وہ غار مین پھر جاکر غائب ہوئے تو بعض کہتی تھی کہ مر گئی اور بعض کہتی تھی پہلے کی طرح پھر سو گئی۔ یا یہہ مراد کہ بعض اس غار پر ایک ایسی عمارت بنانا چاہتی تھی جسمین ہر کوئی آکر رہی اور بعض وہان عبادت گاہ بنانا چاہتی تھی (کبیر) [۳] (ابن کثیر)

[۴] ابن ابی شیبہ و ابن المنذر و ابن ابی حاتم (درمنثور) [۵] جنکو غلبہ ہوا وہ مسلمان تھی آخر اونہون سے مسجد بنائی ۱۲

ٹھری کہ ہر ایک دوسری سے بیان کری جو دل مین ٹھانی ہی۔ اگر ایک ہی بات پر
سب کا اتفاق ہو از بین چہ بہتر، اور نہین تو ہر ایک شخص اوس بات کو چھپای رکھے
غرض سب جمع ہو کر یہی ایک کلمہ پڑھنے لگی رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے
مِرْفَقًا تک۔ یعنی آسمانون اور زمین کا رب ہمارا رب ہی الخ۔ پھر وہین ٹھری رہی اونکے
قرابتدارون نے اونکو بہت کچھہ دہونڈہا کہین پتا نہ لگا پھر سبھون نے اوس بادشاہ سی کیفیت
بیان کی۔ بادشاہ نے کہا کہ چوری کئی یہہ لوگ ایسی گم ہو گئے جنکا پتا ہی نہین ہی انکا حال
لکہنی کے قابل ہی ایک سیسے کی تختی منگوا کر اوسپر اونکے نام لکہکر اپنی خزانہ مین رکھدیا۔ اَمْ
حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَہْفِ وَالرَّقِیْمِ مین یہی بیان ہی۔ اور رقیم وہ تختی ہے
جسپر اونکے نام مکتوب تھے۔ پھر وہ لوگ چلتی چلتی کہف یعنی کشادہ غار مین داخل ہو گئے پھر اللہ نے
سُلا دیا تو وہ سو گئے اگر آفتاب[۱] اونپر چمکتا تو اونکے جسم خراب ہو جاتی اگر کروٹین نہ بدلتی تو
اونکو زمین کہا جاتی آیتِ وَتَرَی الشَّمْسَ مین یہی بیان ہی پھر وہ بادشاہ مر
گیا اور دوسرا بادشاہ ہوا جسنے اللہ کی عبادت کی اور بت پرستی چھوڑ دی اور لوگون
مین عدل کیا پھر اللہ نے اونکو اُٹھایا۔ ایکنے اپنی لوگون سے پوچھا کہ تم کتنا رہی کسی نے کہا
ایکدن اور کسی نے کہا دو دن اور کسی نے اس سے زیادہ کہا۔ بڑی نے کہا مت اختلاف کرو
جب کسی قوم نے اختلاف کیا تو وہ ہلاک ہی ہو گئی۔ پس اپنی مین سی ایک کو یہہ اپنا روپیہ

[۱] یہ باتین بہ لحاظ عادت کے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ورنہ بے ان امور کے بھی حفظِ اجساد داخل قدرت خداوندی ہے ۱۲

دیگر شہر کی طرف بہیجو۔ جب وہ شہر مین آیا وہانکی مکانات کی طرز وہیئت بدلی ہوئی پایا
پھر نان بائی کی پاس جاکر روپیہ دیا وہ روپیہ ہاتھہ مین لیکر حیران ہوکر پوچھا کہ
یہہ روپیہ تیری پاس کہانسی آیا بیشک تجھکو کوئی خزانہ ہاتھہ لگا ہی بتلاتا ہی تو مجھی بتلادے
ورنہ تجھی امیر کے پاس لیجاؤنگا۔ اوسنے کہا کیا مجھی امیر سی تم ڈراتی ہو۔ یہہ کہکر خود امیر کے
پاس آئے امیرنی پوچھا تمھاری باپ کا نام کیا ہی اوسنے کہا فلان نام ہی لیکن امیرنے
نہ پہچانا۔ کہا کونسا پادشاہ تھا کہان فلان اوسکو بھی نہ پہچانا پھر لوگ جمع ہوگئے اور
ایک عالِم کی پاس لیگئی تو اوسنے پوچھا تو اِسنے ساری کیفیت بیان کی عالِم نے کہا وہ تختی
لاؤ جب تختی لائی گئی تو اوسنے اپنی دوستونکی نام تفصیلوار بیان کئے اوسیطرح تختی مین بھی
لکھا ہوا تھا غرض سب ملکر اوس غار کی پاس گئے تو اوس جوانے کہا تم یہین ٹھہری رہو مین پہلے
میری دوستونکی پاس جاتا ہون اور تم پکارا نکرو کہ وہ ڈر نہ جائین کیونکہ اونہین یہہ
نہین معلوم کہ تم اچھی لوگ ہو اُنہون نے کہا کہ تم پھر ضرور باہر نکلنا تو اوسنے کہا ہان
انشاء اللہ پھر جو داخل ہوا تو اوسکا نشان نہ ملا اگرچہ ان لوگون نے بہت کچھہ ڈہونڈا
لیکن اونکی پاس نہ پہونچ سکی پھر یہہ صلاح ٹھہرائی کہ ہم اِس جا پر ایک مسجد بناوینگے
پھر اُنہون نے مسجد بنائی اور وہان نماز پڑہتی تھے اور اونکی لئی استغفار کرتے تھی جب
حضرت کے پاس اصحابِ کہف کا ذکر کیا گیا تو گنتی مین اختلاف واقع ہوا چنانچہ اوسکی

صراحت خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہی سَيَقُولُونَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ج وَيَقُولُونَ
خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا[۱] بِالْغَيْبِ ج وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ط
قُلْ رَّبِّيٓ أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ ۵ فَلَا[۲] تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَآءً
ظَاهِرًا ص وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِّنْهُمْ أَحَدًا ۵ (یہود)[۳] کہینگے کہ وہ تین ہین چوتہا ع
اونکا کُتّا ہی اور (نصاریٰ) کہینگی کہ وہ پانچ ہین چہٹا اونکا کُتّا ہی بغیر دیکہی خیالی بات سے
اور (مسلمان) کہتی ہین کہ سات ہین اور آٹھوان اونکا کُتّا ہی۔ کہو (ای پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم)
اونکی گنتی میرا رب بہت خوب جانتا ہی۔ اونکو تہوڑی آدمیونکی سوا اور کوئی نہین جانتا سو تم اونکے
حق مین سوای سرسری بات کی جہگڑا مت کرو (ہمنی[۴] جسقدر ذکر کیا اوسکو بیان کرو) اور اونکا حال
انسی دریافت نکرو۔ ابن عباس[۵] رضی اللہ عنہما فرماتی ہین کہ مین انہی تہوڑی لوگون مین سی ہون جو اصحاب
کہف کو جانتی ہین وہ سات ہین[۶] ابو عبد[۷] الرحمن فرماتی ہین کہ مجہکو پہونچا ہی کہ اگر اونکی
نام لکہکر جلتی ہوئی شئی مین ڈالدین تو آگ تہنڈی ہوجایگی جب کافرون سی اصحاب
کہف کا حال دریافت کرنیکو منع فرمایا تو اب ہر کام کو جو آیندہ کرنیکا قصد ہو مشیتِ ایزدی کے

---

۱ رجم کے معنی رمی یعنی پہینکنی کی ہین۔ اور غیب وہ چیز جو انسان سی پوشیدہ ہو تو رَجْمًا بِالْغَيْبِ کی یہہ معنی ہوی کہ جسکی حقیقت نہ معلوم ہو اوس سی بحث کرنا کہتی ہین۔ فلان یرمی بالکلام رمیًا یعنی بے سوچی سمجھے بات کرتا ہی (کبیر)
۲ فلا تجادل إلا جدالًا ظاهرًا۔ المماراة المجادلة وقد فرق بينهما الراغب بأن المجادلة المحاجة مطلقا والمماراة المحاجة فيما فيه مرية اى تردد ۳ ابن ابی حاتم عن السدی ۴ ابن ابی حاتم عن مجاهد ۵ ابن جریر وابن منذر وغیرهما باسانید صحیحة ۶ قاموس مین اصحاب کہف کے نام تین طور سی منقول ہین جسکو منظور ہو وہان دیکہہ لے ۷ اخرج الطبرانی فی الاوسط بسند صحیح (در)

طرف تفویض کرنیکا حکم فرماتا ہی وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا ۝

اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ ۘ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰۤی اَنْ یَّھْدِیَنِ رَبِّیْ

لِاَقْرَبَ مِنْ ھٰذَا رَشَدًا ۝ اور کسی کام کو مت کہو کہ مین کل کرنیوالا ہون۔ مگر اللہ

کی مشیت کے ساتھہ (یعنی ان شاء اللہ کہو) اور جب بھول جاؤ تو تمھاری رب کو یاد کرو۔ اور کہو

امید ہی کہ میرا رب مجھکو اس سی زیادہ نزدیک بھلائیکی راہ بتلاوی۔ ابن عباس[1] فرماتی ہین کہ

جب کسی شخص نی کہا کہ فلان کام کرونگا اور انشاء اللہ کہنا بھول گیا تو جب یاد آجاوی ان شاء

اللہ کہی۔ ایک[2] روایت مین ہی کہ گو ایکسال بعد ہووی اس قول ابن عباس[3] کے یہہ معنی

ہین کہ اگر کلام مین یا قسم مین انشاء اللہ کہنا بھول گیا تو جب یاد آئی گو ایک سال کے بعد ہی ہو کہہ لے

تا سُنّت ادا ہو جائے۔ اگرچہ قسم توڑی بعد ہی ہو۔ اسکی یہہ معنی نہین اگر بعد قسم فصل سی انشاء اللہ کہی تو

---

[1] ابن منذر و ابن ابی حاتم و طبرانی۔ ۱۲ [2] سعید بن منصور و ابن جریر و ابن منذر و طبرانی و حاکم۔ امام خیفری کتاب خصائص مین فرماتے ہین کہ یہہ بعد مین انشاء اللہ کہنے سے قسم نہ ٹوٹنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت سی تھا۔ دوسرے کے لئے نہین چنانچہ طبرانی کبیر مین بسند متصل ابن عباس سی روایت کرتے ہین کہ واذکر ربک اذا نسیت قال اذا نسیت الاستثناء فاستثن اذا ذکرت وھی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاصۃً انتہی الاستثناء یطلق علی التقیید بالشرط فی اللغۃ والاستعمال قال الراغب الاستثناء رافع مایوجبہ عموم سابق کما فی قولہ قل لا اجد فیما اوحی الیّ محرما علی طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃ اور رافع مایوجبہ اللفظ کقولہ امرأتہ طالق انشاء اللہ۔ ۱۲

[3] ابن جریر نے کہا کہ یہی معنی صحیح ہے ابن کثیر نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کلام اسی پر محمول کرنا بہت مناسب ہے۔ ۱۲

قسم توڑنی پر نہ گنہ ہووی نہ کفارہ لازم آئی۔ ابن عمرؓ[1] فرماتی ہین کہ جس شخص نے قسم کی ساتھ ملا کر انشاء اللہ کہا تو اوسکو قسم توڑنیکی صورت مین کفارہ نہین ہی۔ اور جو متصل نہ کہا تو قسم توڑنیکی صورت مین اوسپر کفارہ آئیگا۔ بعضے واذکر ربک کی یہ معنی کرتی ہین کہ جب خود کو فراموش کرو تو اپنے پروردگار کو یاد کرو کیونکہ ذکر کی حقیقت یہی ہی کہ ذاکر مذکور مین فنا ہوجائے نفحات مین ہے کہ ذکرِ حقیقی وہ ہی کہ دل ذاکر کا سیر مذکور مین ہووے اور جان اوسکی سیر نور مین

قطعہ

نے بیان در گنجد آنجا نی عیان	نے من و نے ما و نے نام و نشان
ذکرِ ذاکر محو گردد بالتمام	جملگی مذکور ماند والسلام

فقیر عرض کرتا ہے۔ **رباعی**

ڈھونڈ لئے دلسے ماسوائے حق کو	کہہ کہہ کر لا الٰہ الا اللہ
جبتک کہ تو موجود ہی غائب ہی وہ	جب تو نہ رہا تو پھر ہوا ہو ہی ہو

صحیح مسلم مین ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب ایک قوم اللہ کا ذکر کرنے بیٹھتی ہی تو فرشتی اوسکو گھیر ہی لیتی ہین (جو اہل ذکر کو راہون مین ڈھونڈھتی پھرتے ہین) اور رحمت اونکو ڈھانپ لیتی ہی اور اُنپر سکینہ[2] اترتی ہی اور اللہ تعالیٰ اونکو اون لوگون مین

۱؎ اخرج سعید ابن منصور ۲؎ سکینہ وہ ہی کہ اوس سے خاطر جمعی اور صفائی دل حاصل ہوتی ہی۔ اور نفس کی اندھیری دور ہو کر نزول انوار رحمت اور ذوق حاصل ہوتا ہے۔ (مجمع البحار)

یاد کرتا ہی جو اوسکی نزدیک ہین (یعنی انبیا علیہم السلام اور ملائکہ مقربین مین) فقیر محتاج اپنی مالک و معطی سی عرض کرتا ہے۔ رباعی

جاری ہو مری زبان سی اللہ اللہ … ہردم گہری بیٹھی لیٹی اللہ اللہ
اسطرح سی یادِ حق مین ہو جاؤن محو … فانی مٹے باقی رہے اللہ اللہ

متفق علیہ حدیث ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوس شخص کی مثال جو اللہ کو یاد کرتا ہی اور اوس شخص کی جو یاد نہین کرتا مانند زندی اور مردی کی ہے فقیر عرض کرتا ہے۔ رباعی

ہم تھی معدوم پھر بھی ہونگے معدوم … بَیْنَ الْعَدَمَیْن ہے وجودِ موہوم
زندہ ہی تو کہ تجھسے سب ہین زندہ … کہتی ہین سب تجھی کو حَیٌّ قَیُّوْمٌ

بخاری مین ہے ہُمُ الْمُجَلَسَاءُ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ یعنی ذاکرین ایسی بیٹھنے والے ہین کہ اونکا ہمنشین بدبخت نہین ہوتا۔ غرض اصحابِ کہف کا بادشاہِ ظالم کے ڈر سی غار مین جاکر سو رہنا سابق مین گذر چکا۔ لیکن یہان اونکی سونیکی مدت بیان فرمائی پھر اپنی لئی اونکا اور سب کا علم ثابت کرکے قصہ کو ختم فرماتا ہی وَلَبِثُوْا فِیْ کَھْفِھِمْ ثَلٰثَ مِائَۃٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا۔ قُلِ اللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا لَہٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط اَبْصِرْ بِہٖ[۲] وَاَسْمِعْ ط مَا لَھُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّلِیٍّ

۲؎ یہ صیغۂ تعجب ہی اور لھم کی ضمیر اہلِ سمٰوٰت و ارض کی طرف راجع ہی جو سابق مین سمٰوات و ارض کے ذکر سے معلوم ہے۔ ۱۲

وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا ۝ اور وہ اپنی غار مین تین سو برا ور نو برس زیادہ

ٹھری رہی۔ کہو کہ جتنی مدت وہ رہی اللہ خوب جانتا ہی۔ آسمان اور زمین کا علم غیب

اوسیکو ہی۔ کیا ہی دیکھنی والا اور کیا ہی سننی والا ہی۔ اوسکی سوا بندونکا کوئی کارساز نہین

اور وہ اپنی حکم مین کسیکو شریک نہین کرتا یہہ تین سو سال شمسی ہین اور قمری مین جو عرب کا

حساب ہی شمسی سی نو سال زیادہ ہوتے ہین ہر صدی مین تین سال اس لئے بعد تین سو کے

وَازْدَادُوا تِسْعًا فرمایا۔ اگرچہ بعضی مفسر اس مدت کو قول اہل کتاب کہتی ہین جو خداوند عالم نے

بطور حکایت بیان فرمایا لیکن ظاہر آیت سی یہہ ثابت ہوتی ہی کہ خداوند عالم ہی اونکی حال کی خبر دیتا ہے

اس قصہ اصحاب کہف سی کرامات کا ثبوت ہوتا ہی اور جب دین پر آفت آنیکا خوف ہو اور لوگون مین فتنہ پہیل جاوی

اوسوقت گوشہ نشینی اختیار کرنی چاہئے ورنہ کسی صورت مین بے عذر جمعہ ور جماعت نہ چہوڑے۔

لا تشرک

ابن عامر ساکنہ تا اور جزم کے ہر ایک کو شرک کرنے سے نہی ہے

سلہ ابن جریر نے اسکو اختیار کیا اب قل اللہ اعلم کی یہہ معنی ہونگی کہ اللہ کو ہی خوب معلوم ہی اسلئے آگاہ فرمایا سلہ تاویلات نجمیہ مین ہے کہ احوال اصحاب کہف ہماری آیات سی زیادہ تر عجیب نہین بلکہ ہماری آیات احسان جو بندہ پر ہوتی ہین چنانچہ تمہاری امت مین اس رنگ کے لوگ ہین جنکا حال اصحاب کہف سی زیادہ قابل تعجب ہے کیونکہ وہ اپنی خلوت مین عزلت نشین ہین جو اونکی حق مین غار ہے اور رقیم اونکی دل ہین جسمین قلم محبت سی لکہا ہوا ہی کہ وہ میری محب محبوب ہین وہ الواح قلوب ایسی ہین کہ جسپر علوم لدنیہ مرقوم ہوتے ہین۔ ہان غافلون کو اس سی کچہہ حصہ نہین (حافظ) سہ خاطرت کئے رقم فیض پذیرت ہیہات ؛ مگر از نقش پراگندہ ورق سادہ کنی ؛ اگر اصحاب کہف دقیانوس کے خوف سی غار مین جا چہپی تو یہہ میری شوق ملاقات سی خلوت مین جا کر چہپتے ہین۔ اگر اصحاب کہف کو ربنا آتنا الایہ سی مقصود دقیانوس کے شر سی بچنا اور غار سی صحیح و سلامتی سی باہر آنا ہی تو یہہ قوم نفوس کے شر سی پناہ چاہتی ہی۔ اور ظلمات غار وجود سی نکلکر انوار جمالی و جلالی تک پہونچنا چاہتی ہی (حافظ) سہ مدد گر بچراغی نکند آتش طور ؛ چارۂ تیرہ شب وادی ایمن چہ کنم ؛ اور فضربنا الایہ مین اسطرف اشارہ ہی کہ اصحاب خلوت کے ظاہر و باطن کی کانون پر مخلوق کی کلام سی پردہ ڈالدیا گیا ہی تا اونکا کلام کہین الواح قلوب پر منقش ہو وے۔ سب ہی حواس سی علٰحدہ ہین۔ بہر جو دل پر نقوش سابقہ ہین وہ کلمۂ لا الہ الا اللہ سی مٹا رہی ہین تا کہ نفی لا الہ سی ماسوای اللہ کے دور ہو اور اثبات الا اللہ سی نور الہی دلون پر چمکی سہ تا بجاروب لا نروبی راہ را ؛ کی رسی در مقام الا اللہ ؛ اور علوم لدنیہ کا قلوب پر نقش ہو جائے کہ تجلیات الہی قلوب پر چمکین۔ اور اللہ تعالی اونکو اون سی فنا فرما کے اپنی سے باقی رکہی۔ یہی سر ہی ثم بعثناہم مین یعنی ہمنے اونکو زندہ کیا۔

اسکو ضرور دیکھیے

محمد عبدالعزیز

جب قرآنِ مجید مین قصۂ اصحابِ کہف مذکور ہوا جو بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
آلہ وسلم کے امّی ہونیکے غیب کی باتون مین داخل اور وحی و معجزہ ہی۔ اسلئے قرآنِ مجید پڑہنے کا
حکم فرماتا ہی۔ وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ج لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ قف 18-2
وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ 18-2
وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ ج تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ج
وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ 18-2
رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا لا اَحَاطَ بِهِمْ
سُرَادِقُهَا وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ ط بِئْسَ الشَّرَابُ ط وَسَآءَتْ
مُرْتَفَقًا ۝ اور (اے پیغمبر) تمہارے رب کی کتاب سے جو کچہہ تم کو وحی کیگئی ہی وہ پڑہو کوئی

بِالْغُدْوَةِ ابن عامر ساکنہ غین مضموم اور سکون دال کے دونون طرح سے لغت مین آیا

۱؎ ابن ابی شیبہ و ابن المنذر و ابن ابی حاتم عن مجاہد ملتحدًا قال ملجاء (در) لحد و الحاد کے حقیقی معنی میل و عدول کے ہین ملحد مائل عن الدین کو کہتے ہین۔ اور جو کسی شئی کی طرف ملتجی ہوتا ہی تو اوسکے غیر سے عدول کرتا ہی اسلئے ملتحد کے معنی ملجاء کے ہین ۱۲
۲؎ یریدون فاعل یدعون سے حال ہی ۱۲۔ اخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس ولا تعد عینٰك عنهم یقول لا تتعدّاهم الی غیرهم ۱۲ ترید کاف عینك سے حال ہی ۱۲ فرطًا قال مجاهد ضیاعًا اخرجه ابن ابی شیبه و ابن المنذر و ابن ابی حاتم ۱۲ و اخرج ابن ابی حاتم عن قتادة فی قوله وقل الحق من ربكم قال الحق هو القرآن ۱۲ الحق مبتدأ محذوف کی خبر ہے
۳؎ سرادقها قال ابن عباس حائط من نار اخرجه ابن جریر۔ و اخرج الامام احمد و الترمذی و غیرهما عن النبی صلی اللہ علیه وسلم لسرادق النار اربعة جدر کثافة کل جدار منها اربعون سنة ۱۲ نار محیط کو سرادق سے تشبیہ ہی۔ سرادق یا تو خیمہ ہی یا وہ شئی مانع ہی جو فسطاط (خیمہ) کے اطراف ہوتی ہی ہندی مین قنات کہتے ہین سرادق سراپردہ یا سراطاق کا معرب ہے ۱۲
۴؎ اخرج الامام احمد و الترمذی و غیرهما عن النبی صلی اللہ علیه وسلم فی قوله بماء كالمهل قال كعكر الزیت

اوسکی باتین بدل نہین سکتا اور تم اوسکے سوا کہین جائے پناہ نہ پاؤگے اور اپنی نفس کو
ان لوگون کے ساتھہ روک رکھو جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہین اوسکی ذات کے طالب
ہین۔ اور تمہاری آنکھین زینتِ زندگانی دنیا کی خواہش مین اونسے نہ پھرین اور اوسکا
کہا نہ مانو جس کے دل کو ہمنے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور اوس نے اپنی خواہش کی پیروی کی
اور اُسکا کام حد سے گذر گیا۔ اور کہو حق تو تمہارے رب کے پاس سے ہے پھر جو چاہے ایمان
لائے اور جو چاہے انکار کرے۔ بیشک ہمنے ظالمون کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے کہ جس کی
قناتین اونکو گھیر لینگی اور اگر وہ فریاد کرینگے تو ایسا پانی ملیگا جو پگلے ہوے تانبے کے مانند
گرم ہوگا منہ کو بھون ڈالیگا۔ بُرا پانی ہے اور بُرے آرام کی جگہہ ہے۔ **شانِ نزول** [1] ان

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۷ [1] فاذا قرب الیہ سقطت فروۃ وجھہ فیہ۔ واخرج ابن ابی شیبہ
وابن جریر وغیرھما سئل ابن عباس عن المھل قال ماء غلیظ کدردی الزیت۔ واخرج ابن جریر
والطبرانی وغیرھا عن ابن مسعود سئل عن المھل فدعا بذھب وفضۃ فاذابہ فلما ذاب قال
ھذا اشبہ شیئ بالمھل الذی ھو شراب اھل النار ولونہ لون السماء غیر ان شراب اھل النار اشد حرا
من ھذا۔ واخرج ابن المنذر عن خصیف قال المھل النحاس اذا اذیب فھو اشد حرا من النار۔
واخرج ابن ابی شیبہ وابن المنذر عن مجاھد کالمھل القیح والدم الاسود کعکر الزیت (در)
مہل کے معنی تیل کا تلچھٹ خون اور پیپ اور بہت گرم اور ہر شے کہ پگلائی جاوے۔ غرض ان اقوال مین منافات
نہین بلکہ سب بُرے اوصاف کا جامع ہے سو مہل وہ گرم پانی ہے جو کالا اور گاڑھا بدبودار ہو ۱۲ کالمھل ماء کی صفت
اولی ہے اور یشوی الوجوہ صفتِ ثانیہ اور ساءت مین ضمیر نار کی طرف راجع ہے جو فاعل ہے ۱۲

[1] ابن مردویہ وابو نعیم فی الحلیہ والبیھقی فی شعب الایمان ۱۲

آیات کا سلمان رضی اللہ عنہ اس طرح بیان فرماتے ہین کہ مؤلفۃ قلوب یا کافرون[۱] نے حضور اقدس[۲] مین حاضر ہوکے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ صدر مجلس مین تشریف فرما ہوتے اور ان لوگون سے دور رہتے یعنی سلمان و ابو ذر جو فقرائے مسلمین تھے اور صوف کے جُبّے پہنتے تھے جس سے اونکے جبون کی بو نہ آتی تو ہم بھی آپ کے پاس حاضر رہتے یا آپ سے باتین کرکے کچھ نہ کچھ سیکھ لیتے اللہ تعالی نے وَاتْلُ مَا اُوْحِیَ سے اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا تک نازل فرمایا اور اون کو آگ سے ڈرایا۔ انتہی اور ان آیات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن کی تلاوت کا اور اپنی ہم نشینی سے اون لوگون کو مشرف کرنیکا حکم فرمایا جو صبح و شام اللہ کو پکارتے ہین۔ خواہ نماز[۲] و قرآن[۳] پڑھتے ہین یا ذکر کرتے ہین یا وعظ و نصیحت[۴] مین مصروف ہین غرض ہر طرح سے اوسی کے طالب اوسی کی طرف متوجہ ہین

[۱] ابن مردویہ عن ابن عباس قال نزلت فی امیۃ بن خلف (در منثور) [۲] اخرج البیہقی فی شعب الایمان عن ابراہیم ومجاھد یدعون ربھم بالغداۃ والعشی قال الصلوات الخمس [۳] اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم عن الامام ابی جعفر فی الآیۃ قال امران یصبر نفسہ مع اصحابہ یعلمھم القرآن وابن ابی حاتم عن عبد اللہ فی ھذہ الآیۃ قال ھم الذین یقرؤن القرآن [۴] اخرج ابن جریر والطبرانی عن عبد الرحمن بن سھل بن حنیف قال نزلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی بعض ابیاتہ واصبر نفسک مع الذین الآیۃ فخرج یلتمسھم فوجد قوما یذکرون اللہ فیھم ثائر الراس وجاف الجلد وذو الثوب الواحد فلما راٰھم جلس معھم وقال الحمد للہ الذی جعل فی امتی من امرنی ان اصبر نفسی معھم (در منثور) [۵] اخرج الامام احمد بسندہ قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی قاص یقص فامسک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قص فلان اقعد غدوۃ الی ان تشرق الشمس احب الی من ان اعتق اربع رقاب ۱۲

اب اپنی نظرِ التفات اُن سے نہ پہیرو۔ کیونکہ یہہ تمہارے نظر پرورده ہین۔ اور تمہاری
آنکہون مین تو میرا ہی جمال ہی جبہی تو وہ تمہین ٹکٹکی باندہ کے دیکہا کرتے ہین اجب فقرای
مسلمین کے سات بیٹہنے کا تاکیدی حکم فرمایا تو پہر سرکش و متکبر اغنیا کی بات سننے کو منع
فرماتا ہی کہ اوسکا کہا نہ مانو جسکے دل کو ہمنے غافل کیا اور اوسنے اپنی خواہش کی پیروی کی صوفیہ فرماتے
ہین کہ غفلت عذابِ قلب یعنی منعم کو بہول جانا ہی۔ حضرت سہل فرماتے ہین کہ غفلت
وقت کو بیکار کہونا ہی۔ پہر غفلت کے اقسام ہین۔ کسی کے دل پر گناہونکی سیاہی چہائی۔
کسی نے مباح عیش و عشرت مین اپنی اوقات کہپائی۔ کوئی اپنی علم و عبادت پر مغرور ہے
کسی کو ریاضت اور چلون سے تسخیرِ خلق منظور ہی۔ کوئی جنت کی طلب مین بوڑہا ہوا ہے
کوئی دوزخ کے خوف سے ہیبت کہا رہا ہی۔ کوئی کشف و کرامات کا سائل ہی غرض
ہر ایک حسبِ مراتب مشاہدۂ ازل سے محجوب و غافل ہی۔ جاننا چاہئے کہ آدمی کی
بہت ہی بُری حالت اوس وقت ہی جب اوسکا دل اللہ کی یاد سے خالی ہو اور خواہشات
ماسوی اللہ سے بہرا ہو۔ بات یہہ ہی کہ یادِ خدا نور ہی اور ذکرِ غیرِ حق ظلمت اس لئے
کہ طبیعتِ وجود نور ہی اور عدم منبعِ ظلمت۔ اور خداوندِ عالم بالذات واجب الوجود ہے
تو نورِ حقیقی وہی ہوا۔ اور ماسوی اللہ جو ہین وہ بالذات ممکن الوجود ہین۔ اور امکان
کی طبیعت عدمی ہی تو وہ منبعِ ظلمت ہی۔ **اشعار**

خلق راحق چو ساخت در ظلمت | نور شان ریخت بر سر از رحمت
اندر ایشان نہاد گوہر ہا | از صفاتِ قدیم و علم و سخا
تا تو در خود صفاتِ او بینی | در صفتہاش ذاتِ او بینی
ہمچو عطّار کو زہر انبار | آورد در دکان و در بازار
اندکے آورد نہ بسیار او | ہمہ را نا ورد بہ یکبار او
ہست دکانِ حق تنِ انسان | اندرونش صفاتِ الرحمٰن
پس تو در خود ببین صفاتِ خدا | گرچہ اندک بود بدان ز صفا
گرچہ پارہ است آن صفاتِ منیر | سیر کن از قلیل سوئے کثیر
زین صفاتِ خلیل و سوئے اصل | مکن اندر میانِ ہر دو فصل
دل بحق دہ اگر دلے داری | چون از و میرسد ترا یاری

جب دل مین یادِ خدا کی شمع روشن ہوتی ہی تو نور ہی نور ہو جاتا ہی۔ اور جب بادِ مخالف آکر اوسکو بجھاتی ہی تو شمع گُل ہو کر دہوان دہار اندہیرا ہی اندہیرا چھا جاتا ہے تو اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا سے مراد اعراض عن الحق یعنے حق سے رو گردان ہونا ہی اور وَاتَّبَعَ ہَوَاہُ سے مقصود اقبال علی الخلق یعنے مخلوق کی جانب توجہ کرنا ہی **حاصل کلام** یہہ کہ فقراء کے دو صنفین بیان فرمایا ایک تو خدا کی یاد پر مواظبت دوسرے غیر خدا سے

اجتناب۔ اور اغنیا کے بھی دو صفتین ایک اعراض عن ذکر اللہ دوسرے اقبال علی غیر اللہ

رباعی

چون در خود از اوصافِ تو یابم اثرے	حاشا کہ بود نیکو تر از من دگرے
و آن دم کہ فتد بحالِ خویشم نظرے	در ہر دو جہان نباشد از من بترے

جب آپکو اونکا کہنا نہ ماننے کا حکم فرمایا تو پھر کافرون کو فرماتا ہی کہ یہہ دینِ حق اور قرآن خدا کے پاس سے آیا ہی۔ اگر مانو تو تمہارا فائدہ نہ مانو تو تمہارا ہی ضرر ہی۔ یہان فقیر اور غنی برابر ہی اور جو صرف اسی خیال سے ایمان کو چھوڑ بیٹھا اور تمہاری خدمت مین حاضر رہنے سے پس و پیش کرتا ہی کہ فقیرون کے ساتھہ بیٹھنا پڑیگا تو پھر ایسے ایمان کا کیا ٹھکانا وہ تو ایمان نہین بلکہ صریح نفاق ہی۔ پھر فرمایا کہ جو چاہے[1] ایمان لاوے جو چاہے[2] کفر کرے جب سامعین کو

[1] معتزلہ کہتے ہین کہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ بندہ طاعت و معصیت مین مختار ہی لیکن جو غور سے دیکہا جائے تو اسی آیت سے اہلِ سنت کے مذہب کا ثبوت ہوتا ہی کیونکہ آیت صریح ہی کہ حصولِ ایمان و کفر مشیت پر موقوف ہی۔ اور عقل کا بھی تقاضا ہے۔ اسلئے کہ فعلِ اختیاری کا حصول بے قصد و اختیار کے ممتنع ہی۔ اب ہم پوچھتے ہین کہ یہہ جو قصد و اختیار حاصل ہوا ہی اگر اوس سے پہلے بھی کوئی قصد و اختیار ہو جس سے یہہ حاصل ہوا ہی تو لازم ہوگا کہ ہر قصد و اختیار کے پہلے ایک قصد و اختیار ہو جسکی نہایت ہی نہو۔ یہہ تو محال ہے تو اب ضرور ہوا کہ ان قصد و اختیارات کی انتہا ایک ایسے قصد و اختیار تک منتہی ہو کہ جس کو اللہ تعالی نے بندے مین بطریق ضروری پیدا فرما دیا ہو اور جب وہ قصد ضروری حاصل ہوگا تو ضرور ہی فعل صادر ہوگا پس انسان چاہے یا نہ چاہے اور جب وہ مشیتِ جازم جو معارض سے خالی ہی نہ حاصل ہوگی تو فعل بھی مترتب نہ ہوگا اور جب وہ مشیتِ جازمہ حاصل ہوگی تو اوس وقت انسان چاہے یا نہ چاہے فعل ضرور مترتب ہوگا۔ تو اب نہ حصولِ مشیت حصولِ فعل پر مترتب ہے اور نہ حصولِ فعل اوس مشیت پر مترتب ہی پس انسان ناچار بصورت مختار ہی (کبیر و احیاء العلوم) [2] یہہ صیغۂ تخییر نہین بلکہ تہدید و وعید ہے ۲

ڈرایا کہ جو چاہو سو کرو یعنے جیسی کرنی ویسی بھرنی ہوگی تو اب کفر اور بُرے اعمال پر وعید اِنَّآ
اَعْتَدْنَا الخ تک بیان فرمایا اور ایمان و اعمالِ حسنہ پر وعدہ اس طرح فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا[1] اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ[2]
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ[3] وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ
سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ[4] نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا

[1] خبر اِنّ اولئک ہے اور اِنَّا لا نضیع جملہ معترضہ ہے اور یہہ بھی ہوسکتا ہے کہ اِنَّا لا نُضیع اور اولئک دونوں بھی خبر ہیں یا یہہ کہ اولئک جملہ مستانفہ ہے اجر مبہم کا بیان ہے دکبیر، [2] عدن اقامت کردن در جائے ہمیشہ بودن ومنہ جنّت عدن ای جنّت اقامۃ (صراح) اساور جمع الجمع ہے کیونکہ وہ جمع ہے اَسْوِرَۃٌ کی یا اسوار کی اور یہہ دونوں سوار کی جمع ہیں۔ سندس دیباج باریک و استبرق دیباج دبیز جو چمکدار ہو اخرج ابن ابی شیبہ وابن ابی حاتم عن الضحاک قال الاستبرق الدیباج الغلیظ وھو بلغۃ العجم استبرہ [3] یہان سونیکے کنگنونکا ذکر ہے اور سورۂ حج مین یون فرمایا کہ جنتیونکو موتیونکا زیور پہنایا جائیگا اور سورۂ دہر مین چاندی کے کنگنونکا ذکر ہے جس سے آیات مذکورہ مین کم فہمون کے پاس تناقض معلوم ہوتا ہے۔ اسکا جواب چند طور پر ہوسکتا ہے ایک یہہ کہ ان دونون امرون مین بالکل منافات نہین ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ تینون قسم کے کنگن ایک ہی دفعہ پہنائے جاوین گے تاکہ جملہ محاسن مجتمع ہون اور ممکن ہے کہ کبھی سونیکے کبھی چاندی کے کبھی موتی کے زیب ساعد کرین جیسا کہ دنیا کی عورتون کا قاعدہ ہے۔ **دوسری** یہہ کہ آدمیونکی طبیعتین مختلف ہوا کرتی ہین کوئی کسی وقت موتی سے سونے کو اچھا جانتا ہے کسی شخص کو کبھی چاندی کی سفیدی سے سونے کی زردی بھلی معلوم ہوتی ہے پس جسکی جو آرزو ہوگی خداتعالی اوسی کے موافق عنایت کریگا **تیسری** یہہ کہ مردونکا زیور چاندی کا ہوگا اور عورتونکا سونیکا۔ یا چاندی کے کنگن غلمان کے لئے اور سونیکے عورتون کیلئے اور موتی کے مردون کے لئے ہونگے۔ اور یہہ بھی یاد رکہنا چاہئے کہ وہان کی سونا چاندی سے کیا مناسبت صرف اشتراک اسمی اور نام مین مشابہت ہے ۱۲
[4] الارائک جمع اریکہ ہے بیہقی نے ابن عباس سے روایت کی کہ اریکہ اوسی تخت کو کہین گے جو حجلہ مین ہو۔ اگر صرف تخت ہو تو وہ اریکہ نہین اور صرف حجلہ بھی اریکہ نہین بلکہ تخت و حجلہ جب دونون جمع ہون تو اریکہ ہے (در) وفی القاموس الاریکۃ کسفینۃ سریر فی حجلۃ او دکل ما یتکأ علیہ من سریر ومنصۃ وفراش او سریر متخذ مزین فی قبۃ او بیت فان لم یکن فیہ سریر

بیشک جو لوگ کہ ایمان لائے اور نیکیاں کین ہرگز ہم اوسکا ثواب ضائع نہین کرتے جس نے

بہلا کام کیا۔ یہی لوگ ہین جن کے رہنے کے لئے باغ ہین۔ جنکے نیچے سے نہرین بہتی ہین اونکو وہان

سونیکے کنگن پہنائے جائین گے۔ اور سبز ریشمی کپڑے باریک اور گاڑہے پہنین گے۔ وہان تختون پر

تکیے لگائے بیٹھین گے۔ کیا ہی اچھا بدلہ ہی کیا ہی خوب آرام کی جگہہ ہی۔ پہلے ثواب کو مجمل ذکر فرما کے

پہر اوسکی تفصیل اس طرح صفتِ مکان۔ پہننے کے دو قسم ایک گہنا دوسرا کپڑا پہر اوس کے بھی

دو قسم ریشمی کپڑے باریک و نازک اور چمکدار اور گاڑہے جسکا جس وقت جو جی چاہے پہنے پہر اون کے

جلوس کی کیفیت بیان فرمایا جب کافرون نے اپنے مال و زر سے مسلمانون پر فخر کیا تھا جو

سببِ فخر نہین کیونکہ ممکن ہی کہ فقیر غنی ہو اور غنی فقیر۔ ہان جو موجبِ فخر ہی وہ اللہ کی عبادت ہے

جو مسلمان فقرا کو حاصل ہی۔ اسلئے اون دونون کی مثال کیلئے دو شخصون کا حال بیان فرماتا ہی۔

مسہریون پر لیٹے رہین گے

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۳ لے فهو حجلة والجمع أرائك ١٢۔ ابو منصور ثعلبی کہتے ہین جو تخت کہ عروس کیلئے ہوتا ہی اور اوسپر حجلہ بھی ہوتا ہی وہی اریکہ ہی (نفائس)، والحجلة بيت كالقبة يستر بالثياب الخ (مجمع البحار) گو قاموس سے عموم ثابت ہوتا ہے لیکن آثار مقید کرتے ہین کہ تخت پر پردہ بھی ہون تو اس زمانے کے لحاظ سے ترجمہ مسہری یا چھپر کہٹ بہت موزون ہی ابن کثیر نے لکھا والارائك جمع اريكة وهي السرير تحت الحجلة والحجلة كما يعرفه الناس في زماننا هذا بالتيخاناه فقیر کہتا ہی کہ یہہ تیخانہ شتخانہ ہی جسکو ہم چھپر دان کہتے ہین یعنی پشہ خانہ تخت پر ہو وہی تو اریکہ ہوا۔ پہر وہی مسہری ترجمہ ٹہیک ہوا۔ اسقدر تحقیق اسلئے لکہی گئی کہ کوئی مترجم اسطرف نہین گیا

جنتين يسمى البستان جنة لاستتار ما يستر فيها بظل الاشجار۔ واصل الكلمة من الستر والتغطية (كبير)

حففنهما۔ يقال حف القوم إذا اطافوا به اي أغاستدار و احوله۔ وحففته بهم إذا جعلتهم حافين حوله فتزيده الباء للتعدية الى المفعول الثاني كقولك غشيته وغشيته به فان غشى لازم يعدى بالتضعيف الى مفعول وبالباء الى ثانٍ

بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۝ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا ۙ 18-

وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۝ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ 18-

اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۝ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ 18-

اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۝ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى 18-

رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۝ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ 18-

بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ۝ لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ 18-

رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ 18-

اُكْلَهَا — نافع وابن کثیر سکون کاف سے ۱۲

ثُمْرٌ — نافع وابن کثیر وابن عامر وحمزہ وکسائی ساتھ ضمہ ثا اور میم کے ۱۲

ثُمْرٌ — ابو عمرو ساتھ ضمہ ثا اور سکون میم کے ۱۲

مِنْهُمَا — نافع وابن کثیر وابن عامر ساتھ زیادتی میم کے درمیان ہا اور الف کے یعنی تثنیہ سے ۱۲

لٰكِنَّا — ابن عامر ساتھ ثبوت الف کے وصل و وقف میں اور باقی قراءِ حالت وصل میں بغیر الف کے جو بعد نون کے ہے اور حالت وقف میں الف سے ۱۲

كِلْتَا مشہور قول پر لفظ مفرد ہے اور معنی اوس کے تثنیہ کے ہین اسی واسطے اسمین لحاظ لفظا و معنی دونو کا کیا جاتا ہے
چنانچہ پہلے بلحاظ لفظ کے آتت پہر برعایت معنی کے خلالهما فرمایا (خفاجی) تظلم قال ابن عباس تنقص اخرجه ابن ابی حاتم
خِلٰلَهُمَا قال السدی وسطهما اخرجه ابن ابی حاتم۔ ثمر انواع من المال سوی الجنتین من ثمر
ماله اذا کثر ہ۔ دونون قراءتوں کے ایک ہی معنی اگرچہ حفص کی قراءت پر بعضوں نے پہل کا معنی لیا ہے لیکن
یہاں نظم قران سے مناسبت نہین ہے (خفاجی) واخرج ابن ابی حاتم من طریق علی عن ابن عباس و کان له ثمر یقول
وفی روایة عنه بالضم یعنی انواع المال اخرجه ابن جریر وغیرہ (در) یحاورہ ای یراجعه فی الکلام
من حار اذا رجع قال تعالیٰ انه ظن ان لن یحور بلی تبید ای تهلك اخرجه ابن ابی حاتم عن السدی
منقلبا ای مرجعا تمییز وهو اسم مکان من الانقلاب بمعنی الرجوع کقوله انقلب الی اهله
لٰكِنَّا اوس کا اصل لٰکن انا ہے۔ حرکت ہمزہ نقل کرکے ماقبل کو دیگئی دونون ایک جا ہوے اس لیے
ادغام ہوا هو الله ربی لفظ هو ضمیر شان ہے الله ربی مبتدا اور خبر جملہ ہوکے خبر لفظ هو کی ہے اور یہ استدراک
اكفرت سے گویا اوس نے یون کہا انت کافر بالله لکن انا مومن به۔ لولا توبیخیہ
بسبب ماضی پر داخل ہونے کے معنی مین هلا کے ہے۔

0
1
لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ۚ فَعَسٰى رَبِّیْۤ اَنْ یُّؤْتِیَنِ
خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَیُرْسِلَ عَلَیْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِیْدًا زَلَقًا ۙ اَوْ یُصْبِحَ
2
مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِیْعَ لَهٗ طَلَبًا ۚ وَاُحِیْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ یُقَلِّبُ كَفَّیْهِ عَلٰى مَاۤ
اَنْفَقَ فِیْهَا وَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّیْۤ اَحَدًا ۚ
3-44
وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ۙ هُنَالِكَ الْوَلَایَةُ
لِلّٰهِ الْحَقِّ ۚ هُوَ خَیْرٌ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ عُقْبًا ۚ اور (ای پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان لوگون سے اُن دو شخصون کی
مثال بیان کرو جنمین سے ایک کو ہمنے انگور کے دو باغ دئے اور ان دونون (باغون) کے اطراف کھجور کے
جھاڑ لگادئے۔ اور اُنکے درمیان کھیتی لگادی دونون باغ اپنا میوہ لائے اور اوس (میوہ) مین سے کچھ کمی
نہوئی۔ اور ہمنے دونون (باغون) کے درمیان نہر جاری کردی۔ اور اوسکے لئے انواع مال تھا۔ پھر اوس نے

تَرَنِ قالون وابو عمرو ساتھ اثبات یاء کے حالت وصل مین جبکہ بھی لازم ہوگا اور ابن کثیر دونو حالتون مین

یُؤْتِیَنِیْ نافع ساتھ اثبات یاء کے حالت وصل مین اور ابن کثیر حال مین ۱۲

ثُمُرٌ مثل سابق

الوِلَایَةُ حمزہ کسائی ساتھ کسر واو اسکے معنی حکومت وملک کے ہین

یَكُنْ حمزہ وکسائی یاء سے

الْحَقُّ کسائی اور ابو عمرو ساتھ رفع قاف کے ولایت کی صفت ہے یعنی اختیار حقیقی اللہ کو ہی ہے ۱۲

عُقُبًا نافع اور ابن عامر اور ابن کثیر اور ابو عمرو اور کسائی ساتھ ضم قاف کے

انا اقل احتمال ہے یہہ کہ انا فصل ہووے درمیان دو مفعول رأی کے یا مفعول اول کی تاکید ہو۔ حسبانا۔ اخرج ابن جریر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال الحسبان العذاب واخرج ابن ابی شیبۃ وابن ابی حاتم عن الضحاک فی قولہ حسبانا من السماء قال نارا۔ صعیدا زلقا۔ اخرج ابن جریر وابن المنذر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال مثل الجرز واصل معنی الزلق الزلل فی المشی لوحل ونحوہ ولما کان ذلک فی ما لا یکون فیہ نبت ونحوہ مما یمنع منہ تجوز بہ او کنی عنہ۔ وعبر بالمصدر عن المزلقۃ مبالغۃ غورا ای غائرا فی الارض مصدر وصف بہ کالزلق۔ واحیط بثمرہ قال الضحاک احاط بہ امر اللہ فہلک اخرجہ ابن المنذر وھو ماخوذ من احاط بہ العدو فانہ اذا احاط بہ غلبہ واذا غلبہ اھلکہ ومنہ قولہ الا ان یحاط بکم۔

اپنے رفیق سے باتین کرتے کرتے کہا کہ مین تجہسے مال و اولاد مین زیادہ ہون۔ اور وہ اپنے باغ

مین گیا اور اپنی جان پر ظلم کرتا ہوا کہنے لگا کہ مین نہین سمجہتا کہ یہہ باغ کبھی خراب ہوگا۔ اور نہ

مین سمجہتا ہون کہ قیامت آنیوالی ہی اور اگر (بالفرض) اپنے رب کی طرف پلٹایا جاؤن

توالبتہ اس باغ سے بہتر ٹھکانا پاؤنگا۔ اوسکے رفیق نے بھی باتون باتون مین اوسکو اسطرح

جواب دیا کہ کیا تو اوسکا منکر ہوگیا جس نے مٹی سے پیدا کیا پہر نطفہ سے پہر پورا آدمی بنایا۔

لیکن مین تو (کہتا ہون)[1] کہ وہی اللہ میرا رب ہی۔ اور مین اپنے رب کے ساتھہ کسی کو شریک

نہ کرونگا۔ اور جس وقت تو اپنے باغ مین داخل ہوا تو ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ (اللہ نے جو

چاہا سو (ہوا) اللہ ہی سے (سب کو) قوت ہی کیون نہ کہا اگر تو مجکو مال و اولاد مین اپنے سے

کم دیکھتا ہی تو (کچھہ خوف نہین) امید ہی کہ میرا رب مجکو تیرے باغ سے بہتر (باغ) دی۔ اور اس

(تیرے باغ) پر آسمان سی عذاب یا آگ بھیجدے پہر وہ چٹیل[2] میدان ہوجائے۔ یا اوسکا پانی خشک

---

[1] وفیہ حذف ای قول ھو اللہ بدلیل عطف ولا اشرک (مدارک) [2] وہ بیابان جسمین درخت وگیاہ کچہہ نہ ہو ۱۲۔ اخرج عبد الرزاق وابن المنذر وابن ابی حاتم عن قتادہ فی قولہ حسبانا من السماء قال عذابا فتصبح صعیدا زلقا ای قد حصد ما فیھا فلم یترک فیھا شئ او یصبح ماؤھا غورا ای ذاھبا قد غار فی الارض یقلب کفیہ قال متلھفا علی ما فاتہ وفی روایۃ ابن ابی حاتم عن السدی یقول ندامۃ علیھا وھی خاویۃ علی عروشھا قال قلب اسفلھا اعلاھا انتہی واصل معنی خوی خلا یقال خوی بطنہ من الطعام ای جاع والعروش جمع عرش وھو ما یصنع لیوضع علیہ فاذا سقط سقط ما علیہ قال الرازی وحاصل الکلام ان ھذہ اللفظۃ کنایۃ عن بطلانھا وھلاکھا۔

ہوجاے اور تو اوسکو ہرگز نہ پا سکے (چنانچہ اوسکی آرزو پوری ہوئی) اور اسکے اموال
پر آفت آگئی تو وہ اوس خرچ پر جو باغ (کی تیاری) مین صرف کیا تھا (حسرت سی) اپنے
ہاتھ ملتا تھا۔ اور (باغ کا یہ حال کہ) وہ اجاڑ ہوگیا تھا۔ اور کہتا جاتا تھا اے کاش
مین اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو نہ شریک کرتا۔ اور اوسکو اللہ کے سوا کوئی جماعت مدد دے
(کر اللہ کے عذاب سے بچا) نہ سکی اور نہ وہ (اپنی ذات کی آپ) مدد کرسکا۔ وہان[ل] سب
اختیار خدای برحق ہی کو ہے وہی (مسلمانونکو) اچھا ثواب اور اچھی جزا دینے والا ہے۔ بنی اسرائیل مین دو بھائی تھے ایک
مومن تھا دوسرا کافر۔ باپ سے آٹھہ ہزار دینار انہین میراث ملی ہر ایک نے چار چار ہزار
بانٹ لئے کافر نے ان دینارون سے زمین اور تالاب اور سامان خانہ داری وغیرہ خریدا اور
مومن نے سب مال امور خیر مین صرف کردیا اللہ تعالی نے اون دونونکا قصہ اس طرح بیان
فرمایا کہ ہم نے ایک کو دو باغ انگور کے عنایت فرمائے جس کے گرداگرد کھجور کے درخت تھے اور
بیچ مین کھیتی ہوتی تھی غرض اونمین جامعیت تھی کہ روزی بھی موجود میوے بھی تیار ہمیشہ
پھولتے پھلتے کبھی میوہ کم نہین ہوتا۔ ہر طرف نہرین جاری چمنون مین باد بہاری سوائے
اسکے ہر جنس کا مال و اولاد و خدمتگار اور نوکر چاکر بھی بیشمار وہ ایک دن اپنی بھائی کے ہمراہ

ل یعنے ایسے وقت اور ایسے حال مین نصرت اللہ ہی کے لئے ہے اپنے دوستون کو دشمنون پر غالب کرتا ہی
یا ایسی مایوسی کی حالت مین تو ہر ایک خدا کی طرف ہی رجوع کرتا ہے۔ یا وہان سے مراد آخرت ہی جیسے فرمان
لمن الملک الیوم للہ ہے ۱۲۔

اپنے باغ مین گیا۔ اور نشۂ مال و متاع جب سر مین چڑہا۔ تو بجاے شکر ناشکری کی نوجہی
بھائی سے بطورِ فخر و تکبر اس طرح گفتگو کی۔ کہ مین مال و اولاد مین تجھہ سے زیادہ ہون۔
جاہ و حشم مین بھی سر برآوردہ ہون اور یہہ میرا باغ تو خراب نہ ہوگا ہمیشہ ہی ہرا بہرا رہیگا
لہلہاتا سدا رہیگا۔ مجھے یہہ خیال بھی نہین کہ قیامت آئیگی۔ اور جو بالفرض ہم اپنے خدا
کے پاس لوٹائے گئے تو پہر بھی اپنی بات نہ جائیگی۔ دنیا مین جب سب کچھہ دیا ہی تو وہان
بھی ضرور دیگا۔ اگر اوسکے پاس ہماری عظمت نہ ہوتی تو دنیا مین بھی محتاج رکہتا۔ اوسکے
رفیق نے جواب دیا کہ تو نے اپنے اوس خالق سے منہ پہرایا۔ جو تجھے عدم سے وجود مین لایا
مین تو تیری جیسی خرافات باتین کبھی نہ کہونگا۔ اوسکے ساتھہ کسی کو شریک نہ کرونگا۔ کاش
تو جس وقت اپنے باغ مین گیا تھا اور اوسکی بہار پر تیرا دل لوٹ گیا تھا اوسوقت تجھے
چاہئے تھا کہ اپنے مالک کی حمد کرتا جس نے مال و اولاد اور ہر طرح کی نعمت عطا کی تھی۔
اوس کا شکر کرتا ان نعمتون کو دیکھہ کر ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ کہتا۔ غرض عذاب آیا
اور اوس کافر کا مال غارت اور باغ ویران ہوگیا اب غمِ دنیا اور طلبِ مال مین بہت کچھہ
حسرت سے ہاتھہ ملا حتّٰی کہ شرک سے بیزار ہونیکی آرزو کی لیکن یہہ سب دنیوی لحاظ سے تھا
اسلئے اوسکو کچھہ فائدہ نہ ہوا۔ اور دونون جہانمین اوسکی خرابی ہوئی۔ حدیث[1] مین آیا

---

[1] اخرج ابو یعلی و ابن مردویہ والبیہقی فی الشعب ۱۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو کوئی نعمت

اہل یا مال یا اولاد سے سرفراز فرماتا ہی اور وہ مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہتا ہی تو اللہ تعالیٰ

سوائے موت کے ہر آفت اوس سے دور فرماتا ہی۔ پہر رسولِ مقبول نے یہہ آیت پڑہی

وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ الآیۃ جب مشرکین بسبب مال و زر کے فقرائے مومنین پر تکبر کرتے

تھے چنانچہ قصۂ گذشتہ بیان فرماکے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ کوئی امیر مالدار

اپنی مال و حشمت پر مغرور ہوکے فقیروں کو حقارت کی نگہ سے نہ دیکھے اور اپنے مال و زر پر

فخر نہ کرے ورنہ بہت جلد تباہی آئیگی اور ساری شیخی نکل جائیگی۔ اب دنیاء دنی کی فنا

کو پوری طور سے ذہن نشین فرمانیکے لئے ایک اور مثال بیان فرماتا ہی وَاضْرِبْ لَهُمْ

مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا

تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا اور (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)

اَلرِّیْحُ حمزہ اور کسائی نے بحقہ سکون یا بغیر الف کے مفرد ۱۲

کماءٍ خبر مبتدأٍ مقدر ای ہو کماء ۱۲ فاختلط بہ ای فالتف بسبب ہذا الماء بعض انواع النبات بالبعض و ذلک لان عند نزول المطر یقوی النبات و یختلط بعضہ بالبعض من کثرۃ اوراقہ و غلظہ او اختلط ذلک الماء بالنبات و اختلط ذلک النبات بالماء حتی تروّی و تحرک بلطف لرطوبتہ و نضرتہ و علی ہذا کان حقہ فاختلط بنبات الارض لکن لما کان کل من المختلطین موصوفا بصفۃ صاحبہ عکس للمبالغۃ فی کثرتہ ۱۲ ہشیما فعیل بمعنی مفعول ای مہشوما مکسورا۔ تذروہ ای تنسفہ و تطیرہ و تفرقہ و اذری و ذری۔ و ذری متقاربۃ ۱۲

زندگانیِ دنیا کی مثال بیان کرو کہ اوس پانی کے جیسی ہی جسکو ہمنی آسمان سی برسایا پہر پانی
اور زمین کی روئیدگی دونون باہم ہو گئے (جس سے روئیدگی تروتازہ خوب گنجان ہو گئی)
پہر وہ چورا چور ہو گئی جسکو ہوائین اڑا لیجاتی ہین اور اللہ ہر چیز پر پورا قادر ہی۔ صرف روئیدگی
وسبزہ کو دیکہہ کر ہی اوسکی قدرت کو غور کرو کہ کس طرح اوسکو اگاتا ہی پہر نشو ونما دیتا ہی پہر فنا
فرماتا ہی انسان کا بہی یہی حال ہوگا۔ کہ تہوڑے ہی دن مین اس عالم سے انتقال ہوگا۔
جب دنیا کا اسقدر جلد زوال ہی تو اوسکے افراد مال و اولاد کا بہی یہی حال ہی اسلئے فرماتا ہے
18 اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا
وَّخَیْرٌ اَمَلًا ۝ مال اور بیٹے زندگانیِ دنیا کی آرایش ہین اور باقی رہجانے والی نیکیان
تمہارے رب کے نزدیک ثواب اور توقع مین بہتر ہین۔ حضرت[1] رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ باقیاتِ صالحات کثرت سے کرو۔ گزارش کیگئی یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کیا ہین۔ فرمایا تکبیر تہلیل تسبیح تحمید اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا
بِاللّٰہِ ابن[2] عباس نے فرمایا کہ باقیاتِ صالحات سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ہین۔ اور[3] ایک روایت مین آپ ہی سے ہی کہ جمیع اعمال حسنات وہی باقیات

[1] امام احمد وابو یعلی وابن جریر وغیرہم [2] ابن ابی شیبہ وابن المنذر [3] ابن المنذر
وابن ابی حاتم وغیرھا۔ زینة مصدر بمعنی ما یتزین بہ ولذا اخبر بہ عنہما والقصد
للمبالغة والاضافة اختصاصیة ای یتزین بہا الانسان فی دنیاہ وتفنی عنہ عما قریب ۱۲

صالحات ہین عامل کے لئے جنت مین باقی رہین گے۔ یہی[1] قولِ مختار ہی جو تمامی اعمالِ صالحہ کو شامل ہی۔ اس آیت مین مسلمانون کو زینتِ دنیاءِ فانی سے نفرت دلاتا ہی کہ مال و اولاد تمھارے ساتھہ کچھہ بھی نہ آئیگا۔ رسول[2] اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ میت کے ساتھہ تین چیزین جاتی ہین۔ دو چیزین تو اوسمین سے واپس آتی ہین اور اوسکے ساتھہ ایک چیز رہتی ہی (وہ تین چیزین) اہل و مال و عمل ہین۔ اہل و مال (غلام و جانور) تو پلٹ آتے ہین اور اوسکے عمل اوسکے ہمراہ رہتے ہین۔ ۵

توانگری نہ بمال است نزدِ اہلِ کمال	کہ مال تالبِ گور است بعد ازان اعمال

لیکن اس دنیا کی زینتون سے بچنا نہایت ہی مشکل ہی ہان جس کے دل مین انوارِ معرفت اور شوقِ ملاقاتِ حق کا ہو۔ اور جسکا باطن معمور اور ظاہر بھی آدابِ طاعت سے پرنور ہو تو اوسکی باطنی زینت دنیا کی ظاہری زینت پر غالب آجائیگی۔ اور ہر طرح سے اوس کو بچائیگی ورنہ دنیا کی محبت تو ہر گناہ کی اصل ہی چنانچہ حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ[3] مروی ہی

جب فناءِ دنیا اور بقاءِ اعمالِ صالحہ کو بیان فرمایا اوسکے بعد ہی قیامت کے حالات کئی طرح سے بیان فرماتا ہی وَیَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَی الْاَرْضَ بَارِزَۃً وَّحَشَرْنٰھُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ

---

[1] ابن جریر۔ [2] متفق علیہ یعنے بخاری و مسلم [3] بیہقی نے بطریق ارسال حسن سے روایت کی۔

لم نغادر۔ ای لم نترك یقال غادرہ واغدرہ اذا ترکہ ومنہ الغدر لترك الوفاء والغدیر لما غادرہ السیل ۱۲

نُسَیَّرُ الْجِبَالُ
ابن کثیر و ابو عمرو و ابن عامر ساتھہ تاء تانیث و بصیغہ مجہول اور جبال مرفوع معنی یہ ہونگے کہ پہاڑ چلائے جائینگے۔ لیکن چلانیوالا اونکا اللہ ہی ہے تو اس لحاظ سے دونون قراءتون کے ایک ہی معنی ہوئے

مِنۡهُمۡ اَحَدًاۚ اور یاد کرو اوس وقت کو جس دن ہم پہاڑون کو چلائین گے اور تم زمین کو
کھلی ہوئی دیکھوگے۔ اور ہم لوگون کو جمع کرینگے۔ پہر اونمین سے کسی ایک کو نہ چھوڑینگے
پہلی نوع پہاڑونکا چلنا ہی جو عدم کی راہ لینگے چنانچہ آیت وَيَسۡـَٔلُونَكَ عَنِ الۡجِبَالِ
فَقُلۡ يَنسِفُهَا رَبِّي نَسۡفًا الخ وغیرہ مین اسکی تصریح ہی۔ **دوسری نوع** زمین کا کھلی طور سے
ظاہر ہو جانا ہی جب پہاڑ ہی نہین تو پہر نہ کوئی عمارت[لہ] ہی نہ علامت ہی۔ بعضون نے
کہا زمین مین جو کچھ ہے وہ سب باہر آجائیگا۔ مُردے بھی نکل پڑینگے جیساکہ وَاَلۡقَتۡ مَا
فِيهَا وَتَخَلَّتۡ اور وَاَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا کا مضمون ہی۔ **تیسری نوع** حساب کیلئے
سب کے سب اکٹھا ہونگے کوئی نہ بچیگا پہر رتی رتی کا حساب ہوگا **جب** اونکے حشر کا
ذکر آیا جس سے علوم ہوتا ہی کہ کسی کی پیشی کیلئے جمع کئے گے ہین تو اوس پیش ہونیکی کیفیت
اسطرح بیان فرماتا ہی وَعُرِضُوا عَلَىٰ رَبِّكَ صَفًّا لَّقَدۡ جِئۡتُمُونَا كَمَا خَلَقۡنَٰكُمۡ اَوَّلَ مَرَّةِۭۚ
بَلۡ زَعَمۡتُمۡ اَلَّن نَّجۡعَلَ لَكُم مَّوۡعِدًا ۝ اور اے نبی تمہارے رب کے روبرو وہ صف باندھکر

لہ ابن المنذر و ابن ابی حاتم عن مجاهد قال لا عمران فیها و لا علامة ۱۲-

علی ربك تشبیه حالهم بحال الجند المعروضین علی السلطان لا لیعرفهم بل لیامر
فیهم وفیه اشارة الی غضب الله علیهم وطردهم عن دیوان القبول لعدم جریهم علی
مقتضی معرفتهم بربوبیته ۱۲ لقد جئتمونا علی اضمار القول بتقدیر قائلین او نقول
ان کان حالا من فاعل حشرنا او مقولا لهم ان کان حالا من ضمیر عرضوا ۱۲

پیش کئے جائینگے (حکم ہوگا کہ) پہلے بار ہم نے جیسا تم کو پیدا کیا تھا بیشک تم اسی طرح
ہمارے پاس آگئے بلکہ تم نے تو سمجھہ رکھا تھا کہ ہم تمہارے لئے کوئی وعدہ (بعث ونشر کا)
نہ ٹھرائینگے یعنی تم کو اپنے مال وزر اور یار ومددگار پر وہ فخر ہوا کہ قیامت اور زندہ ہونیکا
بھی انکار کرنے لگے تھے۔ اب تم سب کچھہ دنیا مین چھوڑ آئے اور تم نے مشاہدہ کیا کہ ع
قیامت اسکو کہتے ہین قیامت ایسی ہوتی ہی پھر اونکی پوری رسوائی کیلئے اعمالنامہ بھی
لایا جائیگا چنانچہ فرماتا ہی وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ
يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا
مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۔ اور اعمالنامہ (سامنے) رکھا جائیگا پہر تم گنہگارونکو ع ٥ ١٨
دیکہوگے کہ جو کچھہ اسمین ہی اس سے ڈر رہی ہین اور کہہ رہی ہین ہائے ہماری خرابی یہہ کیسی
کتاب ہی کہ نہ چھوٹے گناہ کو چھوڑتی اور نہ بڑے (گناہ) کو سب کو گہیر لیا ہی۔ اور جو
کچھہ کیا تھا اعمالنامہ مین موجود پائینگے اور (اے نبی) تمہارا رب کسی پر ظلم نہین کرتا
سُبحَانَ اللہ کیا بیان ہی کس خوبی سے قیامت کا نقشہ کہینچا گیا ہی۔ ادہر پہاڑونکا
جانا اور زمین کا کہلی طرح سے نظر آنا۔ سب مخلوق کو ایک جا جمع فرمانا کسی کو نچھوڑنا پہر اونکا

مشفقین خائفین - یا ویلتنا ویل وھو مصدر لا فعل لہ من لفظہ بمعنی الھلاک ونداؤھا
علی تشبیھہا بشخص یطلب اقبالہ کانہ قیل یا ھلاک اقبل فھذا اوانک ۱۲

صف باندھکر پیشی مین رب کے حاضر کئے جانا اور حکم ہونا کہ کیون جس طرح ہمنے تم کو اوّل
پیدا کیا تھا اوسی طرح یعنے زندہ ہوکر یا یہہ کہ ننگے مادرزاد یا یہہ کہ بغیر مال و اولاد کے ہمارے
پاس چلے آئے۔ تم نے تو سمجہا تھا کہ یہہ وقت نہ آئیگا پہر اعمالنامہ کا ہات مین دیا جانا۔ اور
گنہگارونکا اپنے گناہون سے جو اوسمین ہین ڈرنا پہر افسوس سے کہنا کہ ہائے کمبختی کہ یہہ تو عجیب
کتاب ہی کہ چھوٹے بڑے سارے گناہ اسمین لکھے ہوئے ہین اور جو کچھ کیا تھا وہ سب موجود ہے
پہر اسپر ختم کہ اے نبی تمہارا رب کسی پر ظلم و زیادتی نہین کرتا۔ یعنے جو انھون نے نہین کیا ہے
وہ اوسمین لکھا ہوا نہ ہوگا اور جس عذاب کے وہ مستحق ہین اوس سے زیادہ عذاب بھی نہ ہوگا
اور نہ ایک کے جرم سے دوسرے کو عذاب کیا جائیگا جب اونکی فضیحت کا بیان ہوا تو
پہر فضیحت و رسوائی حاصل ہونیکا یہہ سبب ہی کہ انہون نے شیطان کی سنی اور وہ تو بڑا
نافرمان ہی اور بنی آدم کا دشمن ہی اسلئے اوسکا حال بیان فرماتا ہی وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ
اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ط اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ
وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ط بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝ اور جب ہمنے فرشتون
سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب سجدہ مین گر پڑے چونکہ قوم جن سے تھا اسلئے

ففسق عن امر ربہ قال مجاهد فی السجود لآدم اخرجه ابن ابی شیبه وابن المنذر وابن ابی حاتم ۱۲
بئس للظالمین بدلا قال قتادة بئسما استبدلوا بعبادة ربهم اذا طاعوا ابلیس لعنه الله اخرجه
ابن ابی حاتم ۱۲

اپنے رب کے حکم سے باہر ہوگیا تو پھر کیا تم (اسپر بھی اے لوگو) میرے سوا اوسکو اور اوسکی
اولاد کو اپنا دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہی ہین۔ ظالمون کے لئے اللہ کے
عوض ابلیس اور اوسکی اولاد بہت ہی) بُرا بدل ہی۔ اس[1] قصہ مین اس طرف بھی اشارہ ہے
کہ ان کافرونکا فخر و غرور یا اوس باغ والے کا تکبر بعینہ طریقۂ ابلیس مردود ہی جیسے شیطان نے
اپنی اصل پر فخر کیا۔ اوسی طرح یہہ مشرکین فقراء مسلمین کے ساتھ برتاؤ کر رہی ہین۔ اس آیت
سے یہہ بھی ثابت ہوتا ہی کہ ابلیس فرشتون کی قسم سے نہین۔ کیونکہ ابلیس کے لئے ذریت کو ثابت
فرمایا اور ملائکہ نسل و ذریت سے پاک ہین حسن[2] بصری فرماتے ہین کہ اللہ تعالی اوس قوم کو
ہلاک کرے جو کہتے ہین کہ ابلیس ملائکہ سے تھا اور اللہ تعالی تو فرماتا ہی کہ جنات سے تھا
غرض خداوند عالم نے انسان کو ہر طرحکی بزرگی دی اور شیطان سے ہر طرحکی ذلت و اہانت
پھونچی تو ایسے مہربان و رحیم کو چھوڑ اوس کے عوض دشمن رجیم کو پسند کرنا حق کی طاعت سے
منہ پھیر کر شیطان کی اطاعت مین سرگرم رہنا بیشک یہہ وضع ادنی موضع اعلی ہے
جو صریح ظلم ہے۔ اور اونسے دوستی کی کوئی وجہ نہین نہ تو وہ اونکی خلقت و آفرینش مین شریک
نہ وہ خدا کے اعوان و مددگار چنانچہ خود فرماتا ہی مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا

[1] قصۂ ابلیس اگرچہ بحسب ظاہر مکرر ہی لیکن حقیقت مین مکرر نہین اسلئے کہ وہ چند اغراض کو شامل ہے پس ہر محل مین کسی غرض اور فائدہ کے لئے ذکر کیا جاتا ہے جو اوس مقام کے مناسب ہوتا ہے ۱۲

[2] ابن منذر و ابن ابی حاتم ۱۲

خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۵ مین نے آسمانون اور زمین کے پیدا

کرنے اور خود اونکے پیدا کرنے مین اونکو حاضر نہین کیا تھا اور مین گمراہ کرنیوالون کو مددگار

بنانیوالا نہین ہون یعنے آسمان و زمین کی پیدایش کے وقت تو اونکا پتہ بھی نہ تھا بلکہ وہ

خود اپنی پیدایش سے بھی غافل ہین۔ ابتدائی حالت تو انکی یہہ ہی پہر یہہ کس منہ سے میرے

مددگار و شریک کہلانیکے قابل ہین اور انتہائی حالت یعنی قیامت مین اونکا یہہ حال ہوگا

کہ اپنے دوستونکی مدد کرنا تو درکنار جواب تک بھی نہ دیسکین گے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے

المضلين قال السدی الشیطین اخرجه ابن ابی حاتم وضع المضلين موضع الضمير ذما لهم [۱۲]

عضدا قال قتادہ ومجاهد اعوانا اخرجه ابن المنذر [۱۲] وعضد جمع عاضد من عضده معنی قواه و اعانه [۱۲]

[۱] یعنی ایک کی پیدایش کے وقت دوسرا کہیں میری مدد کے لئے حاضر نہین کیا۔ جیسے وَاقْتُلُوا اَنْفُسَکُمْ ہے۔ اور ان

آیات مین اشارات ہین **ایک اشارہ** متعلق بہ حق ہی جب اللہ کو منظور ہوا کہ صفت لطف اور صفت قہر کو ظاہر فرمائے

تو صفت لطف و مہربانی کا ظہور آدم مین ہوا کہ مٹی سے بناکے نورانی خلقت جو فرشتے ہین اونکو سجدہ کرنے کا حکم فرمایا یہہ

اوسکی کمال عنایت و رأفت ہے۔ او صفت قہر کو ابلیس مین ظاہر فرمایا جو فرشتونکا استاد اور اونکا سردار اور عبادت

مین مرتاض تھا حکم سجدہ سنتے ہی عجب و تکبر پیدا ہوا جس سے دو جہان مین منہ کالا ہوا۔ **اور ایک اشارہ آدم** سے

متعلق ہے کہ جب انکی طینت کا خمیر چالیس صبح کرکے سرّ خلافت رکھا گیا اور وہ سرّ استعداد قبول فیض الہی بلا واسطہ ہے

اللہ نے یہہ خصوصیت اونکو اور اونکی اولاد کو عنایت فرمائی ہے چنانچہ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ ارشاد پاک ہے۔ حدیث

مین بھی اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ آیا ہے۔ **اور ایک اشارہ** ملائکہ سے متعلق ہے کہ جو نور روحانی اور علوی

سے پیدا ہوے ہین اونکا دہ سخت امتحان ہوا کہ سجدہ جو اعلیٰ مراتب عبودیت اور تواضع خدا کے لئے ہے اوسکو آدم کیلئے

جو مٹی سے پیدا ہوئے تھے ادا کرنے کا حکم فرمایا انہون نے خوشی سے سجدہ کیا کیونکہ لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا

اور جس دن (اللہ تعالیٰ) فرمائیگا کہ (اے کافرو) جنکو تم اپنے زعم مین میرا شریک سمجھتے تھے

نَقُوْلُ حمزہ نون متکلم سے پڑھتے ہین یعنے ہم کہین گے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱۷} ویفعلون مایؤمرون انکی شان ہی۔ اور ایک اشارہ ابلیس سے متعلق ہی جونکہ وہ ضلالت وگمراہ کرنیکے لئے پیدا ہوا تھا اس لئے آگ سے بنایا گیا تھا اور آگ کی طبیعت مین غلبہ اور استعلا ہی اگرچہ چند روز ملائکہ کے افعال اختیار کرنے سے انکی شباہت پیدا ہوگئی تھی یہانتک کہ انہین کے زمرہ مین محسوب ہوگیا بلکہ اُن سے اجتہاد وریاضات مین بڑھ گیا اور انکا رئیس ومعلم کہلانے لگا لیکن جب امتحان کا وقت آیا چنانچہ مشہور مثال ہے عند الامتحان یکرم الرجل او یہان اور سجود آدم کا حکم فرمایا تو اوس نے اپنی اصل کی طرف رجوع کی۔ اور وہ عبادتِ ریاکاری اور مکاری کھل گئی اور معلوم ہوگیا کہ وہ جنات سے تھا اصلی کافر تھا۔ اسلئے حکمِ سجدہ سے انکار کیا (حافظ) ؎ خوش بود گر محکِ تجربہ آید بمیان تا سیہ روی شود ہر کہ در وغش باشد۔ اور ایک اشارہ ہی جو شیاطین کا عدم حضور خلقت کے وقت ہی کہ بعض اولیاء حق کو اسکی خبر ہوتی ہے جو اعداءِ حق کو نہین ہوتی تو وہ اللہ والے نور ازلی سے ابتداءِ تعلق قدرت کو جو بعض اشیاء معدومہ سے ہوتی ہے جانتے ہین اور کیفیت اخراج من العدم الی الوجود کو پہچانتے ہین۔ ہان عقل جزئی یہان اندہی ہے یہان ضرورت کشفِ کلی کی ہے (روح البیان)

موبقا کے معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما مَھْلَکًا فرماتے ہین جس کو ابن منذر و ابن ابی حاتم نے بطریق علی روایت کی تو یہہ مُہلک ہَلَکَ سے اسم مکان ہے کیونکہ وَبَقَ کا معنی ہلک ہے تو بَیْنَھُم کا یہہ معنی ہوگا کہ جائے ہلاکی مین سب شریک رہین گے یعنے دوزخ مین جیسا کہ کہتے ہین جعلت المال بین زید وعمرو یا موبق کا معنی عداوت ہے چنانچہ حسن بصری سے مروی ہے جو مصدر میمی ہے مجازاً سبب ہلاکی یعنی عداوت پر اطلاق کیا گیا ہے۔ قتادہ نے فرمایا موبق ایک میدان ہے دوزخ کے میدانون سے حضرت انس فرماتے ہین موبق ایک میدان ہے جو پیپ اور خون کا ہے۔ غرض یہہ کہ ان مشرکین اور وہ جس کو معبود سمجھتے تھے قیامت مین ان دونون کی باہم جدائی ہوجائے گی اور اون کے درمیان تہلکۂ عظیم اور ہول شدید ہوگی۔ اور عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ اہلِ ہدیٰ اور اہلِ ضلالت مین فرق کردیا جائیگا۔ جیسا کہ وامتازوا الیوم ایہا المجرمون ہے (ملتقط من التفاسیر)

اونکو پکارو پہر انکو پکارینگے تو وہ جواب نہ دینگے اور ہم اونکے درمیان عداوت ڈال دینگے

زجر و توبیخ کیلئے یہہ فرمان صادر ہوگا جنکو تم اپنے زعم مین دار دنیا مین میرا شریک سمجھتے

تھے آج اونکو پکارو تا تم کو اس مصیبت سے نکالین جسمین تم گرفتار ہو پہر وہ جواب بسبب عداوت

کے نہ دینگے یا یہہ کہ سب کے سب جا رہے ہلاکی مین ہونگے کیونکہ اونکی دوستی خود ہلاکی کا

18-5 سبب اور آفت کا سامنا ہی چنانچہ فرماتا ہی وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ

مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝ اور گنہگار آگ کو دیکہین گے اور سمجہین گے کہ

18-5 بیشک وہ اسمین گرنے والے ہین اور اس سے بچنے کی کوئی راہ نہ پائین گے۔ اب کہان جائین گے بنا

ملے گی اسی دن کیلئے قرآن مین ہر طرح سے سمجہایا گیا تھا چنانچہ فرماتا ہی وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ

لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝ اور البتہ ہم نے ان لوگون کیلئے

قرآن مین ہر ایک مثال پہیر پہیر کر بیان کردی ہی۔ اور انسان سب سے زیادہ جہگڑنے والا

ہی یعنے اس قرآن مین اگلی امتون کے قصے بہی مذکور ہین جو سبب عبرت ہین۔ اور قدرت کاملہ

کے دلائل بہی مسطور ہین جو موجب زیادتی بصیرت ہین باوجود اس کلام الٰہی اور اس بیان

شافی کے انسان جہگڑا کرنیوالا اور جہوٹی بات سے سچی بات کو رد کرنیوالا ہی۔ لیکن وہی راہ پر

آتا ہی جسکو کہ اللہ ہدایت دی اور راہ نجات دکہلاوے جب اونکے اعراض کا بیان ہو تم

مُوَاقِعُوْهَا۔ من مفاعلۃ الوقوع ای مخالطوها فان مخالطۃ الشئ لغیرہ اذا کانت قویۃ تامۃ

یقال لها مواقعۃ۔ مَصْرِفًا ای مکانا ینصرف الیہ۔ جَدَلًا خصومۃ بالباطل وانتصابہ علی التمییز ۱۲

جو موجب اعراض ہے یعنے انتظار عذاب اوسکو بیان فرماتا ہے وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا

اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ

يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۝ اور جب لوگون کے پاس ہدایت آئی تو اونکو ایمان لانے

اور اپنے رب سے بخشش چاہنے سے اسی (انتظار) نے روکا کہ یا تو پہلے لوگونکا طریقہ (عام ہلاکی)

انکو بھی پیش آئے یا اونکے سامنے عذاب (آخرت) آجائے **جب** کافرون کو انتظار

عذاب تھا خواہ وہ دنیوی ہو یا اخروی اور رسولون کے ذوات قدسیہ تو مظہر رحمت ہوتے

ہین خصوص سید الانبیاء تو رحمۃ للعالمین ہین پھر عذاب دنیوی کیسے نازل ہوگا بلکہ قوم

کی ہدایت کیلئے جہانتک ہوسکے انبیاء کرام علیہم السلام اپنی تقریر بے نظیر سے خوشخبریان

سناتے اور عذاب اخروی سے ڈراتے ہین جس طرح ارشاد ہوتا ہے وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ

اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ

وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ۝ اور ہم تو رسولون کو خوشخبری دینے اور ڈرانے

قُبُلًا — نافع و ابن عامر و ابن کثیر و ابو عمرو سب قاف کے کسرہ اور فتح با کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ دونون قراءتون کے ایک ہی معنی ہین یا بضمتین جو کوفیون کی قراءت ہے قبیل کی جمع ہے معنی انواع کے یعنی انواع عذاب ۱۲

هُزُوًا — سوائے حفص کے سب قاری بجائے واو کے ہمزہ اور حمزہ تو ہمزہ کو بھی ساکن کرتے ہین معنی ایک ہے ۱۲

سنة الاولين. قال قتادة عقوبة الاولين. قبلا اى عيانا وقال السدى مقابلهم فينظرون اليه اخرجه ابن ابى حاتم (در) يقال لقيته مقابلة وقبلا وقبلا وانتصابه على الحال من الضمير المفعول او العذاب (بيضاوى) ليدحضوا من ادحاض القدم وهو ازلاقها اى ليزيلوا بالجدال الحق وهو مجاز من زلل القدم المحسوس لازالة الحق المعقول هزوا استهزاء اى هو مصدر وصف به مبالغة وهو ما يستهزأ به وظاهره انه يكون صفة (خفاجى)

لئے ہی بھیجتے ہین۔ اور جو لوگ کہ کافر ہوے جھوٹے جھگڑے کرتے ہین تاکہ اس (جھگڑے)
سے سچی بات کو جھٹلادین اور میری آیات کو اور جس سے اونکو ڈرایا جاتا ہی ٹھٹھا مقرر کیا ہی
لینے کافر پیغمبرون سے ناحق اور جھوٹے جھگڑے کرتے ہین اور معجزون کو اور کتابون کو ہنسی
ٹھٹھا مقرر کیا ہی۔ افسوس کہ ان بزرگون سو صرف جھگڑا کرنا ہی سوء ادب تھا علاوہ اس کے
18 پیغمبرے تو اونسے ہنسی بھی کرتے ہین بڑے ظالم ہین چنانچہ ارشاد فرماتا ہی۔ وَمَنْ اَظْلَمُ
مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ
اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا
اور اُس سے زیادہ کون ظالم ہی جسکو اوس کے رب کے آیات (قرآن) سے سمجھایا گیا پھر
اُس سے منہ پھیر لیا اور اپنے کئے کو بھول گیا بیشک ہم نے اونکے دلون پر پردے ڈالدئے
تاکہ اس (قرآن) کو نہ سمجھین اور اونکے کانون مین بوجھہ (جیسا چاہیے ویسا سننے نہین)
اور اگر (اے پیغمبر) تم اونکو ہدایت کی طرف بلاؤگے تو بھی وہ ہرگز کبھی راہ پر نہ آوینگے
ان کافرون سے وہ گروہ مراد ہی جسکا ایمان نہ لانا حق تعالی کو معلوم تھا جب کافرون
18-5 نے اس قسم کی بدتہذیبیان کین جس سے عذاب اب تک آجاتا لیکن تاخیر عذاب
کی وجہہ اس طرح بیان فرماتا ہی۔ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا

وربک مبتدأ ہی اوسکی خبر الغفور ہے ذوالرحمۃ خبر کے بعد خبر ہے ۱۲

كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا

اور تمہارا رب بڑا بخشنے والا رحمت والا ہی۔ اگر انکے کئے پر انکو پکڑلے تو جلد عذاب بھیجے

بلکہ اُنکے لئے ایک وعدہ ہی (جب وہ آجائیگا) تو وہ خدا کے سوا کہین پناہ نہ پائینگے۔

مغفرت کو رحمت کے پہلے لائےہین یہہ نکتہ ہی کہ رذائل سے تخلیہ فضائل کے تحلیہ سے پہلے ہی

اور تاخیر ہلاکی مین یہہ مصلحت ہی کہ شاید کوئی توبہ کرلے اسی سبب سے قریش کو فرصت

دیجاتی ہی ورنہ میعاد جب پوری ہوجائیگی خواہ بدر کی لڑائی مین یا قیامت مین تو پھر انکو

کہین پناہ نہ ملیگی اور اسوقت تو تاخیر ہونی ہی چاہئے کیونکہ زمانہ رحمۃ للعٰلمین ہی اسلئے

عذاب عام بھی نہین ہی لیکن پچھلی امتون سے بھی تاخیر مین یہی عادت جاری رہی ہے

چنانچہ فرماتا ہی وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا

اور یہہ بستیان (عاد و ثمود کی ہین) جب اُنہون نے ظلم کیا تو ہمنے اُنکو ہلاک کردیا اور ہمنے

اُنکی ہلاکی کیلئے ایک میعاد مقرر کی تھی جب کافرون نے حضرت کے حکم کو تکبر سے نہ مانا تو

اللہ تعالیٰ نے ڈرایا کہ کہین ہلاک نہ ہوجائین جیسا کہ پچھلی امتین ہلاک ہوگئین عدم کی راہ

موعد اسم مکان وهو یوم بدر وسائر ایام الفتح ویوم القیمه ۱۲ موئلا منجا یقال وال اذا نجا و
وأل الیه اذ لجأ الیه والفرق بین المنجأ والملجأ فی التعدی بالی وعدمه ۱۲ وتلك القری مبتدأ
واهلکناهم خبر ۱۲ مہلک اور موعد یہہ دونون اسم زمان اور مصدر ہوسکتے ہین لیکن جب ایک کا معنی زمان لیا جائے تو
دوسرا مصدر مقرر کیا جائے نہین تو زمانہ کیلئے زمانہ ہوجائیگا۔ پہلا مصدر دوسرا اسم زمان ہی اور اسکے عکس مین کالت ہی (خفاجی)

ع ۵

مُهْلِكِهِم نافع وابوبکر وابوعمرو وابن عامر وحمزہ وکسائی کے ساتھ ضم میم اور فتح لام دوم کے یہہ اسم زمان یا مصدر افعال سے ہے معنی ہلاک کرنا یا وقت ہلاک کرنیکا

مَهْلَکِهِم بفتح میم اور فتح لام دوم کے مصدر یا اسم زمان ہلک سے ہے حفص کی قرارت کے ہم معنی

قصۂ موسیٰ و خضر علیہما السلام

لی تو انکو چاہئے کہ اوس سے عبرت لیوین اور بسبب تاخیر عذاب کے دہوکہ نہ کہائین۔ پھر اب قصۂ خضر و موسیٰ بیان فرمانے مین یہہ ربط ہی کہ گو موسیٰ بڑے عالم تھے لیکن خضر کے پاس بعضے باطنی علوم حاصل کرنیکے لئے مشقتین اٹھاتے ہوے پہونچے۔ تم تو کچہہ موسیٰ سے علم مین بڑہکر نہین۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خضر سے کمتر نہین۔ بلکہ یہہ تو سید الانبیا ہی خضر کا بھی راہنما ہی۔ ظاہر و باطن دونون کا ہادی ہی۔ اور انکی شریعت بھی آسان اور سیدہی سادہی ہی۔ ان سے تو ضرور سیکہو۔ اور آخرت اچھی کرلو۔ چنانچہ اوس قصہ کو اس طرح بیان فرماتا ہی۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ

لہ اکثر علما کا قول ہی کہ یہہ موسیٰ بن عمران وہی صاحب توراۃ صاحب معجزات ہین۔ جو اولاد یعقوب سی ہین کیونکہ اللہ پاک نے جہان اپنی کتاب مین حضرت موسیٰ کا ذکر فرمایا ہی تو اوس سے مراد یہی صاحب توارت ہین تو اب جہان یہہ اسم مطلق کہا جائیگا تو ضرور ہی کہ اوس سی وہی صاحب مقصود ہونگے۔ اگر دوسرا شخص ہوتا تو اس طرح اوسکی صفت بیان ہونی چاہئے تھی کہ جس سے دونون مین امتیاز ہوتا اور شبہہ باقی نہ رہتا۔ جب کسی صفت سے تمیز نہ ہوئی تو ہم نے جان لیا کہ وہی موسیٰ بن عمران صاحب توراۃ ہین۔ اور اونکے فتی یوشع بن نون جو حضرت موسیٰ کے مصاحب ہین۔ یہی قول صحیح تر ہی۔

لا ابرح ای لا ازال اسیر وقد حذف الخبر لدلالۃ حالہ وھو السفر ولدلالۃ الغایۃ علیہ اذ لا بد لہا من مغیّی لان قولہ حتی ابلغ مجمع البحرین غایۃ مضروبۃ تستدعی ما ھی غایۃ لہ ۱۲

لا ابرح یا تو فعل ناقصہ اخوات کان سے ہی جسکی خبر محذوف ہی یا تامہ ہی لا ازول کے معنی مین متعلق اسکا مقدر ہے یعنے لا ازول عما انا علیہ من السیر۔ اور لا ابرح۔ لا ازال۔ لا انفک۔ لا افتأ یہہ چارون کے ایک ہی معنی ہین۔ تو یہان لا ابرح کے معنی اقیم کے ہین کیونکہ براح وہ عدم ہی تو لا ابرح عدم کو معدوم کرتا ہے۔ جو ثبوت ہی تو لا ازال اور لا ابرح ثبات عمل کا فائدہ دیتے ہین۔ تفسیر کبیر و بیضاوی ۱۲

أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ۝ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ۝

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَٰذَا نَصَبًا ۝ قَالَ أَرَأَيْتَ

إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا أَنْسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ ۚ

وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ۝ قَالَ ذَٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۚ فَارْتَدَّا عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا ۝

فَوَجَدَا عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا ۝ اور جب

موسیٰ نے اپنے جوان کو کہا کہ مین جبتک دونون دریا کے ملاپ تک نہ پہونچون۔ (چلنے سی)

باز نہ آؤنگا یا زمانۂ دراز تک چلتا ہی رہونگا۔ پہر جب وہ دونون دو دریاؤنکے ملاپ

تک پہونچے تو اپنی مچھلی کو بھول گئے اور مچھلی نے دریا مین سُرنگ بناکر اپنا راستہ کرلیا۔

پہر جب آگے بڑہگئے تو (موسیٰ نے) اپنے جوان سے کہا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ بیشک ہم نے اس

سفر سے تکلیف پائی ہی (جوان نے کہا کیا تم نے بھی دیکھا جب ہم اوس پتھر کے پاس ٹہرے

أَرَأَيْتَ نافع بہمزۂ ثانیہ کی تسہیل سے اور ورش کی ابدال سے باتہ طویل اور ٹسل حذف

أَنْسَانِيهُ سوائے حفص کے سب کسرۂ ہا سے ۱۲

نَبْغِي نافع وابو عمرو وکسائی سا تہما اثبات یاء بعد غین کے وصل مین نہ وقف مین اور ابن کثیر کی دونوں حال مین ۱۲

او لمضے والمعنی حتے یقع اما بلوغ المجمع او مضے الحقب بدون بلوغ المجمع بقرینۃ التقابل

واو علی ہذا عاطفۃ لاحد الشیئین او حتی ابلغ الی ان امضے زمانا اتیقن معہ فوات المجمع

فاو بمعنی الا والفعل منصوب بعدہا بان مقدرۃ۔ ولا یکون او بمعنی الی ان (خفاجی مع معالم ملخص)

سربا بفتحتین بیت فی الارض وا سربا لحیوان وسرب دخل فیہ (مختار) والتقدیر سرب فی البحر

سربا فاقیم اتخذ مقام سرب ۱۲- ان اذکرہ بدل من الہاء فی انسانیہ ای وما انسانی ذکرہ

الا الشیطان (کبیر) نبغ اصلہ نبغی فحذفت الیاء طلبا للتخفیف لدلالۃ الکسرۃ علیہا۔

قصصا مفعول مطلق لفعل مقدر من لفظہ ای یقصان قصصا من قص اثرہ اذا اتبعہ ۱۲

تو مین مچھلی کو بھول گیا۔ اور مجھے تو شیطان ہی نے بھلا دیا کہ اوسکا ذکر کرون۔ اور اُس
(مچھلی) نے عجب طرحسے دریا مین اپنا راستہ بنا لیا (موسیٰ علیہ السلام نے کہا) اسی کو تو ہم ڈہونڈہتے تھے
پہر دونون اپنے قدمون کے نشان ڈہونڈہتے ہوے واپس پہرے۔ پہر اُن دونون نے
ہمارے بندون مین سے ایک بندے (یعنی خضر) کو پایا جسکو ہم نے اپنی خاص رحمت
دی تھی۔ اور اوس کو اپنا ایک خاص علم (یعنے علم لدنی) سکھایا تھا۔ بخاری[۱] و مسلم
و ترمذی و نسائی وغیرہم ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور وہ اُبی ابن کعب
رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ (علیہ السلام)
اللہ کے رسول (معروف) تھے۔ ایک دن وعظ و نصیحت مین مصروف تھے۔ بیان کا
وہ اثر ہوا کہ لوگون کے آنکھون سے آنسو جاری۔ ہر ایک کے قلب پر رقّت طاری۔
جب وعظ ختم فرما کے پلٹے تو ایک شخص راہ مین ملا۔ اور یون معروضہ کیا۔ کہ اے اللہ
کے رسول (اور اوسکے مقبول) آپ سے بھی زیادہ روے زمین پر عالم کہین ہے۔ آپ نے
(اپنے حسبِ اعتقاد) فرمایا کہ نہین ہے۔ عتاب[۲] خداوندی ہوا کہ کیون خدا کی طرف علم کو تفویض

[۱] فقیر نے اس طویل حدیث کو صرف بخاری سے ترجمہ کیا ہے جو تفسیر سورۂ کہف مین ہے تین حدیثین علحدہ علحدہ ہین لیکن کسی جا بعض کو بعض سے ملا دیا۔ درمنثور اور تفسیر ابن کثیر مین ماخذِ مذکور کے سوا اور اور محدثین سے بھی روایت ہے۔ من شاء فلیرجع الیھما۔

[۲] پیغمبرونکی چھوٹی چھوٹی باتون پر بھی خداوند عالم مواخذہ فرماتا ہے۔ وہ خود ہی ادب سکھلاتا ہے۔ ایک ذرسی بات پر اونکو خضر کے پاس جانیکا حکم فرمایا۔ عاجزی و تواضع سکھلایا۔ ۱۲

کیا گیا (یعنے اَللهُ اَعْلَمُ کہنا تھا ـ او چپ رہنا تھا) وحی آئی کہ مجمع بحرین مین ایک ہمارا
خاص بندہ تم سے بھی علم مین زیادہ ہی ـ موسےٰ نے عرض کی کہ پہر کس طرح اون سی ملاقات
ہوگی مجہے تو اونکی ملاقات کی تمنا ہی ـ لیکن کس طرح معلوم ہوگا کہ مجمع بحرین کہان ہے
اوسکا کیا نشان ہی ـ مجہے کوئی علامت سرفراز فرما کہ اون تک پہونچون ـ او پہچانون
حکم ہوا کہ اپنی زنبیل مین ایک مچھلی رکھلو ـ پہر جہان وہ گم ہوجائے وہ شخص وہین
ملیگا ڈہونڈو ـ (اس حدیث کے ایک راوی یعلی کہتے ہین کہ حکم تھا کہ مری ہوئی
مچھلی ہمراہ رکہنا چاہئے تاکہ وہان کے پانی سے زندہ ہوجاوے) چنانچہ موسیٰ نے
مچھلی زنبیل مین ڈالکر اپنے جوان یوشع بن نون سے فرمایا کہ اسکو ساتھہ لیکر چلنا ـ جہان
یہہ مچھلی کھوجائے ساتھہ ہی مجہے اطلاع دینا ـ چلتے چلتے ایک ایسے پتھر کے پاس پہونچے
جس سے ایک چشمہ جاری تھا لوگ اوسکو آب حیات کہتے ـ جس میت کو وہ پانی
لگ جاتا ـ وہ نئی سری سے زندگی پاتا ـ حضرت موسیٰ نے تو وہان نیند لی ـ اور جب
مچھلی کو اوس پانی کے بوندہ پہونچے تو زنبیل مین سے تڑپ کر دریا مین جا گری ـ
جہانتک وہ جاتی پانی مین ایک سوراخ ہوجاتا ـ اور پانی ادہر ادہر سی ملنے نہین پاتا
یوشع نے کہا کہ اسوقت نہ اوٹھاونگا ـ لیکن جب حضرت موسیٰ بیدار ہوے تو اونکو
مچھلی کا واقعہ یاد دلانا یاد نہین رہا ـ پہر وہ باقی دن اور رات چلتے رہے جب اگلے روز

صبح کا وقت آیا تو حضرت موسیٰؑ اپنے جوان سے فرمانے لگے۔ کہ ہمارا ناشتہ لاؤ اس منزل
مین تو ہم بہت ہی تھکے۔ اس کہنی کا یہہ سبب تھا کہ حضرت موسیٰؑ اس سے پہلی منزلون مین
نہین تھکے تھے۔ جب مقام مطلوب سے آگے بڑہے تو بہت ہی تھکے۔ یوشعؑ نے کہا کیا
آپکو معلوم نہین۔ کہ جب آپ ہم اوس پتھر کے پاس ٹھہرے تھے تو مین مچھلی بھول گیا۔
شیطان نے اوسکا یاد دلانا مجھکو بھلادیا۔ موسیٰؑ نے فرمایا یہی تو ہم چاہتے تھے۔ پھر وہ
دونون اوسی راستہ سے واپس آئے۔ جب اوس پتھر کے پاس پہونچے۔ تو ایک شخص ملے جنہون
نے چادر سے خود کو ڈہانپ لیا تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے سلام کیا۔ تو انھون نے (جواب دیکر)
اس طرح فرمایا کہ تمہاری زمین مین کہان سے سلام آیا۔ حضرت نے کہا کہ مین موسیٰ ہون
تمہارے پاس آیا ہون۔ خضر نے کہا بنی اسرائیل کے موسیٰ۔ آپنے کہا جی ہان۔ خضر نے پوچھا
کیا حال ہے کس چیز کی طلب کون سوال ہے۔ موسیٰ نے کہا اسلئے آیا ہون۔ کہ تا آپ سے
علم لدنی سیکھون۔ خضر نے کہا کہ تم ہرگز میرے ساتھ نہ صبر کر سکوگے۔ کیونکہ خدا نے جو علم
مجھے عنایت فرمایا ہے تم نہین جانتے۔ اور جو علم اوس نے تم کو سرفراز کیا ہے اوسکو مین نہین
سمجھتا۔ اتنا ایک چڑی نے اوس دریا سے چونچ مین پانی لیا۔ حضرت خضر نے کہا کہ تمہارا اور میرا
علم اللہ کے علم کے سامنے اسی طرح ہے۔ جس طرح کہ اس پرندہ نے دریا سے پانی لیا۔ پھر آپنے
فرمایا کہ جو چیز تمہارے سمجھہ مین آئی اوس پر تم کیسے صبر کر سکوگے موسیٰ نے کہا انشاءاللہ مین

برداشت کرونگا۔ اور کسی حکم کو آپکے نہ ٹالونگا۔ خضر نے کہا کہ اگر تم میری پیروی کرتے ہو۔ تو مجھ
سے کوئی بات نہ پوچھو۔ جب تک کہ مین خود ہی تم سے اوسکا بیان نہ کرون۔ اوس امر کو عیان
نہ کرون۔ پہر وہ دونون چلتے چلتے کنارہ دریا پر پہونچے۔ ایک کشتی اودہر سے گذری تو سوار
ہونیکے لئے کرایہ پوچہنے لگے کشتی والون نے حضرت خضر کو پہچان کے بے کرایہ کے سوار کروالیا
خضر نے بسولے سے اوس کشتی کا ایک تختہ نکالدیا۔ موسیٰ نے کہا کہ جس قوم نے بغیر کرایہ کے ہمکو
سوار کروایا تھا۔ آپنے انہین کی کشتی پھوڑ ڈالی۔ اور اونکے ڈبونے کی اچھی ترکیب نکالی
اور تم نے یہہ اچھا کام نہین کیا۔ خضر نے جواب دیا۔ کہ مین نے کیا نہین کہا تھا۔ کہ تم سے صبر
نہین ہو سکیگا۔ موسیٰ نے عذر کیا کہ میری بھول پر مجھ سے مواخذہ نہ کرو۔ اور میرے معاملہ
مین اسقدر سختی کرنے سے درگذرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ پہلی مرتبہ
موسیٰ کو نسیان ہوا تھا۔ پہر کشتی سے نکل کر کنارہ پر چلے۔ تو ایک لڑکا ملا جو لڑکون مین کہیل رہا
تھا حضرت خضر نے اوسکو مار ڈالا۔ موسیٰ نے اونسے کہا تم نے اس بے گناہ لڑکے کی ناحق جان
لی۔ بہت ہی بری بات کی۔ خضر نے کہا مین تم کو کہہ چکا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کرسکو گے
موسیٰ نے کہا کہ اگر اسکے بعد کوئی بات پوچھون تو آپ مجھے اپنے ہمراہ نہ رکہنا کیونکہ
آپ میری معذرت کو قبول کر چکے۔ پھر دونون چلے۔ ایک گاؤن مین پہونچے۔ انہون نے
ضیافت سے انکار کیا۔ اوسی گاؤن مین ایک دیوار تھی۔ جو گرا چاہتی تھی۔ حضرت خضر نے

اوسپر ہاتھہ پھیر کر سیدہی کردی۔ حضرت موسیٰؑ نے اس طرح تقریر کی۔ کہ ہم جس قوم کے پاس
آئے۔ نہ انہون کہانا کہلایا نہ ہماری ضیافت کی۔ اگر تم چاہتے تو اس کام کی مزدوری لیتے
خضر نے کہا لو اب مجھہ مین اور تم مین جدائی ہی۔ جن باتون پر تم سے صبر نہ ہو سکا ابھی
تمکو اونکی اصل حقیقت بتا دیتا ہون۔ سنو کہ کشتی اون مسکینون کی تھی جو دریا مین
(اوسکے ذریعہ سے) محنت مزدوری کرتے تھے مین اسلئے اوسکو عیب لگایا کہ آگے ایک
بادشاہ تھا جو کشتیان جبراً چھین لیتا تھا جب اسکو عیب دار دیکھیگا تو چھوڑ دیگا۔ پھر
جب وہان سے نکل جائینگے تو کشتی درست کر لیکر اپنی اوقات بسر کرینگے اور وہ لڑکا کافر
تھا اوسکے مان باپ ایماندار تھے۔ ہمین خوف ہوا کہ کہین اوس لڑکے کی محبت سے وہ
دونون اوسکا دین نہ اختیار کر لین اسلئے خدا کو منظور ہوا کہ یہہ قتل ہوجائے اور اوسکے
عوض انکو اور اولاد ملے جو تقویٰ وصلاح مین صلۂ رحمی اور والدین سے سلوک کرنے مین
اوس سے بہتر ہو چنانچہ اون کے پاس لڑکی پیدا ہوئی۔ اب رہی دیوار وہ شہر کے دو یتیم
لڑکون کی تھی۔ اور دیوار کے نیچے انہین لڑکونکا خزانہ تھا۔ اور ان لڑکونکا باپ ایک
نیکبخت تھا پس تمہارے رب نے یہہ چاہا کہ وہ جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لین۔ پروردگار
کی یہہ ایک مہربانی تھی اور یہہ مینے از خود نہین کیا یہہ اُسکا راز ہی کہ جن باتون پر
تم سے صبر نہ ہو سکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہماری آرزو تھی کہ اگر موسیٰ

صبر کرتے تو اون دونون کا قصہ ہمارے سامنے اور بیان کیا جاتا انتہی جب خضر و موسے
علیہما السلام کی ملاقات کا ذکر ہو چکا تو وقتِ ملاقات جو دونون مین باہم گفتگو ہوئی اوسکو
18-6 بیان فرماتا ہی قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝ قَالَ اِنَّكَ
18-6 لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۝ قَالَ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ
8-70 صَابِرًا وَّلَاۤ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ۝ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰۤى اُحْدِثَ لَكَ
8-7 مِنْهُ ذِكْرًا ۝ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ
8-73 لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ۝ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ
4 بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ۝ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ
اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ۝ موسیٰ نے اونسے (یعنی خضر سے)
کہا کیا مین تمہارے ساتھ ہو ن اس شرط پر کہ جو علم نافع تمکو سکھلایا گیا ہی مجھکو بھی اوس سے
کچھ سکھلاؤ (خضر) نے کہا تم ہرگز میرے ساتھ صبر نہ کر سکوگے اور جو تمہارے سمجھ مین
نہ آوے اوسپر تم کیونکر صبر کر سکوگے موسیٰ نے کہا انشاء اللہ مجکو صبر کرنیوالا پاؤگے اور
تمہارے کسی حکم کا خلاف نہ کرونگا۔ (خضر نے) کہا (اے موسیٰ) اگر تم میری پیروی کرتے
ہو تو پھر مجھ سے کوئی بات نہ پوچھو جبتک کہ مین خود تم سے اوسکا بیان نہ کرون۔ پھر دونون

تُعَلِّمَنِیْ نافع و بصری ساتھہ زیادت یا کے بعد نون کے وصل مین نہ وقف مین
رُشْدًا ابوعمرو ساتھہ فتح را و شین کے دونون کے ایک ہی معنی ۱۲
فَلَا تَسْـَٔلَنِّیْ نافع و شامی ساتھہ فتح اور تشدید نون کے اور ابن
لِیَغْرَقَ اَهْلُهَا حمزہ و کسائی ساتھہ یاء غائب مفتوح کے باب ضرب سے اور ضم لام اہل کا معنی یہہ ہونگے کہ تا غرق ہوں کشتی والے ۱۲
زَاكِيَةً نافع و ابن کثیر و ابو عمرو ساتھہ الف اور تخفیف یاء کے ایک ہی معنی ہین ۱۲
نُكُرًا نافع و ابن ذکوان و شعبہ ساتھہ ضم کاف کے ۱۲

اِمْرًا ماخوذ من امر بمعنی عظم وقال الکسائی معنی امرا داهیا منکرا من امر بمعنی کثر (خفاجی) وقال مجاهد اِمْرًا ای منکرا (بخاری) ولا ترهقنی ولا تغشنی یقال رهقه اذا غشیه وعسرا مفعول ثان لترهق ۱۲

چلے یہانتک کہ جب کشتی مین سوار ہوے (خضر نے ایک تختہ نکالکر) اوسکو توڑ ڈالا (موسیٰؑ نے) کہا کیا تم نے کشتی کے لوگون کو ڈبانیکے لیئے اوسکو توڑ ڈالا بیشک تم نے (یہہ تو) بڑا ہی خوفناک کام کیا (خضر نے) کہا کیا مین نے نہین کہا تھا کہ تم میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کرسکوگے (موسیٰ نے) کہا میرے اس بھول جانے پر مجھسے مواخذہ نہ کرو اور میرے معاملہ مین اسقدر مجھپر سختی نہ کرو۔ پھر وہ (کشتی سے نکلکر) چلے یہانتک کہ ایک لڑکے سے ملے (خضر نے) اوسکو مارڈالا (موسیٰؑ نے) کہا تم نے بغیر بدلے کسی جان کے ایک بیگناہ کی جان لی بیشک تم نے بری بات کی حضرت موسیٰؑ کا یہہ کہنا کہ جو کچھہ تمکو علم لدنی سکھلایا گیا ہے مجھے بھی اوسمین سے کچھہ سکھاتے ہو تو مین تمہاری اتباع کرنے مستعد ہون۔ اس قصہ مین موسی علیہ السلام نے کسقدر تواضع کی۔ اور کس ادب سے گفتگو کی۔ پہلے تو آپ اپنی ذات کو خضر کا تابع بناتے ہین۔ پھر اس پیروی کی بھی اجازت چاہتے ہین۔ اور اپنے لیئے عدم علم اور اونکے لیئے علم ثابت کرتے ہین۔ حضرت موسیٰؑ نے ہر ایک کیلئے یہہ طریقہ بتلادیا کہ جب علم سیکھنے جاوے تو تواضع اختیار کرے۔ اور مرید صادق کو بھی چاہیئے کہ مرشد کی اتباع مین سرگرم رہے۔ مال و اولاد جاہ و منصب علم و فضل سب سے ہاتھہ دہو ڈالے۔ مرشد کے سامنے خود کو ایک جاہل محض سمجھے

حافظ

ؔ بعضے کہتے ہین کہ بازو کا تختہ تھا اور بعضے کہتے ہین کہ نیچے کا تھا لیکن بسبب کرامت خضر کے پانی نہین آیا۔ ۱۲

خاطرت کے رقمِ فیض پذیرد ہیہات	مگر از نقشِ پراگندہ ورق سادہ کنی

وہ جس بات کا حکم کرے اوسکو بجالاوے اور جس سے منع کرے اوس سے باز رہے۔ دیکھو کہ
کلیم اللہ ہین۔ اور بنی اسرائیل کے مقتدا ہین توراۃ اونپر اتری۔ جبرئیل اون کے
پاس آتے ہین۔ لیکن آپ نے سب کو چھوڑکر اونکی اتباع کا کامل ارادہ فرمالیا تھا۔ اور یہہ بھی آدابِ
مرید سے ہی کہ اپنے ارادہ مین ثابت وقائم رہے۔ اگرچہ اوسکا مرشد صدق۔ ارادت کا
امتحان لینے کیلئے باربار رد کرے۔ لیکن کسی حال اوسکی چوکھٹ نہ چھوڑے۔ اور اپنے کو
کُتّے سے بھی کم سمجھے کہ اوسکو باربار ہانکو پھر وہ آتی ہی۔ جیسے کلیم اللہ کا حال تھا کہ خضر
باربار فرماتے ہین کہ تم سے صبر نہین ہوسکے گا اور اونکو واپس کرنا چاہتے ہین لیکن وہ
اونسے اقرار کرتے جاتے ہین کہ انشاء اللہ تم مجھے صابر پاؤگے۔ کہتے ہین کہ اسکا کیا سبب ہے
کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے تو صبر کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صبر نہ ہوسکا۔ جواب دیتے ہین کہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام سیکہنے کی غرض سے حضرت خضر کی صحبت مین آئے تھے۔ اور متعلم کو
کہان صبر آتا ہی جبتک کہ اوستاد سے نہ سمجہہ لے۔ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اوسوقت مقامِ
رضا وتسلیم مین تھے۔ غرض اوسوقت دونون اپنے اپنے مقام مین تھے۔ اور حضرت
خضر کا یہہ فرمانا کہ اے موسیٰ علیہ السلام اگر تم میری پیروی کرتے ہو تو پھر مجہہ سے کوئی بات نہ پوچھو
جبتک کہ مین خود تم سے اسکا بیان نہ کرون اس مین اشارہ ہی کہ شیخ کے اقوال وافعال

...حرکات وسکنات پر اوسکے اعتراض نہ کرے۔ تمامی حالات مین اوسکا معتقد رہے اگرچہ کوئی معاملہ اوس کا بسبب قصور فہم مخالف عقل وشرع نظر آوے تو اوسکا انکار نہ کرے اور اوس سے بدگمان نہ ہووے۔ بلکہ ہمیشہ اوس سے حسن ظن رکھے اور اعتقاد رکھے کہ وہ اپنے معاملات مین مجتہد مصیب ہی جو کچھ قصور ہو اپنی قلت عقل اور کم فہمی کی طرف منسوب کرے۔ رباعی

نیکو نکونہ ٹھہرائیے بد اے فرزند کچھہ نقص انار کی لطافت مین نہین	ایک آدہ ادا اون کی اگر ہو نہ پسند ہو اوسمین اگر گلے سڑے دانے چند

لیکن جب تمامی باتین اوسکے خلاف شرع ہو جائین تو دوسرے شیخ کی طرف نقل کرے لیکن اوسوقت بھی اوسکو برا نہ کہے۔ اور ہر وقت شیخ سے سوال بھی نہ کرے نہ قال سے نہ حال سے حکایت حضرت لقمان نے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر دیکھا کہ آپ زرہ[1] کے کڑیان بنا رہے تھے چونکہ لوہا آپ کے ہاتھ مین مثل موم تھا۔ لقمان نے اوس سے پہلے کبھی دیکھا بھی نہین تھا تعجب سے پوچھنا چاہا لیکن حکمت نے آپکو پوچھنے سے باز رکھا۔ جب تیار ہو چکا تو حضرت داؤد نے اوسکو پہنکر فرمایا کہ یہہ لڑائی کے لئے اچھا زرہ ہی بعضون نے کہا کہ آپ ایک سال سے آتے جاتے اور اوسکو دیکھتے تھے لیکن سوال نہین کیا تھا مشہور قول ہی۔ اِنْ[2] کَانَ الْکَلَامُ مِنْ فِضَّةٍ فَالسُّکُوْتُ...

[1] حلقہ جو لڑائی کے وقت پہنتے ہین۔ [2] اگر کلام مثل نقرہ ہے تو خموشی سونا ہے ۱۲

مِن ذَهَب۔ ایک عارف فرماتے ہین کہ سکوت دو قسم پر ہی ایک زبان کی خوشی کہ کوئی بات چیت ماسوی اللہ کی غیر حق سے نہ کرے۔ اور ایک سکوتِ قلب ہے کہ کوئی خطرہ دل پر نہ آئے۔ تو جس نے زبان کو روکا گو دل نے سکوت اختیار نہ کیا تو بھی اوسکے گناہ کم ہو گئے۔ اور جو دل کو روک لیا اور زبان سے مباح گفتگو کرتا رہا تو وہ حقیقت مین زبانِ حکمت سے گفتگو کر رہا ہی۔ اور جسکی زبان و دل دونون سکوت مین ہون اوسکو تجلیاتِ رب کا مشاہدہ ہو۔ اور جس کا دل بھی خاموش نہین اور زبان پر بھی مہرِ سکوت نہین تو اوسپر شیطان حاکم اور وہ ابلیس کا خادم ہی۔ تو آدمی کو چاہیے کوشش کرے کہ دل مین اپنے مرشد سے انقباض نہ ہو۔ اور زبان پر بھی کوئی اعتراض نہ ہو۔ ماسوی اللہ کو بھول جائے۔ اور یادِ حق مین بھول جائے۔ غرض سکوت کے فوائد بیشمار ہین اور کیا ہی خوب خموشی کے متعلق یہہ چند اشعار ہین۔ **نظم**

در بارگاہِ حضرتِ سلطان سخن مگو	در کوے اختیار بدست زبان مدہ
از دل بپرس ہر چہ بگوید ہمان بگو	تا مشورت بدل نکنی دل بدان مدہ
دل ہم اگر ز بادۂ توحید مست شد	ہشیار باش در کفِ دل ہم عنان مدہ
بیرون در بخلق برآئینِ خلق باش	کس را بسوے راز درونی نشان مدہ
صد سر درین رہ از پے یکحرف میرود	خاموش باش ہان سرِ خود رائیگان مدہ

جب حضرت خضرؑ نے اوس لڑکے کو قتل کرڈالا تو حضرت موسیٰؑ نے اگرچہ بہیرا
ضبط کیا۔ مگر بغیر پوچہے رہ نہ سکے شتابانہ لہجے مین کہا کہ تم نے یہہ کیا کیا کہ ایک
بیگناہ پاک لڑکے کو مارڈالا حضرت خضر نے اس طرح جواب دیا۔ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ 18-
لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ۝ (خضر نے) کہا کیا مین تم کو نہین کہہ چکا تھا
کہ بیشک تم میرے ساتھہ صبر نہ کرسکوگے۔ جب موسیٰ علیہ السلام دو بار اعتراض
کرچکے تھے اس لئے حضرت خضر نے اس بار لفظ لَكَ زیادہ فرمایا کیونکہ موقع عتاب مین
بار بار بالمشافہہ کہنا زیادتی عتاب پر دلالت کرتا ہی۔ اسی سے معلوم ہوا کہ
تفہیم کے کل تین مرتبے ہین۔ تین بار تک نصیحت کرنا اور سمجہا دینا بس کرتا ہی۔
18-76 غرض موسی علیہ السلام پشیمان ہوکر اس طرح جواب دیتے ہین قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ
عَنْ شَیْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِیْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا ۝ (موسیٰ نے)
کہا اگر اسکے بعد تم سے کوئی بات پوچھون تو مجہکو ساتھہ نہ رکھو۔ بیشک تم میری
معذرت کو قبول کرچکے۔ کیونکہ مین تم پر دو بار اعتراض کرچکا ہون اور اب عذر کا
موقع بھی باقی نہین رہا۔ اگر اب کے پوچھون تو مجھے ہمراہ نہ رکہنا پہر خضر و موسی علیہما السلام

لَّدُنِیْ نافع ساتھہ تخفیف
لَّدُنِّیْ شعبہ ساتھہ سکون دال اور تخفیف نون کے اور بعد سکون دال اور تیسرا نون کے پہر دوسری ساتھہ اختلاس ضمہ دال

آگے بڑہی تاکہ کسی موقع پر خضر علیہ السلام اپنے علم باطنی کو ظاہر کرین جس طرح کہ فرماتا ہی فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَاۤ
اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ اِۨسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ
يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَخِذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ
سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ۝ پھر دونون چلے یہانتک کہ ایک گاؤن
کے لوگون کے پاس آکر اونسے کہانا مانگا اُنہون نے انکی ضیافت سے انکار کیا پہر اُسی گاؤن
مین ایسی دیوار ملی جو گرا چاہتی تھی (خضر علیہ السلام نے) اوسکو سیدہی کردیا۔ (موسیٰ علیہ السلام نے) کہا اگر تم
چاہتے تو اس کام کی مزدوری لیلیتے۔ (خضر نے) کہا لو اب مجھہ مین اور تم مین جدائی ہی۔
جن (باتون) پر تم صبر نہ کرسکے اُسکی اصلی حقیقت ابھی مین تم کو بتادیتا ہون۔ آ اوس گاؤن والے لوگون سے
کہانا طلب کرنا یا تو اسلئے تھا کہ حالتِ اضطرار ہو یا یہہ کہ حقِ واجب تھا کیونکہ مہمان مسافر محتاج
کی مہمانداری ہماری شریعت مین بھی پہلے واجب تھی بعد زکواۃ فرض ہونیکے مستحب ہوگئی لیکن
اس سے سوال کا جواز سمجہنا بالکل باطل اور تحریفِ معنوی ہے اور احادیثِ صحیحہ سوال کی حرمت
مین بہت ہین۔ آ اور حضرت خضر نے دیوار پر ہات پہیر کر سیدہی کردی جس طرح کہ صحیحین کی
حدیث مین گذرا۔ اور یہہ فعل خرقِ عادت ہوا۔ پہر حضرت خضر علیہ السلام ہر ایک اپنے
فعل کی حکمت اور اصلِ حقیقت اس طرح بیان کرتے ہین اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ

اخرج ابن ابی حاتم عن السدی فی قولہ ان ینقض قال یسقط (د ر) ۱۲

تَخِذْتَ
...یرو ابو عمرو ساتھہ
...ت تا او لی اور
...ا کے بعضون نے
...یہہ تایا صلی ہے
...مادہ تخذ بروزن
...ع ہے ۱۲

-80 18-81
18-82

يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا فَاَرَدْنَآ

اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ

فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا

وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ

عَّلَيْهِ صَبْرًا لیکن کشتی (کی سنو کہ) اُن مسکینون کی تھی جو دریا مین (اوسکے ذریعہ سے)

مزدوری کرتے تھے مین نے اسلئے اسکو عیب لگا دیا کہ اُن کے آگے ایک بادشاہ تھا جو

ہر کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔ اور وہ جو لڑکا تھا اوسکے ماں باپ ایماندار تھے پھر ہمکو

اندیشہ ہوا (ایسا نہ ہو) کہ اپنے والدین کو سرکش اور کافر بناوے۔ پھر ہم نے چاہا کہ اون دونوں کا

رب اونکو ایسا بدلا دیوے جو پاکیزگی اور شفقت مین اوس (لڑکے) سے بہتر ہووے۔ اور

دیوار جو تھی اون دو یتیم لڑکون کی تھی جو اوس شہر مین تھے۔ اور اوس (دیوار) کے نیچے اون

لڑکون کا خزانہ تھا اور اونکا باپ نیک تھا۔ اسلئے تمہارے رب نے چاہا کہ وہ دونوں جوانی کو

پہونچین اور اپنا خزانہ نکال لین۔ تمہارے رب کی مہربانی ہے۔ اور یہہ مین نے اپنے اختیار سے

اَنْ يُّبْدِلَهُمَا | رُحُمًا
نافع و ابو عمرو ساتھ | ابن عامر
فتح با اور تشدید | ساتھ ضم
دال کے۔ تبدل | میم کے ۱۲

سرکشی اور کفر کرکے اپنے والدین پر غالب نہ آجاوے

وراء کا اطلاق قدام وخلف دونون پر ہوتا ہے کیونکہ وہ اضداد سے ہے اگرچہ مشہور معنی پیچھے کے ہین لیکن یہان

بخاری کی حدیث سے آگے کا معنے لیا گیا ۱۲۔ اخرج ابن ابی شیبہ وابن المنذر وابن ابی حاتم عن عطیۃ

فی قولہ خیرا منہ زکوٰۃ قال دینا واقرب رحما قال مودۃ فابدلا جاریۃ ولدت نبیا۔

نہین کیا تھا۔ یہہ اوسکی اصلی حقیقت ہے جس پر تم صبر نہ کر سکے۔ جب عیب لگانے کا ذکر آیا تو حضرت خضر نے اوس ارادہ کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرکے اس طرح فرمایا فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَهَا اور جب قتل کا ذکر آیا تو جمع سے تعبیر فرمایا یعنے اپنی طرف اور اللہ کی طرف بھی نسبت کی یعنے غلام کو ہلاک کرنا تو انکا فعل ہی۔ اور دوسرا بدل دینا یہہ محض فعل حق ہے جب یہہ دو فعلون پر شامل تھا تو ضمیر مشترک لایا۔ اسلئے فَاَرَدْنَآ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا فرمایا اور جب رعایتِ مصالح یتیمونکا ذکر ہوا تو اوسکی اضافت اللہ کی طرف کی فَاَرَادَ رَبُّکَ فرمایا کیونکہ وہی آبا رِصالح کا خیال فرماکے اولاد پر شفقت فرماتا ہی۔ یا بسبب اختلاف حال عارف کے ہی کیونکہ ابتدا مین وہ اپنی ذات کو موثر سمجہتا ہی اسی واسطے ارادہ کو اپنی ذات کی طرف منسوب کیا۔ پہر جب خیال آیا کہ بے تائیدِ حق کوئی کام نہین بن سکتا تو دونون کی طرف نسبت جمع متکلم مع الغیر مین کیگئی۔ پہر معلوم ہوا کہ اسکا کچھہ دخل نہین موثر و مرید وہی ایک اللہ کی ذاتِ پاک ہی تو ارادہ کی نسبت بھی صرف اوسی کی طرف کیگئی یہی مقامِ فنا ہے کَانَ اللّٰهُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَهٗ شَیْءٌ وَهُوَ الْاٰنَ کَمَا کَانَ اب رہی یہہ بحث کہ خضر نبی تھے یا ولی بعضون نے کہا کہ وہ نبی تھے کیونکہ نبی غیر نبی سے کس طرح تعلیم پاتیگا لیکن یہہ استدلال ضعیف ہی اسلئے کہ نبی اوسی علوم مین تعلیم نہین پا سکتا جس کے سبب سے وہ نبی ہوا ہی لیکن اُسکے سوا دوسرے علوم مین کیا حرج ہی۔ اور یہہ خضر علیہ السلام کا کہنا کہ جو کچھہ مین نے

حضرت خضر نبی تھے یا ولی

کیا اللہ کے حکم سے کیا یہ بھی کوئی نبوت کی قوی دلیل نہین ہی کیونکہ یہ ہوسکتا ہی کہ بطور کرامات والہامات ہو صوفیۂ صافیہ رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہین کہ وہ ولی ہین اور ابتک زندہ ہین[۱] طبقات مین مذکور ہی کہ بہت سے اولیا سے ملے ہین حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا کے وعظ مین حضرت خضر اکثر آئے ہین چنانچہ حضرت اثنائے وعظ مین فرماتے قِفْ یَا اِسْرَائِیْلِی وَاسْمَعْ کَلَامَ الْمُحَمَّدِیْ یعنے اسرائیلی ٹھہر وا ور کلام

[۱] امام نودی نے تہذیب مین ذکر کیا کہ اکثر علمار نے کہا کہ خضر زندہ ہم مین موجود ہین۔ اور اس قول پر صوفیۂ واہل صلاح واہل معرفت کا اتفاق ہے۔ اور ان لوگون نے خضر کے دیدار کی اور اون کے ساتھ ایک جا جمع ہونے کی اور اون سے سوال کرنے اور جواب پانے اور مقامات متبرکہ مین اون کے پائے جانے کی اسقدر حکایات کثرت سے ذکر کی ہین کہ شمار سے باہر ہین اور ایسی مشہور ہین کہ ذکر کرنے کی ضرورت نہین۔ اور شیخ ابن الصلاح نے کہا کہ خضر زندہ ہین جمہور علمار وصلحا کے نزدیک اور اون کے زندہ ہونے سے صرف بعضے محدثین نے بطور شذوذ انکار کیا ہے الخ۔ اور اوس حدیث کا جواب کہ سو برس مین روئے زمین کے لوگ سب مرجائین گے اس طرح ہی کہ آپ نے روئے زمین والون کا مرجانا بیان کیا ہے اور خضر اوسوقت روئے سمندر پر تھے یا یہہ کہ وما من عام الا وخص عنہ البعض مین شامل ہین۔ اور ابن عبدالبر نے تمہید مین ذکر کیا کہ خضر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے اور ملاقات کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد جب اہل بیت غسل دینے کو تیار تھے تو صرف آواز سے تعزیت ادا کی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لوگون کو تبلایا کہ یہہ خضر ہین اور ایک دلیل یہ بھی حیات خضر پر ہے کہ جامع ترمذی وصحیح بخاری کی روایات مین واقع ہے کہ جس نے اوس چشمہ سے پایا وہ کبھی حیات پاتا ہے وجہ تسمیہ خضر ابن کثیر نے امام احمد وبخاری کی حدیث سے اس طرح بیان کیا کہ سوکھی گھانس پر آپ بیٹھے تو وہ اون کے نیچے ہری ہوکر لہلہانے لگی ۱۲۔

محمدی سنو شیخ ابو سعد قیلوی[1] فرماتے ہین کہ حضرت شیخ عبد القادر کی مجلس شریف مین ابو العباس خضر کو بہت مرتبہ دیکھا ہون کہ وہ وہان حاضر رہتے مین نے پوچھا تو فرمایا مَنْ اَرَادَ الْفَلَاحَ فَعَلَيْهِ بِمُلَازَمَةِ هٰذَا الْمَجْلِسِ شیخ جمال الدین ابو محمد[2] سے کسی نے پوچھا کہ خضر علیہ السلام زندہ ہین یا انتقال کیا آپنے فرمایا کہ مین نے اونسے ملاقات کی آخر حکایت یہ ہے کہ مین نے خضر سے حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کا حال پوچھا تو انہون نے فرمایا وَمَا اَوْصَلَ اللّٰهُ وَلِيًّا اِلٰى مَقَامٍ اِلَّا وَكَانَ الشَّيْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ اَعْلَاهُ وَلَا سَقَى اللّٰهُ حَبِيبًا كَأْسًا مِنْ حُبِّهِ اِلَّا وَكَانَ الشَّيْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ اَهْنَاهُ وَلَا وَهَبَ اللّٰهُ لِمُقَرَّبٍ حَالًا اِلَّا وَكَانَ الشَّيْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ اَجَلَّهُ وَقَدْ اَوْدَعَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى سِرًّا مِنْ اَسْرَارِهٖ سَبَقَ بِهٖ جُمْهُوْرَ الْاَوْلِيَاءِ وَمَا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلِيًّا كَانَ اَوْ يَكُوْنُ اِلَّا وَهُوَ مُتَاَدِّبٌ مَعَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ یعنی اللہ تعالیٰ نے کسی ولی کو کسی مقام تک نہین پہونچایا مگر یہ کہ شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ اوس سے بھی اعلیٰ تھے اور اللہ تعالیٰ نے کسی حبیب کو کوئی جام نہین پلایا مگر یہ کہ حضرت رضی اللہ عنہ اوس سے زیادہ سیراب ہونیوالے تھے اور کسی مقرب کو اللہ تعالیٰ نے کوئی حال نہین سرفراز فرمایا مگر یہ کہ آپ اوس سے بھی بزرگ تر تھے حال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے

---

[1] بہجۃ الاسرار صفحہ ۹۵۔ [2] بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۷۳۔

اسرار سے آپ مین ایک بہترہ ودیعت رکھا جس سے آپ جمہور اولیا پر سبقت لیگئے اور اللہ تعالیٰ کوئی ولی گذشتہ یا آیندہ ایسا نہین بنایا مگر یہ کہ حضرتِ موصوف سے قیامت تک ادب کرتا رہے گا اللہ تعالیٰ اون سب سے راضی ہووے۔ اون کا فقیر عرض کرتا ہی کہ یہہ ما وشما کا کلام نہین جو محبت پر مبنی ہو یہ نقیب الاولیا خضر علیہ السلام کا کلام ہی۔ یہ منکرون کے لئی الزامِ تام ہی حبیب و محبوب کا فرق کرنیوالے بھی ذرا غفلت سے بیدار ہون۔ ولاسقی اللہ حبیبا الخ کو ذرا غور سے دیکھین انکے ملمع کاری سب کھل جاے گی۔ آپ مین حبیبیت اور محبوبیت کی شان عظمت نظر آئیگی۔ ع۔ ان احولون کو ایک کبھی سوجھتا نہین۔ **قطعہ**

اے رفتہ قدم بر قدمِ شاہِ رسل ... در پیروی او شدہ ہادیِ سبل
قَدْ فُزْتَ مِنَ الْفَضْلِ بِمَا فَاتَ النَّاسُ ... مِنْ ذٰلِكَ فُقْتَهُمْ وَجَاوَزْتَ الْكُلَّ

دوسری بحث یہ ہی کہ علم دو قسم پر ہی ظاہری و باطنی چنانچہ خداوندِ عالم نے حضرت خضر کی نسبت فرمایا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا یعنے اونکو اپنے جانب سے ایک خاص علم (یعنے لدنی علم) سکھلایا تھا۔ اس آیت مین اوسی علمِ ربانی کی طرف اشارہ ہی ورنہ ہر ایک علم اوسی کے طرف سے ہی۔ فرق یہ ہی کہ بعض علوم بواسطۂ تعلیمِ خلق ہوتے ہین اونکا نام علمِ لدنی نہین۔ بلکہ علمِ لدنی وہ ہی کہ جو قلب مین

بدون کسی سببِ خارجی معتاد کے حاصل ہو چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام سے کہنا هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا یعنے کیا مین تمہاری پیروی کرون بشرطیکہ جو علم نافع تم کو سکھلایا گیا ہی مجھکو بھی کچھ اوس سے سکھلاؤ۔ اور بخاری کی حدیث جو اسی قصہ کی تفسیر مین ہی اوسمین ہی کہ حضرت خضر نے موسیٰ علیہ السلام سے اسطرح فرمایا کہ اَنْتَ عَلٰى عِلْمٍ وَ اَنَا عَلٰى عِلْمٍ یعنے تم کو ایک علم ہی اور مجھے بھی ایک علم ہی اور بخاری کی وہ حدیث جو پارہ اول بابِ حفظ العلم مین ہے عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وِعَائَیْنِ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا بَثَثْتُهٗ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهٗ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْبُلْعُوْمُ مَجْرَى الطَّعَامِ یعنے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو ظرف علم کے یاد رکھتا ہون۔ لیکن ایک کو تو اون دونون مین سے منتشر کردیا اور اگر دوسرے کو پھیلا دون تو میرا گلا کٹ جائیگا علامہ[1] قسطلانی اسی کی شرح مین فرماتے ہین کہ

---

[1] قال القسطلانی فی الشق الثانی والمراد به علم الاسرار المصون عن الاغیار المختص بالعلماء باللہ من اهل العرفان والمشاهدات والاتقان التی هی نتیجة علم الشرائع والعمل بما جاء به الرسول صلی اللہ علیه وسلم والوقوف عند ما حده وهذا لا یظفر به الا الغواصون فی بحر المشاهدات ولا یسعد به الا المصطفون بانوار المشاهدات فقد ظهر ان الاستدلال بذلك بطریق القوم فیه ما فیه على انهم فی غنیة عن الاستدلال اذ الشریعة ناطقة بادلتهم ومن تصفح الاخبار وتتبع الاثار مع التامل والاشارة بنور اللہ ظهر له ما قلته واللہ یهدینا

علمِ اول سے مراد احادیث ہین اور علمِ ثانی سے یا تو اخبار[1] فتن یا علمِ اسرار مراد ہی جو محفوظ عن الاغیار اور علماء رباللہ اہلِ عرفان و مشاہدات کیلئے خاص ہی جو نتیجہ شریعت ہی۔ وہی لوگ اوسکو پاتے ہین۔ جو مجاہدات کی دریا مین غوطہ لگاتے ہین۔ اور انہین کو یہ علم ہوتا ہی جو انوارِ مشاہدات سے برگزیدہ کئے جاتے ہین۔ گو بطریقِ قوم اگر اس استدلال مین کلام ہو تو کیا مضائقہ اسلئے کہ شریعت مین اونکے لئے دلائلِ قطعی بہت سے موجود ہین۔ جس نے تامل و غور اور باطنی نور سے اخبار و آثار کی تلاش کی تو میرے کلام کی سچائی اوسپر ظاہر ہو جائیگی۔ مختصراً۔ امام غزالی فرماتے ہین کہ جس شخص کے دل مین تھوڑیسی چیزین بطریقِ الہام[2] منکشف ہو جائین تو وہ بجہتِ صحتِ طریق کے عارف کہلائیگا اور جسکو یہہ بات کبھی نہ معلوم ہو تو اوسکو اسپر ایمان چاہئے۔ کیونکہ درجۂ معرفت آدمی مین امر جبلی ہی اور اسکے لئے دلائلِ شرعی اور تجربہ اور حکایات موجود ہین دلائل یہہ ہین

[1] بعضون نے کہا کہ ظالمون کے نام تبلانے سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خوف فرماتے تھے لیکن یہ کوئی بات نہین کیونکہ صحابہ کی شان لایخافون لومۃ لائم اور کلمۃ حق عند سلطان جائر ہی یعنے کسی بدگو کی بدگوئی کا نہ خیال کرنا اور بادشاہِ ظالم سے حق بات کہدینا چنانچہ ظالم حاکمون سے جو صحابہ نے گفتگو کی ہی تاریخات اوس سے مملو ہین ۱۲

[2] جلد سوم سے الہام کی تعریف اور اوسکا بیان اگر خدا چاہے تو سورۂ مریم مین ہوگا لیکن اسقدر جان لینا چاہئے کہ الہام کا باعتبار مورد کے جداگانہ معنی ہوتا ہے یعنے اگر ولی کو ہو تو الہام نبی کو ہو تو وحی جیسے خرق عادت مین بھی یہی تمیز ہے ولی سے ہو تو کرامت ہے نبی سے ہو تو معجزہ۔ بعضے نافہم ان دونون مین فرق نکر سکے کرامت الہام دونون کے منکر ہو گئے ہداہم اللہ الی سواء الطریق۔ واذاقہم حلاوۃ التحقیق ۱۲

اللہ تعالی فرماتا ہی وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا جس نے ہمارے واسطے محنت کی ہم اوسکو اپنے راستے دکہادینگے۔ یعنے حکمت کا ظہور قلب سے بسبب دوام عبادت کے بے تعلم بطریق کشف والہام کے ہوتا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا[1] مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللّٰهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ یعنے جو شخص اپنے علم کے بموجب عمل کرتا ہی تو اللہ تعالی اوسکے ان اشیاء کا علم اوسکو عنایت کرتا ہی جو اوسکو نہ معلوم ہون۔ اور اللہ تعالی فرماتا ہی وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے تو وہ اوسکے لئے کوئی راہ نکالدے اور جہان سے اوسکو خیال نہو وہان سے اوسکو روزی دے۔ روزی عام ہی یعنے اشکالات اور شبہات سے مخرج نصیب ہوتا ہی اور علم وفطانت بدون تعلم وتجربہ کے عنایت ہوتا ہی۔ اور فرمایا يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا اسمین فرقان سے مراد نور ہی کہ جس سے حق وباطل مین فرق کرے اور شبہات سی نکل جائے۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر مین اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ شرح صدر کے معنی پوچھے گئے تو فرمایا[2] کہ اس سے غرض فراخی ہی یعنے جب نور دل مین عنایت کیا جاتا ہی تو اوسکے لئے سینہ کہل جاتا ہی۔ اور آپنے[3] حضرت ابن عباس کیلئے دعا مانگی اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

[1] ابونعیم حلیہ مین [2] حاکم مستدرک مین [3] بخاری ومسلم ۱۲۔

وَعَلَّمَهُ التَّاوِيْلَ اَلْهٰى اوسکو دین کی سمجھ عنایت فرما اور معانی کی تعبیر سکھلا۔ اور حدیث[1] مین ہی اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ مومن کی فراست سے ڈرتے رہو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہی اور اسیکے طرف اشارہ ہی اس آیت مین اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ[2] اور اسمین کہ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ[3] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ بَاطِنٌ فِي الْقَلْبِ فَذٰلِكَ هُوَ الْعِلْمُ النَّافِعُ یعنے علم کے دو قسم ہین اور علم باطن قلب مین ہی اور وہی علم نافع ہی۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ کے بعد وَلَا مُحَدَّثٍ بھی پڑہا ہی غرضکہ محدث اوسکو کہتے ہین جس پر الہام ہو اور الہام والا وہ شخص ہی کہ جس پر باطن قلب سے انکشاف اشیاء ہو محسوسات خارجی کی حاجت نہ ہو (اگرچہ لفظِ محدث قرائت متواتر نہین مگر علما کے نزدیک قرائتِ غیر متواتر خبرِ مشہور کا حکم رکھتی ہی) اگر سب آیات و احادیث جو اس باب مین وارد ہین لکھے جائین تو بیشمار ہو جائین اور صحابہ اور تابعین اور بعد کے لوگون کو بھی الہام ہوا ہی پہر امام غزالی نے صحابہ اور اولیاء کے الہامات کا ذکر فرمایا ہی فقیر چاہتا ہی کہ اس علم باطن یعنے تصوف کی شرح بسط سے لکہے گو بعض ناظرین تفسیر کو اس سے لطف نہ حاصل ہو تو نہو کیونکہ مین اس گروہِ پاک کی خادمی سے

[1] ترمذی [2] بیشک اسمین نشانیان ہین خیال کرنیوالونکے لئی [3] ہمنے واسطے اون لوگونکے نشانیان بیان کین جنکو یقین ہی

مشہور ہون اور اس تفسیر کا نام معروف بھی کشف القلوب ہی ہے

تعریف تصوف

تصوف وہ علم ہی کہ جو ظاہر ہوتا ہی ذوقِ عبادت سے جس سے جانا جاتا ہی احوالِ تزکیۂ نفس یعنے اوسکی تطہیر اور تصفیۂ اخلاق یعنے اخلاق کو کدورتِ خواہشات وعادات سے پاک کرنا اور تعمیرِ ظاہر و باطن یعنے اعضا سے عبادات اور قلب سے دوام مراقبات تا سعادت ابدیہ حاصل ہووے یہی اوس علم کا ثمرہ اور غایت ہی اور موضوع اوسکا وہی تزکیہ وتصفیہ سابق ہی۔ اور اوسکے مسائل کتبِ تصوف مین موجود ہین۔ کشف الظنون مین علمِ تصوف کی تعریف ابن صدر الدین سے اس طرح لکھی ہی۔ هُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهٖ كَيْفِيَّةُ تَرَقِّي اَهْلِ الْكَمَالِ مِنَ النَّوْعِ الْاِنْسَانِيِّ فِي مَدَارِجِ سَعَادَاتِهِمْ وَالْاُمُوْرُ الْعَارِضَةُ لَهُمْ فِي دَرَجَاتِهِمْ بِقَدْرِ الطَّاقَةِ الْبَشَرِيَّةِ اور اوس درجات ومقامات کی کیفیت جیسی کہ چاہئے بیان کرنا غیر ممکن ہی کیونکہ عبارات اونہین معانی کیلئے وضع کئے گئے ہین جو لغت والونکی سمجھ مین آسکتے ہین اور جو ایسے معانی ہون کہ اونکو وہی شخص پاتا ہی جو اپنے قوایِ بدن بلکہ اپنی ذات سے بھی غائب ہوتا ہے

لہ شیخ زکریا انصاری شرح قشیریہ مین ۱۲—

تو پہر ایسے معانی کیلیئے الفاظ کا وضع کرنا ہی غیر ممکن ہی تو وہ الفاظ سے کس طرح ادا ہونگے
جیسے معقولات کو اوہام سے اور موہمات کو خیالات سے اور تخیلات کو حواس سے نہین
پاسکتے اسی طرح جو عین الیقین سے معاینہ ہوسکتے ہین اونکو علم الیقین سے پانا غیر ممکن ہے
تو جو شخص اوسکا ارادہ رکہتا ہی تو مشاہدہ اور عیان ہونیکے لئے کوشش کرے نہ یہ کہ اوسکو
بیان سے ڈہونڈے یہ طور طورِ عقل سے پرے ہے ہے ع

عِلْمُ التَّصَوُّفِ عِلْمٌ لَيْسَ يَعْرِفُهٗ	اِلَّا اَخُوْ فِطْنَةٍ بِالْحَقِّ مَعْرُوْفُ
وَلَيْسَ يَعْرِفُهٗ مَنْ لَيْسَ يَشْهَدُهٗ	وَكَيْفَ يَشْهَدُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مَكْفُوْفُ

انتہی امام قشیریؒ فرماتے ہین کہ جن بزرگون سے تصوف کے معنی بطور اشارات
منقول ہین اونمین سے بطور اختصار کے ہم بیان کرتے ہین ابو محمد جریریؒ نے فرمایا
اَلتَّصَوُّفُ هُوَ الدُّخُوْلُ فِیْ كُلِّ خُلُقٍ سَنِیٍّ وَالْخُرُوْجُ مِنْ كُلِّ خُلُقٍ دَنِیٍّ
یعنے تصوف ہر ایک اعلیٰ خلق سے متصف ہونا اور ہر بری خصلت سے دور رہنا ہے
حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا اَلتَّصَوُّفُ هُوَ اَنْ یُّمِیْتَكَ الْحَقُّ عَنْكَ وَیُحْیِیْكَ بِهٖ
یعنے تصوف یہ ہی کہ حق تعالیٰ تجہے تجہ سے مارے اور اپنے سے تجہے زندہ رکہے اسمین
اشارہ ہی کہ نفس کا لگاؤ اگر کچہ بہی باقی ہی تو وہ کامل صوفی نہین حسینؒ بن منصور (حلاج)

لہ امام نے باب التصوف مین انہین سے اکثر بزرگون تک اپنی سند پہونچائی ہی ہمنے بلحاظ اختصار حذف کردی ۱۲

فرماتے ہین اَلصُّوْفِیُّ وَحْدَانِیُّ الذَّاتِ لَایَقْبَلُہٗ اَحَدٌ وَّلَا یَقْبَلُ اَحَدًا صوفی اپنی ذات سے اکیلا ہی نہ اوسکو کوئی پسند کرتا ہی نہ وہ کسی کو چاہتا ہی دیکھئے وہ اس طرح مشغول بحق ہی کہ غیر حق سے ملنے اور بات کرنے کی گنجایش نہین ہے ہے

فَلَیْتَ الَّذِیْ بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ عَامِرٌ	وَبَیْنِیْ وَبَیْنَ الْعَالَمِیْنَ خَرَابُ

میرے پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین۔

غم نہین مجھسے اگر لاکھ زمانہ بدلے	تم نہ بدلو مری تقدیر بدل جاتی ہے

ابو حمزہ بغدادی فرماتے ہین کہ سچے صوفی کی علامت یہ ہی کہ تو انگر تھا پھر فقیر ہوگیا عزت والا تھا پھر ذلیل ہوگیا مشہور تھا پھر مخفی ہوگیا۔ اور جھوٹے صوفی کی یہ علامت ہی کہ پہلے فقیر تھا اب دنیا پیدا کرلیا پہلے ذلیل تھا اب عزت والا ہوگیا پہلے گمنام تھا اب مشہور ہوگیا۔ عمرو بن عثمان مکی نے فرمایا تصوف یہ ہی کہ جس وقت جو بہتر کام ہو اوسی مین مشغول ہونا سمنون نے فرمایا اَلتَّصَوُّفُ اَنْ لَّا تَمْلِكَ شَیْئًا وَّاَنْ لَّا یَمْلِكَكَ شَیْءٌ تصوف یہ ہی کہ تو کسی چیز کے مالک ہونیکا دعوی نہ کرے اور نہ کوئی شے تیری مالک ہوجائے رویم نے فرمایا کہ تصوف یہ ہی کہ تو اپنی ذات کو خدا کے ارادہ پر چھوڑدے یہ بھی آپنے فرمایا کہ تصوف تین خصلتون پر مبنی ہی (۱) فقر واحتیاج اللہ کی جانب (۲) بذل وایثار (۳) کسی طرح کا اعتراض نہ کوئی اختیار

حضرت معروف کرخی نے فرمایا اَلتَّصَوُّفُ اَلْاَخْذُ بِالْحَقَائِقِ وَالْیَاْسُ مِمَّا فِیْ اَیْدِی الْخَلَائِقِ تصوف یہ ہی کہ حقیقت پر عمل کرنا اور مخلوق کے ہاتھ مین جو کچھ ہی اوس سے مایوس ہو جانا حضرت جنید بغدادی نے فرمایا اَلتَّصَوُّفُ ذِکْرٌ مَعَ اجْتِمَاعٍ وَوَجْدٌ مَعَ اسْتِمَاعٍ وَعَمَلٌ مَعَ اتِّبَاعٍ یعنے تصوف ذکر ہی باجماعت اور وجد باسماعت اور عمل باتباع (سنت) اور یہ بھی فرمایا کہ اَلصُّوْفِیُّ کَالْاَرْضِ یُطْرَحُ عَلَیْھَا کُلُّ قَبِیْحٍ وَلَا یَخْرُجُ مِنْھَا اِلَّا کُلُّ مَلِیْحٍ یعنے صوفی زمین کی طرح ہی کہ ہر ایک بُری چیز اوسپر ڈالدی جاتی ہی اور اوسمین سے جو چیز نکلتی ہی وہ اچھی ہی ہوتی ہی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ صوفی زمین کے مانند ہی جسکو نیک و بد سب روندتے ہین۔ اور ابر کے جیسا ہی کہ ہر ایک پر سایہ افگن ہوتا ہی۔ اور بارش کی طرح ہی کہ ہر ایک کو سیراب کرتا ہی اور یہ بھی آپنے فرمایا اِذَا رَأَیْتَ الصُّوْفِیَّ یَعْتَنِیْ بِظَاھِرِہٖ فَاعْلَمْ اَنَّ بَاطِنَہٗ خَرَابٌ یعنی جب تو صوفی کو دیکھے کہ وہ اپنے ظاہر کے اہتمام مین ہی تو سمجھ لے کہ اوسکا باطن خراب ہے کیونکہ ظاہر عبد خلق کیلیے ہی اور باطن اوسکا حق کیلیے تو جبکا اکثر خیال اسی ظاہر کی طرف ہو کہ تا لوگ اوسکو اچھا سمجھین تو پھر باطن مین کیا خاک اللہ سے لو لگیگی ہان جو جو شرع کے موافق عید و جمعہ مین ظاہر کی آراستگی کرنا ہی تا دین کی عظمت ہو تو حقیقت مین یہ آراستگی اپنے مولا کیلیے ہے نہ خواہش و ہوی کیلیے سہل بن عبداللہ

فرماتے ہین کہ صوفی وہ ہی کہ جو اپنے عون و ملک کو مباح سمجھتا ہی۔ نوریؒ فرماتے ہین کہ صوفی کی یہ صفت ہی کہ نہ ہو تو سکون و اطمینان ہو اور جو ہو تو دیدالے۔ ابو علیؒ روز باری فرماتے ہین کہ تصوف در حبیب پر بیٹھ جانا ہی گو وہ ہزار ہانکے ع

ہم در پہ ترے بیٹھے ہین کچھ کر کے اٹھین گے	یا وصل کی ٹھہریگی یا مر کے اٹھین گے

اور یہ بھی آپنے فرمایا کہ اَقْبَحُ مِنْ کُلِّ قَبِیْحٍ صُوْفِیٌّ شَحِیْحٌ یعنے سب سے بری بات کہ صوفی ہو اور بخیل بھی ہو۔ ابو منصورؒ نے فرمایا کہ صوفی اللہ سے مشورہ لیتا ہی اور مخلوق اللہ سے مدد چاہتی ہی۔ حضرت شبلیؒ نے فرمایا کہ صوفی خلق سے دور حق کے وصال سے مسرور ہی جیسے خدا نے حضرت موسیٰؑ کو فرمایا وَاصْطَنَعْتُکَ لِنَفْسِیْ یعنے اپنے خصائص قرب سے اونکو خاص فرمایا اور غیرون سے علیحدہ کر لیا اور پھر فرمایا لَنْ تَرَانِیْ کہ تم مجھے ہرگز نہین دیکھ سکوگے (یہ منع حرمان نہین بلکہ زیادت ترقی کیلئے ہی اور یہ بھی فرمایا کہ اَلصُّوْفِیَّةُ اَطْفَالٌ فِیْ حِجْرِ الْحَقِّ۔ یعنے صوفیہ فقیر و عاجز ہین خدا کے ہی فضل و کرم سے پرورش پاتے ہین۔ یہ بھی فرمایا کہ تصوف مخلوق کو دیکھنے سے بچنا ہی۔ ابو ترابؒ نخشبی نے فرمایا اَلصُّوْفِیُّ لَا یُکَدِّرُہٗ شَیْءٌ وَّیَصْفُوْ بِہٖ کُلُّ شَیْءٍ صوفی کو کوئی شئے مکدر نہین کر سکتی بلکہ ہر شئے بسبب اوسکے پاک و صاف ہو جاتی ہی اور یہ

[1] عوارف مین اسکو ذو النون مصری کا قول بتلایا گیا ہے ۱۲

یہ بھی کسی کا قول ہو کہ اَلصُّوْفِیُّ لَا یُتْعِبُہٗ طَلَبٌ وَّلَا یُزْعِجُہٗ سَبَبٌ یعنے صوفی وہ شخص ہی کہ نہ طلب اوسکو تھکائے اور نہ کوئی سبب اوسکو جگہسے ہلائے حضرت ذوالنون مصری نے اہل تصوف کی نسبت فرمایا ھُمْ قَوْمٌ اٰثَرُوا اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ فَاٰثَرَھُمْ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ یعنے صوفیہ وہ قوم ہی جنہون نے سب کو چھوڑ کر خدا کو لیا ہی خدا نے بھی اونکو سب سے زیادہ پسند فرمایا ہی (کیونکہ جزا جنس عمل سے ہوتی ہے) حصری نے فرمایا اَلصُّوْفِیُّ لَا تُقِلُّہُ الْاَرْضُ وَلَا تُظِلُّہُ السَّمَاءُ یعنے صوفی کو نہ زمین اوٹھا سکتی ہی نہ آسمان سایہ کر سکتا ہی امام قشیری فرماتے ہین کہ یہ محو کے حال کی طرف اشارہ ہی یعنے جو خود سے فنا ہوتا ہی تو پہر اوسکو آسمان و زمین کا کب خیال رہتا ہی کہ اس زمین نے مجہکو اوٹھایا ہی یا آسمان نے مجہپر سایہ کیا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ صوفی وہ ہی کہ جب اوسکے سات دو حال یا دو خلق اچھے پیش آئین تو وہ اون دونون مین سے بہتر کو اختیار کرے کسی نے کہا اَلتَّصَوُّفُ اِسْقَاطُ الْجَاہِ وَسَوَادُ الْوَجْہِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ تصوف یہ ہی کہ جاہ کی چاہ نہ رکہنا اور دنیا و آخرت سے بے تعلق رہنا (یعنے صوفی کو گو ثوابِ اعمال ملیگا لیکن اوس نے صرف ذاتِ حق کیلئے عبادت کی اور وہی اوسکا مقصود ہی) ابو یعقوب مزابلی نے فرمایا اَلتَّصَوُّفُ حَالٌ یَضْمَحِلُّ فِیْہَا

سلہ جو کسی کام کیلئے جائے اور اوسکی حاجت پوری نہ ہو تو کہتا ہے۔ اسود وجہی ۱۲

مَعَالِمِ الْاِنْسَانِيَّةِ تصوف ایک حال ہو کہ جسمین علامات انسانیت جاتی رہتی ہین (یعنے صوفی کو خدا کے ساتھ ایسا استغراق ہوتا ہو کہ غیر تو کیا بلکہ وہ اپنی ذات کو بھی بھول جاتا ہو) ابو الحسن سیروانی نے فرمایا اَلصُّوْفِيُّ مَنْ يَّكُوْنُ مَعَ الْوَارِدَاتِ لَامَعَ الْاَوْرَادِ صوفی وہ شخص ہو جو واردات کے ہمرنگ ہوتا ہو نہ اوراد و وظائف مین مشغول رہتا ہے (کیونکہ اوراد مبتدی کیلئے ہین تا اوسکو خیر کی عادت ہو اور مناجات کی لذت ملی پھر وہ جب وہ اون احوال تک پہونچتا ہو تو اوسکے دل مین حق تعالیٰ واردات پیدا کرتا ہے جیسے قبض[1] و بسط وغیرہ جسکے سبب سے صوفی بھی مُتَلَوِّن ہوتا ہو صرف ایک ہی حالت عمدہ پر مداومت نہین کرتا) ابو سہل صعلوکی نے فرمایا اَلتَّصَوُّفُ اَلْاِعْرَاضُ عَنِ الْاِعْتِرَاضِ تصوف یہ ہو کہ (قضا و قدر پر) اعتراض نہ کرنا (کیونکہ صوفی سمجھتا ہو کہ خدا مجھ سے زیادہ راحم اور میری مصلحتونکا مجھ سے زیادہ عالم ہو) حصری نے فرمایا اَلصُّوْفِيُّ لَا يُوْجَدُ بَعْدَ عَدَمِهٖ وَلَا يُعْدَمُ بَعْدَ وُجُوْدِهٖ امام قشیری فرماتے ہین کہ اس کلام مین اشکال ہے لیکن ظاہر معنی لَا يُوْجَدُ بَعْدَ عَدَمِهٖ کی یہ ہین کہ جب فناء کامل حاصل ہوتی ہو یعنے خواہشات و عادات مٹ جاتے ہین (اور اللہ تعالیٰ کے قرب مین پہونچتا ہو اور اوسکے مناجات کی لذت حاصل ہوتی ہو) تو پھر وہ خواہش کی آفتین نہین پلٹتی ہین (فضل حق

[1] اس فقیر نے مصطلحاتِ تصوف مین ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا ہے جو مطبوع بھی ہو چکا جسمین ان الفاظ کی شرح ہی ۱۲

شامل حال رہتا ہی اسی لئے کہتے ہین مَارَجَعَ مَنْ رَجَعَ اِلَّا مِنَ الطَّرِيْقِ یعنے جو پلٹتا ہی
توراہ ہین سے ہی پلٹتا ہی پھونچنے بعد نہین پلٹتا) اور لَا يُعْدَمُ بَعْدَ وُجُوْدِهٖ کے یہ معنی
کہ جب وہ متوجہ بحق ہو چکا (اور اعلی مقامات پر پھونچ گیا) تو اب سقوط خلق ہو تو
وہ اپنے مقام سے نہ گریگا۔ اب یہ دونو حادث اوس پر اپنا اثر نہین ڈال سکتے
(کیونکہ وہ مشغول بحق ہی وَالْمَشْغُوْلُ لَا يُشْغَلُ) اور اس طرح بھی کہا جاتا ہی اَلصُّوْفِيُّ
اَلْمُصْطَلِمُ عَنْهُ بِمَا لَاحَ لَهٗ مِنَ الْحَقِّ صوفی وہ ہی کہ جس کو بسبب ظہور لوائح حق کے وہ
استغراق ہوتا ہی کہ اپنا شعور بھی نہین رہتا ہی۔ اور یون بھی کہا جاتا ہی اَلصُّوْفِيُّ مَكْشُوْفٌ
بِتَصْرِيْفِ الرُّبُوْبِيَّةِ۔ مَسْتُوْرٌ بِتَصَرُّفِ الْعُبُوْدِيَّةِ۔ صوفی تصریف ربوبیت سے
مجبور ہی۔ اور تصرف عبودیت سے مستور ہی اور یہ بھی ایک قول ہی اَلصُّوْفِيُّ لَا يَتَغَيَّرُ
فَاِنْ تَغَيَّرَ لَا يَتَكَدَّرُ۔ صوفی متغیر نہین ہوتا۔ اور جو (کسی امر کے غلبہ سے) تغیر پیدا ہو جائے
تو متکدر نہین ہوتا۔ (یعنے جہان تغیر پیدا ہوا۔ اپنے مولا کی طرف رجوع کیا لِاَنَّ الْمُتَغَيِّرَ
اَلْيَسِيْرَ يَزُوْلُ بِالْمَاءِ الْكَثِيْرِ) انتہی مختصراً حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی
عوارف المعارف مین فرماتے ہین کہ مشایخون نے تصوف کی تعریف احوال کی بنا پر
کی ہی جو مختلف اوقات مین مختلف حالات ہوتے ہین اور مین ایک ضابطہ بیان
کرتا ہون جسمین اون سب کے معانی آجائین۔ صوفی وہ ہی جو ہمیشہ اپنی اوقات کو

کدورت سے پاک کرتا ہی اس طرح پر کہ نفس کے لوث سے دل کو صاف کرتا ہی اور
اس تصفیہ کے مدد کیلئے وہ مدام اپنے مولی کا محتاج رہتا ہی اور یہ اوسکا دوامی فقار
اوسکو کدورتون سے صاف رکھتا ہی اور جب کبھی اوسکا نفس جنبش کرے اور کسی صفت پر
اپنی صفات سے ظاہر ہو تو وہ اپنی بصیرت سے سمجھکر اپنے پروردگار کی طرف رجوع
کرتا ہی تو ساتھ ہی مدد بھی پہنچتی ہے۔ غرض اوسکی جمعیت وصفائی دوام تصفیہ سے ہی اور
اوسکا تفرقہ وکدورت نفس کی جنبش سے ہی تو وہ اپنے رب کے ساتھ ہو کر اپنے قلب پر
حاکم اور اپنے قلب کے ساتھ ہو کر اپنے نفس پر حکومت کرتا ہی اللہ تعالی فرماتا ہی کُوْنُوْا
قَوّٰامِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ یعنے اللہ کیلئے قایم اور سیدہی گواہ عدل کے ساتھ ہو۔
تو جواب اللہ کیلئے نفس پر قوامیت ہی یہی تصوف ہی یہ وہ جامع بات ہی جو اس سے
واقف ہوگا وہ صوفیون کے متفرق اشارات کو اسمین پائیگا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ تصوف
درحقیقت زہد وفقر دونون سے بڑھکر ہی کیونکہ زاہد اور فقیر دنیا کو اسلئے ترک کرتا ہی کہ
تا اغنیا سے پانسو برس آگے جنت مین داخل ہو۔ اسی لئے فقر کے معدوم ہونے سے
ڈرتا ہی تا اوسکی فضیلت ومعاوضہ کہین نہ جاتا رہے اور یہ صوفیہ کے پاس عین اعتلال
اور سبب کا پابند ہونا ہی کیونکہ صوفی اجر موعود کے انتظار مین نہین ہی بلکہ اپنے احوال
درست کرنیکے لئے تمام چیزون کو ترک کیا ہی اسیواسطے اوسکو ابن وقت کہتے ہین اور

یہ بھی فرق ہی کہ فقیر نے ترک کو اختیار کیا ہی اور نعمت فقر حاصل کرنیکا ارادہ ہی تو صوفی
کے پاس یہ اختیار وارادہ علت ہی۔ کیونکہ صوفی ارادۂ الہی سے قایم فی الاشیاء ہی
نہ اپنے ارادہ سے تو اب اوسکو نہ فقر مین فضیلت معلوم ہوتی ہی نہ توانگری مین بلکہ
فضیلت اوسی مین ہی جسکو اختیار کرنیکا اللہ سے حکم ملا ہی۔ اور کبھی حکم سے آسودگی اختیار
کرتا ہی۔ اور اوسی مین فضیلت سمجھتا ہی جو فقر کے خلاف ہی۔ لیکن یہ ہر ایک کا حصہ نہین
صادقین کو یہ مرتبہ ملتا ہی جنکو حکم الہی کا علم قوی اور محکم ہوتا ہی ورنہ یہان پاؤن
پھسلتے ہین بہت سے لوگ لغزش مین آگئے۔ جھوٹے لوگون کو دعوی کرنیکا اچھا موقع
مل جاتا ہی لیکن اتنا سمجھنا بھی ضرور ہی کہ فقر تصوف کی اساس وبنیاد ہی یعنے تصوف
کے مرتبہ کو پہونچنا ہو تو پہلے فقر کو اختیار کرنا ضرور ہی اور یہ بات نہین کہ وجود تصوف
کو وجود فقر لازم ہی یعنی جو صوفی ہو وہ فقیر بھی ہو بلکہ فقیری طریق تصوف ہی انتہی مختصراً

وجہ تسمیہ تصوف وصوفی

حضرت شہاب الدین سہروردی عوارف مین فرماتے ہین کہ ظاہر لباس
کی نسبت سے اونکا نام صوفیہ رکھا گیا ہی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
صوف[1] کا لباس زیب بدن مبارک فرماتے حدیث مین ہی کان یرکب الحمار ویلبس الصوف

تہیدست سلطان پشمینہ پوش	غلامی خرد و پادشاہی فروش

[1] صوف پشم یعنے اون کو کہتے ہین ۱۲

اور اکثر انبیا علیہم السلام کا لباس پشمینہ ہی تھا چنانچہ حدیث مین ہی کہ ستر انبیا پا برہنہ صاحب عبا بیت الحرام کے قصد سے جا رہی تھے[1] اور یہ بھی حدیث ہی کہ جس دن اللہ تعالی نے موسیٰ علیہ السلام سے باتین کین تو اوس دن آپکا جبہ اور تہبند اور چادر سب پشمینہ لباس تھا حسن بصری رحمۃ اللہ فرماتے ہین کہ ستر اہل بدر کو مین نے دیکھا کہ اونکی پوشاک صوف کی تھی اور انکے اکثر سلف اور بہت سے متقدمین بھی صوف پہنا کرتے تھے اور یہ اشتقاق[2]

[2] شبلی نعمانی نے الغزالی صفحہ ۱۰۴ ۔ تصوف کی وجہ تسمیہ کی نسبت اقوال لکھکر آخر مین لکھا کہ یہ تمام اقوال غلط ہین ہم کہتے ہین کہ اگر قشیری صاحب کے قول کی نقل کرنا مقصود تھا تو پورا نقل کرنا تھا چنانچہ باب تصوف مین آپنے یہ بھی لکھا وظہر فیہ انہ کالقب یعنے صوفی گویا اونکا لقب ہوگیا ہی پھر الغزالی مین لکھا کہ تصوف کی حقیقت اور ماہیت مین بھی نہایت ہی اختلاف ہی پھر صفحہ ۱۹۳ مین لکھا ۔ اس بحث کے خاتمہ مین یہ راز بھی ظاہر کردینا ضرور ہی کہ تصوف کا لفظ اصل مین سین سے تھا اور اوسکا مادہ سوف تھا جسکے معنی یونانی زبان مین حکمت کے ہین الخ افسوس کہ جب صوف سے اسکا اشتقاق صحیح ہی تو پھر خواہ مخواہ سین کو صاد بنانا اور یونانی زبان سے کھینچ لاکر عربی مین داخل کرنا اور پھر حکیمونکا انداز صوفیہ مین تبلا کر عام لوگون کو اس پاک گروہ سے بدظن کرنا مقصود ہی جو حقیقت مین ایک راز ہی کہ جس کو ہر کوئی نہین سمجھ سکتا ہی لیکن جسکو کامل عقل ملی ہی وہ آپ کے ہر ایک راز و معما کو پہچان جاتا ہی ؎ بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش ٭ من انداز قدت را می شناسم ۔ چنانچہ نعمانی صاحب نے کشف ظنون کی عبارت تصوف کے عنوان سے جو صفحہ ۱۹۴ و اعلم ان الاشراقین من الحکماء الالٰہین کالصوفین فی المشرب والاصطلاح الخ نقل کی ہے او سمین اس عبارت کو وسط سے نکالڈالا خصوصاً المتاخرین منہم الا ما یخالف مذہبہم مذہب اہل الاسلام اسکے بعد ولا یبعد ان یوخذ الخ ہی جس سے لوگون کو اس وہم مین ڈالنا مقصود ہے کہ دونون کا طریقہ ایک ہی ہی حالانکہ کفر و اسلام کا فرق صاف کہہ رہا ہی کہ ما بینہما ما بین المشرق والمغرب اور اس کشف ظنون کی عبارت سے یہ بھی صاف واضح ہی صوفیہ مشبہ بہ ہین اور اشراقیین مشبہ تو مشبہ بہ مشبہ سے اعلی ہوگا اسی واسطے کہا کہ خصوص متاخرین اشراقیہ نے پورا ڈھنگ صوفیہ کا اختیار کیا لیکن جہان اہل اسلام سے مخالفت ہوئی تو اونہان نے

[1] اسکی سند متن مین ہے ۱۲

کی حیثیت سے بھی مناسب اور موزون ہی اسلئے کہ جب کوئی صوف وپشمینہ پہنتا ہی تو عرب اوسکو تَصَوَّفَ کہتے ہین یعنے صوف پہنا جس طرح کوئی قمیص پہنے تو کہتے ہین تَقَمَّصَ یعنی قمیص پہنا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۶ سے } اپنا مذہب نہین چھوڑا چنانچہ علم حکمت کے بیان مین کشف ظنون مین لکھا ہی کہ جب مسلمانون نے بلادِ فارس فتح کیا اور اون کے کتب کا ذخیرہ انکے ہاتھ لگا تو حضرت سعد ابن وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر ابن الخطاب کی طرف نامہ اس مضمون کا لکھا کہ اون کتابون کی نقل کرنیکے لئے مسلمانون کو اجازت دیجائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اوسکا جواب اس طرح تحریر فرمایا اطرحوها في الماء فان يكن فيها هدى فقد هدانا الله تعالى باهدى منه وان يكن ضلالا فقد كفانا الله تعالى یعنے اون کتابون کو پانی مین ڈالدو اگر اوسمین ہدایت ہو تو اللہ تعالی نے ہمکو اوس سے زیادہ ہدایت دی ہی اور اگر اوسمین ضلالت ہو تو اللہ نے ہمکو اوس سے بچالیا تو پہر اون سب کتابون کو پانی یا آگ مین ڈالدیا غرض طریقہ تحصیل علم کے لحاظ سے مشائین علمائے ظاہر سے متشابہ ہین اور اشراقین صوفیہ سے اس مناسبت سے یہ دونون اون دونون سے متحد نہین ہوگئے بلکہ کفر واسلام کا ایسا فرق ہی کہ ان دونون کو کبھی ایک نہین ہونے دیتا۔ اہلِ اسلام کا خواہ علمِ ظاہر ہو یا علمِ باطن تعلیم ربانی ہے جو بواسطہ انبیاء کرام علیہم السلام ہوئی ہی۔ فلسفہ سے خصوص متاخرین نے ہماری نفسانی خواری کی اور ہم اہلِ اسلام اونکے علوم کے محتاج نہین ہین جس طرح امیر المومنین حضرت عمر نے فرمایا جو سابق مین گذرا صاحب کشف ظنون نے بیانِ علمِ الٰہی مین لکھا کہ اس علم مین بحث دو طریق سے ہوتی ہی یا بطورِ نظر یا بطورِ ذوق نظری ہے اوس کے بھی دو طریق ہین یا بطورِ قانونِ فلاسفہ مشائین جسکے لئے کتب حکمت کافی ہین یا بطورِ قانون متکلمین جسپر کتب کلام حاوی ہین اور جو ذوقی ہی وہ بھی دو قسم پر ہی یا بطرزِ قانون فلاسفہ اشراقین کے جس کے لئے حکمت اشراق وغیرہ موجود ہی۔ یا بطرزِ قانون صوفیہ اور اونکی اصطلاح پر جسکے لئے کتبِ تصوف موضوع ہین اور علم حکمت مین لکھا کہ معرفتِ الٰہی کے دو طریق ہین ایک طریقہ اہلِ نظر واستدلال کا دوسرا طریقہ اہل ریاضت ومجاہدات کا ہی اگر طریقۂ اولی کے سالک انبیا علیہم السلام کے ملتون سے کسی ملت کو اختیار کرین تو وہ متکلمین ہین اور نہین تو وہ حکمائے مشائین اور دوسرے طریقے کے سالک اگر اونکی ریاضت احکامِ شرع کے موافق ہو تو وہ صوفیہ ہین اور نہین تو وہ حکمائے اشراقین ہین اب ہر طریقے مین دو گروہ ہوے چنانچہ وہ عبارت یہ ہی والطريق الى هذه المعرفة من

حضرت عمرؓ کا حکم فرمانا کہ کتبِ فلاسفہ غرق کردی جائین

علمائے ظاہر سے مشائین اور صوفیہ سے اشراقین مشابہ ہین

اور چونکہ سیر و طیر مین اونکے احوال بدلتے رہتے اور ایک بلند حال سے دوسرے زیادہ تر
بلند حال پر عروج کرتے رہتے تھے اونکے باطن حقایق کے معدن اور علوم کے مخزن تھے تو

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۷ وجہین احدہما طریقۃ اہل النظر والاستدلال وثانیہما طریقۃ اہل الریاضۃ والمجاہدات والسالکون لطریقۃ الاولی ان التزموا ملۃ من ملل الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فہم المتکلمون والا فہم الحکماء المشائون والسالکون الی الطریقۃ الثانیہ ان وافقوا فی ریاضتہم احکام الشرع فہم الصوفیہ والا فہم الحکماء الاشراقیون فلکل طریقۃ طائفتان اور اسی طرح امام غزالی کو بھی معقول مین جابجا حکیمون کا فضلہ خوار قرار دیا ہو اور منقول مین تو آخر کتاب الغزالی مین صاف کہدیا کہ امام نے احیاء العلوم مین احادیث کے نقل کرنے مین نہایت بے احتیاطی کی ہے۔ سیکڑون ہزارون حدیثین موضوع اور ضعیف نقل کر دی ہین جنکا کتب احادیث مین کہین پتہ نہین۔ احادیث پر موقوف نہین بزرگان سلف کے متعلق جو واقعات لکھے ہین اکثر دور از کار اور بعید از عقل ہو۔ اور بجز عوام کے کوئی شخص ان پر یقین نہین کر سکتا۔ اسی کے ساتھ زہد اور مجاہدہ کے بیان مین ایسی باتین لکھدین جو اعتدال سے متجاوز ہین الخ کشف الظنون مین لکھا ہو کہ احادیث احیاء العلوم کی تخریج حافظ زین الدین عراقی نے دو کتابون مین کی ہو ایک کبیر ہو جو ۷۵۱ھ کی تصنیف ہو پھر ایک صغیر ہو جو ۷۶۰ھ کی تصنیف ہو جسمین پہلے کے اعتبار کرتے بہت سے حدیثون کو پرکھا ہو اور صحت و ضعف تبلایا ہو پھر اونکے شاگرد حافظ ابن حجر عسقلانی نے اوس پر اور کچھ زیادہ کیا ہو اور شیخ زین الدین حنفی نے بھی ایک کتاب لکھی ہو جسکا نام تحفۃ الاحیاء فیما فات من تخاریج احادیث الاحیاء رکھا ہو۔ چنانچہ شارح احیا ایسے مقامات پر تصریح کر دیتے ہین اور بعضے بعضے جگہ محدث عراقی لم اجد لہ اصلاً کہتے ہین یہ ادب ہو شارح احیا و اتحاف السادۃ کتاب احادیث ضعیفہ احیاء پر جو لوگ جرح کرتے ہین اوسکا خوب بسیط طور پر جواب دیا ہو من شاء فلیرجع الیہ نعمانی صاحب خود ہی تعریف الاحیاء سے جو نقل کر آئے تھے وہ آخر کتاب مین آ کر بھول گئے ہم آپ کو یاد بھی دلا دیتے ہین اور جہان آپنے غلطی کی ہو اوسکی اصلاح بھی کر دیتے ہین۔ الغزالی صفحہ ۴۰ محدث زین الدین عراقی کا قول ہو کہ امام غزالی کی احیاء العلوم اسلام کی اعلیٰ ترین تصنیفات سے ہو اور یہ وہی محدث ہو جو احادیث احیاء کا مخرج ہو اور عبد الغافر فارسی جو امام صاحب کے

اسی سبب سے کسی وصف سے موصوف اور کسی حال سے مقید نہ ہوسکے تو لباس ظاہر کی طرف اونکو منسوب کردیا (اور صوفی یعنے پشمینہ پوش کہنے لگے) اور چونکہ پشمینہ لباس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۸ { ہمعصر اور امام الحرمین کے شاگرد تھے اونکا بیان ہے کہ احیاء العلوم کی مثل کوئی کتاب اس سے پہلے نہین لکھی گئی۔ امام نووی شارح صحیح مسلم لکھتے ہین کہ احیاء العلوم قرآن مجید کے لگ بھگ ہی۔ شیخ ابو محمد گازرونی کا دعویٰ تھا کہ اگر دنیا کے تمام علوم مٹا دیے جائین تو احیاء العلوم سے مین سب کو دوبارہ زندہ کردونگا۔ شیخ عبداللہ عیدروس کو جو بہت بڑے مشہور صوفی گذرے ہین احیاء العلوم قریب قریب پوری حفظ تھی۔ شیخ علی نے ۲۵ دفعہ اول سے آخر تک احیاء العلوم کو پڑھا اور ہر دفعہ ختم کے بعد فقرا اور طلبا کی عام دعوت کرتے تھے۔ قطب شاذلی مشہور صوفی گذرے ہین ایک دن وہ احیاء العلوم ہات مین لیے ہوئے نکلے اور لوگون سے کہا جانتے ہو یہ کیا کتاب ہی یہ کہکر اپنے اعضاء پر کوڑون کے نشان دکہائے اور کہا کہ پہلے مین اس کتاب کا منکر تھا آج شب کو امام غزالی نے مجکو خواب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار مین پیش کیا اور اس جرم کی سزا مین مجکو کوڑے لگائے گئے الخ یہان نعمانی صاحب سے بڑی غلطی ہوئی کہ ایسے بڑے قطب صاحب طریقہ شاذلیہ پر یہ تہمت لگائی۔ حالانکہ آپ راوی ہین اور جنکو کوڑے لگائے گئے وہ شیخ ابن حرازم ہی۔ شرح احیاء صفحہ ۱۲ جو آپکا منقول عنہ ہی ذرا غور سے دیکھ لیجیے صفحہ ۲۰ سے یہ حکایت شروع ہوکر ۲۱ پر ختم ہوئی ہی۔ فضائل احیاء مین بھی یہ نقل امام عبداللہ یافعی سے منقول ہے اور ابن سبکی نے اپنے طبقات مین اس طرح تحریر فرمایا اور اوس سے مناوی نے اپنے طبقات مین نقل کیا۔ اور اسی حدیث کے انکار کرنے سے کوڑے لگائے گئے تھے۔ چنانچہ کشف الظنون جلد اول صفحہ ۹ ہ نقل الحکایۃ ابن السبکی فی طبقاتہ عن الشیخ یاقوت العرشی عن ابی العباس المرسی عن ابی الحسن الشاذلی ان الشیخ ابن حرازم خرج علی اصحابہ و معہ کتاب فقال اتعرفون ھذا الاحیاء وکان الشیخ المذکور یطعن فی الغزالی وینھی عن قراءۃ الاحیاء فکشف لھم الشیخ المذکور عن جسمہ فاذا ھو مضروب بالسیاط وقال اتانی الغزالی فی النوم ودعانی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما وقفنا بین یدیہ قال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا یزعم انی اقول علیک مالم تقل فامر بضربی

مقربون کا تھا اور یہ بھی مقرب لوگ تھے اس لئے یہ نام بھی انکے لئے موزون ہوا
اور دعوی قربِ الہی کا ایک امرِ دشوار ہی تو لباس کی طرف نسبت ہونے سے اونکا
حال بھی چھپا رہا۔ کیونکہ حال یا مقام کی طرف حکم لگانا امرِ باطن ہی اور صوف پہننے کے
سبب اونکو صوفیہ کہنا یہ امرِ ظاہر ہی جو تواضع اور فروتنی پر دال ہی۔ یا یون کہو کہ
اس نسبت مین اشارہ ہی کہ دنیا اور شہواتِ نفسانی کی طرف اونکو کم رغبت ہی کیونکہ
جو اس طریقہ کا مبتدی اور نیا مرید بھی ہوتا ہی تو وہ اچھے اچھے نفیس لباس سے احتراز
کرتا ہی اور تھوڑے پر قناعت کرتا ہے اور کہانے پینے کو بھی اوڑہنے کی طرح سمجھتا ہی
لیکن اپنا حال بتلانا اور اوسکے ساتھ خود کو موصوف کرنا اہلِ ہدایت سے نہایت ہی
بعید ہی اور جب یہ کہا جاوے کہ صوفیہ صوف کے پہننے کے سبب سے نام رکھا گیا ہی تو
دعوی سے دور ہوگا اور جو چیز دعوی سے دور ہو وہی اونکے مناسب و لایق حال ہی الخ
مقدمہ ابن خلدون مین اسی وجہ کو ظاہر تر کہا چنانچہ اوسکی عبارت یہ ہی قلت (ظہر فی)
ان قیل بالاشتقاق انہ من الصوف وہم فی الغالب مختصون بلبسہ لما کانوا علیہ من
مخالفتہ الناس فی لبس فاخر الثیاب الی لبس الصوف الخ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۹ کے فضیت هكذا نقلہ المناوی فی طبقاتہ اور کشف الظنون مین
یہ بھی لکھا ہی کہ اونکو توبہ نصیب ہوئی۔ ہم بھی ہمارے ہمعصر کو ڈراتے ہین کہ تا جلد توبہ کرلے ورنہ
خوف ہی کہ کہین وہی صورت آپکو بھی پیش نہ آئے کیونکہ آپ بھی ہزارون حدیثین موضوع بتلا رہے ہین ۱۲

طریقۂ تصوف وصوفی کا لقب کب سے شروع ہوا

صوفیہ کا طریق صحابہ اور تابعین پھر اونکے بعد بزرگان دین سے چلا آرہا ہی یہی ہدایت کی راہ اور سچا طریقہ ہی اصل طریقہ یہ ہی کہ عبادت کو لازم کرلینا۔ مخلوق سے علیحدہ ہوکر خالق کے جانب پوری طور سے متوجہ رہنا۔ لذات دنیا اور اوسکی زینتون سے روگردانی۔ لذت جاہ و مال مین جو اکثر خلق مبتلا ہی اوس سے علیحدگی عبادت کیلئے خلوت پسند کرنا۔ جہانتک ہوسکے اپنے نفس کو علیحدہ رہنے کا پابند کرنا۔ یہ روش صحابہ اور سلف مین عام تھی۔ لیکن جب قرن ثانی مین دنیا داری پھیلی تو اللہ والے صوفیہ اور متصوفہ کے نام سے مختص ہوگئے۔ چنانچہ علماء ظاہر کو بھی اسکا اقرار ہی۔ ابن خلدون علم تصوف کے بیان مین لکھتے ہین واصله ان طريقة هؤلاء القوم لم تزل عند سلف الامة وكبارها من الصحابة والتابعين و من بعدهم طريقة الحق والهداية واصلها العكوف على العبادة والانقطاع الى الله تعالى والاعراض عن زخرف الدنيا وزينتها والزهد فيما [illegible]

من لذة ومال وجاه والانفراد عن الخلق في الخلوة [illegible]

في الصحابة والسلف فلما فشا الا[illegible]

وَجَنَحَ النَّاسُ اِلٰى مُخَالَطَةِ الدُّنْيَا اُخْتُصَّ الْمُقْبِلُوْنَ عَلَى الْعِبَادَةِ بِاِسْمِ الصُّوْفِيَّةِ
وَالْمُتَصَوِّفَةِ الخ اور مدت اسلام مین کوئی ایسا زمانہ نہین گذرا کہ جسمین کوئی مرشد
مشائخین صوفیہ سے نہ ہوگا بلکہ ہر زمانے مین ایک صوفی علوم توحید سے ممتاز ہوکر
قوم کی امامت کرتا۔ اور اوسوقت کے بڑے بڑے علما اسکے مطیع و فرمان بردار
رہتے۔ اور اوس سے برکت حاصل کرتے۔ چنانچہ امام قشیری بابِ وصیت مریدین
مین فرماتے ہین۔ وَلَمْ يَكُنْ عَصْرٌ مِنَ الْاَعْصَارِ فِيْ مُدَّةِ الْاِسْلَامِ اِلَّا وَفِيْهِ شَيْخٌ مِّنْ
شُيُوْخِ هٰذِهِ الطَّائِفَةِ مِمَّنْ لَهٗ عُلُوْمُ التَّوْحِيْدِ وَاِمَامَةٌ لِّلْقَوْمِ اِلَّا وَاَئِمَّةُ ذٰلِكَ الْوَقْتِ
مِنَ الْعُلَمَاءِ اسْتَسْلَمُوْا لِذٰلِكَ الشَّيْخِ وَتَوَاضَعُوْا لَهٗ وَتَبَرَّكُوْا بِهٖ الخ **عوارف المعارف**
مین ہے کہ صوفیہ کا حال اصحابِ صُفّہ[1] سے بہت مشابہ ہے کیونکہ یہ باہم جمع اور ملے جلے
ایک دوسرے سے اللہ کے واسطے صحبت و محبت رکھتے اور خدا کی اطاعت مین سرگرم
رہتے ہین اور اکثر خانقاہون اور خلوتون مین رہا کرتے ہین۔ جیسے اصحابِ صفہ کہ
چارسو آدمی کے قریب تھے نہ اُنکے مدینہ مین گہر اور نہ قرابتدار مسجد مین ہی رہتے
نہ زراعت کرتے نہ تجارت نہ دودہ دینے والے جانور پالتے۔ دن کو لکڑیان جمع کرتے
رات کو عبادت و تلاوت مین مشغول رہتے اور جناب

[1] صُفّہ: مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین ایک سایہ دار جا تھی جسمین فقرا ٔ مہاجرین

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونکی غمخواری فرماتے۔ اور لوگون کو بھی اونکی
غمخواری کیلئے برانگیختہ فرماتے اور آپ اونکے پاس بیٹھتے اور اونکے ہمراہ کہانا کہاتے

امروز شاہ شاہان جہان شدہ است مارا		جبریل با ملائک دربان شدہ است مارا

اونہی کی شان مین یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّہُمْ بِالْغَدٰوۃِ
وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْہَہٗ یعنے اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مت نکالو اون
لوگون کو جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے اور اوسکی ذات کے طالب ہین اور آیت
وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّہُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یعنے اور اے نبی کریم
اپنے نفس کو اون لوگون کے ساتھ روکہ رکھو جو اپنے پروردگار کو صبح وشام پکارتے
ہین حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مین نے ستر آدمی اہل صفہ سے اسطرح دیکھے
کہ وہ ایک کپڑے سے نماز پڑہتے تھے بعضے اونمین ایسے تھے کہ کپڑا اونکے زانو تک نہین
ہوتا تھا اور جب رکوع مین جاتے تو کپڑے کو ہاتھ سے پکڑ لیتے کہ تا ستر نہ کھل جاوے
روایت ہی کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل صُفّہ کے پاس برآمد ہوے
اور اونکی محتاجی ملاحظہ کرکے فرمایا کہ اے اصحاب صفہ تمہین بشارت ہو کہ جو تم مین سے
اسی صفت پر قایم رہا اور جو کچھ اوسکے پاس ہی اوس سے راضی رہا تو البتہ وہ قیامت
کے دن میرا رفیق اور ساتھی ہی غرض اللہ تعالی نے بھی قرآن شریف مین جہان

اہل خیر و صلاح کا ذکر فرمایا ہی تو ایک قوم کو ابرار دوسرون کو مقربین فرمایا ہی اور صوفی
مقرب کا نام ہی گو وہ اوس نام سے مشہور نہ ہوا ہو - اور یہ نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ مین نہ تھا تابعین کے زمانہ مین تھا حضرت حسن بصری سے منقول ہی کہ آپنے
فرمایا مین نے طواف مین ایک صوفی کو دیکھا اور مین نے اونکو کچھ دینا چاہا تو انہون
نے نہین لیا اور فرمایا کہ میرے پاس چار دانگ ہین جو مجھے کافی ہین عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ
اَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ صُوفِيًّا فِي الطَّوَافِ فَأَعْطَيْتُهُ شَيْئًا فَقَالَ مَعِي أَرْبَعَةُ دَوَانِقَ تَكْفِينِي
اس روایت کو وہ روایت اور قوت دیتی ہی جو سفیان ثوری سے منقول ہی کہ آپنے
فرمایا اگر ابو ہاشم صوفی نہ ہوتے تو مین ریا کے دقیقے نہ جانتا اور یہ دلیل ہی اس بات
پر کہ یہ نام قدیم سے معروف ہی - اسم اونکی نشانی اور علم الہی اونکی صفت اور تقوے
اونکا پیرہن ہی اور حقائق اونکے اسرار ہین - قرابتدارون سے علیحدہ فضیلتون کے
مالک غیرت کے قبون مین رہنے والے اور حیرت کے ملکون مین بسنے والے فضل
الہی سے ہر گھڑی اونکی ترقی اور آتش شوق شعلہ زن ہی وہ بھی هَلْ مِنْ مَزِيْدٍ کہہ فرما
رہے ہین اے میرے خدا اونکی گروہ مین ہمکو اٹھا - اور اون کے حالات ہمین عطا
انتہی مختصراً ابن خلدون جو علماء ظاہر سے ہین اپنے مقدمہ تاریخ مین علم تصوف کے
بیان مین لکھتے ہین کہ جب صوفیہ مذہب زہد و انفراد عن الخلق و اقبال علی العبادۃ

سے مختص ہوے تو اون ماخذون سے بھی مختص ہوے جو اونکے لئے مدرک ہوتے ہین
اور جس کو وہ پاتے ہین **بات** یہ ہی کہ انسان جس حیثیت سے کہ وہ انسان ہی صرف
بسبب ادراک کے تمام حیوانات سے متمیز ہی اور اوسکا ادراک دو قسم پر ہی ایک
ادراکِ علوم و معارف یقین و ظن و شک و وہم دوسرا ادراکِ احوالِ ثابتہ جیسے
فرح و حزن اور قبض و بسط اور رضا و غضب اور صبر و شکر وغیرہ اور یہی ادراکات
و ارادات و احوال باہم بعضے بعض سے ظاہر ہوتے ہین جیسے دلائل سے علم پیدا
ہوتا ہی اور لذت دہ شے کے ادراک سے فرح اور تکلیف دہ شے کے ادراک سے
حزن پیدا ہوتا ہی حمام سے نشاط تھک جانے سے کسل و ستی پیدا ہوتی ہی - اسیطرح
جب مرید مجاہدہ اور عبادت کرتا ہی تو ضرور ہی کہ ہر مجاہدہ کے بعد اوسکا نتیجہ اور حال
ظاہر ہووے اب وہ حال یا عبادت کے قسم سے ہوگا تو اوسکو رسوخ ہو کر مرید کے لئے
مقام ہو جائیگا یا عبادت کے قسم سے نہ ہوگا بلکہ ایک صفت ہوگی حزن یا سرور یا
نشاط یا کسل وغیرہ مقامات سے جو نفس کو حاصل ہوئی ہی تو پھر مرید ایک مقام سے
دوسرے مقام تک ہمیشہ ترقی کرتا رہیگا حتی کہ توحید و معرفت تک پہونچے جو سعادت
کی غایت اور مقصودِ اصلی ہی اور جب نتیجہ پوری طور سے ظاہر نہ ہوا اور اوسمین
کوئی خلل واقع ہو تو ہم سمجھ جائینگے کہ جو پہلے طاعت و اخلاص (ذکر و شغل) ہوا تھا

اوسمین کچھ نہ کچھ ضرور قصور ہوا اور اسی طرح خواطرِ نفسانیہ اور وارداتِ قلبیہ کا
حال ہی لہذا مرید کو اپنے تمام اعمال کے محاسبہ کی ضرورت پڑتی ہی اور اونکے حقائق کو
پرکھنا پڑتا ہی کیونکہ اعمال کے نتایج ضروری ہین اور جو اونمین نقصان و قصور ہو تو
نتیجون مین بھی ہونا ضرور ہی۔ اور ان سب باتون کو مرید اپنے ذوق سے پہچانتا ہے
اور اوسکے اسباب پر اپنے نفس سے محاسبہ کرتا ہی اور اس رنگ کے لوگ بہت ہی
تھوڑے ہین کیونکہ لوگ غفلت مین ایسے مبتلا ہین کہ ان باتونکی اونکو خبر ہی نہین ہے
اور جب اہل عبادات اس مقام تک نہین پہونچتے تو اونکی غایت یہ ہوتی ہی کہ ایسی
عبادتین کیجئے کہ فقہ کے لحاظ سے درست اور پوری طور سے ادا ہو جائین اور ایسے
لوگ عبادات کے نتایج و ثمرات سے بحث نہین کرتے اور نہ ذوق و وجدان سے اوسکو
حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہین تو پھر کس طرح معلوم ہو کہ یہ اونکے اعمال نقصان و
قصور سے خالص اور پاک تھے۔ تو اب صوفیہ کا اصل طریق محاسبۂ نفس اون اعمال پر ہے
جو ادا کرنے اور چھوڑنے کے کام ہین اور اون ذوقون اور وجدون مین کلام کرنا جو
مجاہدات کے بعد حاصل ہو کر پھر مرید کیلئے مقام ہو جاتے ہین اور اوس مقام سے پھر
دوسرے مقام کی طرف ترقی کرتا رہتا ہی باوجود اس کے اون صوفیہ کے مخصوص آداب
ہین۔ اور الفاظ مصطلحات ہین جو درمیان اونکے مستعمل ہین کیونکہ لغت کے الفاظ

معانی مشہورہ کیلئے ہین اور جب کوئی ایسے معانی پیش آتے ہین جو معروف نہین ہوتے تو ہم کو اوسکے بیان کرنیکے لئے کسی لفظ کی اصطلاح کرنی پڑتی ہی تا اوس لفظ سے وہ معنی سمجھ مین آوے۔ اسیواسطے صوفیہ اس طرح کے علم سے مخصوص ہوگئے کہ کسی اہل شریعت کو اسمین کلام کرنیکی گنجائش نہین۔ اور سچ تو یہ ہی کہ علم شریعت ہی دو قسم پر ہوگیا ہی ایک قسم تو فقہا اور اہل فتاوی سے مخصوص ہی اور وہ عام لوگون کے احکام عبادات و عادات و معاملات ہین دوسری قسم قوم کے لئے خاص ہی جو مجاہدہ و محاسبۂ نفس اور جس قدر وجد اور ذوق سلوک مین حاصل ہوتے ہین اوسمین کلام اور ایک ذوق سے دوسرے ذوق کی طرف جو ترقی ہوتی ہی اوسکی کیفیت جاننا اور جو اصطلاحات ان مین مشہور ہین اوسکی شرح سمجھنا اب یہان سے ہم ابن خلدون کی عربی عبارت لکھکے ترجمہ کرتے ہین تا بعضے مترجمونکی ملمع کاری[1] سب کھل جاوے) فَلَمَّا كُتِبَتِ الْعُلُوْمُ وَدُوِّنَتْ وَاَلَّفَ الْفُقَهَاءُ فِي الْفِقْهِ وَاُصُوْلِهٖ

[1] الغزالی صفحہ ۱۸۶۔ امام غزالی پہلے شخص ہین جنہون نے علمی طور پر اس فن کو مرتب کیا۔ پھر علامہ ابن خلدون کی عبارت وجمع الغزالی سے فقط تک لکھکر ماقبل و مابعد کی عبارت اپنے ثبوت مطلب کے لئے حذف کر گئے پھر الغزالی صفحہ ۱۹۱ لکھا کہ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہی کہ امام صاحب نے تصوف کو فن بنادیا ناظرین انصاف فرمائین کہ یہ جو ترجمہ کیا کہ امام صاحب نے تصوف کو فن بنادیا یہ ابن خلدون کے کونسے الفاظ کا ترجمہ ہے۔ ابن خلدون کی عبارت کا تو یہ خلاصہ ہی کہ تمام علوم تفسیر و حدیث وفقہ وغیرہ جس طرح ابتدا مین سینہ بسینہ چلے آتے تھے اوسی طرح تصوف کا بھی حال تھا جس طرح وہ علوم

وَالْكَلَامِ وَالتَّفْسِيْرِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ كُتُبٌ رِجَالٌ مِنْ اَهْلِ هٰذِهِ الطَّرِيْقَةِ فِيْ
طَرِيْقِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ كَتَبَ فِي الْوَرَعِ وَمُحَاسَبَةِ النَّفْسِ عَلَى الْاِقْتِدَاءِ فِي الْاَخْذِ
وَالتَّرْكِ كَمَا فَعَلَهُ الْقُشَيْرِيُّ فِيْ كِتَابِ الرِّسَالَةِ وَالسَّهْرَوَرْدِيُّ فِيْ كِتَابِ
عَوَارِفِ الْمَعَارِفِ وَاَمْثَالِهِمْ وَجَمَعَ الْغَزَالِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ بَيْنَ الْاَمْرَيْنِ فِيْ كِتَابِ
الْاِحْيَاءِ فَدَوَّنَ فِيْهِ اَحْكَامَ الْوَرَعِ وَالْاِقْتِدَاءِ ثُمَّ بَيَّنَ آدَابَ الْقَوْمِ وَسُنَنَهُمْ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۷ } مدوّن ہوے اوسی طرح اہل طریقت نے اپنے علوم کو بھی مدوّن کیا تو علم تصوف ایک علم مدون ہو گیا۔ اور امام غزالی نے اون دو طریقون کو ایک جا جمع کیا افسوس کیا جمع کرنا اور فن بنانا ایک ہی شے ہے جیسے شیعہ قرآن مجید کو بیاض عثمانی کہتے ہین **غرض** مترجم کی یہ تھی کہ کسی طرح ماقبل و مابعد کی عبارت حذف کرکے مورخ ابن خلدون سے یہ ثابت کیجئے کہ یہ علم جدید ہے اور امام صاحب نے ہی تصوف کو فن بنایا ہے۔ اور ابن خلدون جو ابتدائے علم تصوف مین عبارت لکہی ہے اوس سے بھی چشم پوشی کی۔ گو ہم نے متن مین اوس عبارت کو لکہا ہے لیکن یہان ناظرین کیلئے پہر اوس کا اعادہ کرتے ہین مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۷۸ واصلہ ان طریقۃ ھٰؤلاء القوم لم تزل عند سلف الامۃ وکبارھا من الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم طریقۃ الحق والھدایۃ الخ وہ تو کہتے ہین کہ اس قوم کا طریقہ بزرگان دین صحابہ و تابعین سے چلا آرہا ہے اور ہمارا معاصر ذہین سے یہ ثابت کیا چاہتا ہے کہ امام غزالی نے اسکو فن کیا ہے۔ ہم نے الغزالی تصوف کے چار ورق غور سے دیکہے تو اسقدر کم و بیشی نکلی رسالہ اصل مذہب نعمانی مین لکہا کہ سیرۃ النعمان کے صفحہ ۱۳۱ مین لکہا ہے کہ بے شبہ امام ابوحنیفہ نے ایسا ہی کیا ہوگا لیکن اس حیثیت سے وہ رومیون کی بہ نسبت فارسیون کے قانون سے زیادہ مستفید ہوتے ہونگے الخ اس نیچری نے امام پر بڑی تہمت لگائی۔ کہتا ہے کہ ملک روم کے نصاریٰ اور ایران کے آگ پوجنے والون سے آپ نے اخذ کیا ہے اور **صبح امید** مین سید احمد خان کو اپنا مقتدا و مرشد مانا ہے **ع** تا دیدہ قوم کا خدائی ہو وہ خضر طریق رہنمائی۔ اور علیگڈہ کے مدرسہ کی تعریف مین لکہا ہے **ع** قایم ہوا باتفاق باہم پڑاک مدرسۃ العلوم اعظم ہو وہ کعبۂ آرزو ہمارا کہ ہر غم مین ہو چارہ جو ہمارا الخ یہ رسالہ مطبع ابوالعلائی مین طبع ہو چکا ہے شبلی صاحب کے پوست کندہ حالات جسمین مندرج ہین ۱۲۔

وَشَرَحَ اصْطِلَاحَاتِهِمْ فِي عِبَارَاتِهِمْ وَصَارَ عِلْمُ التَّصَوُّفِ فِي الْمِلَّةِ عِلْمًا مُدَوَّنًا بَعْدَ اَنْ كَانَتِ الطَّرِيْقَةُ عِبَادَةً فَقَطْ وَكَانَتْ اَحْكَامُهَا اِنَّمَا تَتَلَقَّى مِنْ صُدُوْرِ الرِّجَالِ كَمَا وَقَعَ فِي سَائِرِ الْعُلُوْمِ الَّتِيْ دُوِّنَتْ بِالْكِتَابِ مِنَ التَّفْسِيْرِ وَالْحَدِيْثِ وَالْفِقْهِ وَالْاُصُوْلِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ الخ یعنے جب علوم لکہے گئے اور مدون ہوے تو فقہار نے فقہ و اصول فقہ وکلام وتفسیر وغیرہ مین کتابین تالیف کین۔ اس طریقہ کے بزرگون نے بھی اپنے طریقہ مین کتب لکھ ڈالے کسی نے ورع ومحاسبہ نفس اخذ وترک کی اقتدا مین جیسے قشیری رحمہ اللہ نے کتاب رسالہ مین۔ اور سہروردی کتاب عوارف المعارف مین اور اونکے جیسے لوگون نے بھی لکھا اور غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے دونون طریقون کو احیار مین جمع فرمایا چنانچہ ورع واقتدا کے احکام لکھنے کے ساتھ ارباب حال کے آداب اور طریقے بتلائے اور اون کے مصطلحات کی شرح لکھی اور علم تصوف ملت مین ایک علم مدون ہوگیا جو پہلے صرف طریقۂ عبادت تھا اور جس کے احکام سینہ بسینہ چلے آتے تھے (اسی پر موقوف نہین) بلکہ تمامی علوم کا یہی حال ہی جو تفسیر وحدیث وفقہ واصول مین کتابین مدون ہوئی ہین۔

فضیلت علم صوفیہ

امام قشیری آخر رسالہ باب الوصیۃ للمریدین مین فرماتے ہین۔ کہ صوفیہ کے دلائل سب کے

دلائل سے اعلیٰ ہین انکے مذہب کے قواعد سب مذہبون کے قاعدون سے اقوی ہین
کیونکہ لوگ دو قسم ہین ۔ یا اصحاب نقل واثر یا ارباب نقل وفکر ۔ اس گروہ کے مشائخین
اس سے اوپر ترقی کر گئے جو لوگون کے پاس غائب ہی وہ اون کے نزدیک ظاہر ہے
جو دوسرے لوگونکا مطلوب ومقصود ہی وہ اونکے لئے فضل الہی سے موجود ہی ۔ وہ اہل
وصال و دوسرے لوگ اہل استدلال ہین ۔ گویا اون ہی کی شان مین شاعر نے کہا ہی

لَیۡلِیۡ بِوَجۡہِکَ مُشۡرِقٌ	وَظَلَامُہٗ فِی النَّاسِ سَارِ
وَالنَّاسُ فِیۡ سَدَفِ[1] الظَّلَامِ	وَنَحۡنُ فِیۡ ضَوۡءِ النَّہَارِ

زمانۂ اسلام مین سے ہر ایک زمانہ مین اون مشائخین صوفیہ مین سے ایک شیخ
ضرور ایسا ہوتا جو علوم توحید سے ممتاز اور امامت قوم سے سرفراز ہوتا اور اوس وقت
کے علما اور ائمہ شریعت اوس شیخ کی اطاعت بجان ودل کرتے ۔ اور اوس سے
برکات حاصل کرتے ۔ اگر صوفیہ کو یہ خصوصیت و برکات نہوتے تو کام بالعکس ہوتا
یعنے صوفی مولوی سے برکات حاصل کرتا ۔ پہر حضرت شیبان راعی کا قصہ جو امام شافعی
و امام احمد رحمہم سے ہوا ہی بیان کرکے فرماتے ہین فَاِذَا کَانَ حَالُ الْاُمِّیِّ مِنْهُمْ هٰكَذَا
فَمَا الظَّنُّ بِاَئِمَّتِهِمْ یعنے جب ان ان پڑہ صوفی کا یہ حال ہو تو اب اونکے امامون کو تو کیا
خیال کرتا ہی ۔ پہر علماء ظاہر کے حکایات جو علماء باطن کی فضیلت کے مقر ہوگئے

[1] جمع سدفة وهي الظلمة ۱۲

بیان کرکے فرماتے ہین کہ جب اس گروہ صوفیہ کے اصول اصح اصول ہین اور انکے مشائخ و مرشدین سب سے بڑے ہوے اور انکے علما سب سے زیادہ عالم ہین تو جو مرید انکا معتقد ہی اور سالک بھی ہی تو اونکے مکاشفات غیب مین سے کچھ نہ کچھ اوسکو بھی حصہ ملیگا پھر وہ اس گروہ کے سوا دوسری جماعت کا طفیلی کسطرح بنیگا۔ اور جس مرید کو کچھ بھی حال مستقل نہ ہو صرف اتباع و تقلید کر رہا ہی اور چاہتا ہی کہ مقام تحقیق کو پہونچے تو وہ اپنے سلف کی پیروی کرے اور اسی طریقہ پر چلے۔ انہین کی اقتدا بنسبت دوسرو نکے بہتر اور اعلیٰ ہی۔ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا۔ لَوْعَلِمْتُ اَنَّ لِلّٰهِ عِلْمًا تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ اَشْرَفَ مِنْ هٰذَا الْعِلْمِ الَّذِيْ نَتَكَلَّمُ فِيْهِ مَعَ اَصْحَابِنَا وَاِخْوَانِنَا لَسَعَيْتُ اِلَيْهِ وَلَقَصَدْتُهٗ یعنے اگر مین جانتا کہ دنیا مین کوئی علم اس علم سے جو ہم اپنے دوستون اور برادرون سے بیان کرتے ہین بہتر ہی تو مین ضرور اوسکی طلب کرتا (تو معلوم ہوا کہ علم صوفیہ سے اشرف کوئی علم نہین) پھر فرماتے ہین کہ مرید کو چاہیئے کہ فقہا کے مسائل مین سے جسمین زیادہ احتیاط ہو اوسی کو اختیار کرے تا خلاف سے نکل جاوے اور شریعت کی رخصتین ضعیفون اور کام والون کیلئے ہین۔ اور صوفیہ کو تو سوائے خدمت حق کے اور کیا کام ہی۔ پھر مرید کو چاہیئے کہ کوئی مرشد پیدا کرے (تا سیر الی اللہ کے آداب سیکھے) جسکا کوئی اوستاد نہین وہ کبھی نجات نہ پائیگا۔ حضرت بایزید فرماتے ہین

مَنۡ لَّمۡ یَکُنۡ لَّهٗ اُسۡتَاذٌ فَاِمَامُهُ الشَّیۡطَانُ جس کو استاد نہین اوسکا امام شیطان ہی
مین نے استاد ابو علی دقاق[1] سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ جو جھاڑ بغیر بونیوالے کے آپ سے
آپ اُگتا ہی تو ہرا بھرا ہوتا ہی لیکن پھل نہین لاتا۔ اسی طرح مرید کو جب مرشد نہ ملے کہ
جس سے وہ تربیت پاکر درجہ بدرجہ ترقی کرسکتا تھا تو وہ اپنی خواہشات کا مطیع
رہتا ہی جس سے خلاصی ممکن نہین ہوتی۔ پھر آپ سلوک کے مراتب بیان فرمائے ہین
ہم اس کتاب سے اتنے پر ہی کفایت کرتے ہین ورنہ اسمین بہت[1] کچھ ہی امام غزالی[2]
فرماتے ہین کہ علم طریق آخرت کے دو قسمین ہین ایک علم مکاشفہ دوم علم معاملہ
قسم اول کا نام علم باطن ہی اور وہ سب علوم کی انتہا اور علت غائی ہی۔ چنانچہ
بعض عارفون نے کہا کہ جس شخص کو اس علم سے بہرہ نہ ہو مجکو اوسکے خاتمہ کے برے

---

[1] الغزالی صفحہ ۱۹۶ امین لکھا کہ اس رسالہ مین یعنے رسالہ قشیریہ مین کسی چیز کی حد اور حقیقت نہین بیان کی۔ اور مکاشفات اور روحانی ادراکات کا تو سرے سے ذکر نہین الخ غالباً اس قائل نے یا تو پورا رسالہ نہین دیکھا یا یہ کہ جناب عالی کے مکاشفات اور ادراکات روحانی کچھ اور ہی ہین جو علیگڈھ کے مدرسہ مین حاصل ہوئے ہین کشف الظنون مین ہی الرسالۃ القشیریۃ فی التصوف للامام ابی القاسم عبد الکریم بن ھوازن القشیری الاستاذ الشافعی المتوفی سنۃ خمس وستین واربعمائۃ ۴۶۵ وھی عمدۃ فی ھذا الفن الخ شارح رسالہ شیخ زکریا انصاری فرماتے ہین ھذہ الرسالۃ فی علم التصوف للامام العالم الجامع بین الشریعۃ والحقیقۃ الی ان قال وبمولدہ سنۃ ست وسبعین وثلثمائۃ ۳۷۶ الخ

[2] احیاء العلوم جلد اول ۱۲۔

ہونے کا خوف ہی۔ اور ادنی بہرہ اُس علم کا یہ ہی کہ اوسکی تصدیق کرے اور جو لوگ
اوسکے اہل ہین اونکے لئے اس علم کا ہونا مانے اور بعض کا قول ہی کہ جو شخص دنیا سی
محبت رکہتا ہو یا خواہشِ نفس پر اڑا ہوا وسکو یہ علم حاصل نہ ہوگا گو وہ اور سب علمونکا
محقق ہوجاے۔ حالانکہ یہ علمِ مکاشفہ صدیقون اور مقربون کا علم ہی۔ اور وہ ایک نور
ہوتا ہی اور اوسی دل مین چمکتا ہی جسکا دل بُرے صفات سے پاک ہوتا ہی۔ اور اس نور
سے آدمی کو بہت سی باتین منکشف ہوتی ہین۔ جنکا پہلے نام سنا کرتا تہا اور اونکے لئے
معنی مجمل غیر واضح وہم کرتا تہا اب اس نور کے باعث اون سب کے معنی واضح ہوجاتے
ہین یہانتک کہ اس وقت مین ذاتِ خداے پاک اور اوسکے صفات و افعال کی معرفت
حقیقی حاصل ہوتی ہی اور دل کی معرفت اور فرشتے کا القا اور شیطان کے خطرہ کا فرق
اور خدا تعالی کا القا اور اوسکی ذاتِ کریم کے دیکہنے کے معنی اور اوس سے نزدیک ہونے
اور اوسکے ہمسایہ مین جا اترنے کی غرض اور ملأ اعلی کی رفاقت اور سوا اسکے اور باتین
جنکی تفصیل طویل ہی اوس نور کے سبب معلوم ہوجاتے ہین اور یہ نور انسان کے جوہر مین ہی
بشرطیکہ آئینہ دل پر دنیا کی خباثتون کے زنگ کی تہین نہ جم گئی ہون۔ اور علمِ طریق
آخرت سے ہماری غرض یہ ہی کہ آئینہ دل کی جلا کی کیفیت کا علم اون خباثتون سے
جو اللہ تعالی سے اور اوسکے صفات و افعال کی معرفت سے روکتے ہین اور اوس کی

صفائی اور جلا کی تدبیر بجز اسکے نہین کہ شہوتون سے باز رہے اور انبیا علیہم السلام کی اقتدا اونکی سب حالتون مین کرے اس تدبیر سے جس قدر دل صاف ہوتا جاویگا اور اوسکے مقابل امر حق کا حصہ واقع ہوگا اوسی قدر اوسمین اوسکی حقیقتونکی جھلک واقع ہوگی۔ اور اس جلا کی سبیل بجز ریاضت کے جسکی تفصیل اپنے موقع پر مذکور ہوگی اور بدون سیکھنے کے اور کچھہ نہین۔ اور یہ وہ علوم ہین کہ کتابون مین نہین لکھے جاتے۔ اور جس شخص کو خدا تعالی یہ علم کچھہ بھی عنایت کرتا ہی وہ اوسکا ذکر دوسرونسے نہین کرتا صرف جو اوسکے اہل ہین اونہین سے کہتا ہی اور یہ وہی علم پوشیدہ ہی۔ جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث[1] مین مراد لیا ہی کہ بعض علم مثل ہیئت مکنون کے ہین کہ اونکو سوائے خدا کے عارفون کے اور کوئی نہین جانتا قسم دوم علم یعنے علم معاملہ وہ دل کے حالات کا معلوم کرنا خواہ اچھے ہون جیسے صبر و شکر اور خوف و رجا وغیرہ یا برے جیسے کینہ و حسد کبر و بغض و ریا وغیرہ تو اب ہر ایک کی تعریف

---

[1] فقیر کہتا ہی کہ کتاب العلم مین صحیح بخاری کے مسطور ہے قَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا یَعْرِفُوْنَ اَتُحِبُّوْنَ اَنْ یُّکَذَّبَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ یعنے شیر خدا فرماتے ہین کہ لوگون کو ایسی حدیثین سناؤ جو وہ سمجھتے ہون کیا تم کو اچھا معلوم ہوتا ہی کہ اللہ تعالے اور اوس کے رسول جھٹلائے جائین ۱۲ ۔ منہاج العابدین مین امام زین العابدین سے منقول ہے[2] یارب جوھر علم لو ابوح بہ لقیل لی انت ممن یعبد الوثنا ۔ [2] ابو عبد الرحمن سلمی بروایت ابوہریرہ بہ سند ضعیف ۱۲

وحقیقت وسبب وثمرہ وعلاج کو معلوم کرنا علم آخرت ہی حاصل یہ کہ فقہا کی نظر
دنیا کی اون چیزون کی نسبت ہی جو فرض عین ہی اور یہ علم جو ہمنے بیان کیا آخرت
کی بہتری کی نسبت ہی۔ اگر کسی فقیہ سے ان باتون مین سے ایک بھی بات مثلاً
توکل یا اخلاص کو پوچھو یا سوال کرو کہ ریا سے بچنے کی کیا صورت ہی تو اس سوال کے
جواب مین توقف کریگا حالانکہ یہ بات خود اوسپر فرض عین[1] ہی کہ اوسکے معلوم نہ
کرنے سے آخرت اوسکی برباد ہوتی ہی اگر اوس سے لعان اور ظہار اور گھوڑدوڑ کا
مسئلہ دریافت کرو تو دفتر کے دفتر بیان کر دیگا جسکی سالہائے سال مین ضرورت
نہین پڑتی اور اگر حاجت بھی ہو تو شہر مین اوسکے بتانیوالے بہت موجود ہین اور
لوگون کو دھوکا یہ دیتا ہی کہ مین فقہ اسلئے سیکھتا ہون کہ یہ علم دین اور فرض کفایہ ہے
لیکن عقلمند سمجھتا ہی کہ اگر اوسکی یہی غرض ہوتی تو فرض کفایہ پر فرض عین کو مقدم کرتا
اور حالانکہ علم فقہ اوّل درجہ کا علم دین نہین کیونکہ فقہ کی منتہائے نظر کو سوچو تو جانلوگے

---

[1] فقیر کہتا ہی کہ ردّ المحتار جلد اول صفحہ ۳۲ مین بھی اس علم کو فرض عین لکھا ہی وفی تبیین المحارم
لاشك فی فرضیة علم الفرائض الخمس وعلم الاخلاص لان صحة العمل موقوفة علیها
وعلم الحلال والحرام وعلم الریاء لان العابد محروم من ثواب عمله بالریاء وعلم الحسد
والعجب اذ هما یأكلان العمل كما تأكل النار الحطب الخ وقال ایضاً وعلم القلب
ای علم الاخلاق لما علمت انه فرض عین وهو مبین فی ربع المهلكات من الاحیاء مختصراً

کہ اوسکی نظر دنیا کے حدود سے آخرت کی طرف تجاوز نہین کرتی مثلاً اسلام مین اگر فقیہ
بیان کریگا یہی بیان کریگا کہ اوسکا اسلام درست ہوا اور یہ اسلام نا درست اور شرطین
مسلمان ہونیکی یہ ہین مگر اس سارے بیان مین اوسکا التفات بجز زبان کے اور طرف
نہ ہوگا۔ دل کی جانب تو کبھی اوسکا خیال نہ گیا اور وہ بالکل اسکی بحث سے خارج ہی ہا
ز فقیر کہتا ہی حالانکہ دل تمام اعضا کا سردار ہی اوسکی درستگی سے سب کی درستگی اوس کے
بگاڑ سے سب کا بگاڑ ہی چنانچہ صحیح بخاری مین ہی اِنَّ فِی جَسَدِ اٰدَمَ لَمُضْغَةً اِذَا
صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ)
اور آخرت مین زبانی اقوال کارآمد نہین بلکہ دلون کے انوار و اسرار و اخلاق مفید ہین
اور یہ امور فنِّ فقہ سے نہین۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا دستور تھا کہ وہ حکم دینے یعنے فتوے
دینے سے بہت بچتے تھے اور ہر ایک ایک دوسرے پر ٹالدیا کرتے مگر جب کوئی علمِ قرآنی
اور طریقِ آخرت کا حال پوچھتا تو احتراز نہ فرماتے بلکہ بتا دیتے۔ اور فرضِ کفایہ تو
اور چیزین بھی ہین جیسے طب (اور پچھنے لگانا کپڑا بننا وغیرہ) حالانکہ اوسکی ضرورت بھی
بعضے شہرون مین ہی لیکن یہ جو علمِ فقہ خصوصاً مسائلِ خلافی اور لڑائی جھگڑے کے سکھنے

؎ قال فی تبیین المحارم واما فرض الکفایۃ من العلم فھو کل علم لا یستغنی
عنہ فی قوام امور الدنیا کالطب والحساب والنحو واللغۃ الی ان قال واصول
الصناعات والفلاحۃ کالحیاکۃ والحجامۃ (ردّ المحتار جلد اول صفحہ ۳۲)

مبالغہ کرتا ہی تا کوئی فیصلہ کرنیکا کام یا حکومت ملے اور اپنے ہمسرون مین نام پیدا کرے مولوی کہلائے (اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ) افسوس صد افسوس کہ بُرے عالمون کے دہوکے سے دین مٹ گیا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہین کہ ہمکو اُس مغالطے سے بچائے جس سے اوسکی خفگی ہو۔ علمائے ظاہر مین سے جو اہلِ ورع تھے وہ علمائے باطن اور صاحب دلونکی فضیلت کے مُقرِ تھے مثلاً امام[1] شافعی حضرت شیبان چرواہی کے سامنے ایسے بیٹھتے جیسے لڑکا مکتب مین اوستاد کے سامنے بیٹھتا ہی اور اون سے پوچھتے کہ فلان فلان امر مین ہم کیا کرین۔ لوگ امام شافعی سے کہتے کہ آپ جیسا شخص اس جنگلی آدمی سے پوچھتا ہی۔ آپ فرماتے کہ جو تم نے سیکھا ہی اس شخص کو اوسکی توفیق ملی ہی۔ اور امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہم کے پاس آیا جایا کرتے حالانکہ علمِ ظاہر مین یہ اون دونون کے پلّے کے نہ تھے اور وہ دونون انسے پوچھا کرتے تھے کہ ہم کیا کرین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی جب پوچھا گیا کہ اگر ہمکو ایسا امر پیش ہو کہ ہم اوس کو قرآن و حدیث مین نہ پائین تو کسطرح کرین آپنے[2] فرمایا کہ نیکبختون سے سوال کرو اور اوسکو اونکے مشورہ پر منحصر کرو۔ اور اسی وجہ سے کہا گیا ہی کہ علمائے ظاہر

[1] فقیر کہتا ہے کہ یہ چارون امام ظاہر و باطن کے جامع ہین لیکن اون حضرات پر علم باطن کا غلبہ رہتا تھا یہ ائمہ علمِ باطن مین اون سے مستفید ہوتے اور وہ حضرات علمِ ظاہر مین ان سے پوچھ لیتے ۱۲۔

[2] طبرانی بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما ۱۲

زمین اور مُلک کی زینت ہین اور علمائے باطن آسمان اور ملکوت کی الخ اور امام نے
ابتدائے کتاب مین یہ بھی تصریح فرمادی ہو کہ علم معاملہ کی تقسیم دو حصّون مین ضروری
ہوئی ایک ظاہر جو متعلق اعضا سے ہو وہ منقسم عبادت اور عادت مین ہو۔ اور باطن
جو دل کے احوال اور نفس کی عادتون سے متعلق ہو وہ بھی دو قسم ہو اچھی اور بُری تو
سب چار قسمین ہوئین۔ اور علم معاملہ سے غرض یہ ہو کہ آدمی اوسپر عمل کرکے علم مکاشفہ تک
پہونچے۔ اور یہ علم معاملہ اوس علم مکاشفہ کا ذریعہ ہو الخ حضرت شہاب الدین
سہروردی عوارف مین فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ
يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا الخ یعنے کسی آدمی کو
سزاوار نہین کہ اللہ تعالیٰ اوس سے باتین کرے مگر یہ کہ وحی یا پردہ کے پیچھے سے یا کسی
رسول کو بھیجے تو رسول کا بھیجنا اور وحی انبیائے کرام علیہم السلام کیلئے مخصوص ہو اور
پردہ کے پیچھے سے کلام الہام اور ہاتف اور خواب وغیرہ مشائخ و راسخین فی العلم کے
واسطے مخصوص ہو اور بھی فرمایا وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ یعنے تم اللہ تعالیٰ سے
ڈرو اور اللہ تمکو تعلیم دیتا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان علم کے
پردہ مین تم پر غالب آجاتا ہو اور کہتا ہو کہ علم طلب کر اور جب تک کہ تو علم نہ پڑھے
عمل نہ کر اسی واسطے ہمیشہ بندہ علم ہی پڑھتا ہو اور عمل کو ٹالتا ہو یہانتک کہ مر جاتا ہے

اور عمل نہین کرتا اور ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ علم کثرتِ روایت سے نہین حاصل ہوتا
علم خوف ہی ہے قال اللہ تعالیٰ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا[1] پھر علومِ دراست سے
علومِ وراثت نکلے اور علومِ دراست دودہ کی مثال اور علومِ وراثت مسکہ جو دودہ
سے نکلا ہے اگر دودہ نہ ہو تو مسکہ بھی نہ ہو۔ مگر مسکہ وہ دہنیت اور چکنائی ہے جو دودہ سے مقصود ہے

علمِ باطن ہمچو مسکہ علمِ ظاہر ہمچو شیر	کے بود بے شیر مسکہ کے بود بے پیر پیر

اور ایمان کے بھی مراتب ہین۔ علم الیقین[2]۔ عین الیقین۔ حق الیقین۔ اور علم
صوفیہ کا مقاماتِ مشاہدہ سے ہے اور وہ عین الیقین اور حق الیقین ہے جو مسکہ کے
مانند ہے لیکن دودہ سے ہی نکلا ہے۔ اور اسی علمِ باطن اور قوتِ یقین کی طرف اس
حدیث مین اشارہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عالم کی
ترجیح عابد پر ایسی ہے کہ جیسی مجھے میری امت پر۔ تو علمِ بیع و شراء و طلاق و عتاق کیطرف
اس حدیث مین اشارہ نہین ہے اور یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا کہ اگر شیطان بنی آدم کے قلوب کے اردگرد نہ پھرتے تو ضرور مقاماتِ ملکوت کو
دیکھ لیتے اور جب نفوس پاک اور مزکّٰی ہو گئے تو اونکے آئینۂ قلوب صیقل تقویٰ سے

[1] یعنے بجز اسکے نہین کہ اللہ سے وہی بندے ڈرتے ہین جو عالم ہین۔ تو یہ اِنَّمَا حصر و قصر کیلیے ہے تو جسکو خوف
خدا نہین وہ عالم ہی نہین۔ اسی لئے زہد و تقوی ضرور ہے ۱۲ [2] علم الیقین کی مثال جیسے کسی کو علم ہوا کہ آگ
جلاتی ہے اور عین الیقین یہ کہ خود کسی شے کو آگ مین ڈالکر دیکھ لیا کہ جل گئی۔ حق الیقین یہ کہ آگ خود اپنے ہی جسم کو

مجلّی ہوگئے پہراونمین اشیاء کی صورتین اپنی ہئیت اور ماہیت پر ظاہر ہوگئین تو دنیا
اپنی بُری صورت سے ظاہر ہوئی اوسے ترک کیا اور آخرت اپنے حسن سے جلوہ گر
ہوئی اُسے طلب کیا پہر جب کہ دنیا مین انہون نے کم رغبتی کی تو اونکے باطنون مین
انواعؔ واقسام کے علوم جوش زن ہوے اور علمِ وراست کے ساتھ علمِ وراثت بھی ملگیا

ؔ جو علوم صوفیہ ہین اور جسکو وہ فرض سمجھتے ہین وہ یہ ہین علمِ حال ۔ علمِ قیام ۔ علمِ خواطر ۔ علمِ یقین ۔ علمِ
اخلاص ۔ علمِ نفس اور اوسکے اخلاق کی معرفت (اور معرفتِ نفس سب سے عزیز اور بزرگ علم ہے ۔)
علمِ معرفتِ اقسامِ دنیا اور وجوہِ دقایق ہوے اور مخفی شہواتِ نفس اور اوسکی حرص ۔ علمِ ضرورتِ
قولی وفعلی ولباس وخواب وخور ۔ علمِ حقایقِ توبہ ۔ علمِ سئیاتِ مخفی ۔ علم اوس سیات کا جو ابرار کے
حسنات ہین ۔ علمِ خطراتِ فضولی کے روکنے کا پہر علمِ مراقبہ اور علم اون اشیاء کا جو مراقبہ مین خلل
ڈالے ۔ علمِ محاسبہ ۔ علمِ حقایق التوکل اور متوکل کے گناہ اوس کے توکل مین اور فرق اوس توکل
مین کہ بحکمِ ایمان واجب ہی اور اوس توکلِ خاص مین جو اہلِ عرفان کے ساتھ مختص ہے ۔ علمِ زہد
اور معرفت زہد فی الزہد اور زہد فی الزہد کے بعد معرفتِ زہدِ ثالث کی علمِ رضا اور مقامِ رضا کے
گناہ ۔ علمِ انابت والتجا معرفتِ اوقاتِ دعا وسکوت عن الدعاء ۔ علمِ محبت وتفاوتِ محبت عامہ
(جسکی تفسیر امتثالِ امر ہے) ومحبتِ خاصہ ۔ بعضے علماء دنیا محبتِ خاصہ کا انکار کرتے ہین جس طرح رضا
سے انکار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ بجز صبر کے نہین ۔ پہر محبتِ خاص کا تقسیم ہونا محبتِ ذات وصفات
مین اور تفاوتِ محبتِ قلب ومحبتِ روح وعقل ونفس مین اور فرق محب ومحبوب ومرید ومراد کے
مقام مین ۔ پہر علوم مشاہدات جس طرح ہیبت وانس قبض وبسط وہم اور بسط ونشاط مین فرق ۔
علمِ فنا وبقا اور تفاوتِ احوال فنا اور استتار وتجلی ۔ جمع وفرق ۔ لوامع وطوالع وبوادی صحو وسکر وغیرہا
انکے سوا اور علوم ہین جسکو علماءِ آخرت بعد عمل کے پاتے ہین اور علماءِ دنیا محروم رہتے ہین اور وہ
علوم ذوقیہ ہین جو ذوق وجدان سے حاصل ہوتے ہین ۔ جس طرح علم کیفیتِ حلاوتِ شکر کا بیان
کرنے سے حاصل نہین ہوتا بلکہ جس نے چکھا اوسی نے جانا (عوارف المعارف)

اور یہ بھی آپنے فرمایا کہ مرید مطالعہ کیلئے علوم واحادیث وحکایاتِ صالحین اور انواع واقسام کے حکم وامثال کا محتاج ہوتا ہی جس کے سبب عذابِ آخرت سے نجات پاتا ہی۔ اور قلب ہر ایک اچھی شے کا انتخاب کرتا ہی لیکن آدابِ مطالعہ سے یہ ہی کہ جب حدیث وعلم کے مطالعہ کا ارادہ ہو تو یہ سمجھنا چاہئے کہ کبھی مطالعہ ہوائے نفسانی سے بھی ہوتا ہی۔ کیونکہ نفس جب ذکر وتلاوت وعمل سے گھبرا جاتا ہے تو وہ مطالعہ سے ایسی ہی راحت پاتا ہی جیسے لوگونکی صحبت اور اونکی بات چیت سے تو عقلمند کو چاہئے کہ اپنے نفس سے خبردار رہے اور کسی کتاب اور علمی بات کا مطالعہ کرنے مین سبقت نہ کرے بلکہ بعدِ ثبوت وقرار کے رجوع الی اللہ کرے اور اوسکی رحمت سے تائید چاہے کیونکہ کبھی مطالعہ سے بھی اللہ تعالی وہ مراتب عنایت فرماتا ہی جس سے اوسکی حال کی ترقی ہوتی ہی اور اگر پہلے مطالعہ کے استخارہ کرلے تو اور بھی اچھا ہی تا اللہ تعالی اوسکے لئے سمجھنے اور سمجھانے کے دروازے کھولدے غرض علم کیلئے ایک صورتِ ظاہری اور ایک سرِ باطنی اور وہ فہم ہی جسکی بزرگی اس قولِ خداوندی سے ظاہر ہی فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا یعنے ہمنے اوسے سلیمان کو سمجھا دیا۔ اور ہر ایک کو ہمنے حکم اور علم دیا۔ اس آیت مین فہم کی طرف خصوصیت کے ساتھ اشارہ فرمایا۔ اور حکم وعلم کو علٰحدہ علٰحدہ کر دیا۔

اسی لئے علماءِ باطنی نے جو ضروری چیزین اصلِ دین ہین اور جسپر بنیاد شرع
کی ہی حاصل کر کے اللہ تعالی کی طرف اس طرح رخ کیا کہ غیرِ حق کا خیال تک نہ آیا
پہر مقامِ قرب تک اونکی روحین پہونچ گئین اور ارواح نے قلوب کو منوّر کیا
جب قلب آئینہ کی طرح روشن ہو گیا۔ تو لوحِ محفوظ سے اوسکو کسی قدر سامنا
اور محاذات ہو گئی اوسوقت اوس نے صفائی باطن سے اصولِ علوم کو سمجہہ لیا
تو اب وہ علمِ کلّی اس جزئی علم کی طرف رجوع کرنے نہین دیتا کیونکہ علومِ جزئیہ تعلیم
اور مشق سے نفوس مین متجزّی اور منقسم ہین۔ اسکے وہی اہل ہین جو اس کے
ظروف ہین تو علماءِ ظاہر کے نفوس جزئی سے بہر گئے اور اوسی مین وہ ایسے
مشغول ہو گئے کہ کلّی سے منقطع اور علٰحدہ ہو گئے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے
فرمایا کہ اللہ تعالی صاحبِ علم و روایت کی پروا نہین کرتا بلکہ جو صاحبِ علم
و درایت ہو اوسکا خیال فرماتا ہی۔ اور کبھی بندہ عالم باللہ اور صاحبِ یقینِ کامل
ہوتا ہی اور فرضِ کفایات کا اوسکو علم نہین ہوتا۔ چنانچہ اصحابِ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علمِ حقایق و دقایق و معرفت مین علماءِ تابعین سے
بڑہکر تھے۔ اور علماءِ تابعین علمِ فتوی اور احکام مین بعضے صحابہ سے زیادہ تھے انچ
روایت ہی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو فرماتے

کہ سعید بن المسیب سے پوچھو اور حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے کہ جابر بن عبد اللہ سے پوچھو
اور حضرت انس بن مالک فرماتے کہ حسن بصری سے دریافت کرو اسواسطے کہ انہین یاد ہی اور
ہم بھول گئے تو اُن صحابہ کا علم فتوی اور احکام مین یہ حال تھا لیکن حقایقِ یقین اور دقایقِ
معرفت اون تابعین کو خود سکھلاتے (حاصل کلام علمِ باطن علمِ ظاہر سے جدا نہین چنانچہ جنید
رضی اللہ عنہ کا فرمان تھا کہ ہمارا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حدیث سے ملا ہوا
اور موید ہی بعض صوفیہ نے کہا کہ جس شخص نے اپنے نفس پر قول و فعل مین سنت کو امیر و فرمان روا
کر دیا تو اوسنے حکمت کے ساتھ کلام کیا اور جس کسی نے ہوے کو اپنے نفس پر حاکم کیا تو اوس نے
بدعت کی گفتگو کی نقل ہی کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز اپنے دوست سے کہا
کہ ہمارے ساتھ چلو اوس شخص کو دیکھین جس نے اپنے تئین ولی مشہور کر رکھا ہی اور یہ شخص اپنے
گرد و نواح مین زہد اور عبادت کے ساتھ مشہور و معروف تھا تو ہم اوسکی طرف چلے تو وہ جب اپنے گھر
سے مسجد کی طرف نکلا قبلہ کی طرف تھوکا حضرت نے فرمایا واپس چلو اور اونسے سلام علیک نہ کی
اور جب واپس آئے تو فرمایا یہ شخص سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کا امین و معتمد نہین ہے
پھر وہ مقاماتِ اولیا او صدیقین کے دعوونکا کس طرح امین ہو سکتا ہی اور حضرت شبلی علیہ الرحمۃ
کے خادم سے پوچھا گیا کہ تم نے اونکے انتقال کیوقت انکا کیا حال دیکھا تو کہا جب اونکی زبان بند ہو گئی
اور پیشانی پر پسینہ آیا مجھے اشارہ کیا کہ نماز کیلئے وضو کرا دو تو اونہین وضو کرا دیا اوسوقت مین اونکی

اور طریقۂ حق کے سالک[1] دو قسم پر ہوے **ایک** تو وہ کہ طریقۂ علم سے عرفان کو پہنچا ہے
یہ طریقہ ابراہیم خلیل اللہ سے مشابہ ہے کیونکہ آپنے بھی استدلال سے ابتدا فرمائی تھی۔
دوسرا طریقۂ غیب سے ابتدا کرے پھر عالم شہادت (عالم اجسام) اوسپر منکشف ہو گے
یہ طریقۂ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کیونکہ ابتدا ہی مین آپکا شرح صدر ہوا اور
تجلیات الٰہی ہونے لگین **غرض** جو ساٹھ سال کے بوڑھے ہین تو اونکو چاہئے کہ طریقہ

[1] (مناظرہ) یہ دونون طریقونکو سالکون مین ہر ایک اپنے طریقہ کو فضیلت دیتا ہے۔ **ارباب نظر** کہتے ہین کہ طریقۂ نظر افضل ہے اس لئے کہ طریقۂ تصفیہ دشوار ہے اور اوس کے واصل بھی تھوڑے ہین علاوہ یہ کہ اثنائے مجاہدہ مین مزاج بگڑ جاتا اور عقل مختل ہو جاتی ہے۔ **اہل تصفیہ** فرماتے ہین کہ جو علوم نظر سے حاصل ہوتے ہین وہ اکثر شائبۂ وہم اور مغالطۂ خیال سے صاف و پاک نہین رہتے اسی لئے اکثر غائب کو حاضر پر قیاس کرکے گمراہ ہوتے ہین اوس کے علاوہ مناظرہ مین اتباع ہوا سے نہین بچ سکتے۔ بخلاف تصوف کے کہ اوس سے تصفیۂ روح اور تطہیر قلب و ہم خیال سے ہوتی ہے صرف فیض علوم الٰہیہ کا انتظار باقی رہتا ہے اور جو دشواری و دوری راہ ہے اوس سے صحت علم مین کیا خلل ہے اور جسکے لئے اللہ سبحانہ آسان کرے تو آسانی بھی ہو جاتی ہے۔ اب رہا اختلال مزاج تو اوسکا علاج ہو سکتا ہے۔ انکی مثال اون دو گروہ سے دیتے ہین جو باہم صنعت نقش و تصویر مین فخر کرتے تھے آخر مین انکی آزمایش کے لئے دو دیوارین آمنے سامنے کی مقرر کر دی گئین اور بیچ مین پردہ ڈالدیا گیا ایک نے نقاشی مین کمال کر دکھایا اور دوسرے گروہ نے صرف دیوار کو صیقل کرکے آئینہ بنا دیا۔ جب درمیانی پردہ اٹھا دیا گیا تمام اوس دیوار کے نقوش اس مقابل کی دیوار پر اتر آئے۔ کہتے ہین کہ یہ علوم نظریہ اور کشفیہ کی مثال ہے۔ پہلا علم بطریق حواس بڑی محنت و مشقت سے حاصل ہوتا ہے اور دوسرا لوح محفوظ اور ملاء اعلیٰ سے (کشف الظنون)

تصفیہ اختیار کرکے اللہ تعالی کی عنایات کے منتظر رہین کہ عرفان کامل سے سرفراز فرماوے۔ کیونکہ اونکے لیئے اب وقت نہین رہا کہ جسمین طریقۂ علم ونظر کو مقدم کرسکین۔ اور بعضے جوان غبی اور کند ذہن ہوتے ہین تو یہ بھی اونہین بوڑہون کے حکم مین داخل ہین۔ اور بعضے جوان ذکی سمجھدار ہوتے ہین لیکن اوستاد شفیق وکامل میسر نہین آتا تو اونکا بھی بوڑہونکا سا حال ہی۔ اور اگر تقدیر موافق ہوئی اور اوستاد عالم ہاتھ لگگیا تو ایسے وقت مین طریقۂ نظری کو مقدم کرکے پہر در عالم ملکوت کہٹ کہٹانے کے لیئے مستعد ہوتا نعمت باقی جو کبھی نہ فنا ہونیوالی ہے۔ حاصل ہووے۔ انتہی مختصراً

حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی کیمیائے سعادت مین فرماتے ہین اور خواب کی حقیقت کی تفصیل اس کتاب مین بیان کرنا ممکن نہین لیکن مجمل اسقدر جان لینا چاہیئے کہ دل آئینہ کے مانند ہے اور لوح محفوظ اوس آئینہ کے مانند ہی جسمین سب موجودات کی تصویرین موجود ہون اور صاف آئینہ کو جب تصویر والے آئینہ کے سامنے کرتے ہین تو اوسمین بھی سب تصویرین دکہائی دیتی ہین اسی طرح دل جب آئینہ کی طرح صاف ہو اور محسوسات سے قطع تعلق کرے تو لوح محفوظ سے مناسبت اور مقابلہ پیدا کرتا ہی تو لوح محفوظ مین سب موجودات کی جو تصویرین موجود ہین وہ دل مین صاف نظر آتی ہین اور دل جبتک محسوسات سے مشغول رہتا ہی عالم روحانی کے ساتھ مناسبت

تصفیہ اختیار کرکے اللہ تعالیٰ کی عنایات کے منتظر رہین کہ عرفانِ کامل سے سرفراز فرماوے۔ کیونکہ اونکے لئے اب وقت نہین رہا کہ جسمین طریقۂ علم و نظر کو مقدم کر سکین۔ اور بعضے جوان غبی اور کند ذہن ہوتے ہین تو یہ بھی اونہین بوڑہون کے حکم مین داخل ہین۔ اور بعضے جوان ذکی سمجھدار ہوتے ہین لیکن اوستادِ شفیق و کامل میسر نہین آتا تو اونکا بھی بوڑہونکا سا حال ہے۔ اور اگر تقدیر موافق ہوئی اور اوستاد عالم ہاتھ لگگیا تو ایسے وقت مین طریقۂ نظری کو مقدم کرکے پہر درِ عالم ملکوت کہٹ کہٹانے کے لئے مستعد ہوتا نعمتِ باقی جو کبھی نہ فنا ہونیوالی ہے۔ حاصل ہووے۔ انتہیٰ مختصراً

حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی کیمیائے سعادت مین فرماتے ہین در خواب کی حقیقت کی تفصیل اس کتاب مین بیان کرنا ممکن نہین لیکن مجمل اسقدر جان لینا چاہیے کہ دل آئینہ کے مانند ہے اور لوح محفوظ اوس آئینہ کے مانند ہے جسمین سب موجودات کی تصویرین موجود ہون اور صاف آئینہ کو جب تصویر والے آئینہ کے سامنے کرتے ہین تو اوسمین بھی سب تصویرین دکہائی دیتی ہین اسی طرح دل جب آئینہ کی طرح صاف ہو اور محسوسات سے قطع تعلق کرے تو لوحِ محفوظ سے مناسبت اور مقابلہ پیدا کرتا ہے تو لوحِ محفوظ مین سب موجودات کی جو تصویرین موجود ہین وہ دل مین صاف نظر آتی ہین اور دل جبتک محسوسات سے مشغول رہتا ہے عالم روحانی کے ساتھ مناسبت

نہین ہوتا اور چونکہ خواب مین محسوسات سے بالکل فارغ ہوتا ہی تو خواہ مخواہ عالم
روحانی کو دیکھتا ہی لیکن خواب مین حواس تو علٰحدہ ہو جاتے ہین مگر خیال باقی
رہتا ہی اسی وجہ سے مثال مین خیال نظر آتا ہی اور صاف حال نہین کھلتا اور
جب آدمی مرجاتا ہی نہ خیال باقی رہتا ہی نہ حواس اوسوقت کچھ آڑ نہین ہوتا
کام صاف ہوتا ہے اوسوقت اوس سے کہتے ہین فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ
فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ[1] اور وہ جواب دیتا ہی رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا
نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوقِنُونَ[2] اور عالم ملکوت کی طرف دل کی کھڑکی ہونیکی دوسری
دلیل یہ ہی کہ کوئی شخص ایسا نہین جس کے دل مین فراستین اور نیک خطرے الہام
کے طور سے نہ آتے ہون اور وہ حواس کی راہ سے نہین آتے بلکہ دل ہی مین پیدا
ہوتے ہین اور وہ نہین جانتا ہی کہ یہ خطرے کہان سے آئے اتنی بات سے یہ معلوم
ہوا کہ سب علم محسوسات کے سبب سے نہین اور دل اس عالم سے نہین بلکہ عالم
روحانی سے ہی اور حواس جنکو اس عالم کے واسطے پیدا کیا ہی خواہ نخواہ اوس عالم کو
دیکھنے مین آڑ ہونگے اور جب تک اس عالم سے فارغ نہوگا اوس عالم کی طرف راہ نپائیگا
فصل اے عزیز یہ گمان نہ کرنا کہ عالم روحانی کی طرف دل کی کھڑکی بے سوتے

[1] اب کھولدی ہمنے تجھپر سے تیری اندھیری اب نگاہ آج تیز ہے [2] اے رب ہمنے دیکھ لیا اور سن لیا اب ہم کو پھر بھیج ہم کرین بھلائی ہم کو یقین آیا ۱۲

نہین کھلتی ایسا نہین ہی بلکہ اگر کوئی شخص جاگتے مین ریاضت اور محنت کرے
اور دل کو خواہش اور غصہ کے ہاتھ سے چھوڑائے اور برے اخلاق سے پاک کرے
اور خالی جگہ مین بیٹھے اور آنکھ بند اور حواس کو بیکار کرے اور دل کو عالم روحانی سے
یہانتک مناسبت دے کہ ہمیشہ اللہ اللہ دل سے کہے زبان سے نہین حتی کہ آپ سے
اور تمام عالم سے بیخبر ہوجائے اور خدا کے سوا کسی کی خبر نہ رکھے جب ایسا ہوجائے
تو اگرچہ جاگتا ہو تو بھی دل کی کھڑکی کھلی رہے گی اور لوگ جو کچھ خواب مین دیکھین گے
وہ جاگتے مین دیکھیگا فرشتون کی ارواح اچھی صورتون مین اوسپر ظاہر ہون گی
پیغمبرون کو دیکھنے لگیگا اور اون سے بہت فائدہ اور مدد پائیگا زمین آسمان کے
ملکوت اسے نظر آئین گے اور جس کسی پر یہ راہ کھلی وہ عجب عجب تماشے اور بڑے
بڑے کام جنکی تعریف امکان سے باہر ہی دیکھیگا وہ جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہی زُوِيَتْ لِيَ الْاَرْضُ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا[1] اور حق تعالی نے
جو ارشاد فرمایا ہی وَكَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[2]
سب اسی حال مین ہی بلکہ انبیا کے علم سب اسی طرح سے تھے حواس اور سیکھنے سے

---

[1] دکھائی گئی مجکو زمین پہر دیکھا مین نے اوس کے مشرقون اور مغربون کو ۱۲ رواہ مسلم [2] اور اسی طرح دکھانے لگے ہم ابراہیم کو سلطنت آسمان اور زمین کی ۱۲۔

نہ تھے اور سب کا آغاز ریاضت اور مجاہدہ تھا جیسا حق تعالی نے فرمایا ہی وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا یعنے سب سے رشتہ تعلق توڑ اور اپنے تئین بالکل خدا کے قبضہ اختیار مین چھوڑ دنیا کی تدبیر مین مشغول نہو کہ خدا سب کام خود درست کرتا ہی رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا جب تو نے اپنا وکیل خدا کو بنایا تو بے پروا اور خلائق سے جدا رہ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاھْجُرْھُمْ ھَجْرًا جَمِیْلًا یہ سب ریاضت اور مشقت کی تعلیم ہی کہ خلق کی دشمنی اور دنیا کی خواہش اور محسوسات کے ساتھ شغل سے دل صاف ہو اور اس امر کو پڑھکر حاصل کرنا عالمونکا طریقہ ہی یہ بھی بڑا کام ہی لیکن نبوت کی راہ اور انبیا اولیا کے علم کی بہ نسبت جو آدمیون کے بے سکھائے رب العزت کی درگاہ سے حاصل ہوتا ہی چھوٹا ہی بہت لوگون کو اس راہ کا راست اور درست ہونا تجربہ اور عقلی دلیل سے معلوم ہوا ہی۔ ای عزیز اگرچہ تجھکو ذوق سے یہ حال حاصل نہ ہو اور سیکھنے سے بھی نہ معلوم ہو اور عقلی دلیل سے بھی نہ حاصل ہو لیکن اتنا تو ہو کہ اس کا ایمان لا اور تصدیق کر تا کہ تینون درجون سے محروم نہ رہ اور کافر نہو جا اور یہ امور دل کے عالمون کے عجائبات سے ہین اور اسی سے آدمی کے دل کی بزرگی معلوم ہوتی ہی فصل العزیز یہ سب جو بیان ہوا اس سے اصل آدمی کی

ے مالک مشرق اور مغرب کا اور اس بن کسی کی بندگی نہین سو پکڑ اوسکو کام سونپنا اور سہتا رہ جو کہتے رہین اور چھوڑ اونکو بھلی طرح چھوڑنا ۱۲

بزرگی تجھے معلوم ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صوفیون کی کیا راہ ہی یہ جو تو نے
سنا ہوگا کہ صوفی کہتے ہین کہ علم اس راہ مین آڑ ہی اور تو نے اس سے انکار کیا ہوگا
تو انکار نہ کر صوفیونکا یہ کہنا حق ہی اسواسطے کہ محسوسات اور محسوسات کے علم کے ساتھ
اگر تو مشغول رہیگا تو یہ شغل اوس حال سے پردہ اور حجاب ہوگا اور دل حوض کے
مثل ہے اور حواس گویا پانچ نہرین ہین کہ اونکی راہ سے حوض مین پانی جاتا ہی اگر تجھکو
منظور رہو کہ حوض کی تہ سے صاف پانی نکلے تو اوسکی یہ تدبیر ہی کہ باہر سے آیا ہوا
پانی جو حوض مین ہی اور اوس پانی کے سبب سے جو کیچڑ ہوگئی ہی اوسے بالکل حوض سے
نکال اور سب نہرونکا راستہ بند کر کہ حوض مین باہر کا پانی نہ آنے پاوے اور حوض کی
تہ کو کھود کہ صاف پانی اوس کے اندر سے نکلے اور حوض جبتک باہر کے پانی سے
بھرا رہیگا ممکن نہین کہ اوسکی تہ سے پانی نکل سکے اسی طرح باہر والے علم سے جبتک
دل خالی نہو لے تب تک وہ علم جو دل کے اندر سے پیدا ہوتا ہی نہ پیدا ہوگا ہان عالم
اپنے تئین اگر سیکھے ہوے علم سے خالی کر ڈالے اور اوسکے ساتھ مشغول نہ رہے تو
وہ علم جس سے اپنے تئین خالی کیا ہی حجاب نہوگا اور ممکن ہی کہ اوس عالم کو کشف حاصل ہو
اسی طرح اگر کوئی شخص محسوسات کے خیال سے اپنا دل خالی کرے تو وہ خیالات جنسے
دل خالی کیا ہی اوسے حجاب نہونگے اور حجاب کا سبب یہ ہی کہ مثلاً جب کسی شخص نے

اہل سنت کے اعتقاد سیکھے اور گفتگو اور مباحثہ کیلیے جیسا چاہیئے اوسکی دلیلین سیکھین
اور اپنے تئین بالکل اوسی کا کردیا اور یہ اعتقاد کرلیا کہ اس علم کے سوا اور کوئی علم
ہی نہین تو جب اوسکے دل مین کچھ آئیگا یہی کہیگا کہ جو مین نے سیکھا ہی یہ اوسکے
خلاف ہی اور جو اوسکے خلاف ہی وہ باطل ہی ایسے آدمی کو کامون کی حقیقت معلوم
ہونا ممکن نہین اسواسطے کہ جو اعتقاد عوام لوگون کو سکھاتے ہین وہ حقیقت کا ڈہانچا ہے
اصل حقیقت اور پوری معرفت وہ ہی کہ حقیقتین ڈہانچے سے ایسی کھل جائین جیسے
ہڈی سے گودا ایعزیز جان تو کہ جو کوئی اعتقاد کی تائید کے واسطے جہگڑنے کا طریقہ
سیکہتا ہی اوسے کچھ حقیقت نہین کہلتی جب یہ سمجہا کہ سب علم مین ہی جانتا ہون تو سمجھ
اوسکا حجاب ہوتی ہی اور اسوجہ سے کہ یہ سمجہہ اوسپر غالب ہوتی ہی جس نے کچھ تھوڑا سا
سیکہا ہی تو غالبًا ایسے لوگ اس درجہ سے محروم اور محجوب رہین گے اور جو کوئی اس
سمجھ کو دور کرے اوسکا علم آڑ نہ ہوگا بلکہ یہ کشف اوسے حاصل ہوگا اور اوسکا درجہ
کامل ہوگا اور اوسکی راہ اوس شخص کی راہ سے بہت بیخوف اور سیدہی ہوگی جسکا
قدم علم مین پہلے سے مضبوط نہوا اور مدت تک خیال باطل مین پہسا رہا ہو اور
تھوڑا شبہ بھی اوسکے لئے آڑ ہوتا ہو اور عالم ایسے خطرہ سے بے دہشت ہی۔ ایعزیز
اگر کسی صاحب کشف سے تو سُنے کہ علم آڑ ہی تو چاہیئے کہ تو اس بات کے معنی سمجھے اور

انکار نہ کرے لیکن غیر مباح کو مباح ٹھہرانے والے نفس پرور بے بہرہ لوگ جو اس زمانے
مین نکلے ہین ہرگز خود انکو یہ حال ہی نہین ہی صوفیونکی بنی ہوئی واہیات باتین کچھ
سیکھی ہین اور ان لوگونکا یہ شغل ہی کہ تمام دن اپنے تئین دہوتے ہین لنگ گودڑی
جانماز سے اپنے تئین آراستہ کرکے علم اور علما کی مذمت کرتے ہین یہ لوگ مار ڈالنے کے
قابل ہین اسواسطے کہ آدمیون کے شیطان اور خدا رسُول کے دشمن ہین کیونکہ خدا و
رسُول نے علم اور عالمون کی تعریف کی ہی اور تمام عالم کو علم کی طرف بلایا ہی یہ بدبخت
جب صاحبِ حالت نہ ہوا اور علم بھی حاصل نہ کیا ہو تو ایسی بات یعنے علم اور علما
کو برا کہنا اسکو کب درست ہی اور اوس بدبخت کی مثل اوس شخص کی ایسی ہے جس نے
سنا ہو کہ کیمیا سونے سے بہتر ہی اس لئے کہ اوس سے بے انتہا سونا ہاتھ آتا ہی اور جب
سونے کا خزانہ اوسکے سامنے رکھین تو اوسپر ہاتھ نہ ڈالے اور کہے کہ سونا کس کام
آتا ہی اور کیا حقیقت رکہتا ہی کیمیا چاہیے جو سونے کی اصل ہی اور سونا نہ لے اور کیمیا
نہ اوس نے دیکھی ہو نہ وہ کیمیا کو جانتا ہو ایسا شخص بدبخت اور مفلس اور بھوکا رہتا ہے
اور اپنی بات کی خوشی مین کہ مین نے آپ یہ کہا کہ کیمیا سونے سے بہتر ہی خوش ہوتا ہے
اور بڑہ بڑہ کے باتین بناتا ہی تو انبیا اولیا کا کشف تو کیمیا کے مانند ہی اور عالمونکا علم
سونے کے مثل ہی اور کیمیا کے مالک کو سونے کے مالک پر سب طرح سے فوقیت ہے

لیکن یہان پر ایک اور نکتہ ہی کہ اگر کسی کے پاس اتنی ہی کیمیا ہو کہ اوس سے سونے کے
سو دینار سے زیادہ نہین حاصل ہو سکتے تو ایسے شخص کو اوس شخص پر کچھ فضیلت نہین ہی
جس کے پاس سونے کے ہزار دینار موجود ہون اور جیسا کہ کیمیا کی کتابین اور باتین
اور تلاشی بہت ہین اور اس زمانہ مین اوسکی حقیقت کمیاب ہی اور بہت سے ڈھونڈھنے
والے دغا کہاتے ہین صوفیونکا کام بھی ایسا ہی ہی اصل صوفی پن ان لوگون مین
نہین جو ہی تو تھوڑا اور یہ بات نادر ہی کہ وہ کمال کو پہونچے تو جاننا چاہیئے کہ جس کسیکو
صوفیونکا تھوڑا سا حال نمودار ہوا وسے ہر عالم پر فضیلت نہین ہی کیونکہ انمین سے
بہتون کو ایسا ہوتا ہی کہ اس کام کے شروع مین کچھ حال ادنیٰ ظاہر ہوتا ہی اوسوقت
اوس درجہ سے گر پڑتے ہین اور کامل نہین ہوتے اور بعضے ہوتے ہین کہ سودا اور
خیالِ خام اون پر غالب ہوتا ہی اور اوسکی کچھ اصل نہین ہوتی اور وہ اوسے حق اور
مستحکم کام سمجھتے ہین اور وہ ایسا نہین ہوتا اور جیسا خواب مین اصل اور خیالات
واہیات دونون ہوتے ہین اوسی طرح اس حال مین بھی ہوتے ہین بلکہ عالمون[1] پر
اوس شخص کو فضیلت ہی جو اوس حال مین ایسا کامل ہوا ہو کہ جو علمِ دین سے علاقہ
رکھتا ہی اور اونکو سیکھنے سے حاصل ہوتا ہی وہ شخص بے سیکھے آپ اوس علم کو جان لے

سلہ ہر صوفی کو ہر عالم پر فضیلت نہین ہان صوفیِ کامل کو عالمِ ظاہر پر فضیلت ہے ۱۲

اور یہ امر نہایت نادر ہی تو جاہے کہ ایعزیز تصوف کی اصل راہ اور صوفیونکی بزرگی پر ایمان لااور اس زمانہ کے صوفیون کے سبب سے ادن اصلی صوفیون سے بداعتقاد نہ ہو اور ان مین سے جو علم اور عالمون پر طعن کرتا ہی تو سمجھ کہ نادانی سے کرتا ہے۔ ابن خلدون صفحہ ۶۶ مدارک غیبیہ کے بیان مین لکھتے ہین کہ جو متصوفہ ہین اونکی ریاضت دینی ہے اور وہ بُرے مقاصد سے پاک ہی۔ اونکی مقصد و مراد خاطر جمعی اور ہمہ تن خدا کی طرف متوجہ ہونا ہی تا اونکو مذاقِ عرفانِ توحید حاصل ہوے۔ اور وہ اپنی ریاضت مین جمعِ ہمت اور گرسنگی کے علاوہ ذکر کو اپنی غذا مقرر کرتے ہین جس سے اونکی ریاضت کامل ہوجاتی ہی کیونکہ جب نفس ذکر سے پرورش پاتا ہی تو معرفتِ الٰہی سے بہت ہی قریب ہوجاتا ہی۔ اور جو نفس کہ ذکر سے عاری ہو وہ شیطانی ہی۔ اور معرفتِ غیب اور تصرف و کرامات جو ان متصوفہ کو حاصل ہوتے ہین وہ تبعًا اور عارضی ہین۔ ابتداءِ امر مین اونکی یہ غرض نہ تھی۔ اگر یہی اونکا مقصود ہوتا تو غیر اللہ کے طالب قرار پاتے اور یہ کیا بُری طلب ہی بلکہ حقیقت مین شرک ہی۔ اونکی خواہش و توجہ صرف معبودِ برحق کی جانب ہی۔ اوسکے ماسوا سے اونکو کوئی غرض نہین۔ اور جو ضمن خدا طلبی مین تصرف و اطلاعِ غیب ہوجاتی ہی وہ اونکا مقصود نہ تھا بلکہ بہت سے لوگون کو جب یہ تصرفات حاصل ہوتے ہین تو اوس سے بھاگتے ہین اور اوسکو مشہور نہین کرتے

اور یہ جو غیب اور دل کی باتین بیان کرتے ہین اوسکو فراست وکشف کہتے ہین
اور جو تصرفات ہوتے ہین اوسکا نام کرامت ہی۔ اور ایسے امور کا اون سے ظاہر
ہونا کوئی نایاب وغیر معروف بات نہین۔ بعضے لوگ معجزہ سے کرامت کا التباس
سمجھکر کرامت سے انکار کرتے ہین۔ اور متکلمین کے پاس معتمد یہ ہی کہ دونون مین تفرقہ
تحدی کا ہی یعنے مقابلہ کو طلب کرکے (صاحبِ شریعت) معجزہ دکہاتا ہی (اور ولی
نبی کا طفیلی ہی) صحیح حدیث مین آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
کہ تم مین محدث (ملہم) لوگ ہین اور عمر رضی اللہ عنہ اونہین مین سے ہی۔ اور صحابہ سے بھی ایسے
کرامات مشہور ہین چنانچہ اسکی شہادت کیلئے وہ قصہ معروف ومشہور رہی جو حضرت عمر
نے منبر پر خطبہ پڑہتے پڑہتے فرمایا یَاسَارِیَۃُ الْجَبَلَ۔ اور یہ ساریہ بن زنیم عراق کو
مسلمانونکا لشکر لیکر گئے تھے اور اونکے سردار تھے۔ جب مسلمانون پر کافرونکا غلبہ ہوا
تو آپنے سردار لشکر کا نام لیکر پکارا کہ پہاڑ سے مل جاؤ وَسَمِعَہٗ سَارِیَۃُ وَھُوَ بِمَکَانِہٖ
وَرَأٰی شَخْصَہٗ ھُنَالِکَ یعنے ساریہ نے اپنے مقام پر آپکی آواز سنی اور وہین
آپکو دیکھ بھی لیا اور یہ قصہ[1] مشہور ومعروف ہی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
کی وہ کرامت جو آپنے اپنی بیٹی ام المومنین بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنے

---

[1] ابن مردویہ اور ابونعیم وغیرہما بھی روایت کرتے ہین (صواعق محرقہ)

وارثون کیلئے وصیت فرماتے وقت سیاقِ کلام مین اس طرح فرمایا اِنَّمَا ھُمَا اَخَوَاكِ وَاُخْتَاكِ یعنے تمہارے دو بہن اور دو بھائی ہین ام المومنین نے عرض کی کہ ایک بہن اسماء ہین دوسری کون آپنے فرمایا کہ یہ جو بنت خارجہ کے شکم مین ہی مین سمجھتا ہون کہ وہ لڑکی ہی پہر وہ لڑکی ہی ہوئی۔ یہ کرامت موطا باب مالا یجوز من النحل مین مذکور ہی۔ اور ایسے واقعات صحابہ رضی اللہ عنہم سے اور ان کے بعد صلحا سے بہت ہوے ہین لیکن اہل تصوف فرماتے ہین کہ زمانہ نبوت مین یہ کم ہوے ہین کیونکہ حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین مرید کی حالت باقی نہین رہتی بلکہ کہتے ہین کہ اب بھی مدینہ شریف مین مرید کی وہ حالت نہین رہتی ہی یہانتک کہ وہان سے فراق ہو (آفتاب کے سامنے تارونکی روشنی کہان باقی رہتی ہی) پہر علم تصوف مین لکھتے ہین کہ حق بات یہ ہی کہ صوفیہ کے باب مین گفتگو اور کلام چار طرح پر ہی **پہلا مجاہدہ** اور ذوق و وجد اور اعمال نفس پر سے محاسبہ کرنا تا وہ ذوق مقام ہو پہر اوس سے دوسرے مقام کی طرف ترقی کرین اس بات کو کوئی شخص رد نہین کرسکتا اور اونکے جو مذاق ہین وہ صحیح ہین اور اوس سے متحقق ہونا عینِ سعادت ہی **دوسرا کشف** اور عالمِ غیب سے جو حقیقت کہ مدرک ہوتی ہی مثل صفاتِ ربّانی۔ عرش۔ کرسی۔ ملائکہ۔ وحی۔ نبوت۔ روح اور ہر وجود کی حقیقت خواہ وہ غائب ہو یا حاضر اور صدور مخلوقات کی ترکیب موجد سے اور

اونکا اس جہان مین آنا جسکو وہ وحدت الوجود کہتے ہین) اسمین اکثر اونکا کلام متشابہات
کی قسم سے ہی کیونکہ اونکے پاس یہ وجدانی ہی اور جسکو وجدان نہین اون کے مذاق
سے کوسون دور ہی اور لغت اونکا مقصد و مراد بیان نہین کرسکتی اسلئے کہ وہ معروف
شے کیلئے وضع کیگئی ہی جسمین سے اکثر محسوسات ہین تو ہمکو چاہئے کہ اونکے کلام سے
تعرض نہ کرین اور جس طرح ہم نے متشابہ کو چھوڑ دیا ہی اسکو بھی چھوڑ دین اور جسکو
اللہ تعالیٰ نے ان کلمات کے سمجھنے کی توفیق دی اور موافق ظاہر شریعت سمجھا تو
اوس نے بڑی سعادت حاصل کی **تیسرا تصرف** عالم و مخلوقات مین قسم قسم کے
کرامات سے اور غیب کی خبرین دینا ہی یہ بھی صحیح ہی کوئی انکار نہین کرسکتا اگرچہ
بعضون نے انکار کیا لیکن وہ باطل ہی اور اس کثرت سے کرامات کا ظہور ہوا ہے کہ
اسکا انکار کرنا ایک قسم کا مکابرہ ہی **چوتھا الفاظِ موہمہ** جس کے ظاہری
معنی مشکل ہوتے ہین اور یہ اکثر صوفیون سے ظاہر ہوے ہین اونکی اصطلاح مین
اسکو شطحیات کہتے ہین تو انصاف اس قوم کی شان کے لحاظ سے یہی ہی کہ وہ حس سے
غائب ہوتے ہین اور جب واردات اونکے مالک ہوتے ہین تو ایسے الفاظ کہہ دیتے ہین
کہ جس کے کہنے کا قصد نہ تھا اور صاحبِ غیبت غیرِ مخاطب اور مجبور معذور ہے
اور وجدانی کیفیت بیان کرنیکے لئے الفاظ نہین ملتے اسلئے جنکا علم و فضل مشہور ہے

اور وہ متقدمین جیسے ابو یزید تو اونکے الفاظ کو کسی اچھے معنون پر محمول کرنا چاہیے
اور جس کا فضل نا معلوم اور وہ غیر مشہور ہو اور ہمارے لئے اپنے کلام کی کوئی
تاویل بھی نہ بتلائے جس پر ہم اوسکو محمول کر سکین تو جو کچھ اوس سے صادر ہوگا اوس پر
مواخذہ ہوگا۔الخ۔ **امام شعرانی** مقدمۂ طبقات کبریٰ مین فرماتے ہین کہ تصوف
خلاصۂ اعمال عبد ہو اور اعمال بھی ایسے جو موافق شریعت اور علتون اور حظوظ
نفسانی سے پاک ہون جیسے علم معانی و بیان خلاصۂ علم نحو ہو۔اب جو تصوف کو علم
مستقل قرار دیتا ہو وہ بھی سچا ہو۔اور جو اوسکو عین احکام شریعت سمجھتا ہو وہ بھی صادق
ہو جیسے بعضے علم معانی و بیان کو علم مستقل سمجھتے ہین اور بعضے نحو مین داخل کر دیتے ہین
پھر جب بندہ طریقۂ قوم مین داخل ہو کر تبحر پیدا کرتا ہو تو اللہ تعالی ایک قوت استنباط
اوسکو عنایت فرماتا ہو۔اوسکی مثال پوری پوری احکام ظاہر کی طرح ہو۔تو وہ طریقہ
مین واجبات۔مندوبات۔آداب۔محرمات۔مکروہات۔خلاف اولی استنباط کرتا ہے
جس طرح مجتہدون نے کیا ہو۔اور مجتہد نے جس کو واجب کیا اور شریعت مین اوسکی
تصریح نہ تھی تو ولی نے جس کو واجب کیا ہو اوس سے بڑھکر نہین ہو سکتا۔جس طرح
امام یافعی وغیرہ نے اسکی تصریح کی ہو۔**خلاصہ** یہ کہ صوفیہ کا وہی انکار کرتا ہو جو اونکے
حال سے واقف نہین۔یا اونسے سوء ظن رکھتا اور سا اونکو ریا کار سمجھتا ہو اور حالانکہ یہ شرع

مین جایز نہین ہی مین نے وہ رسالہ دیکھا جسکو شیخ محی الدین بن عربی نے شیخ فخر الدین رازی صاحب تفسیر کو بھجوایا۔ اور اوسمین اس بات سے اونکو آگاہ فرمایا کہ ابھی علم مین تمہارا درجہ کم ہی۔ اور حالانکہ علما مین انکا اعلی مقام ہی۔ تھوڑا سا اوس رسالہ کا یہ ہی۔ اے میرے بھائی اللہ تعالی ہمکو اور تمکو توفیق سرفراز کرے جان کہ ہمارے پاس آدمی علم مین کامل نہین ہوتا یہانتک کہ اوسکا علم بے واسطۂ نقل و استاد کے خود خدا سے ہووے۔ اگر اوسکو علم بواسطہ نقل و استاد کے حاصل ہوتا ہی تو وہ محدثات سے لے رہا ہی اور یہ اہل اللہ کے پاس معلول ہی اور جسکی عمر معرفت محدثات اور اوسکی تفصیل مین بھر رہ گئی تو اپنے پروردگار کی نعمتون اور لذتون سے محروم رہا کیونکہ جو علوم محدثات سے متعلق ہین آدمی کی عمر اوسی مین فنا ہو جاتی اور اوسکی حقیقت کو نہین پہونچ سکتا ہی۔ اے میرے بھائی اگر تو کسی مرشد اللہ والے کے پاس سلوک طے کرے تو دربار شہود حق تک پہونچا دیگا اب تو اوس سے تمام امور کا علم بطریق الہام صحیح بے تعب و مشقت لیگا جیسا کہ خضر علیہ السلام لیتے ہین۔ تو علم وہی ہی جو کشف و شہود سے ہو نہ نظر و فکر و ظن و تخمین سے حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ اپنے زمانہ کے علماؤن کو فرماتے تھے اَخَذْتُمْ عِلْمَكُمْ مِنْ عُلَمَاءِ الرُّسُوْمِ مَيِّتًا عَنْ مَيِّتٍ وَاَخَذْنَا عِلْمَنَا عَنِ الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ یعنے تم نے اپنا علم علماء رسمی سے لیا جو یکے بعد دیگرے اس عالم سے چل بسے

اور ہم نے اوس زندہ سے علم لیا ہی جو کبھی نہین مرتا - اے **میرے بھائی** اب تو
وہی علم طلب کر جو تیری ذات کو کامل کرے - اور جہان تو نقل کرے وہ تیرے ساتھ
ہی رہی - اور ایسا علم وہی ہی جو بطورِ وہبی اور مشاہدہ سے ہو - مثلاً علم طب کی احتیاج
عالمِ اسقام وامراض مین ہی اور جب تو ایسے عالم کی طرف منتقل ہو جائے جہان بیماری
نہ ہو تو پہر تو کس کا علاج کریگا - کسکو دوا دیگا - اب عالمِ آخرت مین ساتھ رہنے والے
علم دو ہی ہین **ایک** علم باللہ عزوجل دوسرا علم آخرت کے مقامات کا تا تجلیات
جو وہان ہونگے اوسکا انکار نہ کرے اور جب حق تعالیٰ تجلی فرمائے تو کہین نَعُوذُ بِاللّٰهِ
مِنْكَ نہ کہے جس طرح حدیث مین آیا ہی - اب تو اسی جہان مین اون دونون علم کا
کشف حاصل کر تا اسکا ثمرہ اوس جہان مین ملے - اور یہان کے علوم اوسیقدر سیکھ
جسکی سیر الی اللہ مین ضرورت پڑے بطریقِ مصطلحات اہل اللہ کے - اور ان دونون
علم کے کشف ہونے کا یہی طریقہ ہی کہ خلوت وریاضت ومشاہدہ وجذبِ الٰہی ہو الخ
حضرت شیخ ابو الحسن شاذلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کی عادت
اولیا اور برگزیدہ لوگون مین اس طرح جاری ہوئی ہی کہ جہان اونکے قلوب غیر حق
کی طرف مایل ہوے کہ اون پر خلق کو مسلط فرما دیا لیکن جب اونکو پوری توجہ اللہ تعالیٰ
کی جانب ہوئی تو آخر مین مخلوق پر انہین کو غلبہ ونصرت حاصل ہوئی انتہی مین کہتا ہون

یہ اسلئے ہی کہ مرید سالک کچھ ایک خلق کی جانب مایل رہتا ہی اور اپنے حق مین بسبب
اونکے اعتقاد کے ایک قسم کا اون پر اعتماد کرتا ہی تو ایسے وقت مین سیر الی اللہ خالص
طور سے مشکل ہوتی ہی پہر جب اوسکو لوگ ایذا دیتے اور اوسکی مذمت کرتے اور نقصان
وعیب لگاتے اور اوسپر تہمت باندہتے ہین تو اوسکا نفس اون سب سے متنفر ہو جاتا
اور کسی حال مین اونپر اعتماد نہین کرتا ہی۔ اب ایسے وقت مین اپنے رب سے کامل
صفائی ہوتی ہی۔ اور اوسکی طرف کامل توجہ ہوتی ہی کہ دوسری جانب التفات تک
نہین کرتا۔ پہر بعد سیر منتہی ہونیکے جب خلق کی ہدایت کی طرف رجوع کرتا ہی تو خلعت
حلم وعفو وستر پہنکر مخلوق سے ایذائین جھیلتا ہی۔ اور اللہ سے اون سب باتون کی
راضی رہتا ہی جو اوسکے بندون سے اوسکی شان مین گستاخی وبے ادبی ہوتی ہی
اس سبب سے اللہ تعالیٰ اوسکا مرتبہ اپنے بندون مین بلند فرماتا ہی اور اوسکے
انوار کامل ہوتے ہین اور جیسے رسولون نے مخلوق سے ایذا اوٹھائی ہی یقینی طور سے
یہ بھی اوس میراث کا وارث ہو جاتا ہی کیونکہ یہان کاملون کے دو مقام ہوتے ہین
یا تو قلب سے حق سبحانہ کا مشاہدہ رہتا ہی ایسا شخص مع الحق ہی بندونکی طرف اوسکو
کچھ التفات نہین یا یہ کہ مخلوق کا مشاہدہ رہتا ہی تو اونکو اللہ تعالیٰ کے بندے
سمجھتا ہی اور اون کے میان کے خیال سے اونکی بھی تعظیم کرتا ہی انبیاء کرام کا بھی

یہی حال تھا کہ لوگ قسم قسم کے طوفان اور تہمتین لگاتے اور یہ حضرات صبر
فرماتے اور رحمت ولطف سے پیش آتے۔ اولیاء وعلما کو بھی اونکی میراث ملی ہی
اسلئے انکو بھی ایذا دینا اور تہمت کا عیب لگانا ضروری ہی۔ لیکن جب کسی ولی کو شرح صدر
اور وسعت دلی رہتی ہی تو اوسکے موذیونکو تکلیف کم پہونچتی ہی اور جب اوسکو قبض
یا جلالی رنگ کا غلبہ رہتا ہی تو تکلیف دینے والا بہت جلد خراب ہوتا ہی) اور اکثر
لوگ جو اولیا کی صحبت مین بیٹھتے ہین تو ظاہر بشریت کو دیکھتے ہین اسلئے اون کے
برکات سے بہت ہی کم فائدہ اوٹھاتے ہین لیکن جب اللہ تعالی کو منظور ہوتا ہی
کہ اپنے کسی بندے کو دل سے نفع حاصل ہو تو اوسکی ظاہری البشریت دور فرماکے
دلی کی کوئی وجہ خصوصیت ظاہر فرماتا ہی تو یقینی طور پر اوس سے اعتقاد ہوجاتا ہی
اور نہایت چاہتا محبت کرتا ہی اور یہ بھی ایک اللہ کا سر خفی ہی کہ اولیاء کے شان
مین لوگون کو دو طرح پر منقسم فرمایا۔ کوئی معتقد۔ کوئی مکذب۔ جب جھٹلائے جاتے ہین
صبر کرتے ہین اور جب انکو لوگ سچا سمجھتے ہین تو شکر کرتے ہین کیونکہ ایمان کے دو ہی
حصے ہین نصف صبر اور نصف شکر۔ خداوند عالم یہ دونون مقام عنایت فرمائے لئے
انکو اسی رنگ مین رکھا۔ اور جب کسی ولی کی طبیعت لوگون کے کافر و زندیق و
جادوگر کہنے سے گھبرائی جاتی ہی تو ہاتف حق سے ندا آتی ہی کہ ہماری جناب مین لوگون

نے کیا کچھ نہ کہا۔ (مریم علیہا السلام کو جو عیسیٰ علیہ السلام کو بیٹا بنایا) ہمارے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسے برے القاب سے پکارا۔ کیون تو ہماری اقتدا نہین کرتا ہماری طرح صبر و تحمل نہین کرتا (ہم سب کچھ سنکر اونکو کھلاتے پلاتے ورنہ ہم چاہتے تو ایک آن مین سب فنا ہو جاتے) الخ فقیر اس بیان کو مقامات صوفیہ پر ختم کرتا ہے

مقامات عشرۂ حضرات صوفیہ

(۱) توبہ (۲) ورع (۳) زہد (۴) صبر (۵) فقر (۶) شکر (۷) خوف (۸) رجا (۹) توکل (۱۰) رضا

نظم

ٹھہرائی مشایخون نے یہ بات
ترتیب سے جا مین منزل مقامات

پہلے کر لے گنہ سے توبہ
کر عزم کہ پھر نہ نام لون گا

پھر ورع کے تو مقام مین آ
ہر شبہ کی چیز چھوڑتا جا

پھر زہد کا ہے مقام عالی
سب چھوڑ جو ہون حظوظ نفسی

پھر صبر کا ہے مقام اعلےٰ
کیجے نہ کبھی کسی سے شکوہ

پھر فقر کا ہے مقام بھاری
دل پاک ہو رغبتون سے عاری

پھر شکر کا ہے مقام حضرت	ہر نعمت سے ادا ہو طاعت
پھر خوف ہو پھر رجا و امید	پھر ہووے توکل و سپہ جاوید
پھر ہووے رضا قضاءِ حق پر	ہم سب کو خلیق کو میسر

قصہ ذو القرنین

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ جو طلبِ علم کے لئے زمین مین سیاح تھے بیان ہو چکا بعد اسکے اونکا قصہ بیان فرماتا ہو جو اسلام کی اشاعت کیلئے زمین مین سیاح تھے یعنے ذو القرنین ناظرین تفسیر ہمنے ابتداءِ سورۂ کہف صفحہ ۲۸۲ مین اس حدیث کو لکھا ہو کہ یہودیون کے سکھلانیسے کافرون نے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے تین باتون کا سوال کیا تھا (۱) اصحابِ کہف (۲) روح (۳) وہ شخص کون ہی جو مشرق و مغرب کا مالک ہوگیا تھا یعنے ذو القرنین۔ دو باتونکا جواب تو ادا ہو چکا

اب ذو القرنین کے قصہ کو اس طرح بیان فرماتا ہو وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ[1]

قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَیْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًاؕ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ وَ اٰتَیْنٰهُ مِنْ كُلِّ

[1] صاحبِ تفسیر کبیر نے ذو القرنین کے متعلق چار قول نقل کر کے ترجیح اسکو دی کہ وہ اسکندر بن فیلقوس یونانی ہی۔ لیکن آخر مین لکھا کہ اسمین ایک اشکال ہو کہ وہ تو ارسطاطالیس حکیم کا شاگرد تھا اور اوسی کے مذہب پر تھا اور اوسکا مذہب فلسفی ہی۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے اوسکو تکریم کے ساتھ ذکر کیا لازم آئیگا یہ کہ کہا جاے کہ ارسطاطالیس کا مذہب حق ہی اور یہ کس طرح ہو سکتا ہی تفسیر نیشاپوری مین اسکا اسطرح جواب دیا گیا کہ یہ کچھ ضرور نہین کہ وہ ہر بات مین فلاسفہ کا پیرو ہو اور فلاسفہ کی سب باتین باطل نہین شاید اوس نے صافی کو لیا اور مکدر کو ترک کر دیا ہو شہابِ خفاجی فرماتے ہین کہ خوامخواہ یونانی مقرر کر کے پھر اس اعتراضونکو رفع کرتے رہنے کی کیا ضرورت

شَيْءٍ سَبَبًا ۝ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ۝ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ 18-8

فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ؕ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ

اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ۝ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ 18-8

نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ۝ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ 18-8

فَاَتْبَعَ
نافع و ابن کثیر و ابو عمرو سا کن
وصل کے باب افتعال سے ۱۲۔
حَامِيَةٍ
ابن عامر و شعبہ و حمزہ کسائی
حامیۃ زیادتی الف اور یا
بجائے ہمزہ کے اور معنی اوسکے
گرم ہین۔ اور دونون
قراءتون مین منافات نہین
کیونکہ ہوسکتا ہے کہ چشمہ
نُكْرًا
نافع و ابن ذکوان و شعبہ
فتح کاف سے ۱۲

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۴ کی ہو الخ قرطبی نے سہیلی سے نقل کی کہ علم تواریخ سے ظاہر ہوتا ہو کہ اسکندر دو ہین ایک زمانۂ خلیل علیہ السلام مین دوسرا کچھہ قبل زمانہ عیسٰے علیہ السلام کے تفسیر ابو السعود مین علامۂ ابن کثیر سے منقول ہو کہ اسکندر دو ہین اور بہت لوگ یہ سمجھتے کہ دونون ایک ہی ہین اور یہ کہ قرآن مین مذکور ہو سکندر یونانی متاخر ہو حالانکہ اس سے بڑی غلطی اور بڑا فتنہ پیدا ہوجاتا ہو اور کیونکر نہ پیدا ہو کہ ذو القرنین اسکندر جو اول تھا وہ تو بندۂ صالح مومن بادشاہِ عادل تھا اور ان کے وزیر خضر علیہ السلام تھے۔ اور ابراہیم خلیل علیہ السلام کے ہمراہ خانہ کعبہ کا طواف کیا اور وہ خلیل علیہ السلام پر ایمان لائے اور رہا دوسرا اسکندر تو وہ کافر تھا اور اوس کا وزیر ارسطاطالیس فیلسوف تھا اور دونون اسکندر کے درمیان دو ہزار برس سے زیادہ فرق ہو تو کہان وہ اور کہان یہ انتہی یہ عبارت ابن کثیر کی تفسیر مین تو نہین ہو لیکن تفسیر مین انہون نے کہا میری کتاب بدایہ ہدایہ مین اسکا بیان ہو شاید ابو السعود نے اوسی سے نقل کی ہو اور یہ بھی انھون نے لکھا کہ یہ اسکندر یونانی مقدونی جس کے نام سے تاریخ روم ہو اور یہ مسیح علیہ السلام سے قریب تین سو سال پہلے تھا۔ اور مقدونی نسبت ہو اوس شہر کی طرف جو روم کے شہرون مین قسطنطنیہ کے غربی رخ کو واقع ہو اب وہ ویران ہو کوئی وہان نہین رہتا الخ ابن تیمیہ نے کتاب الرد علی المنطقین لکھا کہ مشہور و متواتر ہو کہ ارسطو اس اسکندر کا وزیر تھا جو مسیح علیہ السلام سے تین سو برس پہلے تھا اور بہت سے جاہل یہ سمجھتے ہین ذو القرنین ہو جس کا ذکر قرآن مجید مین ہو اور اس جہت سے ارسطو کی تعظیم کرتے ہین کہ ارسطو اوسکا وزیر تھا جیسا کہ ابن سینا وغیرہ نے ایسا کہا اور لکھا ہو اور وہ تو صرف ارض القدس تک پہونچا سد سکندری تک نہین پہونچا چنانچہ اوسکے اخبار صاف بیان کرتے ہین اور وہ مشرک بت پرست تھا اور یہی حال ارسطو اور اوسکی قوم کا ہو کہ بت

جَزَآءُ الْحُسْنٰى
نافع ومکی وبصری وشامی
منصوب مضاف بغیر تنوین
کے ساتھ رتح کے ۱۲

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَنِ الْحُسْنٰى ج وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ؕ اور اے

(پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم سے ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہین - کہواب مین

اوسکا حال تم سے بیان کرتا ہون - بیشک ہم نے اوسکو روئے زمین پر بڑی حکومت

دی تھی اور اسکو ہر طرحکا سامان دیا تھا پھر اوس نے ایک راستہ اختیار کیا یہانتک

کہ جب آفتاب ڈوبنے کی جگہ پہونچا تو اوسکو کیچڑ کے ایک چشمہ مین ڈوبتا ہوا پایا

اور اوس (چشمہ) کے پاس ایک قوم کو دیکھا - ہم نے کہا اے ذوالقرنین (تجھکو

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۵ } پوچھتے تھے الخ بعضے دوسرے علما اور مولانا نظامی رحمۃ اللہ علیہ سکندر نامہ مین بھی اسکندر یونانی کو ذوالقرنین فرماتے ہین جس کا ذکر قرآن مجید مین ہی - چونکہ ابن تیمیہ لوگون کو بہت جلد مشرک بنانیوالے ہین اونکی تقلید کی ضرورت نہین - اور کوئی قول موجب یقین نہین ۱۲-

لہ ابن عبدالحکم فتوح مصر مین اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور ابن الانباری مصاحف مین اور ابن مردویہ ابوالطفیل کے طریق سے بیان کرتے ہین کہ ابن الکوا نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ ذوالقرنین پیغمبر تھے یا بادشاہ تھے - آپ نے فرمایا کہ نہ وہ نبی تھے نہ بادشاہ تھے - لیکن بندۂ صالح تھے انہون نے اللہ کو محبوب بنایا تو اللہ تعالی اونکو بھی اپنا محبوب بنایا - اور انہون نے اللہ کے واسطے نصیحت کی تو اللہ تعالی نے بھی اونکی بہتری چاہی - اللہ تعالی اونکو اونکی قوم پر مبعوث کیا - انہون نے اونکے سر کے دائین قرن پر مارا وہ مرگئے پھر اللہ تعالی نے اونکو زندہ فرمایا پھر جہاد کے لئے بھیجا انہون نے اون کے بائین قرن پر مارا وہ مرگئے اللہ تعالے نے اونسے جہاد کرنیکے لئے پھر زندہ کیا اور اسی واسطے وہ ذوالقرنین کے نام سے موسوم ہوا اور تم مین اون ذوالقرنین کے مثل موجود ہی (درمنثور) سراج مین لکھا کہ اونکی مثل سے آپنے ذات شریف کو مراد لیا - وجہ تسمیہ ذوالقرنین (۱) وہی جو اوپر مذکور ہوئی (۲) روئے زمین کے قرنین یعنے جانبین شرق وغرب کو پھرے تھے - (۳) اون کے وقت مین لوگون کے دو قرن گذرے اور وہ زندہ تھے (۴) سر مین بال دو تھے یا تاج مین مشابہ دو سنگون کے تھے - (۵) نور وظلمت اونکی مسخر تھی - اندھیری رات مین نور آگے تھا

اختیار ہی اونکو عذاب دے یا اونکے ساتھ اچھا معاملہ کر۔ کہا جو کوئی ظلم کریگا
ہم اوسکو عذاب دینگے پھر اپنے رب کی طرف پلٹایے جائیگا اور وہ اوسکو سخت
عذاب کریگا۔ اور جو کوئی ایمان لائیگا اور اچھا کام کریگا تو اوسکے لئے اچھا بدلہ ہے
اور ہم بھی اپنے مقدمہ مین اوسکو آسان بات کہین گے حضرت ذو القرنین
بعض کے پاس پیغمبر تھے اور اونکی نیک بختی پر تو سب متفق ہین اون کے زمانہ
مین بھی اختلاف ہی۔ وجہ اختلاف وہ اخبار ہین جو لوگون نے اہل کتاب یہود
و نصاری سے نقل کئے۔ اور ہم کو حدیث صحیح مین حکم دیا گیا ہی کہ ہم اہل کتاب کی
باتون کو نہ سچ جانین اور نہ جھوٹ بتلائین ابن کثیر روایت کرتے ہین کہ معاویہ
کہا کرتے تھے کہ ہم کعب احبار کی طرف سے دروغ کو امتحان کرتے اور مراد یہ نہین
کہ کعب عمداً جھوٹ بولتے تھے بلکہ مطلب یہ ہی کہ اپنے صحائف اہل کتاب سے
جو نقل کیا کرتے تھے سو نقل کرنے مین تو وہ سچے ہین کہ اونکی کتابون مین یون ہی ذکر کیا
گیا تھا لیکن ان کتابونکا حال ہی کہ اکثر اوسمین تبدیل و تصحیف و تحریف اور بناوٹ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۶ { اندھیرا پیچھے چھا جاتا الخ ۱۲ــه اس سے یہ مراد نہین کہ تمام اشیاء دئے گئے تھے کیونکہ یہ خلاف عقل و عادت ہی بلکہ وہی اسباب جنکی اونکو ضرورت ہوتی۔ اور تخصیص عقلی مضر تعمیم اطلاق نہین ۱۲ــه ابن منذر و ابن ابی حاتم نے مجاہد سے کہ انہون نے کہا کہ لفظ ایک ہوتا ہی اور معنی اوس کے جدا جدا ہوتے ہین اور دوسرے سبب کے معنی راستے کے ہین جیسے فرعون نے ہامان سے کہا تھا لَعَلِّيٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ یعنی شاید مین پہونچون راستون مین آسمان کے راستون مین (در)

سے پاک نہین ہین۔ اور ہم کو اللہ اور اوس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگاہ کرنیکے بعد اونکی روایتون سے بالکل کسی شے کی حاجت نہین۔ اور بیشک اونہین روایتون سے لوگون مین بڑا فساد اور بہت شر پھیل گیا ہی الخ آیات سے یہ معلوم ہوا کہ پہلا سفر انکا بجانب غرب ہوا اور چلتے چلتے جانب مغرب زمین کی انتہا پر جب پہونچے تو آفتاب[1] کو اسطرح دیکھا کہ گویا چشمہ کے اندر ڈوبا جاتا ہی جو کیچڑ[2] سے بھرا ہی اور وہان حضرت ذوالقرنین نے ایک قوم کو بھی پایا۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ہمنے[3] کہا اے ذوالقرنین خواہ تو عذاب کرے خواہ اونکے ساتھ بھلائی کرے

---

[1] ابن کثیر نے فرمایا کہ یہ معنی اسوجہ سے لئے گئے کہ آفتاب کی جائے غرب آسمانی تک تو پہونچنا متعذر ہے اور یہ جو قصاص بیان کرتے ہین کہ ذوالقرنین ایک مدت تک اس طرح چلے کہ آفتاب اونکی پشت پر غروب ہوتا تھا۔ یہ ایسی باتین ہین کہ جنکی کچھ حقیقت نہین اور اکثر یہ باتین اہل کتاب کی خرافات مین سے ہین کہ اونکے زندیق وملحدون نے دروغ بنا کر ملا دیا ہی الخ حدیث صحیح مین زمین سے آسمان کا فاصلہ کئی سو برس کی راہ مذکور ہی اور آیات مین آسمان کے ساتھ آفتاب کی سیر مصرح ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ اور ایک حدیث صحیح مین آفتاب کا عرش کے نیچے سجدہ کرنا بھی مروی ہی تو جب زمین سے آسمان اول کا یہ فاصلہ ہی تو عرش سے کسقدر فاصلہ ہوگا کیونکہ آسمان وزمین وکرسی وغیرہ سب عرش کے نیچے ہین۔ اور غروب ہونیکے یہ معنی ہین کہ وہ آدمیونکی نظر سے پوشیدہ ہوجاتا ہی۔ اور اسکے سوا جو خرافات اقوال فلاسفہ ہین اہل اسلام اوس سے بحث نہین کرتے بیضاوی کہتے ہین کہ اللہ تعالی یون نہین فرمایا كَانَتْ تَغْرُبُ یعنی فی الواقع آفتاب وہان غروب ہوتا تھا بلکہ فرمایا وَجَدَهَا تَغْرُبُ یعنی ذوالقرنین نے اوسکو ایسا اپنی نگاہ مین پایا ۱۲ [2] حمأة بمعنى الطين والوحل الراسب في الماء والتقدير في عين ذات حمأة من حمأت البئر اذا اصارت ذا حمأة ۱۲ [3] اور یہ جو اللہ تعالی نے اونکو پکارا اگر نبی ہین تو یہ ندا بطور وحی تہا اور جو ولی ہون تو بطور الہام ہی (بیضاوی)

یعنے اختیار دیا گیا تھا کہ چاہو تو قتل کرین قید کرین یا احسان سے پیش آئین اسلام
کی دعوت کرین آپنے اسلام کی دعوت کی رحمدلی سے اونسے پیش آئے اور عرض کی
کہ پروردگار میری دعوت کے بعد بھی جو ظلم عظیم[1] یعنے شرک پر اڑا رہا تو وہ دو جہان
مین عذاب کیا جایگا مین بھی عذاب کرونگا اور تو بھی اوسکو سزا دیگا۔ اور جو
ایمان لایا اور اچھے کام کئے اوسکے لئے نیک بدلا ہی خاص طور سے آخرت مین اور
بطور عموم دنیا مین بھی۔ اور ہم اوسکے حق مین اپنے کام زکوٰۃ خراج وغیرہ آسان
کردینگے بعد سفر مغربی کے سفر مشرقی کا ذکر فرماتا ہی ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ۝ حَتّٰٓی اِذَا 18-89
بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰی قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ۝ 18-90
كَذٰلِكَ ۭ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ۝ پھر اوس نے مشرق پہونچنے کیلئے
ایک راہ اختیار کی۔ یہان تک کہ جب سورج نکلنے کی جگہ پہونچا تو اوسکو پایا کہ
ایک قوم پر طلوع ہوتا ہی کہ ہم نے اونکے لئے سوائے آفتاب کے کوئی پردہ نہین
بنایا۔ اسی طرح (قصۂ ذوالقرنین) ہی اور اوسکے پاس جو کچھ تھا (اور اوسکی پوری
پوری کیفیت سے) ہم خوب آگاہ ہین یعنے پھر حضرت ذوالقرنین مشرق سے
ایسی جا پہونچے کہ آباد زمین مین سب سے پہلے آفتاب اونہین لوگون پر طلوع

ثُمَّ اَتْبَعَ — نافع و ابن کثیر و ابوعمرو نے ہمزۂ وصل پڑھا ہے باب افتعال سے ۱۲

[1] ابن منذر و ابن ابی حاتم نے ضحاک سے کہ ظلم سے مراد شرک ہے ۱۲
خُبْرًا علمًا اخرجہ ابن ابی شیبہ و ابن المنذر و ابن ابی حاتم عن مجاہد ۱۲ (در)

ہوتا تھا۔ اور نہ اونکو لباس تھا نہ مکان دہوپ اونکا لباس آفتاب اونکے
سر پر سایہ افگن۔ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب سورج نکلتا وہ لوگ
اپنے تہخانون مین داخل ہوتے۔ یہان تک کہ سورج ڈہلتا تھا۔ حسن بصری
نے فرمایا کہ اونکی زمین عمارت کو نہین اٹھا سکتی تھی اسی طرح قصہ ذوالقرنین
کا ہی یعنے جس طرح ہم نے بیان کیا یا یہ کہ جس طرح مغربِ شمس کے پاس کے لوگون
مین حکم کیا اوسی طرح مطلعِ شمس کی قوم مین حکم کیا۔ اور ہم ہی اونکے لشکر وآلات
واسباب سے خوب واقف ہین دوسرے ونکو کیا معلوم۔ جب مشرق ومغرب کا
3-92 سفر ہوچکا تو تیسرا سفر جو غالبًا جانب شمال ہوا اس طرح بیان فرمایا ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ۝
3-93 حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ بَیْنَ السَّدَّیْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ
-94 قَوْلًا ۝ قَالُوْا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَهَلْ
-95 نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤی اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمْ سَدًّا ۝ قَالَ مَا مَكَّنِّیْ فِیْهِ
-96 رَبِّیْ خَیْرٌ فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهُمْ رَدْمًا ۝ اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ
حَتّٰۤی اِذَا سَاوٰی بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰۤی اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا

له ابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ (در) طیالسی بزار ابن منذر ابن ابی حاتم۔ ابو الشیخ (د)
ردمًا اصل معناه سد الثلمة بالحجارة ونحوها وهو اکبر من السد من قولهم ثوب مردم
اذا کان رقاعًا فوق رقاع ۱۲ زبر الحدید قطعه والزبرة القطعة الکبیرة ۱۲
الصدفین جانبی الجبلین لانهما یتصادفان ای یتقابلان (کبیر)

ثُمَّ اَتْبَعَ
ساتھ ہمزہ وصل کے باب افتعال سے نافع وابن کثیر وابو عمرو ۱۲

السُّدَّیْنِ
نافع وابن عامر وشعبہ وحمزہ وکسائی ساتھ ضم سین کے معنی ایک ہے ۱۲

یُفْقِهُوْنَ
حمزہ وکسائی ساتھ ضم یا اور کسر قاف کے باب افعال سے یعنے سامع کو اپنا کلام نہین سمجھا سکتے تھے ۱۲

یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ
سوائے عاصم کے سب قاری بجائے ہمزہ کے الف سے ۱۲

خَرَاجًا
حمزہ وکسائی ساتھ زیادتی الف اور فتح را کے معنی ایک ہے ۱۲

سُدًّا
نافع وابن عامر وشعبہ ساتھ ضم سین کے ۱۲

مَا مَكَّنَنِیْ
ابن کثیر دو نون سے پہلا مفتوح دوسرا مکسور مخفف بے ادغام کے معنی ایک ہے ۱۲

رَدْمًا ائْتُوْنِیْ
شعبہ ساتھ ہمزہ وصل کے جب وصل کرے تو نون تنوین کو کسرہ بعد اوسکے ہمزہ ساکن اور جب شروع کرے ہمزہ وصل سے تو اوسکے بعد کا ہمزہ یا سے بدل جائے گا یعنے جیئتونی زُبَرَ الحدید
زبر منصوب بنزع خافض ہے یعنے لاؤ مجھکو زبرے یعنی ٹکڑے لوہے کے ۱۲

الصَّدَفَیْنِ

قَالَ اٰتُوْنِیْٓ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا ؕ فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا 8-97

لَهٗ نَقْبًا ۔ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ 8-98

وَكَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا ؕ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ یَوْمَئِذٍ یَّمُوْجُ فِیْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ 8-99

فِی الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ۙ وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ یَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِیْنَ عَرْضَا ۙ -100

نِ الَّذِیْنَ كَانَتْ اَعْیُنُهُمْ فِیْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِیْ وَكَانُوْا لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ -101

سَمْعًا ۔ پہر ایک راستہ اختیار کیا یہانتک کہ جب دو پہاڑون کے درمیان

پہونچا تو اونکے اسطرف ایسی قوم کو پایا جو بات نہین سمجہ سکتی تھی انہون نے کہا اے

ذوالقرنین یاجوج اور ماجوج ملک مین فساد کرتے ہین ۔ پہر کیا تمہارے لئے خرچ

دَكَّآءَ ۔ کلما انبسط بعد الارتفاع فقد اندك ۔ ای ارضا مستویة والموصوف مقدر ۱۲

قِطْرًا ۔ وهو النحاس المذاب لانه یقطر وقطرا منصوب بقوله افرغ ۱۲

[1] بخاری و مسلم نے حضرت زینب تک سند پہونچائی جو حجش کی بیٹی تھین انہون نے فرمایا کہ جناب

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سوتے سے جاگے اور انکا چہرہ سرخ تھا اور آپ فرماتے تھے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خرابی ہے

عرب کے واسطے اوس بری چیز سے جو نزدیک آ پہونچی ۔ کہل گیا ۔ آجکے دن یاجوج اور ماجوج کی دیوار مین سے

اوس کے برابر آپنے اپنے ہاتھ سے حلقہ باندھا مین نے کہا اے پیغمبر اللہ کے کیا ہم ہلاک ہو جاوینگے اور ہم مین

اچھے لوگ موجود ہونگے آپنے فرمایا ہان جب پلیدی بہت ہوگی امام احمد و ترمذی ابن ماجہ اور ابن ابی حاتم

اور ابن حبان نے اور حاکم نے صحیح سند کہکر اور ابن مردویہ نے اور بیہقی نے بعث مین حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

تک سند پہونچائی کہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یاجوج اور ماجوج اوس دیوار کو ہر روز کہودتے ہین

یہانتک کہ جب قریب ہوتا ہے کہ سورج کی شعاع دیکہین وہ جو اون کے اوپر ہے یعنی سردار ہے وہ کہتا ہے پلٹ چلو

قَالَ اٰتُوْنِیْ فَمَا اسْطَاعُوْا ۔ حمزہ ساتھ ہمزہ وصل کے طا کے تا کو طا مین ادغام کیا اور دوسری قرأت مین

دَكًّا ۔ نوع وابن کثیر و ابو عمرو وابن عامر نے بغیر ہمزہ ساتھ تنوین کے مصدر ہے معنی مین مفعول کے

ای مدکوکا مستویا من الارض ۱۲

مقرر کرین اس بات پر کہ تم ہمارے اور اونکے بیچ مین ایک دیوار بنادو ذوالقرنین
نے کہا کہ جو کچھہ میرے رب نے مجھے مقدور دے رکہا ہی۔ وہ بہتر ہی پہر تم (جسمانی)
قوت سی میری مدد کرو کہ مین تمہارے اونکے درمیان ایک آڑ (یعنے مضبوط دیوار)
بنادون۔ مجہکو لوہی کے تختی لادو یہانتک کہ (ذوالقرنین نے) دونون پہاڑون کے
بیچ کی کشادگی کو برابر کردیا تو کہا (آگ) پھونکو جب اوسکو آگ کردیا تو کہا کہ میرے پاس
پگھلا ہوا تانبا لادو کہ اوسپر ڈالدون (جب اسطرح دیوار تیار ہو چکی تو) پہر وہ اوس پر
نہ چڑہ سکتے تھے اور نہ اوسمین نقب لگا سکتے تھے۔ کہا یہ میرے رب کی مہربانی ہی پہر جب
میرے رب کا وعدہ آئیگا تو اوسکو ڈہاکر برابر کردیگا۔ اور میرے رب کا وعدہ سچا ہی اور
ہم اوس دن اونکو ایسا کر چھوڑینگے کہ (بسبب اژدہام کے) باہم ملجائین گے۔ اور صور پھونکا
جائیگا پہر ہم ان سب کو اکٹہا کرینگے اور اوس دن کافرون کے سامنے جہنم کو لائینگے۔
ایسے وہ کہ جنکی آنکہون پر میری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا اور وہ کچھہ نہین سُن سکتے تھے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۱ ہی اب کل تم اوسکو کہول لوگے پہر وہ پلٹ کر اوس طرف آتے ہین تو اوسکو بہت مضبوط پاتے ہین یہانتک کہ جب اونکی مدت پہونچے گی اور اللہ چاہیگا کہ اونکو لوگون پر بھیجے وہ کہودینگے یہانتک کہ جب قریب ہوگا کہ وہ سورج کی شعاع دیکہین جو شخص اونکے اوپر ہی وہ کہیگا پلٹ چلو پہر اب کل آکر اللہ چاہی تو تم اوسکو کہول لوگے پہر وہ پلٹ کر اوسطرف آوینگے اور وہ اوسیطرح پر ہوگا جس طرح کہ اونہون نے اوسکو چھوڑا تھا پہر وہ کہودینگے اور لوگون کیطرف نکلینگے پہر پانیون کو پی جاوینگے اور لوگ اون سے اپنے قلعون مین پناہ پکڑینگے پہر وہ اپنے تیر آسمان کیطرف پہینکینگے پہر وہ خون مین رنگین ہوکر آوینگے اوسوقت وہ کہینگے کہ ہم زمین اور آسمان کے لوگون پر غالب آگئے پہر اللہ اونکی گردنون مین کیڑے بھیجیگا پہر وہ ہلاک ہوجاوینگے جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اوسکی جسکے ہاتھ مین محمد کی جان ہی زمین کے جانور اون کے گوشت سے موٹے اور تازے ہونگے ابن جریر

ابن مردویہ نے ابوبکر ثقفی تک سند پہونچائی کہ ایک بدو نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مین نے یاجوج اور ماجوج کی دیوار دیکھی ہی آپنے فرمایا تو اوسکا حال مجہسے بیان کر اوس نے کہا جیسے چادر چار خانہ کی ایک لکیر سیاہ اور ایک لکیر سرخ آپنے فرمایا

ابن کثیر نے لکھا ہی کہ ذوالقرنین کا جس گروہ پر گذر ہوتا اونسے مقابلہ کر کے
غالب آتے۔ پہر اونکو اللہ کی طرف بلاتے۔ جس نے اونکا کہا مانا وہ تو
اچھا رہا۔ اور نہین تو ہر طرح کی ذلت اون کے حصہ مین ہوتی۔ مال و سامان
کو اون کے مباح فرماتے۔ اور بعضون کو خادم بنا کر اپنے لشکر کے ہمراہ
لیجاتے۔ جب سدین یعنے دو بلند پہاڑون تک انکا سفر ہوا اور اون
دونون کے درمیان ایک وسیع جگہ تھی اوسی راستہ سے یاجوج و ماجوج نکلکر
ترک کے ملکون مین فساد کرتے اور آدمی و جانور اور کھیتی وغیرہ برباد کرتے
امام احمد نے اپنی مسند مین روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا نوح علیہ السلام کے تین بیٹے تھے سام عرب کے باپ۔ اور حام سودان
کے باپ۔ اور یافث ترک کے باپ بعضے علما نے کہا کہ یاجوج ماجوج یافث
کی اولاد مین جو ترک کے باپ ہین اور انکو ترک اسلئے کہتے ہین کہ یہ سد کے
پیچھے چھوڑے گئے ہین۔ ورنہ بغاوت و فساد و دلیری مین یہ لوگ بھی یاجوج
ماجوج کے اقربا ہین۔ ابن جریر نے انکے اشکال و صفات مین وہب بن
منبہ سے ایک طویل حدیث بیان کی جسمین طول و غرابت ہی۔ ابن ابی حاتم
کے بھی انکے مقدمہ مین احادیث غریبہ ہین جن کا اسنا صحیح نہین الخ فقیر کہتا ہی

کہ قرآن سے حضرت ذوالقرنین کا وجود خواہ وہ سکندر رومی ہون یا کوئی اور ہون اور یاجوج ماجوج کا ہونا اور اونکے لئے سد کا تیار ہونا ثابت ہم مسلمانون کے اعتقاد مین داخل ہے اب کسی نئی روشنی والیکے شک ڈالنے سے کسی طرح کا شک نہین پڑتا۔ غرض جب آپ وہانتک پہونچے تو اون دو پہاڑون کے ادہر ایک قوم کو پایا کہ بات جیسے اور لوگ سمجہتے ہین اوس طرح خوب نہین سمجہتے بلکہ بعد مشقت کچہہ نہ کچہہ سمجہہ لیتے یا اونکی زبان ہی

لہ بنی عباس کا خلیفہ جس کا نام واثق تہا اپنے کسی امیر کو سامان سفر اور ایک لشکر اوسکے ہمراہ کرکے سد کے دیکہنے کو روانہ کیا اور کہا کہ دیکہہ کر آکر ساری کیفیت مجہہ سے بیان کرنا یہ لوگ شہر بشہر اور ملک و ملک پہرتے وہان پہونچے اور اوسکو دیکہا کہ لوہے اور تانبے سے بنی ہوئی ہے اور بہت ہی بلند ہے اوس کے اطراف کے پہاڑ بہی بہت ہی اونچے ہین اور نایاب نایاب باتین دیکہنے مین آئین اور یہ مدت آنے جانے کی دو سال سے زیادہ تہی (ابن کثیر) مسلمان مورخونکے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیوار ترکستان مین ہے اور چونکہ اون ملکون مین مسلمان ہی رہتے ہین اور پہاڑون کے گہاٹیان اس طرح ہے کہ امن نہین اور یوروپین کا وہان جانا دشوار ہے۔ اسی سبب سے جو اہل اسلام کے جغرافیون مین وہان کے بلاد کا حال ہے انگریزی جغرافیون مین بہت ہی تہوڑا ہے۔ قرآن و حدیث سے جو بات ثابت ہو جائے اوسکو یقین کرنے اور ہمارا اوسکو نہ پانا کیا یہ دلیل ہوسکتی ہے کہ فی الواقع وہ موجود نہین۔ چند سال مین کوئی نہ کوئی ایک ایسا جزیرہ ظاہر ہوتا ہے جس کے پہلے کسی کو نہ معلوم تہا۔ امریکہ کا حال کب کسی پر پوشیدہ ہے۔ جو نئی دنیا کی نام سے موسوم ہوگیا۔ تمام روئے زمین کے علم کا دعوی کرنا چہوٹا منہ بڑی بات۔ لیکن اس کا کیا علاج ہے کہ جن کے قلوب مین نصرانیت آگئی ہے وہ اپنے بہائی بندون کے کلام کو بہ نسبت قرآن و حدیث و مورخان اہل اسلام کے زیادہ مانتے ہین۔ جو اسی طرح سمجہے گا تو وہ اونہین کے ساتہہ رہے گا۔ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَاُولٰئِكَ مِنْهُمْ ۱۲

دوسری تھی حضرت ذوالقرنین کسی مترجم سے اوس قوم کی گفتار کو پہچان لیا یا یہ کہ سب زبانین آپکو یاد تھین تو اونکا یہ بیان تھا کہ یاجوج و ماجوج زمین مین فساد کرتے ہین سو کیا ہم آپکے لئے خرچ مقرر کردین کہ اون کے اور ہمارے درمیان ایک دیوار بنادین۔ جس سے وہ پھر ہم تک نہ پہونچ سکین اور ہماری جان و مال محفوظ رہی۔ آپنے اونسے مال لینا نچاہا۔ اور فرمایا کہ جو کچھہ میرے رب نے مجھے دیا ہی وہ تمہارے اموال سے بہتر ہی مجھے مال کی لالچ مت دو۔ ہان بطور نیکی تمہاری درخواست منظور ہی۔ سو اب تم قوت سے مجھے مدد دو اور میرے ساتھہ ملکر کام کرو تو مین تمہارے اور اونکے درمیان مضبوط دیوار بنادون۔ میرے پاس لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لاؤ۔ سو آپنے بجائے پتھر کے اونکو چن دیا۔ یہانتک کہ پہاڑ کے دونون چوٹیون تک جب دیوار کو برابر کردیا تو کاریگرون اور اپنے قوم کے لوگون سے آگ لگاکر حکم دیا کہ اب پھونکو اور جب اوسکو آگ بنادیا یعنے سرخ مثل آگ کے ہوگئی تو فرمایا لاؤ میرے پاس پگھلا ہوا تانبا یا سیسا۔ اور آپنے بطور خرق عادت یا آلات کے ذریعے اوپر سے ڈلوادیا جس سے تمام لوہا آپسمین سخت جم گیا۔ اور وہ دیوار پہاڑ سے زیادہ مضبوط ہوگئی۔ اب نہ اوسکے اوپر چڑھکر نیچے اتر سکتے ہین اور نہ نیچے سے نقب کرسکتے تھے۔ جب دیوار تیار ہوگئی تو ذوالقرنین اوس کے جانب اشارہ

ــــــــــــــــــــ

لہ بخاری مین ہی کہ حضرت نے فرمایا کہ آجکے دن اسقدر سوراخ ہوگیا اور آپنے اپنے دست مبارک سے حلقہ ۹۰ کا فرمایا۔ اور آیت مین تو نقب کی نفی ہی تو علماء نے کہا کہ توفیق ممکن ہی کیونکہ آیت تو بالفعل کے واسطے ہی اور حدیث

کرکے فرمایا کہ یہ میرے رب عز و جل کی رحمت ہی جس نے ایسے مشکل کام پر مجھے قدرت
دی۔ پہر میرے پروردگار کا وعدہ یعنے قربِ قیامت یا اس قوم کے خروج کا وقت
آئیگا تو اللہ تعالی اوسکو ریزہ ریزہ کرکے خاک سے برابر کردیگا۔ اور میرے رب کا
وعدہ حق ہی۔ یعنی خروج یاجوج قریب قیامت حق ہی یعنے خواہ مخواہ ہونیوالا ہے
اور ہم اونکو ایسا کر چھوڑینگے کہ بعض بعض سے مل جائین گے یعنے جس روز یاجوج
ماجوج نکلین گے تو وہ اژدحام ہوگا کہ ایک دوسرے سے مل جائین گے اور صور پھونکا
جائیگا پہر ہم اون سبکو پورے طور سے اکٹھا کرینگے فجمعنٰہم مین سے شاید فا تفصیلیہ ہے یعنے
پہلے صور پھونکا جائیگا تو سب خلائق مرجائیگی پہر دوسرے نفخۂ صور مین بعد خاک
ہوجانے اور متفرق ہوجانیکے جمع کئے جائین گے۔ اور خداوند عالم کافرون کے
سامنے جہنم کو پیش کریگا۔ پہر اون کافرون کے افعال بیان فرماتا ہی ایسے لوگ
کہ جنکی آنکھون پر میری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا نہ مصنوعات کو دیکھکر صانع کو پہچانا
نہ قرآن کو غور سے دیکھا نہ سنا کیونکہ وہ کچھ نہین سن سکتے تھے خلاصہ یہ کہ نہ کافرون
کے آنکھون مین وہ نور کہ جس سے مخلوقاتِ الہی دیکھکر خالق کو پہچانین نہ کانون مین وہ سماعت
کہ جو کچھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے ہین اوسکو قبول کرین تنبیہ آجکل کے بعض ہوئے بھی خدا
کی قدرتکو محصور کرنا چاہتے ہین اور جو کچھ قرآن و احادیث سے انکی عقل ناقص مین نہ آئے اوسکے لئے تاویلیں باطلہ کرتے

الحمد للہ کہ تفسیر قادری کی مقبولیت کی نشانی ہو کہ جس کے نامِ نامی سے شروع کیگئی اور پہلی جلد ختم ہو کر دوسری جلد شروع ہوئی تھی کہ اوس شاہ نے اپنی طرف بلایا اور سفر بغداد مبارک پیش آیا۔ آج تاریخ گیارہوین ربیع الثانی ۱۳۱۱ھ ہی قریب روضۂ مبارک حضرت سلطان الاولیا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا مسجد حنابلہ مین حاضر ہو کر یہ تحریر کرتا ہون اور جتنے تفسیر کے شرکا تھے اونکا سلام بھی دربارِ مقدس مین عرض کردیا۔ امید ہو کہ اونکے طفیل سے کہ جنکیلئے تمام اولیا نے گردنین جھکادی تھین ہم سب مقبول ہو جائین۔ جب گذشتہ آیت مین اللہ تعالی نے بیان فرمایا کہ ہم قیامت مین سب کو ایک میدان جمع کرینگے اور وہ کافر و مومن ہونگے۔ جہنم کافرون کیلئے ظاہر فرمائیگا کہ قبل دخول اوسکے عذابات دیکھین اور اونکو بسبب معاینۂ عذاب بہت ہی جلد رنج و غم حاصل ہو۔ اب اون کافرون کا انجام بیان فرماتا ہے اَفَحَسِبَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنۡ يَّتَّخِذُوۡا عِبَادِىۡ مِنۡ دُوۡنِىۡۤ اَوۡلِيَآءَ ؕ اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا جَهَنَّمَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ نُزُلًا ۝ قُلۡ هَلۡ نُـنَبِّئُكُمۡ بِالۡاَخۡسَرِيۡنَ اَعۡمَالًا ۝ اَلَّذِيۡنَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَهُمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ يُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا ۝ کیا کافرون نے یہ سمجھ لیا ہی کہ میرے سوا میرے بندون کو کارساز بنالین بیشک ہم نے کافرون کی مہمانی کیلئے دوزخ

يَحْسَبُونَ کسر سین سے نافع و ابن کثیر و ابو عمرو و کسائی ۱۲

تیار کر رکھی ہے (اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم (کافروں سے) کہو کیا ہم تمکو
بتا دین کہ اعمال کے اعتبار سے کون نقصان مین ہے۔ وہ لوگ ہین جنکی کوشش دنیا کی
زندگی مین اکارت ہوئی اور وہ سمجھتے ہین کہ ہم اچھے کام کر رہے ہین۔ بِالْاَخْسَرِیْنَ
اَعْمَالًا کی تفسیر مین شیخ ابن کثیر نے نقل فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ور ضحاک اور
بہت سے لوگون نے فرمایا کہ وہ حروریہ[1] ہین پھر لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے
قول کے یہ معنی ہین کہ یہ آیت عام ہے اور ہر ایسے شخص کو شامل ہے جو اللہ تعالی کی پرستش
ایسے طریقہ پر کرے جو ناپسندیدہ ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ مین سیدھے راستہ پر ہون اور میرا
عمل مقبول ہے اور فی نفسہ وہ گمراہ ہے تو اوسکا عمل بھی مردود ہوگا۔ اور یہ معنی نہین کہ
اس آیت کا نزول حروریہ کے حق مین ہوا ہے کیونکہ حروریہ کا اوسوقت وجود بھی نہین تھا
تھا الخ مصداق اول تو اوسکے یہی کافر ہین اور یہود و نصاری مجوس و ہنود اور نیچر
جو نئے پیدا ہوئے ہین اور جو لوگ کہ اللہ یا اوسکے رسول و قرآن یا آخرت و ضروریات
دین کے منکر ہین سب اسمین داخل ہین اب کافرونکی پوری خرابی اور اوس خرابی کا
سبب بیان فرماتا ہے اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ

[1] یعنے خوارج جنھون نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی کرکے حضرت پر خروج کیا اور بوجہ قیام
حروراء کے حروریہ اونکا لقب ہوگیا ہے۔ ۱۲

اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝ یہ وہی لوگ ہین جنھون نے اپنے

رب کی نشانیون اور اوسکی ملاقات (یعنے دیدار) کا انکار کیا سو اونکے اعمال برباد

ہوگئے اور ہم قیامت کے دن اونکی کچھ بھی قدر نہ کرینگے بخاری و مسلم مین ہے کہ قیامت

کے روز بڑا مرد موٹا تازہ آئیگا وہ اللہ تعالی کے نزدیک مچھر کے پر برابر بھی وزن

نہ رکھتا ہوگا۔ اور فرمایا اگر تم چاہتے ہو تو پڑھو فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا

یعنے ان لوگونکا اللہ کے پاس کچھہ مرتبہ نہ ہوگا بلکہ ذلیل و خوار ہونگے چونکہ اس سیاق سے

صاف واضح تھا کہ جزا اوسکی جہنم ہے تو فرمایا ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا

وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ۝ یہ سزا اونکی جہنم ہے اسلئے کہ انھون نے کفر کیا

اور میری نشانیون اور رسولون کو ٹھٹھا ٹھہرایا یعنے کفر کرنے پر اکتفا نہ کیا بلکہ اوسکے

ساتھہ آیات سے ٹھٹول اور اون رسولون سے بھی ٹھٹھا جو اونکے ناصح و مشفق تھے

۱؎ ابن الاعرابی نے کہا کہ عرب بولتے ہین مَا لِفُلَانٍ عِنْدَنَا وَزْنٌ ہمارے نزدیک فلان شخص کا کچھہ وزن نہین مَا قَامَ لَهٗ وَزْنٌ اسکا کچھہ وزن نہین ٹھہرا مَا نُقِيْمُ لَهٗ وَزْنًا ہم اسکا کچھہ وزن نہین ٹھہراتے یعنے حقیر و ذلیل بے اعتبار ہے ۱۲ ۲؎ لقاء کے اصل لغوی معنی وصول کے ہین جب یہ نہین لئے گئے تو دیکھنا چاہئے کہ محاورہ مین اور مجاز مشہور متعارف کیا معنی ہے۔ اور وہ دیدار ہے بولتے ہین قَدْ لَقِيْتُ فُلَانًا مین نے فلانے کو دیکھا ہے اللہ تعالی نے فرمایا فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ یعنے جو اللہ تعالی کے دیدار کا مشتاق توامیدوار ہے کہ اللہ تعالی کی مقرر کی ہوئی اجل ضرور آنیوالی ہے معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقون نے یہان ثواب کے محذوف مانا اور یہ بات تحقیق کو پہونچ چکی کہ کلام مین کچھہ حذوف ماننے سے مجاز مشہور متعارف لینا ہی سزاوار ہے دیکھو

اب وعید کے بعد وعدکا ذکر کافرون کی خرابی کے بعد مسلمانونکے ثواب و درجاتکا حال

بیان فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ 107

نُزُلًا ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ۝ بیشک جو لوگ کہ ایمان لائے 108

اور اچھے کام کئے اونکے لئے فردوس کے باغ مہمانیکی جائے ہے - ہمیشہ اوسمین رہا کرینگے

وہان سے بدلنا نہ چاہین گے - بخاری و مسلم مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا کہ جب تم اللہ تعالی سے مانگو تو اوس سے فردوس مانگو کہ وہ وسط جنت اور

اعلی جنت ہے اوسکے اوپر عرش رحمن ہے - اور اوسی سے جنت کی نہرین جاری ہین

چونکہ آدمی ایک مقام پر بہت دن رہنے سے اکتا جاتا ہے اس لئے فرمایا کہ کبھی

اوس سے دوسرے مقام پر جانا پسند نہ کرینگے - کیونکہ طرح طرح کی نعمتون سے ہر وقت

ایک نئی لذت پاتے رہین گے - اور سب سے اعلی النعمت رویت خداوندی ہے

جس کے سامنے ساری نعمتین گرد ہو جائین گے - اور تجلیات کی تو کوئی نہایت ہی

نہین ہے ع ہر تجلی برنگ دیگر ہست - تو اب شایق دیدار الہی اپنے محبوب کو

چھوڑ کر اور کہان جانا چاہے گا ۔ ٥

فَحُلَّتْ سُوَيْدَا الْقَلْبِ لَا اَنَا بَاغِيًا — سِوَاهَا وَلَا عَنْ حُبِّهَا اَتَحَوَّلُ

ہر چہ کہ بود توان گرفتن بدلے — تو بے بدلی ترا بدل نتوان یافت

جب اس سورہ مین انواعِ دلائل اور پچھلے لوگون کے قصے بیان فرمایا اسلیئے کمالِ قرآن اس طرح بیان فرمایا ہی قُل لَّوۡ كَانَ ٱلۡبَحۡرُ مِدَادٗا لِّكَلِمَٰتِ رَبِّي لَنَفِدَ ٱلۡبَحۡرُ قَبۡلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَٰتُ رَبِّي وَلَوۡ جِئۡنَا بِمِثۡلِهِۦ مَدَدٗا (ای پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کہو اگر میرے رب کی باتین لکھنے کیلئے دریا سیاہی ہون تو میرے رب کی باتین تمام ہونیکے پہلے ہی دریا خرچ ہو جائین اگرچہ ویسے اور بھی دریا مدد کو لائین۔ دوسری جا تصریح سے فرمایا وَلَوۡ أَنَّمَا فِي ٱلۡأَرۡضِ مِن شَجَرَةٍ أَقۡلَٰمٞ وَٱلۡبَحۡرُ يَمُدُّهُۥ مِنۢ بَعۡدِهِۦ سَبۡعَةُ أَبۡحُرٖ مَّا نَفِدَتۡ كَلِمَٰتُ ٱللَّهِ یعنی اگر فرض کرد کہ جو کچھہ زمین مین درخت ہین سبکے قلم بنین اور سمندر اوسکے دوات ہون اور اوسکے بعد سات سمندر دوات ہو نہین مدد کرین تو اللہ تعالی کے کلمات کچھہ بھی ختم نہ ہونگے۔ کیونکہ کلمات الٰہی غیر متناہی ہین اور باقی سب متناہی اور محال ہی کہ متناہی غیر متناہی کو کفایت کرسکے

جب کلام الٰہی کا بیان ہوا اور وہ کلام پاک حضرت ہی کے زبانِ پاک سے ہمتک پہنچا

گرچہ قرآن از لبِ پیغمبر است	ہر کہ گوید حق نگفت او کافر است

لہذا کسیکو اوسکچھہ خیال نہ آجائے اوس خیال کے دور کرنیکے لئے یون حضرت کو حکم

المداد اسم لما تمد به الدواة من الحبر ولما يمد به السراج من السليط (تفسیر)
یہ اصل معنی ہے پہر عرف لغت مین روشنائی کو مداد کہنے لگے (خفاجی)
مددا۔ زيادة ومعونة وهو مفعول له ۱۲

ینفد
ساتھہ یا کے حمزہ و کسائی
لسبب مقدم ہونے فعل کے
جمع پر تذکیر و تانیث
دونون جائز ہے ۱۲

فرماتا ہی قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ
لِقَاۤءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ کہو مین بھی
تمہارے جیسا آدمی ہون میری طرف وحی کیجاتی ہی کہ تمہارا معبود وہی ایک معبود
ہی۔ پہر جو کوئی اپنے رب سی ملنے کی امید رکھے تو وہ اچھی کام کرے اور اپنے رب کی
عبادت مین کسی کو شریک نہ کرے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ اس آیت
مین اللہ تعالی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تواضع سکھلایا تا لوگون سی فرمادین
کہ مین آدمیت مین تمہارے جیسا ہون لیکن وحی سے میری بزرگی بڑہائی گئی ہی اور
وحی مین اسطرح مجھ سے خطاب ہوتا ہی کہ تمہارا خدا ایک ہی خدا ہی۔ بعضے بدمذہب
اس آیت سی نعوذ باللہ حضرت کی مساوات کا دم بھرنے لگے۔ اور کبھی بڑے بھائی کی مثل
دیکر خوش ہونے لگے۔ اللہ تعالی نے دوسری آیتون مین اس بے ادبی سے منع فرمایا۔
لَا تَجْعَلُوْا دُعَاۤءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاۤءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا[1] اور سورہ حجرات مین اعمال
کے حبط ہونیسے ڈرایا وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ[2]
وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے اپنی صحابہ سی مخاطب

[1] نہ پکارو رسول کو جس طرح کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ [2] اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ
بہت زور سے بات کرو جیسے تم ایک دوسرے سے زور زور سے باتین کیا کرتے ہو (ایسا نہ ہو) کہ سب تمہارا کیا کرایا
اکارت ہو جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو ۱۲

ہوکے فرمایا کہ مین تمہارے جیسا نہین ہون صحیح بخاری کتاب الصوم باب الوصال
صفحہ ۲۶۵ مین مذکور ہی پہلی حدیث کے لفظ اِنِّیْ لَسْتُ مِثْلَکُمْ دوسری حدیث
اِنِّیْ لَسْتُ کَاَحَدٍ مِّنْکُمْ تیسری حدیث اِنِّیْ لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ لِیْ مُطْعِمٌ
یُّطْعِمُنِیْ وَسَاقٍ یَّسْقِیْنِیْ چوتھی حدیث وَاَیُّکُمْ مِثْلِیْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ
اسیواسطے صوفیہ کرام[1] فرماتے ہین مُحَمَّدٌ بَشَرٌ لَا کَالْبَشَرِ بَلْ یَاقُوْتَۃٌ بَیْنَ الْحَجَرِ اور ان کا فقیر
عرض کرتا ہے۔ ؎

ہو جیسے سنگ مین یاقوتِ احمر	بشر مین آپ بھی خیر البشر ہو

حضرت شیخ[2] حسن تستری فرماتے ہین ایک شخص نے مجھ سے قصیدۂ بُردہ کے اس شعر مین جھگڑا کیا

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِیْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ	وَاَنَّهٗ خَیْرُ خَلْقِ اللّٰهِ کُلِّهِمٖ

اور کہنے لگا کہ یہ قول بے دلیل ہی مین نے کہا کہ حضرت کی افضلیت پر اجماع منعقد ہو گیا
لیکن وہ اپنے قول سے نہین پلٹا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپکے
ہمراہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ہین مجھکو دیکھکر ارشاد فرمانے لگے مَرْحَبًا بِحَبِیْبِنَا
یعنے ہمارے دوست کو مرحبا ہی پھر صحابہ سے مخاطب ہوکر فرمایا تمہین کچھ معلوم ہی کہ آج
کیا ہوا عرض کی کہ نہین یا رسول اللہ فرمایا کہ فلان مردود کا یہ اعتقاد ہی کہ فرشتے مجھ سے

[1] امام شعرانی طبقات کبریٰ مین ۱۲ [2] طبقات الکبریٰ جلد ثانی صفحہ ۷

افضل ہین ـ سبھون نے متفق ہوکر عرض کی کہ نہین یا رسول اللہ کوئی بھی آپ سے
افضل نہین ہے ـ پھر فرمایا کہ وہ فلان مطرود زندہ رہیگا اگر زندہ رہا بھی تو ذلیل وخوار
خستہ وخراب دنیا وآخرت مین گمنام رہیگا ـ سمجھتا ہے کہ میری افضلیت پر اجماع نہین ہوا
کیا اتنا بھی وہ نہین جانتا کہ معتزلہ نے جو اہل سنت سے مخالفت کی تو اوس سے اجماع
مین کچھ ضرر نہین ـ پھر دوسرے بار مین نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا
اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قول بوصیری فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ
اَنَّهٗ بَشَرٌ کے یہ معنی ہین کہ جسکو آپکی حقیقت کا علم نہین اوسکے منتہی علم مین آپ بشر
ہین ورنہ آپ بلحاظ روح قدسی اور قالب نبوی سب سے برے ہین یہ سنکر رسول
مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو نے سچ کہا اور مین تیرا مطلب سمجھ گیا ۵

محمد صلی اللہ علیہ وسلم سرِّ وحدت ہین کوئی رمز اسکی کیا جانے	شریعت مین تو بندہ ہین حقیقت مین خدا جانے

سید الانبیاء کی شان تو بہت اعلیٰ وارفع ہے آپکے بی بیون کی شان مین اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ الآیۃ یعنی اے پیغمبر کی بیبو تم
عورتون مین سے کسی کے مانند نہین ہو ـ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہین[۱] يُرِيْدُ
لَيْسَ قَدْرُكُنَّ عِنْدِيْ مِثْلَ قَدْرِ غَيْرِكُنَّ مِنَ النِّسَاءِ الصَّالِحَاتِ اَنْتُنَّ اَكْرَمُ

[۱] امام بغوی معالم التنزیل ابتداء پارہ ومن یقنت مین ۱۲ ـ

عَلٰی وُنُوا بِکُمْ اَعْظَمُ لَدَیَّ یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ مراد ہے کہ تمہارے سوا اور
جو نیکبخت عورتین ہین اونکے مرتبہ کے جیسا تمہارا مرتبہ میرے پاس نہین (بلکہ
تم میرے پاس (اونسے) بزرگ و برتر ہو اور تمہارا ثواب بھی بہت ہی بڑا ہے۔ خلاصہ یہ کہ
حضرت قاضی عیاض شفا شریف مین فرماتے ہین کہ کسی شخص کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اگرچہ نقص و عیب لگانا مقصود نہین لیکن بعضی اوصاف
نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان کرنا جسکی نسبت آپکی طرف کرنا دین مین جائز
ہے بطور مثال یا اپنے یا غیر کیلیے بطریقہ دلیل یا بطرز تشبیہ یا کسی مصیبت و آفت
کے وقت نہ بطور اقتدا کے بلکہ اپنے نفس کی یا غیر کی تعلّی یا بطور ہزل اور تندیر لانے
کیلیے ہو جیسا کہ کسی کا کہنا کہ اگر میرے حق مین بدگوئی کیگئی تو کیا مضائقہ نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی شان مین بھی گستاخی کی گئی ہے وغیرہ وغیرہ یا غیر نبی کو نبی سے
تشبیہ دینا جس آفت مین شاعر لوگ بہت مبتلا ہین یہ سب امور گناہ کبیرہ ہین
وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ اور وہ اوسکو ہلکا سمجھتے ہین حالانکہ
وہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا ہے بلکہ بعضے شعرا حدِ استخفاف و صریح کفر تک پہنچ گئے
اللہ تعالیٰ کے پاس وہ عظمت و مرتبہ اور وہ عزت و توقیر آنحضرت کی ہے کہ آپ کو
نام لیکے پکارنے اور آپکے سامنے آواز بلند کرنے تک کی ممانعت ہے پھر ایسے شخص سے

اگر قتل ساقط ہوا تو کیا ادب دینا اور قید کرنا تو ضرور چاہیئے۔ اور تعزیر مین بھی
اوسی قدر شدت ہو جس طرح اوسکے کلام کی شناعت ہو۔ نوادر مین ہے کہ ایک شخص
نے ایک شخص کو فقیری کا عیب لگایا تو اوس نے جواب دیا تو مجھے فقیری کا کیا عیب
لگاتا ہے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو بکریان چرائے ہین۔ امام مالک نے فرمایا کہ
اس نے بیمحل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا یہ موقع نہین تھا میرا خیال ہے کہ
اسکو ادب دیا جائے۔ اسیطرح ایک شخص نے ایک شخص سے کہا چپ رہ کیونکہ تو
امی یعنے ان پڑھ ہے۔ اوسنے جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تو امی تھے۔
لوگون نے اس کلمہ کو برا سمجھا اور اوسکی تکفیر کی۔ وہ جوان اپنے کہے پر پچتایا اور پشیمان
ہوا۔ ابو الحسن فرماتے ہین کہ اوسکو کافر تو نہین کہہ سکتے لیکن وہ صفت نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کو ایسے مقام پر ذکر کرنے مین خطادار ہے کیونکہ حضرت کا امی ہونا معجزہ ہے اور
دوسرے کے حق مین جہالت۔ چونکہ اوسنے توبہ کی تو چھوڑ دینا چاہیئے علاوہ یہ کہ اوسکا
قول حد قتل تک نہین پہونچا تھا اور ایک مسئلہ ہمارے شیخ قاضی ابو محمد بن منصور سے
پوچھا گیا تھا کہ ایک شخص نے کسی کو کچھہ عیب لگایا تو اوسنے جواب دیا کہ تو مجھہ کو
نقص لگاتا ہے حالانکہ مین بشر ہون اور جتنے بشر ہین انکو نقصان لاحق ہے حتے کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپنے فتویٰ دیا کہ مدت دراز تک اوسکو قید رکھنا چاہیئے

اور دردناک تادیب بھی اوسکی ضرور ہی چونکہ عمداً تبراً نہین کہا ہی اسلئے قتل نہین کیا گیا لیکن بعض علماءِ اندلس نے اوسکے قتل کا فتوی دیا الخ مختصراً یہ سارا بیان اوس شخص کا تھا جو قصداً تبراً نہین کہا اور جو جان بوجھکر کوئی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین بے ادبی کرے خواہ صراحۃً ہو یا اشارۃً اوسکی تکفیر اور اوسکے قتل پر اجماع ہی اور اوسکا خون مباح ہی امام شافعی و امام احمد کے پاس اوسکی توبہ مقبول نہین اور جو اوس کے کفر و عذاب مین شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ یہانتک کہ آپ کی چادر مبارک کو میلی کہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگانا مقصود ہو تو بھی قتل کیا جاوے بہتر ہوگا کہ اوس عبارت کو جو آخر شفاء شریف مین مذکور ہی حاشیہ[ف] مین نقل کردین کیونکہ ان دنون مین

له شفاء شریف مطبوعہ عثمانیہ صفحہ ۲۰۲ اَلْبَابُ الْاَوَّلُ فِیْ بَیَانِ مَا هُوَ فِیْ حَقِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ
وَسَلَّمَ سَبٌّ اَوْ نَقْصٌ مِنْ تَعْرِیْضٍ اَوْ نَصٍّ اِعْلَمْ وَفَّقَنَا اللّٰهُ وَاِیَّاكَ اَنَّ جَمِیْعَ مَنْ سَبَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْ عَابَهٗ اَوْ اَلْحَقَ بِهٖ نَقْصًا فِیْ نَفْسِهٖ اَوْ نَسَبِهٖ اَوْ دِیْنِهٖ اَوْ خَصْلَةٍ مِنْ خِصَالِهٖ
اَوْ عَرَّضَ بِهٖ اَوْ شَبَّهَهٗ بِشَیْءٍ عَلٰی طَرِیْقِ السَّبِّ لَهٗ اَوِ الْاِزْرَاءِ عَلَیْهِ اَوِ التَّصْغِیْرِ لِشَانِهٖ
اَوِ الْغَضِّ مِنْهُ وَالْعَیْبِ لَهٗ فَهُوَ سَابٌّ لَهٗ وَالْحُكْمُ فِیْهِ حُكْمُ السَّابِّ یُقْتَلُ كَمَا نُبَیِّنُهٗ
وَلَا نَسْتَثْنِیْ فَصْلًا مِنْ فُصُوْلِ هٰذَا الْبَابِ عَلٰی هٰذَا الْمَقْصِدِ وَلَا نَمْتَرِیْ فِیْهِ تَصْرِیْحًا
كَانَ اَوْ تَلْوِیْحًا وَكَذٰلِكَ مَنْ لَعَنَهٗ اَوْ دَعَا عَلَیْهِ اَوْ تَمَنّٰی مَضَرَّةً لَهٗ اَوْ نَسَبَ اِلَیْهِ مَا لَا یَلِیْقُ
بِمَنْصِبِهٖ عَلٰی طَرِیْقِ الذَّمِّ اَوْ عَبَثَ فِیْ جِهَتِهِ الْعَزِیْزَةِ بِسُخْفٍ مِنَ الْكَلَامِ وَهُجْرٍ وَمُنْكَرٍ
مِنَ الْقَوْلِ وَزُوْرٍ اَوْ عَیَّرَهٗ بِشَیْءٍ مِمَّا جَرٰی مِنَ الْبَلَاءِ وَالْمِحْنَةِ عَلَیْهِ اَوْ غَمَصَهٗ بِبَعْضِ
الْعَوَارِضِ الْبَشَرِیَّةِ الْجَائِزَةِ الْمَعْهُوْدَةِ لَدَیْهِ وَهٰذَا كُلُّهٗ اِجْمَاعٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَاَئِمَّةِ

سست عقیدگی بہت پھیل رہی ہے۔ وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا کی یہ تفسیر ہے

بقیۂ حاشیہ صفحہ ۴۲۷ ۞ الفتوى من لدن الصحابة رضوان الله عليهم الى
هلم جرا قال ابو بكر بن المنذر اجمع عوام اهل العلم على ان من سب النبي صلى الله عليه
وسلم يقتل وممن قال ذلك مالك بن انس والليث واحمد واسحق وهو مذهب
الشافعي قال القاضي ابو الفضل وهو مقتضى قول ابي بكر الصديق رضي الله عنه
ولا تقبل توبته عند هؤلاء وبمثله قال ابو حنيفة واصحابه والثوري واهل
الكوفة والاوزاعي في المسلم لكنهم قالوا هي ردة وروى مثله الوليد
بن مسلم عن مالك وحكى الطبري مثله عن ابي حنيفة واصحابه فيمن تنقصه
صلى الله عليه وسلم او برئ منه او كذبه وقال سحنون فيمن سبه ذلك ردة
كالزندقة وعلى هذا وقع الخلاف في استتابته وتكفيره وهل قتله حد او كفر
كما سنبينه في الباب الثاني ان شاء الله تعالى ولا نعلم خلافا في استباحة دمه
بين علماء الامصار وسلف الامة وقد ذكر غير واحد الاجماع على قتله وتكفيره
واشار بعض الظاهرية وهو ابو محمد علي بن احمد الفارسي الى الخلاف في تكفير المستخف
به والمعروف ما قدمناه قال محمد بن سحنون اجمع العلماء ان شاتم النبي صلى الله
عليه وسلم المتنقص له كافر والوعيد جار عليه بعذاب الله له وحكمه عند الامة
القتل ومن شك في كفره وعذابه كفر واحتج ابراهيم بن حسين بن خالد الفقيه
في مثل هذا بقتل خالد بن الوليد مالك بن نويرة لقوله عن النبي صلى الله عليه
وسلم صاحبكم وقال ابو سليمان الخطابي لا اعلم احدا من المسلمين اختلف في وجوب
قتله اذا كان مسلما وقال ابن القاسم عن مالك في كتاب ابن سحنون والمبسوط
والعتبية وحكاه مطرف عن مالك في كتاب ابن حبيب من سب النبي
صلى الله عليه وسلم من المسلمين قتل ولم يستتب قال ابن القاسم في العتبية
من سبه او شتمه او عابه او تنقصه فانه يقتل وحكمه عند الامة القتل

کہ خدا کی عبادت مین کسی کو شریک نہ کرے۔ گو ریا کاری[1] سے شرک صغیر ہی کیون نہ ہو

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲۸ کالزندیق وقد فرض اللہ تعالی توقیرہ وبرہ وفی المبسوط عن عثمان بن کنانۃ من شتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم من المسلمین قتل او صلب حیا ولم یستتب والامام مخیر فی صلبہ حیا او قتلہ ومن روایۃ ابی المصعب وابن ابی اویس سمعنا مالکا یقول من سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او شتمہ او عابہ او تنقصہ قتل مسلما کان او کافرا ولا یستتاب وفی کتاب محمد اخبرنا اصحاب مالک انہ قال من سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم او غیرہ من النبیین من مسلم او کافر قتل ولم یستتب وقال اصبغ یقتل علی کل حال اسر ذلک او اظہرہ ولا یستتاب لان توبتہ لا تعرف وقال عبد اللہ بن عبد الحکم من سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من مسلم او کافر قتل ولم یستتب حکی الطبری مثلہ عن اشہب عن مالک وروی ابن وہب عن مالک من قال ان رداء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویروی زر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وسخ اراد بہ عیبہ قتل وقال بعض علمائنا اجمع العلماء علی ان من دعا علی نبی من الانبیاء بالویل او بشیء من المکروہ انہ یقتل بلا استتابۃ وافتی ابو الحسن القابسی فیمن قال فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحمال یتیم ابو طالب بالقتل۔ الخ

[1] ریا مشتق ہے رویت سے اور صراح مین ریا بالقصر والمد اپنے کو ساتھ نیکی کے خلق کو دکہانا اور عین العلم مین کہا کہ ریا لوگون کے پاس ساتھ عبادت کے منزلت کا طلب کرنا ہی پس ریا عمل ظاہر کے ساتھ جو عبادت سے ہو ان مخصوص ہو۔ نہ سوائے اوسکے اور کثرت مال یا کمال فن یا حفظ اشعار وغیرہ وغیرہ کے دکہا دے کو تکبر وافتخار کہتے ہین نہ ریا۔ اور جس چیز سے طلب جاہ ومنزلت مقصود نہ ہو جیسے بعض مشائخین مریدون کے دکہانے اور ان کے قلوب مائل کرنے اور رغبت دلانے کی غرض سے اپنے اتباع پر کرتے ہین حقیقت مین یہ ریا نہین اگرچہ اوسکی صورت ہو اسی لئے کہا ریاء الصدیقین خیر من اخلاص المریدین

ابن عباس سے روایت ہی کہ ایک شخص نے کہا یا نبی اللہ مین بعضے مقامون مین کھڑا ہوتا ہون اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہتا ہون اور اسکو بھی پسند کرتا ہون کہ یہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲۹ } ریا کے کئی قسمین ہین فاحش اور قبیح ترین اقسام یہ ہی کہ وہ محض دکہانے مخلوق اور طلب منزلت کے ہو اور اوسمین قطعاً ارادۂ ثواب اور قصدِ عبادت مولا نہ ہو۔ مثلاً ایک شخص لوگون مین نماز پڑہتا ہی اور تنہائی مین نہین پڑہتا اور جو نماز کہ لوگون مین پڑہتا ہی وہ بھی بے طہارت۔ پس یہ فعل نہایت غضب اور قہر الٰہی کا ہی اور کل عمل اوسکا باطل اور قصناً اوسکی واجب دوسری قسم یہ کہ جانب ریار غالب اور قصدِ ثواب ضعیف ہو جیسے کہ اگر خلوت مین ہوتا تو نہ کرتا پس یہ بھی حکم اول مین ہی۔ تیسری قسم یہ کہ قصد ریاء و ثواب برابر ہو جبکہ دونون جمع ہون تو عمل کی رغبت ہوا ہو سمجھی احادیث و آثار وعید و عدم قبول کے جانب راجح ہین۔ چوتھی یہ کہ نیت ثواب کی غالب ہوتا ہو اسمین نقصان ہی نہ بطلان یا یا نہ اوسکی نیت کے ثواب و عقاب دونون برابر ہون اور یہ بھی فرق ہے کہ اوسمین قصد ریاء کا ابتداءِ عمل مین ہو یا درمیان مین عارض ہو یا بعد عمل کے لاحق ہو پہلا شنیع تر ہے پہر دوسرا اور تیسرا اکثر ہے اور اوس کے ہونے سے جو کیا ہی باطل نہین ہوتا۔ یہ بھی فرق ہی قصد و عزم ریا کا مصمم ہو یا خطرہ آئے اور کچھہ نہو۔ غرض خلاصی ریاء سے نہایت دشوار ہی۔ اور وجود حقیقت اخلاص کا مشکل یہانتک کہ اگر تعریف اپنی کسی سے سنے اور اوس سے شاد ہو علامت وجود ریاء کی ہی اور اگر خلوت مین ایک کام کرتا ہے اور خیال ریاء کا خاطر مین رکہتا ہی وہ بھی ریاء ہی اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْہَا اس جگہہ ایک اور حالت ہی کہ فضل خدا سے خوش ہو کہ اوس نے گناہون کو ڈہانپا اور طاعت کو ظاہر کیا تا اور لوگ بھی پیروی کرین اور یہ محمود ہی داخل ریا نہین۔ فقہ کی کتابون مین اسکا بیان نہین کلام اہل اللہ سے اس مسئلہ کو تحقیق کرنا چاہیئے خصوصاً کتاب احیاء العلوم سے اور یہ جو کہ مذکور ہوا اوسی سے منتخب ہی۔ اور سمعہ ساتھہ ریاء کے حدیث مین اور کلام مین اکثر ساتھہ ریاء کے مذکور ہوتا ہی کہتے ہین کہ فلان یہ کام واسطے ریاء و سمعہ کے کرتا ہے تا دیکہین اور سنین حاصل یہ کہ سمعہ متعلق ساتھہ حاسۂ سمع کے ہی اور ریاء متعلق ساتھہ حاسۂ بصر کے ۱۲ (مرقات) سلہ عبد الرزاق و طبرانی و حاکم وغیرہ (ر)

میرا مقام دیکھا جائے تو میرے عمل کا کیا حکم ہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اوسکا کچھ جواب نہین دیا یہانتک کہ یہ آیت اتری۔ رسول اللہ[1] صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالے اولین و آخرین کو قیامت مین جمع فرمائیگا تو ایک پکارنیوالا پکاریگا کہ جس نے کوئی عمل مین جو اللہ کے واسطے کیا تھا کسی کو شریک کیا ہو تو چاہئے کہ اوسکا ثواب اوسی غیر خدا سے طلب کرے کیونکہ اللہ تعالی بے نیاز ترین شریکون کا ہی شرک سے یعنی شرکاء عالم کی شرکت کے محتاج ہین۔ تا ہر ایک کو اوسمین سے حصہ مل جائے جسمین کہ وہ شریک ہی بخلاف میرے کہ خلاق علی الاطلاق ہون۔ عبادت مین شرکت کے ساتھ راضی رہنے سے بے پروا ہون۔ اگر عبادت کرنا ہو تو خالص میرے لئے کرنی۔ رسول اللہ[2] صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے نماز پڑھی اس نیت سے کہ دکھلاتا تھا اوس نے شرک کیا اور جس نے روزہ رکھا اس نیت سے کہ دکھلاتا تھا اوس نے بھی شرک کیا اور جس نے صدقہ دیا اس نیت سے کہ دکھلاتا تھا اوس نے شرک کیا پھر یہ آیت پڑھی فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ الآية۔ رسول اللہ[3] صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے پروردگار سے روایت کرتے ہین (یعنی حدیث قدسی ہی) اوس نے فرمایا اَنَا خَيْرُ الشُّرَكَاءِ

[1] امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ و بیہقی (درمنثور) [2] امام احمد و طبرانی و حاکم و بیہقی وغیرہم (در)

[3] امام احمد و مسلم و بیہقی وغیرہم اسکے ہم معنی حدیث گزر چکی ۱۲

فَمَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيْهِ غَيْرِيْ فَاَنَا بَرِيْئٌ مِنْهُ وَهُوَ لِلَّذِيْ اَشْرَكَ
اھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو اپنی امت پر شرک کا خوف ہے
آگاہ رہو کہ وہ بت پرستی نہ کرینگے نہ آفتاب کو نہ چاند نہ پتھر کو پوجینگے بلکہ
اپنے اعمال سے ریا کرینگے۔ آپنے[سے] فرمایا مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ يُّرَائِيْ يُرَائِيْ اللّٰهُ بِهٖ
یعنے جو شخص کہ عمل کرے واسطے سنانے کے تا لوگ سنین اور شہرت ہو۔ اللہ تعالی روز
قیامت اوسکے عیب مشہور کریگا اور لوگون کے سامنے اوسکو رسوا کریگا اور جو شخص
واسطے دکہانیکے عمل کرے اللہ تعالی اوسکو ریاکارونکی جزا دیگا یعنے حکم ہوگا اوس سے
ثواب طلب کر جسکے لئے تونے عمل کیا۔ شداد[سے] بن اوس فرماتے ہین کہ ہم رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مین ریا کو شرک اصغر سمجھتے تھے صحیح مسلم مین یہ حدیث
متصل مذکور ہے کہ شہید اور صدقہ دینے والا اور قاری خداوند عالم اونمین سے
ہر ایک کو ارشاد فرمایگا کہ تو جھوٹا ہے اللہ کے واسطے نہین لڑا بلکہ اس لئے کہ لوگ
کہین کہ تو بڑا بہادر ہے اور تونے خدا کے واسطے خیرات نہین دی بلکہ سخی کہلانیکے لئے
اور تونے خدا کیلئے کلام اللہ نہین پڑہا بلکہ قاری مشہور ہونیکے لئے۔ اس حدیث
مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اونکو ثواب نہ ملا اور اون سے

ماجہ وحاکم نحوہ ۲۵ ۔ سے متفق علیہ یعنے بخاری ومسلم ۱۲ سے ابن ابی الدنیا والحاکم وصححہ والبیہقی (در)

سب اعمال ریانے بیکار کردیے۔ روایت[1] ہی ابو ذر رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اوس شخص سے خبر دیجئے کہ عمل خیر کرتا ہی اور لوگ اوسکے اوس کام پر تعریف بھی کرتے ہین اور ایک روایت مین ہی کہ اوس کام کے سبب سے لوگ اوسکو دوست رکھتے ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بشارتِ عاجلہ مسلمان کیلئے ہی یعنے پہلے اس سے کہ آخرت مین ثواب اوس کام کا پاوے دنیا مین ثواب اوسکا پایا کہ لوگون نے تعریف کی اور اوسکو دوست رکھا اور یہ ثوابِ آخرت کی اوسکو بشارت ہی اور یہ ریا نہین ہی۔ اس لئے کہ قصد اوسکا ثوابِ آخرت تھا حق تعالی نے اپنے فضل سے دنیا مین بھی ثواب دیا۔ روایت[2] ہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ مین نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین اپنے مصلی پر تھا یعنے نماز مین تھا کہ ایک شخص وہان آیا تو اوسکا مجھے اس حال مین دیکھنا اچھا معلوم ہوا (یعنے یہ خوش ہونا ریا ہی یا نہین) آپنے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ اللہ تعالی تم پر رحمت کرے۔ تمہارے[3] لئے دو ہرا ثواب ہی ایک اجر پوشیدگی کا اور ایک اجر ظاہر کا۔

[1] صحیح مسلم ۱۲ [2] رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث غریب۔ ۱۲
[3] ظاہراً حضرت ابو ہریرہ کا خوش ہونا اسلئے تھا کہ تا وہ شخص دیکھنے والا بھی آپکی اتباع کرے اور ظاہر تر بات یہ ہی کہ خوش ہونا آپ کا بحسبِ اصلِ طبیعت کے تھا اوس قبیل سے جو حضرت نے فرمایا کہ جسکو اوسکی نیکی خوش کرے اور برائی اوسکی ناخوش کرے تو وہ مومن ہے اور اللہ تعالی فرماتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ یعنے نہین دیکھتا ہے اللہ تعالی تمہارے صورتون اور مالون کو لیکن تمہارے دلون اور عملون کو دیکھتا ہے - آے خداوند عالم بطفیل حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے فرزند غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہمارے قلوب سے تیرے ماسوا کی محبت مٹادے - اور تیرے دریائے محبت مین ہمین ڈبادے -

روئے دل مین صرف کن از ہر جہتے	در عشق خودم یک جہت ویکرو کن

رباعی ۱

دردا و ہزار بار دردا دردا	کامروز ندارم خبرے از فردا
فرداکہ شوم فرد زبیگانہ و خویش	ربِّ ارْحَمْنِیْ وَلَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۳ { قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا ھُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ یعنے کہہ یہ بسبب فضل اللہ اور رحمت اوسکی ہے پس چاہیے کہ ساتھ اوسکے خوش ہون یہ بہتر ہے اوس چیز سے کہ جمع کرتے ہین - پس مومن بسبب توفیق اعمال کے خوش ہوتا ہے جیسے کہ غیر مومن بسبب بہت ہونے مال کے خوش ہوتا ہے اور شاید یہ خوش ہونا اس سبب سے ہو کہ ساتھ عبادت اور توفیق کے نامزد ہوے اور ایک مسلمان اس پر گواہ ہوا -

(اشعۃ اللمعات) سلہ صحیح مسلم ۱۲ -